

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم

کتابخانه

جامعہ طیبہ اسلامیہ

دہلی

شعبہ ۱۱۱

شمارہ ۳۵ شی

سردراختہ ۵۲۳۸

۱۱۱

قلم الشجره كذا في رطلان

لما تبرأه سید مصطفیٰ عین خان شہزادہ دوم
کلیف دوم شہزادہ شہزادہ



قلم الشجره

سب فرمائش
باجہ شہزادہ عین خان شہزادہ عرف سلطان
باجہ شہزادہ عین خان

سکری



WPMZ

CHECKED 1965-66

نذریہ سلطان

قبلہ و کعبہ نور اللہ مرقد کی عرق ریزی اور رادت کی
آخری یادگار ”گل فروش شہر“ کو نہایت ادب کے ساتھ
یہ ناپخیز اپنے آقائے ولی نعمت سرپرست با شفقت شہنشاہ
بجیان علی حضرت بندگانِ حضور نور علی جاہ منہ زندہ پند
دولت انگلشیہ مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامرا۔ اے فی
سی۔ کرنل نواب سر سید محمد حامد علی خان بجا
مستعد جنگ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ جی۔ سی۔ وی۔ او۔ فرمان روا
دار السور رامپور خلد اللہ ملکہ کے حضور میں پیش کر کے
اپنے جدِ بزرگوار کے اُس ارادہ کو پورا کرتا ہے جسکی تمنا
مرحوم کے دل میں رہی۔

ساجد علی عرف سلطان

التاس

اسے شر چمکا دئے ہیں۔ ذرا غصہ کر + سیر کے قابل جواب عالم مرگ کر کا
 کہ بھری دنیا کے بے در لوگ سمجھتے ہیں کہ بچوں کو صدمے کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ غلط ہے
 کہ جب قدر آجلا ہوتا ہے اتنا ہی جلد اور گھرا داغ پڑتا ہے۔ نرم چیر پر چوٹ کا زیادہ اثر ہوتا ہے
 کہ ہے اور موم پر ضرب لگا کر تماشہ دیکھ لو۔ غینی تال سے ترو کی حالت میں اپنی ہنچا اور شفقت
 پدری سے اپنی آپکو محروم پانا ابھی تو کل کی بات ہے۔ لیکن اس واقعہ کا ایسا گھر نقش میرے
 دل پر ہے کہ شاید تمام عمر بھی نہ مٹے۔ قبلہ کا ہی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کے اوقات
 میں جسے نشست و برخاست کے مقامات آنکے شوق کی کثیر شہادت دیکھ کر روزمرہ جو دل پر گزرتی ہے
 اسکو بھی ظاہر کر لیا یا نہیں۔

خلاصہ یہ کہ شفقت پدری سے محروم ہونے کے بعد دنیا اور دنیا کی ہر ایک شے کی حالت عجیبہ و غریبہ کر دی گئی
 ممکن نہیں کہ رحم نہ آئے۔ نہیں شر + غیر و ن کا میرے حال یہ چل سکتا
 خوش قسمتی سے قبلہ کا ہی کی حیات ہی میں مجھے علیحضرت بندگان حضور پر نور دم قیام ہم ملکہم کا اتفاق
 خاص حاصل ہو گیا تھا جو بعد وصال قبلہ کا ہی ایک سے ہزار درجے بڑھ گیا۔ اور آغوش عاطفت گل سجائی
 نہ صرف نازش طفلانہ کو اپنی پہلو میں جگہ دی بلکہ میری تعلیم اور ہر ایک ضرورت کی طرف توجہ مبذول
 فرمائی۔ چنانچہ اسی الطاف و لنوازی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ آج قبلہ کا ہی مرحوم کا کلام آپ کی نظر
 اقدس کے سامنے جو دنہ ایک چودہ سال کے لڑکے سے کہاں کہیں تھا کہ تریکلمہ انطباع و غیرہ کا استخراج
 کیونکر کیا جائے۔ + آپ منصف ہیں سمجھ لیں کہ خندان
 اگرچہ میرا طالب علمی کا زمانہ ہے۔ لیکن میں اس سے ناواقف نہیں کہ کسی کتاب کے انطباع کے وقت
 صحت اور خوبیاں پیدا کر لیا کہ بہت کچھ انتظام اور اتہام کیا جاتا ہے یہاں تک کہ حکم اصلاح کو توڑ کر

اصل مصنف کا کلام ہی نہیں رہتا۔ اور شاید قبیلہ گاہی کی حیات میں یہ کلیات ہی اساتذہ کا کلام
 ہو کر چھپا۔ لیکن میرے خیال میں وہ چند خوبان ہی بہت بیش قیمت ہیں جو اصل مصنف کی طبع
 ہوں۔ قبیلہ گاہی نے یہ فن لطیف محض نقض طبع کے لئے اختیار فرمایا تھا جبکہ کثرت کا سرکار
 و عاضری دربار جیسے دو مخالف ہر وقت مسلط رہتے تھے۔ لہذا اس قلت فرصت میں اگر چند شعائر
 ہی بے داغ اور دلفریب اس سرمائے میں موجود ہیں تو ضرور قبیلہ گاہی کی محنت ٹھکانے لگی
 رہا اعتراض اسکی بابت میں سنتا ہوں کہ متقدمین و متاخرین میں سے کوئی بھی تبرائین ہوا
 لہذا ذاتی اور سرکاری کاروبار کی کثرت ہر ایک معترض کے اعتراض کا کافی جواب۔ اور خوبیاں
 مرحوم کی خداداد قابلیت اور طبع سلیم کی مقبر شاہد مقصور ہونے کے قابل ہیں۔ کلام کی عبارت
 مصنف کے دل و دماغ خیالات۔ جدت طرازی شوخی طبع وغیرہ کا انداز ہے اور اس کے لئے میرا
 کافی ہے۔ البتہ شوق کی بہت نشوونما وغیرہ کی کیفیت لائق تذکرہ ہے۔ اور دل چاہتا ہے کہ کلیات
 کے ساتھ یہ امور بھی شائع ہوں۔ اس بار کو مرحوم کے ایک تربیت یافتہ نے میری تحریک سے
 اپنے ذمے لے لیا ہے۔ قبیلہ گاہی مرحوم کی خوبیاں اور خصوصیات کی نسبت اگر کچھ کہوں
 میرے تعلق کا نتیجہ سمجھا جائیگا۔ لہذا میں اس التماس کو قبیلہ گاہی کے اس مقطع ختم کرتا ہوں
 ہاں کوئی شرر سا جو نکال تو ہو جائے یوں چاہیے والے تو مرحوم ہی بہت ہیں

خا
 ساجد علی خان عرف سلطان

صحت نامہ دیوان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
اول	۵	ای	اے	۴۳	۵	تری	تیری
۶	۱۰	پنہار ہا ہر	عطا کیا ہے	۴۴	۱۵	نکمرین	نکیرین
۹	۱۲	ترا	تری	۴۵	۱۹	برباد	آباد
۱۶	۲۰	نجم جاہر	گوہر انجم	۸۷	۱۴	فریا	فریاد
۲۴	۲۱	تیرے	ترے	۹۲	۱۳	مار	یار
۳۱	۱۰	کیا	کا	۹۹	۱۹	قاتل	قاتل
۴۱	۲۱	دینی	دیتے	۱۰۸	۱۲	پشمان	پشیمان
۴۲	۱۲	لوٹا	لوٹنا	۱۱۱	۱	کی	مین
۴۳	۱	ڈر	در	۱۳۲	۷	مانت	امانت
۴۶	۱۸	چوٹا	جوٹا	۱۵۵	۲	تری	تیری
۴۸	۱۷	جرامت	جراحت	۱۶۱	۱۶	پروردگار	پروردگار
۵۶	۱۶	خنجر	خنجر	۱۶۷	۱۱	پہچانے	پہچانے
۶۱	۱۳	جانا	جانان	۱۷۲	۹	زانوں	زانو
۶۳	۱۴	پتیا لیکا	پتیا لیکا	۱۸۲	۸	پو	پور
۶۴	۱۲	کیات	کیا بات	۱۹۰	۱۴	میرے	مرے
۶۹	۱۳	ڈھوہتے	ڈھونڈتے	۱۰۳	۲۱	ترے	تیرے
۷۰	۲۰	گرتی	گرتی ہے	نوٹ عید الفطری کی وجہ سے نقاط مدو مرکز وغیرہ کی تصحیح ناظرین کی عیب پوش نظر کے ذمہ چھوڑی جاتی ہے۔			
۷۱	۹	کی	کے				
۷۲	۱۱	بیاسا	پیا سا				

آغا و نجم

یعنی

مختصرہ لا

جناب خیرہ سید محمد مصطفیٰ علیخان نور اللہ مرقدہ سابق ہجرا سکریٹری

رامپور سیٹھ
بیاضاٹ

جناب خیرہ سید محمد ساجد علیخان بہا سلطانی

خواجہ صادق حسین صادق تالیف کیا

Retained
Wistener

اور

سرکاری پریس یا سٹاپمپور چین

عرض صادق

صاحبزادہ سلطان صاحبزادے کا قضا کا یہ کہ بین اپنی دی نصرت یعنی انکے قبلہ و کعبہ کی ایک مختصر مکمل سوانح عمری دیوان کے ساتھ شائع ہونے کے لئے اپنے چشم دید واقعات اور قابلِ وثوق یادداشت سے جلد مرتب و مختصر مکمل جلد بین مکمل کی قید سے دقتیں پیش آئیں جنکی شرح مشمل ہو۔

ارباب دانش جانتے ہیں کہ سوانح عمری تاریخ کا شعبہ ہے۔ اور تاریخ جسطرح صحیح اور چاہلوسی سے پاک ہو اسقدر اہم ہوتی ہے۔ صحیح تاریخین ہمیشہ اپنے زمانہ وقوع اور ترتیب سے عرصہ بعید تک گمنامی کو صدق میں محض نظر ہونے کے بعد شہر ہوتی ہیں۔ وقت کے وقت زمانے نے کہیں انکے بارِ صداقت کو اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ خصوصاً سوانح عمری میں عادات اور فضائل کے بیان کا موقع نہایت نازک ہوتا ہے۔ ہسپانیوں کی خواہش ہوتی ہے کہ انکے بزرگ فرشتوں کے لباس میں نظر آئیں۔ حالانکہ خالق مطلق نے اپنی رحمت سے انسان میں جو فضائل رکھ دیے انکا صحیح موقع اور محل سے استعمال ہی مشکل ہے۔ اگر محل استعمال کی توفیق نہ تو یہی رحمت و رحمت سے بدل جاتی ہے۔ مثلاً محل میں شجاعت و ظلم، سخاوت و اسراف۔ کفایت و خست و غیرہ وغیرہ کا اظہار ایک ہی قسم کے مادہ سے ہوتا ہے اگر محل صادر ہوں اخلاق حسنہ سمجھے جاتے ہیں ورنہ اخلاق رذیہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اسکی شرح کی جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوگی۔ نیز صاحب تذکرہ کے واقعات و معاملات بھی ادا کرنے اور اعلیٰ ہر حیثیت کی ہستیوں سے وابستہ ہوتے ہیں اس بحث پر بھی قلم اٹھانا کچھ آسان نہیں بلکہ سخت مشکل ہے۔ حرم مکمل کی قید پوری نہیں ہو سکتی۔ البتہ اسقدر حالات اور واقعات بلا کم و کاست بیان کرنے کی مین کوشش کروں گا جو ناظرین مصنف دیوان کی شخصیت ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہوں۔ چونکہ خود میری نظر میں یہ مختصر تحریر سوانح عمری کے شمار میں نہیں آتی۔ لہذا میں اسکا نام ہی حیاتِ فلان وغیرہ کہنے پر مجبور کرنا پڑا نہیں سمجھتا۔ اور ادا سے مطلب کے لئے صرف آغاز و انجام اختیار کرتا ہوں۔

خاکسار صادق حسین صادق



بسم اللہ الرحمن الرحیم عنون و فضلی علیٰ رسولہ الکریم

ز لاف حمد و لغت اولی است بر خاک و بخت
سجود سے میتوان کردن در حق میتوان گفتن

۱۰۔ صاحبزادہ سید علی علیخان عرف مناصحاب ابن صاحبزادہ سید محمد محمود علیخان خلف کو چک

۱۱۔ دوس مکان (نواب محمد یوسف علیخان فرماندائے سابق ریاست رامپور) ۲۷ جون ۱۸۵۸ء

۱۲۔ ربیع الاول ۱۲۵۸ھ بروز شنبہ پیدا ہوئے۔ قدرت نے کچھ حساب پہلے ہی سے ایسے فراہم کر رکھے

کہ ابتدا سے قلعہ معلیٰ میں (اپنی حقیقی خالہ صاحبہ کے پاس) پرورش پانے لگے۔ ابھی تین سال کی عمر میں ہوئی تھی

کہ شفیق چچا (خلد تاشیان) نے پیار سے پھتے کی پرورش کو بافتنا و محبت خاصہ اپنی ذات سے منسوب کر لیا۔

اقبال کی سازگاری نے صرف ایک الی ملک کے آغوش محبت میں پرورش پانے پر کفایت نہیں کی بلکہ یہی

اسباب پیدا کئے کہ تربیت و تعلیم کا داشت خواہ مخواہ اعلیٰ درجے کی میسر ہو۔

۱۳۔ ہر قدرت ناز دی میں خلد تاشیان کو انکی نیکو بھانڈہ ملنا قرار پا چکا تھا جو ۳۱ گشت ۱۸۵۸ء

۱۴۔ رجب ۱۲۹۲ھ کو اس طرح ملا کہ دنگے گیارہ بجے خلد تاشیان کی آغوش تمنا ہو نہا بلکہ غریب ہونا

ثابت ہونے والے پوتے سے پر ہو کر دیکھو۔ آقا ہی ایسا ملا جسکی بدولت جسکی رفاقت میں ہر قسم کی اعلیٰ

نگاہ داشت اور تعلیم خود بخود حاصل ہو گئی۔ پرورش پائی تو ایک جگہ تعلیم پائی تو ایک مکتب میں۔ پھر

بچپن کا ساتھ اگر آخر تک ارتباط و محبت کا باعث نہ ثابت ہوتا تو تعجب تھا۔ مولوی ولی محمد خان سہیل معلم

سید مرتضیٰ صاحب ثنابت تخلص (ادیب) مرجان و قوم مولوی انکی بخش غریب تخلص (خوشنویس) سے اکتساب کیا

مسادی موقع حاصل رہا۔ ابھی بچپن ہی تھا کہ خلد تاشیان کی نال اندیشی نے انکے مستقبل کو پر اطمینان بنا دیا

یعنی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کرپا میری نوٹ خرید کر نامزد کر دئے جو ۱۸۵۸ء تک ریاست کی حفاظت میں رہے۔

۱۵۔ چودھویں سال میں قدم رکھا تھا کہ شفیق چچا کی محبت بھری نظر دیکھو وہی رفیق و راحہ کو سید پیکر نوکی ضرورت

محسوس ہوئی خلقی و دینی نے صاحبزادہ سید کاظم علیخان خلف فردوس مکان (نواب محمد سعید خان نواز احمد مرقدہ) کی

کی تیسری صاحبزادی کو انتخاب کیا۔ یہ صاحبزادی اس وقت سہ اپنی دوسری بہن اور بہائی کر دیا سکہ کوٹ

کوئی ایسی خصوصیت ثابت نہیں کی ذات تک محدود ہو۔ ہاں جو بات دیکھو کی تھی نہیں کہ مروجہ کچھ تھا
معلوم ہوگئی اور کبھی طرح نظر نہیں سکتی زیادہ غور نہ مل سکے تخیل کو کام لیا جائے جو کچھ تعلقات ہم کہتے ہیں اور کیا
نظر آتا ہے تو الفاظ میں یادہ سوز یادہ کبھی کسی کا موقع ملے گا کہ غور سے محبت و خاص ادا ت ہاں چاہے لیکن اثرات کی ہم
تعبیر نظر نہیں سکتی جو بندگان خصلت کو مانہ مفاہات و سیاحت کو غیرہ میں ان خیالی یا دیگر ذرائع اطلاع کو کوئی غور
بندگان کے متعلق پانچویں جائز نظر آتی تھی چہرہ کی کیا کیفیت جاتی آئینہ کو کیا رہتا تھا خیالات کی آویز تھیں کبھی
خجری سے جو حاتی تھی غرض کہ وہ اوپر میں کہ جو الفاظ اور جردت کے ذریعہ سزا دہنیں ہوتے تھے پھر اس حالت میں کہ ارتفاع
ما بعد کی کوئی امید نہ تھی بلکہ کسی قسم کی لطیفہ خوار کی کا تعلق ہی باقی رہتا تھا کہ آئینہ آؤش کی امید
سبب گردانی جا چکی تھی یا یہ موافقین کو مجاہد سزا بہرہ میں کیونکہ حقیقت انکی اصلیت سچی تھی تو ناممکن ہے کہ انہیں
ہوا اور معاملہ ہو گیا تھا تو انہیں کہہ ہی فضول ہو لیکن ایک اور جہت یقین ہوتا ہے کہ یہ ارتباط و ادا ت مصنوعی نہ
ہو کہ نہ کہ ان خصلتوں میں اقبال ہم ملکہ کہ انہیں اہل ہمدیت دین گنبد سپہر کی مصداق ہو اور اس تعلق
کی تصدیق کرتا ہو کیا کہ آئینہ ناظرین کو غور کرنے سے ثابت ہو گا۔

۱۸۹۲ء میں کونسل آف جینیو جبکہ جٹ کڑی کونسل بھارت ہند کا ان خصلتوں پر نوڈام قالم ہم ملکہ قار پانچویں مروجہ کچھ کو
ہوتی تو اقامت قدیمہ کی کشتیاں فریجین کیا اور ایک خوش گشت گھاٹ کے بیچ میں شریک ہو کر جیل و حضورین بھیجی یا
پرائیوٹ سکرٹری کو پٹی لگی جبکہ جٹ شریعہ عدم گناہ کب بوجہ نامزدگی کو شرت ہمانان اس معنی خیز فقر کی سادہ
و سادگی آپ ہوا آپ کا ناظرین ہر شوق و بلا اجازت حاضر کیا مشورہ یا لیکن اتفاق سوائی مانی بین گھوڑی کر نیکی و جہ
ران کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ صدمہ تک صاحب شریعہ ہر سلسلہ وہ ارادہ پورا ہوا چند ماہ کو یہ سب کچھ ہو گیا کہ سہارن پور کی لکھی
تو بلا اطلاع راپسور میں داخل ہوئی اور پھر باغ میں شریک قیام کیا صبح کر دین بچہ کچھ خصلت کو اطلاع ہوئی اور ہمانانہ سکرٹری
میں قیام ہوا کبھی روز قیام ہوا اور عارضی مسرتی رہی۔ بندگان خصلت نے بعض عادات ترک کر نیکی ہدایت فرمائی اس سبب
حکم نے وہ اثر کہا یا کہ الدین اور دیگر رنگوں کی انتہائی کوشش پر فوق ثابت ہوا وہی کہ بعد یک بحث تعمیل حکم کی اور جٹ
ہو گئے۔ جاہری دشوار نظر آئی لگی۔ سچین کہ مشورہ بھی حکم عدوی کو جان نہ رکھا۔ اس تعمیل حکم تک بھی کوئی خاص
امید نہ تھی مگر غور خاطر نہ تھی بلکہ وہی چپن کی حلقہ بگوشی اپنا کر شمع دکھا رہی تھی۔

تاریخ
ہندوستان

۱۹۰۶ء میں قبل از اختیار کامل بنگال جنوبی فوڈ ام قبا لکھم بفرض ملاقات انجمنٹ گورنر بہار دارالعلوم
میں نال بریلی میں نق افزہ ہوی شاہ نظام الدین حسین صلیب یوی کو قضا کا اثر بامید حصول برکات
حسب دستور شاہ صاحب کے کانپر رونق افزہ کی کاسبب شاہ صاحب کو زیر سایہ پند مشرب ہی زندگی کو
تقلیل مینا کو ذکر میں گزار رہی تھی خانقاہ و قیام گاہ رندانہ میں صرف ایک یار حال تھی آقا کر سلام کو چہن
ہوی بیاری کی تعامبت چہر پر باقی تھی۔ انھات ارتباط قدیمی فرنین معلوم کیا سو کیا کہ شاہ صاحب کو دہلی میں
ان دلیریش از سعادت کو بیان کر تکلف قدم بچہ فرمایا آوہ گشتہ قیام کیا یہ وقت چیلے تذکر بنین صرف ہوا
اسیوقت اپنی ہر کتاب میں نال لکھو اور دہلی میں ایک وز کی ہلت شکل عطا ہوئی دوسروں متعلقین حسب رواد
رہو آگے قلعہ کو ایک کان میں انہما ندری میا تھا کچھ عرصہ تک بشت ان تفضیل رہی اور قدیمی ارتباط و تعلقات
اپنا کام کر تو رہی سر کے تکمیل اختیار کیل کو بعد ناموافق آب ہوا نے وقت کی اور سلسلہ ملازمت شروع
اس موقع کے متعلق مرحوم کی مرتب کی ہوی یادداشت ناظرین صفحہ نمبر ۱۸۱۱ ملاحظہ فرمائیں۔

تاریخ
ہندوستان

تفصیل خدمات اور حسن کارگزاری اظہار کی بہت اوراق کی صورت سے ادھر تو یوں ہر کلمات حسن خوبی
تعلق عام نہیں بلکہ قافی پسند پر منحصر ہے البتہ چشم دید اتعانت و ثوق ہوی کہ کما جانتا ہر کہ مرحوم ہاں
نویا بلکہ روح بھی تیل اور خوشنودی سرکار کو وقف کر دی تھی یوما۔ جاگن ہشتا ہشتا کما ناپنا غرضکہ
میں بنگالان حضو کی رضا مندی من سمجھی ہر ایک شاہ سرکاری کی تعمیل ان تہود نہو کرتے تھے کہ گویا پودی او
دی فعل کی تکمیل کر رہی ہیں بعض مہول آفا پرستی و واقف شاہ صاحب کے آخر میں جب کسی ذریعہ کو کانوں تک پہنچی تو یہ
زبان آتاسے مایہو ہم ننگ نام را سفر شکار گروہی کو دربار کو مشعل نظامات معزز ہا نوکی پر شوکت مہل غازی
تھو کار بار دار و نمایا قیامات کی بھیجی برنی روشنی کا قتل و غیور یہ ایک کار نامہ ضرور ہیں کہ حکلی تفصیل عام ہر کی حسب
اس تجربہ کار نظر و بین ہر سب کچھ ہی نہیں کیونکہ حکومت اور روپیہ و فنون اسی قسم آفرین تو تین ہیں کہ سب کچھ کر سکتی
اور ان نون کا وجود اور از مہد کلان حضو کی نظر لغات میں پوشیدہ ہو چکو حال جو جاوی میٹ کر سکتا ہر لیکن وہ کہنی کی تبت
کہ خادہ نے خدمت کسلج کی۔ اپنی ہستی اور امانیت کو مشاکر۔ یاز عم کار گزاری کو بڑا ہر اپنی ہستی کو مشاکر کام کر سکتا
کچھ خدمات اسی ہی انجام پا جاتے ہیں کہ پھر زمانہ انکی نظیر پیدا کر سکا موقع نہیں دیتا۔ غرضکہ مرحوم زمانہ خدمت



غور کر تو میری عقد تو بلا خوف تو دیکھا جا سکتا ہو کہ اگر تعین حکم آتی ہیں اس نصف غل بھی تا تو ولایت گیتی تھی۔
 ۲۷۔ راج ۱۳۸۵ کو مرحوم نے رامپور چھوڑنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا بعض وجوہ سے بھول نصحت جریڈ
 اپنی خلافت (محمد پور) کو تشریف لیگے اور دو چاند کے بعد اپنی آخری شریعت پر اپنی سلسلہ کو متبع حلقہ کے
 راہ پر کو خیر باد کہا۔ آج میں سناتا ہوں کہ ہوم صاحب نے اپنی زندگی کا انتظام شریعت اسلامی سے انجام دیا
 رامپور سے چلے جائیکے چند گھنٹے بعد تک سیکو خیر نہ ہوئی۔ اور جب خبر یقین کے درجہ کو پہنچی اور دیکھا گیا تو مکان میں سوا
 معمولی چند میردن کر سیون اور پلنگ وغیرہ کو کچھ نہ تھا۔ یہ فواہ صحیح نہیں بلکہ ہر حقیقت و تعلق کو کوشی پر غلط
 ہر شخص اس ارادہ کو محسوس کر چکا تھا کیونکہ آئے دن بعض انتظامات دیکھ کر کم از کم یہ سانی یہ قیاس کر سکتا
 کہ کسی بڑی سفری تیاری ہو۔ اور غریبی و معافی خیر حسین میر کرسی تصاویر وغیرہ بھی درکار ہوں۔ خلاصہ یہ
 شخص کو ارادہ کیا تھا چکا تھا لیکن مرحوم کی تدبیر کا خوف سب پر کچھ ایسا غالب تھا کہ سیکو تپین ہی زبان
 ہلائی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ہر شخص سچا خود اسلئے ہتیا جاتا تھا کہ تدبیر واقعہ کوئی دوسری صورت پر نہ پلٹ دے
 افشار رانگی باہر میں خود کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہونا میری ترک سکوت کر وجہ ایک ہی بحث اور معافی ہوئی ہیں
 سکا کی پرورشوں پر اور مرحوم کی ہونمندی پر نظر ڈالنا تو یہ معا اور بھی شکل نظر آتا ہے بچپن سے الطاف کرم و دل
 اور احتیارات کامل ڈر۔ اور ہر اوزاشات کا دروازہ کھل گیا۔ بریلی سے اپنے ساتھ لاکھ تیرہ ترقی دیکر ہوم کو کثیر
 اولاد کے مثل اپنی اولاد کی سمجھا۔ دختر تیکہ خیر کی بیوہ خوری کے لئے مثل اپنی اولاد کو دوسروں پر ہمارے مقصد کیا
 شہید علی خان ہمدانی صاحب (خلف خلدیشیان) سے شادی کی جلد مرہم مثل اپنی اولاد کو دے سکے
 حساب سے ہوا تو بوجہ مرست ہوئی۔ مثلاً تر محفل کی شرکت بنا جنس میں اعزاز بڑھایا۔ سلطان صاحب کی خدمت کے موقع پر
 اٹھارہ ہزار روپیہ نقد قرضہ صاف فرمایا وسیع آراضی اور عوارض تعمیر کو کوشی کی عطا ہوا مکان سکونہ جو پہلے تھا
 ہوا تھا خود قیمت کافی خرید لیا جس سے تعمیر کو کوشی میں آسانی ہوئی۔ منافع متاجری اور تنخواہ کی تعداد چوبیس ہزار
 روپیہ سال سے کم نہ تھی غرض کہ بیشمار لطاف خوری کے مقابلہ میں ترک سکوت بظاہر حریت انگیز ہو بعض سطحی نظر
 ہر شخص دیا نہت و عزت کو مستحکم کر دین اور دلیل خرید و بیعتات وغیرہ لاتے ہیں لیکن کہی آمدنی و خرچہ نظر نہیں
 ڈالتی مرحوم کی مذکورہ آمدنی کے علاوہ دیویشی کی آمدنی بھی ۹۶۰۰ روپیہ سال سے کم نہ تھی۔ شاہ کے مثل

۱۔ نمبری ۳۳۵۳۴ رقمزدہ ۱۱ جون ۱۹۰۶ء افسر علی اکبر خانہ جات مقرر ہوئی۔

۲۔ نمبری ۳۳۵۳۵ رقمزدہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۶ء دوسروں پر پیشا ہرہ مقرر ہوا۔

۳۔ نمبری ۳۳۵۳۶ رقمزدہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء افسر آدث مقرر ہوئے۔

۴۔ نمبری ۳۳۵۳۷ رقمزدہ ۱۱ مارچ ۱۹۰۷ء کو مجسٹریٹ درجہ سوم کے اختیارات عطا ہوئے۔

۵۔ نمبری ۳۳۵۳۸ رقمزدہ ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء مجسٹریٹ بلیٹی مقرر ہوئے۔

۶۔ حکم ۱۹ مارچ ۱۹۰۷ء بعد ۶ ہوم سکریٹری متنازع ہوئے۔ اور مجسٹریٹ درجہ دوم کے اختیارات عطا ہوئے۔

۷۔ حکم نمبری ۳۳۵۳۹ رقمزدہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء مبلغ دوسروں پر اضافہ ہوا۔

۸۔ حکم ۱۹ دسمبر ۱۹۰۶ء کاؤ خانہ خاص واسطہ خانہ خاص سپرد ہوا۔

۹۔ حکم نمبری ۳۳۵۴۰ رقمزدہ ۲ اگست ۱۹۰۷ء مبلغ اکبروں پر اضافہ ہوا۔

۱۰۔ حکم نمبری ۳۳۵۴۱ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۰۷ء حسب درخواست تقرر ان بالا کی تصدیق ہوئی۔

۱۱۔ حکم مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۷ء ممبر کونسل خاندان مقرر ہوئے۔

۱۲۔ حکم نمبری ۳۳۵۴۲ مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۰۷ء حسب درخواست خود کام سے دست کش ہوئے۔

صرف چمن قلہ سے خاص باغ۔ شاہ آباد۔ خسرو باغ۔ چچی بھون پرائیوٹ و دیگر جگہات متعلق۔

۱۳۔ حکم رقمزدہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۷ء پرائیوٹ سکریٹری مقرر ہوئے۔

۱۴۔ حکم مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۱۰ء دوبارہ ہوم سکریٹری بنائے گئے۔ اور یہ جات ریاست

سرشتہ تعلیم۔ شفا خانہ جات۔ جیل۔ میونسپلٹی۔ مویشی خانہ جات وغیرہ سپرد ہوئے۔

۱۵۔ حکم رقمزدہ ۵ مارچ ۱۹۱۱ء مبلغ تین سو روپیہ ماہوار اضافہ ہوا۔ اور کپڑوں کی تعداد بڑھائی۔

۱۶۔ مارچ ۱۹۱۱ء کو صبح کی گاڑی سے راجپوت پونچھ طبیعت بھلی تھی جبکہ سفر کی کان بھا گیا۔ پہر کو لڑکھا

شب کو ہی رزہ کو گئی دوری پڑے۔ ڈاکٹر ملکنا تھہر سسٹنٹ سرجن بایست کا علاج شروع ہوا ان کا علاج

بہت مہم و کوشش ہوا تاہم نیز سلطان صاحب کے معالجہ کیواسطے محمد پوری گئے تھے انکا ہاں شانہ روز

کے اتفاق نہایت کچھ تعلقات پیدا کر دیے۔ ان وجہ سے ڈاکٹر ملکنا تھہ کو علاج کی موثر ثابت کرنے میں مدد ملی

لیکن تقدیر ہستی ہی شفا کا مصدر ذات خاص کی شفا خانہ کی کوئی دوا بیش قیمت ایسی تھی جسکے صرف میں کفایت کھاتی ہو
اس پر ہی ایک سوڑھیں تہا دوا وغیرہ جو بیان غوثی۔ فوراً مراد آباد کی آتی جہد مصارف سرکاری تھی گہر گشت کی کیفیت یہ
درج ہوتی تھی نسخہ جات کا فائل نہایت احتیاط سے بنانا تھا ہمیں شک نہیں کہ علاج میں وہ کوشش بلوغت ہوئی کہ اگر
کسی فرمانروا کی ہوگی تو اتنی ہی ہوگی۔

یہ جو بندہ سرحد بنی نالی۔ ڈاکٹر انصاری۔ ڈاکٹر ماشا۔ اللہ خان سابق پروفیسر میڈیکل کالج آگرہ نے ہی دیکھا اور علاج
شرکت کی لیکن میں بھنگا گیا چون چون دوا کی۔ میں کہیں اس کی عمر سے بھینپے میں نقصان پیدا ہو گیا تھا اس پر
مرض لاحق ہوا تو منو سیانہ علامتیں معالجیں کی گئیں اگرچہ شکیں آمیز ہوتی تھی لیکن چہرہ کو آثار اس کی قہر نہ کرنے تھے
یہاں دارنہیں صاحبزادہ یوسف علی خان بہادر عرف بہن صاحبہ اور خود دو تین بزرگ۔ دو قدیم خدمت کرنے والی۔
غیر ڈاکٹر اور کچھ پرانے ملازم تو اب دل و خیال مٹی مال تو مرحوم کا استقلال اجازت نہ دیتا تھا کہ مفصل حالات
الکھ کر پڑھیں کو پریشان کیا جائے لیکن ان فوس یہ کہ نادان دوستوں نے جلیں کا اتباع کیا اور کیفیت واقعی نہ ظاہر کیا
بلکہ مہینان آمیز خطوط بھیجے رہے۔ آخر ایک کم نصیب بھواری نے دیکھا گیا اور جے کئے الفاظ میں ایک مختصر خط بھیج دیا
لیکن۔ وزانہ کو کہ کیا آمیز خطوط کا رنگ جا ہوا تھا اعتبار نہ کیا گیا۔ تاہم صداقت کے اثر نے میں نیند دیا اور ایک سو
ملازم بغرض دریافت حال مٹی مال سے بھیجا گیا۔ غرض کہ اس تو بہات میں بہت کچھ بیش قیمت وقت تلف ہو گیا آخر کار ۲۲
رات کو دس بجے حکم صاحب جس کو مٹی مال سے اپنا بندہ بیکرا پور میں دار دہو میں اور یہ وقت مس کا علاج شروع ہوا۔
۱۱ مہر ماہ ۱۱ شوالہ کو دن کے پانچ بجے یہ پھر ڈاکٹر گلنا تہ سے علاج رجوع ہوا اسی تاریخ شب کو دو بجے سکتہ کا دورہ پڑا
محل میں کمر اٹھ گیا تب سے پہلے بندہ کا حضور پرنور دام اقبال ہم و ملکہم ہی رونق افروز ہو رہی یہ وہ وقت تھا کہ رفیق
اور آقا کے اصلی تعلقات کا اثر دیکھنے والوں نے دیکھا اور سمجھنے والوں نے سمجھا اس کا پہلا قدم جو کھٹ میں اور
نظر بیمار کے چہرہ پر اسی طرح نہ چھو پائی تھی کہ ایک بے اختیار چرخ سے گھر گونج گیا اور قدم بلا ارادہ کھینچ گیا۔ کہہ تو تھے کہ بعد
دو پھر جبر کے بندہ کا حضور بیمار کی مسہری کی پاس تشریف لیگئے اور فرمایا "بائی کہا حال ہے" بیمار کے جسم کی حرکت نے
اس وقت بھی تسلیم و تطہیم کے دلی ارادہ کو ظاہر کیا اور اس نازک حالت میں یہی جواب دیا کہ حضور اب میں بچا ہو گیا
بعد چھ تشریف لے آئے دلی آمد و پوری ہو گئی اب مرنے کا غم نہیں اثر کا کیفیت الفاظ سے ظاہر ہونا ممکن نہیں

وہی خاصہ تھا امتیاز ممکن ہو کہ بیمار کو بوجہ عدم اعتدال جو اس کا فی طور پر نہ ہو لیکن خادم نواز آفا کی دلین وہ قلم پیدا کر کے
 کچھ کا اندازہ دیکھو والوں کو رنگ پریدہ اور مختلف آثار کی پہچانی ہو رہا تھا ضبط و خود داری پر گریہ بے اختیار بار بار
 تھلک جاتا تھا غم کے آنسو ان نے رہا سہا خواہ طبیعت ہی دہو دیا تھا اس حالت میں جو الفاظ زبان کی کھڑے تھے
 وہ سننے والوں کے دلوں کو پاش پاش کر دیتے تھے بچوں کی یادیں قہقہے میں ڈھل رہی تھیں جو نادان دوستوں کی
 مسئلہ کی بدولت ابھی تک بنی تال میں پڑی ہوئے تھے۔ چہ بچہ صبح کو بندگان حضور شریف لگیو لیکن سات بجے
 پہلے پہر تشریف لے آئے اس عرصہ میں ڈاکٹر ماسٹر اللہ خان ہی موٹر میں مراد آباد ہو آئے تھے۔ بار بار بند کا حضور
 دریافت فرماتے تھے کہ آپ کو کچھ امید ہو لیکن ڈاکٹر صاحب کو سکوت تھا آخر کئی مرتبہ کے اصرار پر ڈاکٹر صاحب
 کہا کہ میں چہ بچہ شام تک کچھ نہیں کہہ سکتا نہ کرنے فرمایا اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کہا اسکے بعد میں مزار میں
 آؤں گے بعد بند کا حضور مغوم تشریف لگیو ڈاکٹر جگن ناتھ مرض کے پاس ہو۔ اور آخری تدابیر سے طبیعت کی
 روک تھام کرتے رہے لیکن تین بجے کے بعد بالکل دست بردار ہو گئے۔ دوا وغیرہ اور جلد سامان مرض کو پاس سے
 علحدہ کر دیا گیا تین بجے کے بعد یونانی اطباء کے شور سے چواہر چھرہ وغیرہ کا استعمال ہوا۔ لیکن
 فیس صد فوس کہ کوئی علاج موثر نہ ثابت ہوا۔ اور ٹیک پونے چہ بچہ شام کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے
 اِنَّ اللّٰهَ وَاِنَّ اِلَیْہٖ رَاجِعُوْنَ اور جابجا علیہ کرمہ میں فن ہوئے اور یہ تاریخ مزار پر کندہ ہوئی۔ تاریخ

کیا عقیل و نامور تھا یہ امیر باسٹھا
 آنکھوں سے ہو گیا نہان ہائے کھک یہ کیا ہوا
 بہر علی یقین ہے بخشش بے حساب کا
 اب ہے بجائے جسم و جان نقش فقط مزار کا
 خلد میں ہے بجائے اب روح لطیف مصطفیٰ
 ۱۳۴۷ھ

حامی دین مصطفیٰ سالک راہ مرتضیٰ
 طرز زمانہ دیکھ کر خلوتِ خلد کی پسند
 نام تھا مصطفیٰ علی یعنی علی کا دوست تھا
 جان ہی جسم میں کبھی جسم نہا زینتِ جہان
 صاوقِ خستہ دل نہ رسا لہذا فات ظلم کر

پہلے سنت جماعت تھی۔ پھر انچہ اجدادی مذہب کی طرف مائل ہو گیا یعنی شیعہ ہو گئے۔ و حقیقت ان کے
 اصلی خیالات اس فرقہ بندی کی طلسم سی بالکل آنا دتو۔ اہل اسلام کو کسی فرقہ کی قسم کا تعصب
 کسی نہ ظاہر ہوا مذہب اور عقائد کی گفتگو کا جب اتفاق ہوتا تھا تو نہایت آنا دانہ راوی وغیرہ مستصفا نہ

طریق کا ثبوت ملتا تھا علماء و مجتہدین اہل تصوف کی باہمی مخالفت کی ہمیشہ بجا بن جاتے تھے اس قسم کی گفتگو کو خود ان کے
 پر عادت سے واقف نہوتے۔ اس امر کے یقین کر لینے کا موقع ہوتا تھا کہ اگر کوئی بزرگان دین کی تعظیم و کرم بالکل نہیں
 کیکن یہ سب بانی داخلہ نہا حقیقتاً دل بزرگان دین کی عظمت سے خالی نہ تھا۔ اکابر دین تو ایک طرف اگر کسی
 دوسرے مذہب کا بظاہر کوئی مراض شخص نظر آتا تو اس سے بھی تعظیم پیش آتے۔ گنج مراد ابامولوی فضل الرحمن صاحب
 کے خلیفہ سے ملو کہ نہایت عقیدت کے ساتھ گئے۔ امیر شریف کے بھی کئی سفر کئے جس میں تفریح کا خیال شامل نہ تھا کئی
 سال سو رہا۔ کلام شریف کی تلاوت کرتے تھے ہر مین شریفین کی زیارت کا بھی عزم مصمم تھا۔ اگر جناب یورپ
 وغیرہ کو واقعات پیش نہ آتے تو یقیناً بجا و مثنیٰ تال قیام کرنے کے مقامات متبرکہ کی زیارت اور طواف مستفید ہوتا
 تھا۔ ۱۳۱۱ ہجری میں بمقام مراد آباد ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جو حسب دستور و سار آنا۔ کسلائی وغیرہ کے
 سپرد کر دی گئیں ۱۳۱۸ ہجری میں ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جسکو اس دنیا میں چند انفاس کی مہلت ملی ولادت
 پندرہ منٹ کے بعد آغوش زمین کو سپرد ہو گئی صاحبزادی صاحبہ کا عقد صاحبزادہ شبیر علیخان بہادر عرف شوہ صاحب
 خلع و خلد اشیان ہو گیا۔ صاحبزادی صاحبہ کے بطن سے صاحبزادہ ساجد علیخان بہادر عرف سلطان صاحب
 ۱۳۲۲ ہجری میں پیدا ہوئے جسکو شفیق نامانے اپنی آغوش محبت میں لیا اور پانچ فرزند قرار دیا سلطان صاحب کی
 ایک ہمشیر ۱۳۲۹ ہجری میں پیدا ہوئیں یہ دونوں نونال سوقت سرکار کے سایہ عاطفت میں اور اپنی نانی صاحبہ کے
 آغوش محبت میں پرورش پائیں سلطان صاحب کی عمر سوقت چودہ سال کی ہو انٹریس کے امتحان کی تیاری ہوئی
 عادات و خصال کے صحیح اندازہ کی واسطے عمر کا دیہاتی حصہ مناسب مانگیا ہر اسکو کچھن سے شباب کے
 انشور و ناک طبعیت کا مد و جزر غیر اختیاری ہوتا ہر چھل سلیم میں بیشتر اتنی قوت نہیں ہوتی۔ کٹھنیت کے
 لئے دن بھر خود المرحوم کی کافی حد تک روک تھام کر سکے۔ لہذا ۱۸۹۶ء تک کا زمانہ اسلامی قابل
 بحث ہو کہ آئینہ محرم کی عمر صرف ۲۶ سال کی ہوتی ہو اسکو بعد ہی ریاست کے تعلقات شروع ہو جائے ہیں
 یہ امر عموماً تسلیم کر لیا گیا ہو کہ ابتدا ہر شوکی پرورش اور حوصلہ خیز ہوتی ہو خصوصاً جب جبل ترقی کی سن ہو چٹان پر
 ہوں تو ہر راہ رو کو ضرورت مجبور کرتی ہو۔ کہ پیش پا افتادہ رکاوٹوں کی پروا نہ کرے اور جسطرح ممکن ہو راستہ کو
 صاف کرنا ہو آگے بڑھے بعض حضرات ۱۳۱۸ ہجری تک کے زمانہ کا تذکرہ (مرحوم کی بابت) اچھا کرتے ہیں

نہیں کہتے اور بظاہر واقعات بھی اسکی تائید کرتے ہیں لیکن مسکار کے التفات سے پیدا ہونے والی حاسدون کے دفع کرنے کی ضرورت اور انگریزینہ دانیوں کی روک تمام کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ادائیغ فرض آقا پرستی بھی غور کیا جائے۔ تو شاید مرحوم کا دامن زیادہ لموس نظر نہ آئے گا۔

دارداری کی ضروریات کو کچھ وہی ہستیان واقف ہو سکتی ہیں جنکو فریب لسانی میر ہو۔ جو (معترض) اس سلطان تشس سوزان بود کی حدت سے بہت دور ہیں۔ جو چاہیں چہ سیکوئیان کریں غور کیا جائے تو یہ زمانہ بھی بالکل غیر عادی نہیں رہا۔ رامپور کے قدیمی باشندوں میں سے بہت سے افراد کو شاہراہ رتی پر ڈال دیا جسکو قدیمی لوگ سودہ بنادین تو ضرور باقی نہیں لیکن انکو لئے ایک از سبب تعمیر کنندہ کی ضرورت تھی جسکو مرحوم نے پورا کیا راج رامپور میں ممتاز عہدے اٹھے گئے ہوئے حتیٰ تہی دار رسید کی آواز بلند کر رہی ہیں۔ مارچ ۱۹۱۲ء سے مارچ ۱۹۱۳ء تک کا قبل زمانہ تو عجیب و گھسپ طریقہ سے گذرا۔ ذات خاص کو بجائی جب اس زمانہ میں یہاں تعلق رہا تو اخلاق کے اصلی جوہر کھلے اوپر پھیلی کدورت سے بہت کچھ دامن پاک کر کے عام دل فریبی انسان کی اس قبل مدت میں جو کام کو اس سونیا ت ہوتا ہے کہ ملین عام ہو دیکھا کافی مادہ موجود تھا۔ اگر پہلے سے انسانا تو عام خلاف کو بہت کچھ راحت پہنچا سکتے تھے انتظامی قابلیت قدرت بہت بڑی ہوتی تھی جسقدر زمانہ میں پیش آتا اسقدر ضبط و تحمل کو کام لیتا اور خاموشی کے ساتھ تدبیر میں مستغرق رہتا۔ غصہ کی عادت بھی پیدا کرتے تھے رعب و اب ماتحتوں سے بھی تجا و کر گیا تھا۔ اسپر طرہ یہ تھا کہ ہر ایک شخص کو ملین تھا۔ صاحب محب خصوصیت کی نظر سے بچتے تھے کسی حسیت کا آدمی ہوا و کیسی ہی عدم انفرستی سے قلع و دین باتیں اسطریق پر ضرور کر لیتے تھے کہ وہ خوش ہو جاتا تھا بقابلہ دوستوں و غصہ و التفات سے پیش آتے لیکن وقت پر وہ بھر پور ہاتھ مارتے کہ تسمہ ہو گیا یہ تھا۔

انسانیت میں عداوت کا یہ حال ہوا کہ بایں ہمہ عروج و سقوط زمانہ اپنی تسلی میں خاص میں سودا ایک ایک کو سلسلہ ملازمت مسکار میں داخل نہ کیا اور انکو بھی آگے بڑھانا محض اس بنا پر جائز نہ رکھا کہ ان کا باپ ہو گا جس کا گذرتی و محنت کا صلہ صرف پر لہیزان الفاظ اور محبت بہری نظر و دیکھ رہے۔

ان کے دل نہ تو کسی نہ کسی آدمی کو پسند کرتے تھے کہ بعد قطع تعلق رہا۔ کہ کوئی نہ کوئی

اگر کسی کو نوکر رکھو اسی دیا تو فتنہ طبع کے زمرہ میں معاصرین کی حسب ضرورت کبھی شیر و شکر کبھی تیغ و تبر نظر آتے تھے۔
 باتوں باتوں میں دشمن کو رام کر لینا بائین ہاتھ کا کرتب تھا اعلیٰ درجہ کی ہر چیز رکھنے کا بہت شوق تھا۔ ہتھیار
 لباس۔ سواری چاہتو تھی کہ عمدہ عمدہ ہو جس کام کو کرتے۔ اعلیٰ پیمانہ پر کرتے۔ صرف کی پروا نہ کرتے کسی کام کو
 نہ کرنا ہوتا۔ تو ایسی باتیں کرتے۔ کہ ناواقف کو اقتضا خست کا گمان ہوتا۔ جو بات دہلیں آجاتی اُس کو کر کے چھوڑنے
 صلاح اور مشورہ بہت کم لیتے بلکہ نہ لیتے۔ اسلئے کہ اپنی ذہن کی جی ہوئی بات کے خلاف کبھی کسی مشورہ کو قبول ہی نہ کیا
 لیکن نتیجہ حسبِ ارادہ نکلنے پر رجعت جلد اختیار کر لیتے۔

(شاعری) اشعار المائدۃ الرحمن

تخیل۔ احساس۔ ادراک۔ موزونیت۔ مذاق شاعری وغیرہ وغیرہ کے مادے بقدر حصہ شاعر اپنی ساتھ ہی لانا
 کسبِ حاصل نہیں ہوتے کیفیات کا احساس پہرہ پوشائی کو ساتھ دھسپے بانثر الفاظ میں اذکار موزون کرنا ہر ایک
 شخص کا امر اختیاری نہیں۔ البتہ کسبِ علوم و فنون و تربیت و تادیب و ان قوتوں پر جلا آجاتی ہے اور اساتذہ کے
 مقرر کی ہوئی قواعد و قیود کا لحاظ بھی بلا اکتساب حاصل نہیں ہوتا جو شاعری کو جو بہرہ و درجہ حاصل لازم و ملزوم ہے
 لیکن جب جو بہرہ ہو تو عرض کیا نمایاں ہوگا۔ اساتذہ کی صحبت و اہل زبان کی گفتگو شاعری کے حق میں بنیادیں
 و ضروری ہیں حسنِ اتفاق سے مرحوم کو یہ تمام امور قدرتاً پیش ہوئے۔ آنکھ کو ملی تو غلہ آشیان کے دربار پر
 دیکھا۔ جہیں ہر فن کو استاد کا دل جمع تھی خصوصاً شاعری کا زمانہ عروج پر تھا اور منتخب شعرا وقت کا ایک
 گروہ دربار اور مصاحب منزل میں نظر آتا تھا گو باقتضای عمر اس وقت کچھ ظاہری استفادہ حاصل نہیں ہو سکتا
 اس میں شک نہیں کہ ابتدائی سیکڑہ اور کھسالی زبان کے نکلے ہوئے لفظ کا نو نہیں پڑتی ہے اور شیریں سحر کی خوشگاہ
 یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور اسی زمانہ میں اس فن کی بنیاد قائم ہوئی تھی۔ اگرچہ تعلیم و بذاتِ خود فکر کرنے کی سلسلہ
 نہ دی لیکن بیت بازی کی بدولت (پہلے زمانہ میں طلبہ کیلئے پیشغلہ ایک مہذب کیلئے سمجھا جاتا تھا اور حقیقت
 طالبہ کو خالی وقت میں یہ تفریح بھی خالی (تعلیم نہ تھی) فارسی اور اردو کو سینکڑوں شعر بر زبان ہو گئے تھے اسی میں
 کبھی معانی اور مطالب پر بحث بھی ہو جاتی تھی۔ محاوروں کی تحقیق کی ضرورت بھی پیش آجاتی تھی جس کا آخر
 تصفیہ اساتذہ کو ذمہ ہوتا تھا خوبی قسمت سے معلم۔ ادیب۔ خوش نویس جملہ ارکانِ تعلیم شاعری کا مذاق کھینچتے

اور کسی بھی طرح پروردگاری نہ کوئی بات فن شاعری کو متعلق کان میں پڑ جاتی تھی۔ پھر دیباہ اور مصاحب منزل میں ہی
 فن لطیف کو باہر نظر آتے تو اوپر بیشتر اس گروہ کے محققانہ مباحثہ اور نظریات لطیفہ کا نون کو گذر کر دل میں گہر
 کھنکھاتے رہتے تو غرضیکہ یہی نہ ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ رسم تسمیہ خوانی کی ادھوتے ہی زمانہ نے شاعریت کے اسباب کو نہ
 برس کی عمر تک مہیا کر سیکر مشیت ایزدی اسکی خلاف تھی غیظ و ان شباب کے ساتھ ہی ایسی واقعات پیش آئے کہ اس فن کے
 باقاعدہ التفات کی فرصت نہ ملی۔ البتہ نظریات پہلو سے طبیعت ہمیشہ شاعری سے مناسبت اور آمادگی کا ثبوت یہی
 تسمیہ ۱۹۰۵ء تک بہت افراتفرہ پیش آنے پر طبیعت نے یکایک کر دلی یعنی نظام ولادت صاحبزادہ سید علی بن
 نور الدین قدہ خدا داد کاوت سے پہلا قصیدہ تصنیف کیا جو جناب صبر مکی اصلاحی مزمین ہو کر دربار میں
 پیش ہوا اسکے بعد چچکا ایسا رنگ لایا کہ تادم آخر باوجود کثرت اشغال ذاتی و سرکاری و فکرات گوناگون و
 ایک لمحہ ہی میں دف ہوا اور تدوین دیوان کی غلبت مستولی رہی چنانچہ خود فرماتے ہیں۔ شعر

ابھی شوق ہو کوئی دن میں جمع دیوان ہوا جاتا ہو۔ ناظرین آپ دیکھ رہے ہیں کہ جو کم معاملات۔ واقعات ہنگامہ
 پروردگار اقبالہم و ملکہ کی ذات بابرکات سے قدرتی طور پر ایسے وابستہ ہیں کہ راویہ انسانی کی بیداری اور مشیت ایزدی کا
 انہماک صاف نمایاں ہے۔ لہذا شاعری ہی اگر اس اثر سے پاک ہوتی تو بات ہی کیا تھی۔ میرے خیال میں دولت زیادہ
 انعام بندگان حضور پروردگار اقبالہم و ملکہ سے متعلق رہتے ہیں کچھ باعتبار روح و تالیف کچھ بطریق ادائے شکر و سپاس
 کچھ بآواز آرزو و استدعا۔ کچھ باظہار تباط و رضا جوئی۔ کچھ بآلما شکوہ و شکایت وغیرہ۔

نویاں حضرت کامفر و مضہ معشوق شاعری وہ نہیں تہا جو شاعری کی دنیا میں عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے اور جس کا کچھ
 وجود ہی نہیں بلکہ یہ اپنی آئینہ خیال میں بندگان حضور ہی کی کسی پر تو کو پیکر مجسم فرض کرتے ہوئے شاعری کرتے ہیں مثلاً کہیں
 تغنی شاہی سے تغافل و کج ادائی کا گلہ ہے۔ کبھی لطاف خسروی کو کسی دوسری جانب مبذول پا کر شکوہ غیا کر پڑھیں
 حرف و حکایت ہے کبھی نظر عنایت کر کرشموں سے بخود ہو کر جائے سے باہر ہو جاتے ہیں اور سب کو وہ شکایت طاقی نہیں
 کہتے ہوئے فرماتے ہیں۔ شعر ایک زرا پیار سے ڈالیں جو نگاہیں آؤ پڑاؤ شر آپ تو سب سے بچ مچن ہو مل گئے
 الفاظ و شاعری نہیں اگر فرصت قلیل نہ ہوتی تو ایسے اشعار کی فہرست بجا الہ واقعہ مرتب ہو جانا ممکن تھا
 یا ہو جاتا تو بہت سے اشعار کا لطیف ایک سے چار چند ہو جاتا۔ بلونہ کے طور پر مزید لطفت و ٹھکانا ہی تو پہلو سے

منظوم صفحہ ۱۱ پر دیکھو اور بعد صفحہ ۱۱ پر غزل کو پڑھو اور مضامین پر غور کیجیے۔ دونوں ایک ہی نمانہ کی لکھی ہوئی ہیں شعر ادھنیں پر ادھنیں فریاد میں تاثیر نہیں: اب ٹہر جائے طبیعت کوئی تدبیر نہیں۔

ستمبر ۱۹۱۹ء سے باقاعدہ شاعری شروع ہوئی اور ۱۹۲۰ء میں ۱۹۱۹ء کو شاعری کیا خود ہی ختم ہو گئی اس اعتبار سے کل فروش شاعر کی عمر گیارہ سال چہاڑہ کی ہوئی۔ اس ناطقین کو اختیار ہے خواہ اس بچے کی ہو لی ہو لی شیریں باؤں سے دل بے باک لطف و محبت میں یا تبصرہ کی آڑ میں ناگوار محاسبہ اختیار کریں جسکی برداشت یہ خود سال کی سطح نہیں کر سکتا اور اب بھی ایک بچہ پر معترض ہو کر کوئی امتیاز حاصل نہیں کر سکتے۔

۱۔ بلا تصنع مرحوم کی شاعری کا استاد اول اور حقیقی بندگان حضور پر نور دام اقبالہم و ملککم کا التفات ہے جو اپنی بچپن کو ذوق عزیز کے ہر ایک شوق کی حالت دیکھ کر مبذول ہو جاتا تھا اس موقع پر یہی وقت شاعری کی ہنگامہ آرائی نے خلد تیشیان کو زمانہ کی فراہمی اہل کمال کا نقشہ کھینچ دیا۔ مضطر۔ رسا۔ بزم۔ مظهر۔ صمیم۔ طیش۔ وغیرہ بہت سی جدید شعر کا ریاست سے تعلق ہو گیا۔ اور بحیثیت ہماں اُمیدوار تو نہیں معلوم کتنی شاعر آئے گئے چنانچہ اس وقت کو دو معرکہ الآثار شاعری۔ شاعری کے دنیا میں بہت عرصہ تک فراموش نہ ہونگے باین وجہ مرحوم کے شوق کا استاد اول تو جہات حضور کو قرار دیا جاوے۔ تو بچپان میں۔ حکم و اصلاح کے اعتبار سے پہلا قصیدہ خوشی کا دور ہے۔ ایسا کہ پیر چرخ کمن: جو ان بنا ہی بد لکھ شوق کا پیر ہیں۔ جناب شی محمد احمد بصائر خلف اکبر جناب تیسرا استاد بندگان حضور پر نور دام اقبالہم و ملککم۔ افسر اعلیٰ کا رخانہ جات ذات خاص کی اصلاح فرمیں ہوا اور بعد کلام بنا بر صلاح جاتا رہا لیکن مرحوم کا تازہ شوق جہاں روزانہ کچھ نہ کچھ اشعار پیدا کر لیتا تھا وہاں یہ بھی چاہتا تھا کہ اصلاح بھی فراہمی ہو جائے اور شی صاحب موصوف کو بوجہ انتظام و انصرام کا رخانہ جات متعلقہ فرصت نہ ہوتی تھی۔ لہذا گاہ بگاہ استاد تسلیم یادگار نسیم طہید مومن دہلوی سے ہی استفادہ کی نوبت آجاتی تھی استاد تسلیم رہتے ہی فریبتے۔ اکثر صحبت ہی رہا کرتی تھی۔

صاحبزادہ سید شبیر علی خان بہادر عرف نئے صاحب تخلص شبیر خلف کو چاک خلد تیشیان (خوش نصیب دلوان) کا تعلق تلمذ تھا اور شعر جناب مضطر خیر آبادی کو سندھ میں راپور (شاہ آباد) لایا مضطر کی شوقی کلام اور انداز شعر خوانی کے عمل نے حضرت شاعر کے (نوعمر و نادائق حسن فن) شوق شاعری

معمول کی طرح کام لینے کو منتخب کر لیا۔ اور علم مجلس کے چلتے ہوئے اس کا دوسرا نسخہ کیا کہ جناب مضطر کے راہبوں میں
 وہ جانے کی کوشش کرنے لگے بندگانِ حضور کا الطاف تو اپنے ہمین کی فتن کی ہر ایک آرڈو کے پورا کر دیا
 اجارہ سے ہی چکا تھا۔ بیش قرار شاہرہ کی منظوری دیدی اور ایسا لطف و کرم فرمایا کہ خطہ سحر ہو گئے
 القصد مضطر راہبوں آگئے۔ اور اس یادگار میں ایک شاعرہ بھی ہو گیا جس کی لہجہ سنی مبارک ہو شہر ملک کو منظر
 اپنا آئے لیکن افسوس کہ جناب مضطر کے تخلص کا اثر صرف شاعری ہی تک محدود نہ رہا بلکہ معاملات
 اور راز و مخفی زیادہ نمایاں ثابت ہوا۔ بندگانِ حضور کی پرورش۔ شہر کی خوش اعتقادی کی قدر کی
 اور جگہ را دے نقش پر آب پائے گئے۔ خیر آباد کے رہنے والے تھے۔ راہبوں کو بھی خیر چاہا۔
 نہیں معلوم شاعری کے اعتدال پر آجانے اور نظر کے (باعبارف) وسیع ہو جانے کی وجہ سے کبھی
 اور بنیاد پر اپنے کلام اصلاح شدہ میں بہت کچھ ترمیم کر دی اور جنابِ علیل سے اصلاح کی طرح ڈالی چلائی
 کج سخن میں جو ان کی تاریخ چھپی ہو۔ اسکی سرخی میں (تلمیذ مصنف) لکھا گیا ہو۔ اگر حیات کچھ اور فتن
 کرتی۔ تو یہ دیوان ضرور جنابِ علیل کی نظر سے گزرنے کے بعد چھپتا۔ لیکن اس تمام زمانہ شاعری میں
 سید عابد حسین آج خلف سید احمد علی مرحوم رسا شاگرد شیخ علی بخش ہمارے تلمیذ مصنف کی خاموش ہستی کی
 عرق ریزی کو زیادہ دخل ہو۔ انکی بانگسار اور غیر شہرت پسند شہرہ سخن نے شوق کی بنیاد کو بہت کچھ
 استوار و مستحکم کیا۔ خصوصاً جناب مضطر کی اصلاح کی نزاکت۔ شاعرانہ نکتہ خیال اور حقیقہ صحت زبان کے
 معیار پر پیشہ ذہن نشین کرتے رہے۔ ان کی نکتہ چینی اور موٹکافیون نے جنابِ علیل سے استفادہ
 حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کرائی۔ طبع کے وقت از اول تا آخر ایک سرسری (لیکن باعتبار
 شمار تیسری) نظر میر صاحب نے دیوان پر ڈالی ہو۔ گو بوجہ عجلت کافی غور کا موقع نہیں ملا۔



مخزنندگان عالی شرف الی ظل سبحانی علیت
سکندر شکست کیوان علم نجسم خدم حضور
عالمجاوید زند دلیز بدولت بکلیت
مخلص الدوله ناصر الملک امیر الامرای دی سی
کر نزل نواب سرسید محمد حامد علی خان بک
ستعد جنگ جی سی آئی ای جی سی وی او
فرمانروائے دارالسرور امپوخلد الله ملکه

بسم الرحمن الرحیم

قصیدہ موسوم بسم تاینی متاع ضیاء فروش

رات دیکھے خواب میں کیا کیا سنیا گچہ چرخ
سہ زین ایلی علی جسدہ گری میں چرخ تھی
کس مری کی تھی ہر اک جانب چراغوں کی بہنا
چل رہا تھا دورِ جامِ عیش گویا چار سو
شئل پروانہ فدا ہوتا تھا میں کس شوق سے
بھینسی بھینسی بود بان کے ہر گلِ خود رویں بھی
تھے چراغوں کے مقابل انجسم چرخ کس
پردہ صنوین نہان ہوتا ہے جیسے آفتاب
شام کے جو بن کو تھی ترجیح نورِ صبح پر

روشنی میں نیرِ اعظم تھا گویا چرخ
ہر طرف روشن تھے لاکھوں صورتِ چرخ
کس خوشی سے دیکھتا پھرتا تھا میں گھر گھر چرخ
ہر طرف رکے ہوئے تھے صورتِ ساغر چرخ
جب دکھاتے تھے مجھے ہنسارِ انور چرخ
ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی رشکِ انور چرخ
لاکھوں بالائے زمین صد ہاتھ گر دہر چرخ
اس طرح اڑ رہے ہوئے تھے نور کی چادر چرخ
شعلِ خورشید سے تھا ماہ کا بہتر چرخ

گلشن فردوس سے بڑھ کر مہین کی ہر روش
 گھاٹیوں میں کود کی صدا تھے لعل چنیا
 راہ روتا کی شب میں نہ بھولے راہ کو
 وہ سینوں کی تھی بستی اس میں بستے تھے حسین
 دلکشانی میں وہاں کی شام تھی صبح طن
 عطر میں ڈوبے ہی گلو جلاتے تھے تھن
 بچھتے ہی ہو گئی کا فور ساری تیرگی
 جبکہ دم بھر نہوتا تھا اندھیرے کا گدہ
 راہ منزل کی بتا دیتی تھی بڑھ کر روشنی
 دن نکل آیا ہے ہر لحظہ ہی ہونا تھا تاک
 آسمان پر ماہ کو اپنے مقابل دیکھ کر
 ہر طرف میں دیکھتا پھرتا تھا یہ نادرمان
 ایک غمات اس جگہ دیکھی نہایت خوشنما
 اس میں پائین باغ پائین باغ میں موزون
 اس چرخوں کی نظر آتی تھی اڑتی روشنی
 انہ فائیک جانب اٹھ گئی میری نظر
 دیکھتا کیا ہوں وہاں تنہا تیس ہیں درجین
 ان سینوں کا عجب جو بن عجب انداز تھا
 وہ حسین اس گلشن دلکش میں تھے محو ادا
 کوئی چلتا تھا روش پر ناز سے انداز سے
 کوئی بیٹا تھا شراب گاتا تھا کوئی

تھا گل خورشید گویا اس جگہ کا ہر چراغ
 اے خاکی شان کو یا بنگے پتھر چراغ
 اس لئے دے دے وہاں کے رنگے بن کر چراغ
 زلف مشکین جنکی شب نئی از رخ نور چراغ
 جلوہ افکن نیر اعظم سے بڑھ کر ہر چراغ
 بنگے تھے اس لئے جلالت وہ غنیر چراغ
 آگیا میدان شب میں بنے جب چراغ
 مھر کا حلقہ تو اداں بھر ماہ کا شبہ چراغ
 بھاہراک بھٹکے مسافر کے لئے رہبر چراغ
 اس طرح تھے نو کے روشن وہاں گھر چراغ
 کس قدر رہتا تھا ان کروہان کا چراغ
 سیکڑوں پاتا تھا میں جلتے ہوئے گھر گھر چراغ
 ہر کس جہاں چمک سے تھا ضیا گھر چراغ
 ہر شجر پر پھگنوں کے سیکڑوں چراغ
 عندلیبوں کی طرح رکھتے تھے گویا چراغ
 سب چراغوں سے نظر آئے اُدھر بھر چراغ
 سب کے پاس اک اک چراغ اور کیا ہی دلکش چراغ
 اور زالی وضع کے رشک میں نور چراغ
 پھر رہے تھے ہر طرف رکھے ہیں سر چراغ
 کوئی بیٹھا تھا ادا سے ہاتھ پر کھر چراغ
 دیکھتا تھا دم کوئی نظر بھر چراغ

کوئی کھتا تھا کہ سب سے برا بھلا چراغ
ایک کھتا تھا کہ ہے میرا رخ انور چراغ
یہ غزل گاتا تھا اپنا سامنے رکھ کر چراغ

کوئی کھتا تھا کہ سب سے حسن میں اچھا ہون
ایک کھتا تھا ادھر دیکھو کہ ہونین شمع و
اک حسین خوش گھو آفت بھری انداز

مطلع

کیا زلالا روز جلتا ہے یہاں شمع چراغ
سامنے گالے کے گویا رہ گیا بھکر چراغ
کب جلایا آگے اُسے سیر و مدفن پر چراغ
لطف دیتا ہے اندھیری رات میں جگر چراغ
کیا تمہارے سامنے آئے کا منہ لیکر چراغ
کان کے موتی کہیں جلنے لگیں بکر چراغ
داغ سوز غم بنے گالے دل مضطرب
میں بھلا رخسار جانا کیوں کیوں کر چراغ
ہم نے دیکھے ہیں کسی کے نور سے شمع چراغ
سوز غم سے آگ بھنی رہ گیا بھکر چراغ
ذبح کرنے کو ہمارے بنگیا فوجی چراغ
پھر اسی روغن سے محفل میں جلا شمع چراغ
کب مرے غمناک میں جلتا نہیں بھکر چراغ
شام تنہائی رلاتا ہے مجھے ہنکر چراغ

روشنی کرتا ہے داغ سوز غم بکر چراغ
دل جو اُس گیسو میں آیا داغ حسرت مینا
جس کے شمع رخ کا پروانہ رہا میں عم بھر
کیوں نہ کیچیں آو آتش بار ہم فرقت کی
روئے انور کے مقابل ہے چراغ رو بھر
تیرے روئے آتشین کے پاس ہیں ایسا نو
کچھ سہارا ہے اسی سے روشنی کا جبرین
اسکی بھیک سی روشنی اور جگمگاتا رہی یار
ہم نے پایا ہے کسی کے حسن سے عالم کو دل
و اے قسمت تیرے بختی اور پھر اندھیری
جب اٹھا کر یار نے رستہ دکھایا غیر کو
پہلے ظالم نے نکلوا یا مرے قاصد کا
کب مراد داغ جگر ہوتا نہیں جلوہ فروش
یاد آ جاتا ہے ہنس دینا ترالے شمع رو

اے شمع رکھتا نہیں کچھ حال ہر شبان
دھونڈتا پھر تا ہے کس کو ماہ کا لیکر چراغ

یہ غزل جب گا چکا وہ ماہ رو گھنٹی بجی
 باغ میں اک خوشنما کوٹھی تھی اُسکا چھٹلا
 حُسن میں بھتر حیدرانِ جہان سے وہ حسین
 وہ پری رخسار جو گنتی ہر بے منتیت سے تھے
 ملنے آپس میں بہا کب دسب گانے لگے
 پھر وہ عالمی سب نے جب تک روشنی مھر ہو
 دیکھ کر یہ سب تماشا رہ گیا حیران میں
 جبکہ جب حیران پایا اک حسین شعراء
 نیک سیرا ماتہ پہنے ہاتھ میں ہنسل کسا
 سب میں ساری عمر اک سلطانِ عالیجاہ
 سال نو آغاز جب ہوتا ہے اُس فیجاہ کا
 خیر سے چوتیسواں اب اسکا سال عمر ہو
 بہ سرت باغ ہر ہم سب حسین ہیں غنچہ دار
 اور یہ اُسکے خیر خواہوں کے سین عمر ہیں
 آج وہ دن ہو کہ سال نو کا جلسہ ہو یہاں
 آج وہ دن ہو کہ بیٹھا ہے وہ بزمِ عیش میں
 کون وہ حامد علی خان بہادری شہم
 اب برائیکی ہمارے دل میں جو رہی ہے
 اوکھ کھنے کو تھا بس آنکھ میری گھلگئی
 سے آنکھوں سے چلا دربار کی جانب گویا
 کے شاہی جشن میں وہ مطلع روشن پڑا

جسکو سنتے ہی ہر اک نے رکھ لئی سر پر چراغ
 اس سے نکلا اک پری و ش ہاتھ میں لیکر چراغ
 روشنی میں ماہ و کامل سے کہیں بڑھ کر چراغ
 پاس اس نہ ہر وہ جبین کے آگے لیکر چراغ
 راگ ایسا وہ چد کرتے تھے جسے نکر چراغ
 ہر برس روشن یونہی ہوا کھنیا کھنیا چراغ
 جی میں گھٹنا تھا کہ تنک مھر ہو کیوں چراغ
 سیر ہی جاتے کو بڑا رکھے ہو سر پر چراغ
 یہ ہمارے پاس ہیں جوامہ سے بھتر چراغ
 روشنی میں کیوں ہوں رشک سے اوپر چراغ
 ایک شعلہ رو جھٹاتا ہے یہاں اگر چراغ
 یوں یا روشن ہوا ہو ایک غنچہ منظر چراغ
 اے شرر رکبیں گے ہم آنکھوں پر تا محشر چراغ
 تھے جتنے دیکھے ہیں روشن یہاں اگر چراغ
 آج وہ دن ہو کہ گھی کے جلے ہیں گھر گھر چراغ
 آج وہ دن ہو کہ ہنستا ہو خوشی ہو چراغ
 کون وہ محفل میں جسکی ماہ سے بڑھ کر چراغ
 اب جلیں گے عیش کے دنیا میں تا محشر چراغ
 رہ گیا دل میں وہ جلسہ وہ چہرہ ہر چراغ
 نجم قسمت نے دکھایا راستہ بنکر چراغ
 جسکو کہتے بیت معنی کا ضیاء کھنیا کھنیا

مطلع

یون سے نو بزم شہم کائے فریدون چرخ
تو ہے وہ فرما زو قدسی سلامی ہین
خلق کیوں کرتا خدا را کو تیری حمدین
آج ملک انہیں تجسا شرہ عالی و قلی
آج کل ہے آفتاب داویرا و نچ پر
النفات خاص سے اتر رہی ہین خانہ زو
تجھے رکھتے ہین محبت جتنے ہین روشن گہر
تیر کی غم مٹانے کے لئے روشن ہوا
آج تیرا آفتاب جو عالم گہر ہے
تو نے ان کے گنگے میں ہو تو نکا ہار ہے
تیری وہ سطوت ہے تھرتاتا ہی ہر فرد بشر
تیرے عہد سلطنت میں خود کشی ممکن نہیں
وہ ترا اقبال ہی تجھے جو گردون ہو خلا
تو وہ ہے ذرے کو دم بھر میں بنا دیا آفتاب
رعب تیرا وہ نظر بندی نہ اسکی چل سکے
دیکھ لے جو اک نظر شمع رخ پر نور کو
ہو جو عکس رخ سواری میں زمین جلوہ گر
دیکھ کر گھوڑے پہ تجھ کو کتے ہین جلوے ترے
فیل پر جب جلوہ گردیکھا تجھے سمجھی حیل
اب یاست کے یہ ہاتھی اور چکا دانوئی ہر

جس طرح ہے خانہ معبود حبیب چرخ
آسمان ہے تیرا مشعلی سہ انور چرخ
سامنے سوچ کے کیا کرتا بھلا عکس چرخ
سارے عالم میں اگر ڈھونڈی کوئی کین
رہ گیا نوشیر وان کو عدل کا بھر چرخ
جل رہا ہی تیرے لطف عام کا گھر گھر چرخ
بن گیا تیرے عہد کیواسے خنجر چرخ
تیری بخشش کا شعلہ صحرے بھتر چرخ
آج تیرے فیض کا دنیا میں ہر گھر گھر چرخ
بن گئے تائیر نور حسن سے گوہر چرخ
جل رہا ہے تیرے فراعنہ کا گھر گھر چرخ
اب محافظ جان پر وانی کا پایا ہر چرخ
خسرو خاور کا گل کردے ترا لشکر چرخ
تو اگر ایما کرے بجلی بنے بڑھ کر چرخ
کر سکے روشن نہ بے روغن کے بازیکر چرخ
مثل پر وانی نہ ہونے کو مانگے چرخ
چکے ہر نقش قدم رہوار کا بنکر چرخ
خانہ زین میں ہے روشن کیا نہ تیرا چرخ
پھر بنی برق تجلی طور سے تیرا چرخ
جل ہے ہین عیش کی را تو نہیں نہ تیرا چرخ

تیغ شاہی کی کچھ ایسی آنچ ہر کھتے ہیں :
 تو اگر چاہے کہ محفل میں نئی ہو روشنی
 تو وہم سب چرخان دے اگر انعام تو
 ہے ہر والا میں نئی تاریکی اندوہ نسیم
 کس قدر دیکھتے ہیں جشن سال نو تر
 آن دو دن ہے قضا جس کی آمد سے بھی
 سب میں فرط عیش سے آنور و ان شریح
 آج وہ دن ہو گلی قصود امن میں بھرنا
 تیری بفرخ زہرہ - خطارہ خور و حل
 رہا ہو گا نیا ہے اہتمام روشنی
 تو بزم مسرت کے اگر ایسا کریں
 ہوئے نئی برآ جھومتا ہر نشے میں
 غریب ہے آتا ہے جبے کی یہاں
 تن دس میں یہ برقی قلعے روشن ہیں
 شنی کا بزم عشرت میں عجب سامان
 اس سے منگائے روشنی کیو اٹے
 میں قیامت کی ہر برقی روشنی
 آرزو ہے پاؤں تو رکھی کبھی
 تیرے یہ ہر گرمی باز عیش
 کا ہر جوش و شہن ہر تیر کی سکا
 شہسب اب دعا شاہ کا

یہ ہے برق فرم دشمن کہ شعلہ و چراغ
 آسمان سے ماہ اترے ہاتھ میں لکیر چراغ
 روشنی میں ہوتا روئے کسین بڑھ کر چراغ
 عیش و عشرت کے جلا کرتے ہیں بگھر کھر چراغ
 نیمت بزم طرب میں رہ گئی بکھر چراغ
 آج وہ ہے جشن حسین بنگے اختر چراغ
 اب وہ روشنی سرخ رو ہے ہر چراغ
 آج وہ دن ہے جلا میں کھ کھ کھ کھ چراغ
 دیکھتے ہیں سیر نیر - جشن کی لب کر چراغ
 نیوں نہ آتا بلکہ پنا خضر خا و چراغ
 آسمان سے لیکر ہا خضرہ مراد چراغ
 تیری بزم عیش میں یکیش ہو گیا چراغ
 ساتھ ہولیتا ہے گردن کا لیکر چراغ
 بنگے ہیں قدرت حق سے کمالی چراغ
 اک طلسم تان ہو گیا یہاں کھا ہر چراغ
 عالم ایسا دین جسے نہیں بڑھ کر چراغ
 آسمان پر اب لئے بیٹھے رہیں اختر چراغ
 کیوں بچتا ہے زمین پر نوکی چادر چراغ
 پیکھا جھلتا ہے پر پروانہ کا اکثر چراغ
 غم سے جلتا ہے نہیں جلتا بزم چراغ
 طلحہ روشن ہے کرو روشن کوئی تیر چراغ

دن سے جب تک شب ہو جب تک شب میں ہو خوش
روشنی کی واسطے لائے مہ نور چرخ

یا اتنی مہر عالم تاب سے جب تک ہوں
جشن ہو ہر روز ہر شب بزم شہ میں عیش ہو

قصیدہ بقرب تولد فرزند ارحمیت طول عمر

جو ان بنا ہے بد لک شفق کا پیر ہیں
اُتار پھینکی کہیں نیلگون ردائی کہیں
کہ اس میں عکس فلک کا ہو اچھا مین
ادھر عروس زمین پر بلا کا ہو چین
کہ جیسے کوئی مسافر پھر بسو وطن
کہ پھر نہ آئے قیامت تلک ہی قدغن
پنہار ہا ہے نہالوں کو سبز پیر ہیں
نظر فریب ہی ہر ایک پھول کا جو بن
بھری ہی ہر رگ پے میں ادھول بن
کہ یہ زمین تھی یہ صحرا تھا اور یہ گلشن
کہ جسکو سننے شگفتہ ہے خاطر گلشن
کہ عکس روی گل تر سے بھر گیا دہن
عروس گل پہ نچا دے کہن در عدل
شراب عیش سے سینے کی ہن نخل میں
کہیں جو برگ گل تر میں پڑ گئی شمع
کسے غرض ہو کہ اب سوکھو ہو شمع
خوشی سے تنگ ہی پھولوں کے تن پہ پیر ہیں

خوشی کا دوسرا ایسا کہ پیر چرخ کہیں
دو نور عیش میں ملبوس سرخ پر یوٹ
زمین جو شص صفا ہے تختہ بلور
ادھر تو رنگ یہ پیر فلک نے بدلا ہے
بار آئی ہے اب کچھ ایسا ہی سامان
اتھا دیا ہے تسلط خزان کا عالم
دبار ہا ہے جو انان باغ کو سبز
طیور جموستے پھرتے ہیں ڈالی ڈالی پر
نکھر کے بیٹھا ہے تخت چمن پہ شاگل
تیز ہی نہیں رکھا گل وریا حین نے
خبر اڑائی ہے پاک صبا کی کچھ اسی
ہوا ہے سبز کا بیدار بخت خوبین
عرق فشانی شبنم سے یہ کھلا عقد
خوشی کا رنگ ہر اک پھول سے پکتا ہی
نظر میں پھر تہا ہے عالم کسی کی چٹوں کا
مشام جان ہی معطر شمیم سنبھل سے
کھلا دیا ہے نسیم طرب نے غنچوں کو

زبان پہ فرطِ تعجب آگیا یہ سخن
سوائے عیشِ نہیں نام کو بھی رنج و غم
دسید مرثوہ بگوشتین لم بصوتِ حسن
قمرِ کاب فلکِ انداب مجر دمن
جلیل صاحب شوکتِ حسین یہ ہم بدن
ہمانے اوجِ سعادت بفرقِ سائین
بھڑک انھی نہ رہا دل میں کچھ بھی رنج و غم
بنا چہ طرہ تلخ سیرِ عروسی سخن

سمان یہ دیکھ کے حیرت سی چاگنی مجھ پر
یہ بات کیا ہوا تھی کہ آج دنیا میں
کمالِ محوِ تحیر تھا میں کہ مہمِ غیب
خبر نہیں ترسے آقا نے مارِ جوہر میں
اپسِ خدا نے عنایت کیا ہر آج انکو
نگینِ خاتمِ دولت نشانِ عنایتِ جا
یہ مرثوہ سنتے ہی جوشِ طرب میں رنج و غم
لکھا دعا یہ مطلع وہ مطلع والا نوا

مطلع

ہمیشہ کھر ہو ترا اس چرخ سے روٹن
اور اسکا ہو ترا آغوشِ عافیتِ سکون
محلِ سرا ہے تر زارِ شک و ادی این
کہ جسکو شے کے بہت ناد ہو گواہِ سخن
مجلسِ اہونہ کیوں تیری وادی این
ہوا ہے نور میں اک اور نورِ جلوہ گین
اسی سبب ہے میں پُر نور کو چہ و بزرگ
کئے صدقے پنچا و اسی پہ درغل
زمین کو سیم و جواہر کے ملگے نمون
لگی ہے تلج میں خورشیدِ غاوری کران
بھرے خدا ترانِ گنجِ مراد سے این
کہ ہمسری کا تری دلیں لاؤ شبہِ سخن

خدیوِ جمِ ششم و خسروِ فلک توں
یہ نورِ دینِ عالم تجھے مبارک ہو
دیا خدا نے وہ فرزندِ نقاب سے
سببِ اک اور تجلی کا اس مکا کی ہر
خطاب آج جہان میں ہر تیرِ اہلِ شہ
غرض کہ آج عجب روشنی ہر عالم میں
یہی سبب ہے کہ عالم میں عیش کا ہر دھو
اسی کی نذر کو گلِ زرِ کف ہو دنیا میں
دورِ نجومِ فلک نے بھری ہین دہن میں
ہوا ہے شمع کو بھی آج خلعتِ فانوس
دورِ خزانہ کھلے آج اے سحابِ کرم
سخی و باذل و عادل ہر کون عالم میں

<p>عائین دلسے رعایا کی کوئی نکلتنی فلک زمین پہ چٹیک کہ سایہ گستر ہو سدورین ترے پامال صورتِ سبز ہمیشہ سر پہ ترے پنجتن کا سایہ ہو اسی طرح کی مسرت ہو آئے دن کھجکھو</p>	<p>کہ تافلک پہ ہو قذیل مہر و مدد روشن زمین پہ بلغ ہوں اور باغین چون سرو و تری مراد کا پھولے پھلے یوہین گلشن ہر ایک لمحہ بڑھے ارتباطِ روح و بدن عدو ہمیشہ رہیں مبتلائے پنج و سخن</p>
--	---

<p>قصیدہ جو شش سرت میں لکھا گیا ہے شش سرت دگر ناطقہ ہے لال اور زبان الکمن</p>	
---	--

قصیدہ بہ تقریبِ جشن سالگرہ ۱۹۰۹ء موسوم باستم تاریخی

نذر و صاف

<p>اے شاہِ طراز سخن جسلوہ نامو بندش میں جو پستی ہو تو جستی میں جو جلد مضمون میں شوخی ہو تو شوخی میں نکلتا مدوح کی ہے شانِ ریاست جو زلج ہر دم ہر عقیدت کا تقاضا ہی مجھ پر بھکا ہے یہی منکر زمانہ ہر بہت کم یہ بھی نہیں ممکن نہ کروں وجہ سرائی کھتا تھا کبھی کچھ تو ابھی وقت ہی بانی کھتا تھا کبھی سہل ہی تصنیفِ قصید کھتا تھا کبھی حسنِ بیان میں نہ وقت خالی نہیں اکھن سر و دیغ اسپین جو</p>	<p>آج اپنی ادائوں سے زرا ہوس باہو جدت میں صفائی ہو صفائی میں زامو اندا: لطافت میں فصاحت کی باہو مداح کا بھی رنگِ بیان بہت جلد ہو جشنِ شبہ والا میں شرکابِ شعر ہو اک شعر بھی لکھا نہیں خلعت کا بُرا ہو میں شوق سے مجبور ہوں او بکھو کیا جلدی خضر طبع کیسے راہ نامو دم بھر کو مددگار جو تائیدِ خدا ہو مضمون سلاست و فصاحت کی ادا ہو اچھا ہے فقط قافیہ کی فکر سامو</p>
---	---

لیکن جو رد لینا اور زمین سخت کبھی
 کھتا تھا دم منکر یہ میں حضرت دے
 گھبرا کے کبھی دیکھتا تھا اسے ہر سو
 ناسکاہ نظر پڑ گئی شمشیر و ستم
 لیکن کسی ذی فہم حکم کی ہر ضرورت
 میں نے کہا یہ ہے کیا چھینر و جھگڑا
 یہ سنکے مخاطب ہوئی یوں تیغ قلم
 تو ایک نے شکاک ہوا آب و مجھ میں
 میں وہ ہوں و لمن بنتی ہوں میدان
 میں ہوں کہ نخلوں جو شہادت ملے ہوں
 میں وہ ہوں کہ ہوتی ہو ظفر میری بدست
 میں ہوں جو رک جاؤں تو رک جائی ہوں
 میں ہوں لرزتا ہی مرے در سے زنا
 میں وہ ہوں کہ شاہوں کی کہ میں ہوں
 میں وہ ہوں مرا بھرتی ہیں تم سار دلا
 میں وہ ہوں کہ انسان کا دل شیر بنا دلا
 میں وہ ہوں کہ دل بڑھتا ہو دنیا کا بھی
 میں وہ ہوں نسلاقی ہوں ہزار و کوثر
 میں وہ ہوں کہ رستم فر بھی مانا مرالو
 مارا ان بچہ تو سہی تو چیز ہی کیا ہے
 تلوار کی باتوں سے قلم جلے یہ بولا

وقت نہ ہوئی کچھ مری نہت کا بھلا
 فرمائے تہسب تہسب وہ ہو تو کیا
 اسید کا معشوق کہیں جلوہ نہا
 بولے جو سب بوجھت تار سی تو مرزا
 اور یہ بھی گزرتا ہے کہ جھوٹی کو سزا
 تھوڑی ہو یہاں پیش حکم بت ہوا
 وہ جسے کشیدہ ہو جو جینے سے خفا
 تو خند ست مری سیل جو تجھے ہو تو کیا
 میں وہ ہوں کہ بنگل مری سبزی ہو
 پیاسوں کے لئے آب مری آب بقا
 میں وہ ہوں ملے ملک اگر فضل خدا
 میں ہوں جو چل جائے تو سرتن سو خدا
 میں وہ ہوں کہ جن بھی مرے سایہ ہو
 میں وہ ہوں اٹھائے جو مجھ کا نام بڑا
 جو میری کر سے قدروں رتبہ میں سوا
 پانی مراد شمن کے لئے بحر فسا
 چاہوں تو بھلجائے اگر کام رکا ہو
 ظاہر مرے جو ہر ہوں جو میدان غا
 جس شخص سے کھج جاؤں وہ جیو خفا
 جب تک نہ ترا شین تجھے مطلب اور
 مینا کہ ہے سفاک ہے تو تہرا

تو بھول گئی کس لئے اوقات کو اپنی
 جلا دے خود۔ آتی ہے منہ اور دہن ظلم
 عالم سے نہ لاسے ترا خازنہ عارض
 میں ہوں کہ نادان غرض کچھ نہیں کہتا
 تو بس میں ہر جس شخص کے گویا ہر کسی
 تو قدر کرے میری تجھے کب ہر قیامت
 تو وہ ہر سیاہ تاب بھی اک تیر جی صفت
 تو وہ ہر کہ انسان کی جانوں کی ہر دشمن
 تو وہ ہر بنایا ہے تجھے دست بشر نے
 میں صنعت حق اور صنعت میں جس
 میں وہ ہوں میری حکم سوتی ہر توڑ میں
 میں حکم اگر دون تو نیشان ہو گشت
 میں وہ ہوں حکایات قصص کا محفل
 میں وہ ہوں عدالت میں ضرورت ہر
 میں وہ ہوں کہ ہوں لوح کی ہر افک
 میں وہ ہوں مجھ چاہتا ہر سارا زمانہ
 میں رزم کو چاہوں تو بنے محفل عشر
 میں وہ ہوں میری چال سو گفتار ہر پدا
 میں راقم اخبار ہوں میں کاتب مضمون
 میں حکم جو لکھوں تو کمر میں تجھ کو کہیں
 میں وہ ہوں ہر ایک علم رقم میں کیا ہر

تقریر میری سنے گو گوش شنوا ہو
 تیرا یہی مقصد ہو کہ دنیا پہ جفا ہو
 جب خاک ملی جائے چک تیری ہوا
 کہتا ہوں یہ ارباب خود سے مجھے چاہو
 تو کاشتی ہو گو ترے مالک کا کلا ہو
 وہ مرتبہ جانے مرا جو لکھا پڑا ہو
 بجاتی ہے یوں جیسے کوئی کالی بلیا ہو
 کچھ اس سے نہیں کام برا ہو کچھ بھلا ہو
 ہے علت غائی یہ تری شر ہو جفا ہو
 جو دل میں ہو بے منت تیرا دوا ہو
 میں حکم نہ لکھوں تو بدل ہوں دغا ہو
 میں چاہوں تو ہر شاخ شجر تیر فضا ہو
 لکھا ہوا سیران کبھی نہ زفتا ہو
 میں وہ ہوں نہ حاجت کوئی بڑ سیر روا ہو
 کیا مجھ کو نوازا میری قسمت کا بھلا ہو
 میں وہ ہوں نہ ہاتھ آؤں تو نقصان لیا ہو
 میں بزم کو چاہوں تو وہ میدان فنا ہو
 کیوں میری روش پر کوئی انگشت نہا ہو
 وہ قدر کرے میری جسے فہم رسا ہو
 ڈالوں جو نظر قہر کی تو نذر فنا ہو
 لکھے ہیں نکات ایسے خود جب ہذا ہو

انصاف تو کر دل میں زرا سوچ بھیج تو
مغفمون دلاویز نہیں کوئی بھی ایسا
حکمت کی حکمت کی جو شہرت جو تہ
مٹ جائے اگر نام سلطان کا لیکن
مقصود تیرا یہ کہ جسے نام ابیشہ کا
تو ہو کے زبان تا سب تکلم نہیں کھتی
تقریر قلم سے لکے کہا دو نون سے
ایک خسر و فیجاء کے دربار میں چلے
تم قبضہ قدرت میں ہو جس شاہ کو دونوں
انصاف میں آج اسکی برابر نہیں مانی
مدوح زمانے کا ہے آقا ہے شہر کا
مداح محمد کا ہے حامد ہے علی کا
ایہا ال جے کہتے ہیں وہ بنی در ہے
بزم طرب شاہ میں جلسے ہر خجندی کے
پنیتھوین ہے سالگرہ آج اُسی کی
آج ہوں کہوں وح میں جسکی نہ پڑھیں

کیا چیز ہے وہ مصحف جسکو لکھا ہو
بے سری مدد کہیں محفوظ رہا ہو
شہر حسد فی میں نہ کیوں نام رہا ہو
خاشوش جو ہو جاؤں تو یا رخ فنا ہو
منطور مجھے یہ کہ ہر ایک شے کو بھلا ہو
میں وہ ہوں زبان بیکان نشان کیا ہو
اب ساتھ چلو میرے نہ بگڑو نہ خفا ہو
تقریر اب سے کہ انصاف کو چاہو
ہو چلے وہیں فیصلہ اسکا تو جبا ہو
دنیا پہ ہے تالیف کسی پر نہ جفا ہو
میرے پیچھے کہم کوئی برا ہو کہ بھلا ہو
اب ہند میں وہ کیوں نہ اسیرا لائے ہو
اللہ کرے جاہ و حشم اور سوا ہو
اٹھو درجانی پہ چلو ناصیہ سا ہو
کیا بات ہر زم سب کا جو عقدہ کٹا ہو
وہ مطلع دکھ شمع کسی نہ سنا ہو

مطلع

اے خلی خدا و صف تہارا ہو تو کیا
اللہ نے بخشی ہے تمہیں خوبی عالم
اہلال میں ہو فرد تجل میں ہو یکتا
یون زیب و تخت حکومت ہو جانتا

قبلہ اسد اللہ ہیں - تم قبلہ نہ ہو
دریائے صفا کا ان عطا جان فابو
اللہ رے اقبال سکندر سے سوا
جس طرح انگوٹھی میں کوئی نعل خرابو

وہ جو رہے کرتا ہی جو درخواست سہفت
 تیرا حین خود جتنے ہیں اوصاف جیل
 کچھ مجھے وہی حلق و مروت کو تھا
 وہ کون نک خوار ہے اے حاتم دور
 پھینچنے در افتد سب یہ جو گشتہ تقدیر
 بے مانگے بھگتی ہے بیان حسرت سائل
 وہ دامن اسید دکھائے کوئی بکلو
 وہ خوش ہے بردنے بھی برائی نہیں
 کیسا ہی کوئی قید بلامین ہو گرفتار
 بے سود ہو جسکے لئے عیسے کا ملام
 کیسا ہی کسی قلب میں ہو زنگ جہاں
 وہ شان سیاست ہی جو مجرم یہ جو غقتہ
 تلوار تمہاری کبھی جو ہر جو دکھائے
 جب میان سو نکلے تو عدو خوف سے پکائے
 دلکش ہی کچھ ایسی روشیں غامضہ عالی
 آواز جو نکلے دم رفت از زبان سے
 لکھ جو کوئی حکم تو ہو خوشخبر رنی
 پانی جو طے ابر توجہ سے تمہاری
 تم وہ ہو کہ کہتے ہیں تمہیں آیہ رحمت
 تم وہ ہو اگر ایک اشارا ہو تمہارا
 ہمت میں سخاوت میں کمان کی کوئی

وہ عہد ہے جو عہد کے پھلے ہی وہ فہم
 کیا وصف کی حاجت ہر کمون کس کو گیا ہو
 تقدیر سے جو حاضر دربار ہوا ہو
 جو بخشش و انعام سے محروم رہا ہو
 پھر گردش تقدیر کا ہرگز نہ بگلا ہو
 لب عرض تمنا کے لئے کسے وہ جو
 جسکو در مقصود سے تنے نہ بھرا ہو
 وہ شان ہی اچھوٹے بھلائی میں ہو
 اڈنے سے اشاری میں تمہارے وہ ہاں
 خاک قدم پاک کی چپکی سے شفا ہو
 دربار وہ صیقل ہے کہ دم بھر میں چلا ہو
 پھلے ہی سزا سے اسے تکلیف سزا ہو
 ہر رنگ نرالا ہو ہر انداز جسد ہو
 چمکے تو ہو بجلی جو چلے پیک قضا ہو
 سوجان سے جسپر روشیں کبکف ہو
 سامع کے لئے نغمہ دلکش کی صدا ہو
 اسرار ہوں معلوم اگر سخت سزا ہو
 امید کے اشجار پھلین نشو و نما ہو
 تم وہ ہو کہ در بدل بکس کی وہ ہو
 جو عقدہ دشوار ہوا کہ آن میں ہو
 امید حلاوتی ہو پناہ غر با ہو

محبور ہیں مداح یہ قدرت ہی نہیں
خوابش ہو کہ ہو ایک غل پھر دعا

تعریف تمہاری کسی صورت اور
یوں ختم قصیدہ ہو کہ قطع میں جاوے

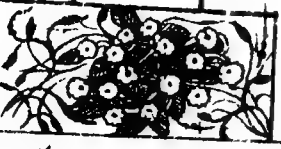
غزل

خلوت میں ز غصہ نہ لرائی نہ حیا
دشوار ہے ظالم کہ تجھے پاس نہ فاما
حسرت تو نگاہی غش آؤ تائے
لذت ہی بلما کی مری بیانیہ بین
ہم جیتے ہیں دل کو مگر شرط ہوتی
کیا خوب مری بسین ہو گویا دل شیدا
سینے جو کبھی دست تنہا کو بڑھایا
ای شیخ سنے ناب ہو ممکن نہیں تو بہ
ویکھو کہ میں آجائے نہ آنکھوں میں مرو
آج اپنے دیکھے مری وحشت کی تائے
اس سے کوئی پوچھے ستم درد جانی
چنگی جو کلی باغ میں خوش ہو کر وہ
میں زار ہوں محبوب ہوں پا مال جفا
اے کاش الٹ جائے نقاب رخ رو

بس آج ہیں کم ہوں اکیلے تو مزا
ممکن ہو کہ یہ لطف - لگاؤ کی آوا
اوپر دہشتیں شوق تو جلوہ نما ہو
اللہ کرے جو شطشش اور سوا ہو
دلال ہو شوخی تو حسد یاد چیا ہو
ہر روز یہ کیا کھتے ہو تم ہلکونہ چا
بولے وہ ہٹو - جاؤ بھی - تم چیز کی
جب باغ ہو - سا دل میں نہ ہو گشتا
خوگر جو جفا کے ہو تو کیوں ترک جفا
بمخون کا کبھی نام سنا ہو تو سنا ہو
ظالم تری چاہت کا جسے روگ لگا
ممکن ہو شکست دل عاشق کی صدا
تم فتنہ محشر ہو قیامت ہو بلا ہو
یہ پھل جو کھل جائے ہو اسے تو مزا

جہنگ ہو شر جن طرب بزم جان
آفاکی یونہی سا لکڑہ عفتہ کشا ہو

قصیدہ تھنیت سالگرہ ۱۹۰۶ء موسوم باسم تاریخی



عرض امروز



نر نہت چمن چمن ہر نئی ہے بہار آج
نر کس نے کھو لدی نگو نہت آج
مصرف لطف رحمت پر دگ آج
صحن چمن کو غیرت دشت تار آج
رکتے نہیں ہیں پاؤں زمین پہ آج
صحن جان پر شک دو لالہ زار آج
پیتے ہیں بار بار بے خوشگوار آج
یا سرو قد درخون کی ہو یہ قمار آج
نہ کے پھول ہنستے ہیں بڑھیا آج
گھنا پن رہی ہو عروس بہار آج
سبزی فلک کی آنکھ نہیں ہو خوشگوار آج
ہر لحظہ ہے جواہر کرم آبشار آج
بیل سنار ہی ہے گلوں کو ملار آج
کرتے ہیں نذر اپنے در شاہوار آج
باد صبا کے دوش پہ آیا سوار آج
تاتے ہو سنان کو ہی ہر نوک غار آج
کرتا ہے چرخ بزم جواہر شمار آج
یا کر رہی ہیں سخن شکر بہار آج

کویا ہے کہ ہے تمام جہان ملازار آج
نر نہت چمن چمن ہر نئی ہے بہار آج
ہر غل ہر نہال چمن میں ہو باغ باغ
پھولوں کی عطر بزمک نے بنا دیا
پھلے نہیں ساتے ہیں جاوید گل آج
سبز زمین پر ہے شفق آسمان پر
بہر بھر کے ساغرون میں جوانان گلزار آج
جگر کھڑے ہوئی ہیں جوانان سبز پوش
کیا جانے آکے باد صبا نے کہا ہو کیا
شاخوں کو پلین نہیں بھوٹی ہیں باغ
ہر پھول میں چمک ہو ستاروں کی بھی
سب سبزی چمن کا فلک پر دماغ ہے
کویل کی کوک نغمہ دلکش سے کم نہیں
شبنم کے قطرے خسرو گل کو خستہ نہیں
اور بہار صحن گلستان میں ناز سے
کیا جان رخ کرے جو چمن کی بطون غزل
بوندین ہیں موتیوں کی لڑی صحن باغ
ہر دم ہوا سے جھکتی ہیں شاخیں بیٹی

کھتا ہوں کیوں بچاؤ الہی یہ سب
 فرشتہ زمرین گسیا و نظر فریب
 ہے اذن عام صحنِ حرمین ہمارا
 پہل پھر کے دی رہی ہر صبا پھر اسکو
 معشوقِ شعلہ بن ہر حرکت چو لگی گل
 چھو لی نہیں سمانی ہر جامہ میں بودی
 سوتی برس رہی ہین و نورِ شاہد
 بیل بھی دستکاری قدرت پہ ہر شاہ
 بادل بھی جھوم جھوم کے آتا ہی سہ
 اللہ ری چشمِ زر گس شعلہ کی شوخیاں
 کیا ٹھاٹھ ہیں جن میں عروس ہمارے
 گلیانِ حرم کی محتوم ہیں ہر گھڑی
 ابر ہمارا کو جو صفائی پسند رہی
 سنبل دکھا۔ ہا ہی ادایح و تاب کی
 بن رہے بھاکے جال گستاخِ صحن
 شعلہ بن ہیں ہر بزمِ نشاطِ سرور
 گلیانِ کمان چمکتی ہیں طبلوں کی تھا
 نطان باز قدرتِ خالقِ ہر دم
 کھلتا نہیں کہ تختِ گل بار بار کن
 گر گس کی آنکھ کیوں ہر دریاغ کی
 معشوقِ بل رہی ہن گرا عشقوں کو

پڑتی ہے جب نگاہ سوی سبز دار آج
 پلکوں نے صاف کرتی ہر باد بہار آج
 لے لے گلون کی جھوکیاں بھر کر آج
 پڑ مرگی کا ہونہ چمن میں گذر آج
 مرگاہ و لغزب ہی ہر ایک خار آج
 پھرتی ہے بلخ بلخ نسیم بہار آج
 دامن میں بھر رہا ہوں بار بار آج
 چو لون کو شلخ گل کو کھینچیں ہر آج
 گو با کہ پی گیا ہے ہے خوشگوار آج
 انھی لہجہ نو پیر ہوا لکے بار آج
 ہے شامیانہ ہر خبر سایہ ار آج
 گلشن میں باغ باغ ہر حرکت ہر آج
 مقدور کیا آٹھائے سر پناغ آج
 زلفین بنا رہی ہے عروس بہار آج
 مرغِ نظر کا کھیل رہا ہے شکار آج
 دل کج رہا ہے سنکے نواؤ ہزار آج
 قمری چمن میں چھپ رہی ہے لہار آج
 گھونگٹ آٹ آٹ کو عروس ہمار آج
 ہوتی ہے باد پائے ہوا پر سو آج
 کس گلزار کا ہے سے انتظار آج
 جا کر جیسی عدم میں شب انتظار آج

کس گل کی ہے سنیا چمن لالہ آج	بیک خیال کچھ تویتا دے مجھ بھی تو
صحرابھی بس خوشی سے ہوا آج	بولی یہ فعل سا لکڑہ ہے حضور کی
پھولے پھلے نہ کیوں چمن زنگار آج	یہ جوش انسا طرمانہ میں کیوں نہو
پانی کے بڑھپول پین بادہ خواج	آتی ہے نہ بہا طرب باغ و ہرن
جوش طرب کا حال ہوا آشکار آج	یہ ہم کاب جیش ہر سایوں ازل کھا
خوش ہیں نگاہ لطف کے اس باد آج	سرگرم ناز شاہ طراز عیش ہے
صحباء تہذیب شمس پر کیا خوشگوار آج	اللہ سے شوق آپ ہی بڑھتی ہیں میز کو
فرط نشاط کا ہے سب آشکار آج	دور بار ہے جو سا لکڑہ کا حضور کی
عالم میں کسبہ ایسا کوئی ذی قار آج	آقا ہمارا رشک سلاطین عہد ہے
قبال و بادہ جسکے ہیں صبرگار آج	بتیوسین ہوسا لکڑہ میرے شاہ کی
کہوں ہو شرک عیشہ شاد رنگار آج	کیونکر ہرے نہ طلع و چسپ میں

مطلع دیگر

ہر پھول میں ہی جلوہ رخسار یاران	حیرت فرا ہے سن عروس بہار آج
اتراقی پھر رہی آدنیو بہار آج	کھائی ہوا سنے تیری چمن کی ہوا ضرور
دور بار عام گرم ہوئے بہشتان آج	آئین حضور میں جو بھی خواہ ہیں ترے
خوشید کر رہا ہی شعاعین شاد آج	انوار حق تجسلی عارض پہ لوٹ ہیں
چکر لگا رہا ہے فلک بار بار آج	دھن ہی رہی کہ چن ہمایونین شوہر
کیونکر کرے نہ گوہر انجم نثار آج	تھا سال بھر سے چرخ کو اس دن منتظر
تار و نسے مہر و ماہ کو ہے زرنگار آج	ڈالی برائے نذر جو لایا ہے آسمان
شرمندہ جس سے ہو گیا شاکت آج	اخلاق عام کی تری پھیلی ہو وہ تک
سورج ہی تیرا اک ورق زرنگار آج	اک اہل کار ہے یہ دبیر فلک ترا

پہلے سے آپ رتبہ سکندر کو نصیب
 سامانِ جہنم سا لکڑہ ہر نظر فریب
 اخلاص و مہر وادب و بشش چہ خیمہ ہر
 سب خوبانِ جهان کی صف میں تیں
 انہ صاف و عال پر جو توجہ ہر اہل
 لکے میں تیرے اہل و عیال و نہار ہے
 بھی چہ پاسے منہ جو مقابل ہو ایک
 اوہ تضرع جواب بنا یا ہے اے شہا
 بعلی کی روشنی سے مستانہ ہر مقام
 بشن کو دل پہ بیکیان کرتی ہیں تھر کی
 معفو و مغفلس ہر زمانہ ہے شاہ کام
 اوہ و بد یہ ہے عدل کا شیر و نسو بکرا
 کجا مدح ہو تا سب اعضا کی اجھڑو
 چاند ایک طرہ دستار پر نشا
 قبال و جاہ و شمت شروت میں اے شہا
 بس جس شہر را ب و بھی امید دار ہیں
 پر کیا کہ شوق نے مجبور کر دیا
 نہ کی پاس ہیں جو گل ترکی و الیا
 جائے یہ قبول تو رہ جای میری بتا
 دست ادب اٹھا کر طلب کر خدا سب
 عمر حاضر حضور کو یار ب نصیب ہو

سرکار کا بنا ہے ذہ آئینہ و آج
 کیوں خوش نہ مشیت پروردگار آج
 کچھ خوبون کا ہونین سکتا شمار آج
 آئے تو ہسری کو کوئی تاجدار آج
 شادان ہیں سب کسکا نہیں حال آج
 تجھسا میں جہان میں کوئی تہسو آج
 کیا ہے روزگار سہ یہ ذوالنفا آج
 نیا کی خوبون میں ہر کجا شمار آج
 ہوتے ہیں مہر وادب بھی اپنا شمار آج
 احباب پر ہرستا ہو ابر بہار آج
 بدخواہ کے ہوا نہیں کوئی بھی خواہ آج
 لگا کھڑیں ہیں ایک ہی ہر قطار آج
 جس من سے ہے قدرت حق شاک آج
 سورج ہیں تیری کفش پہ صد ہزار آج
 ثانی نہیں جان میں کوئی تاجدار آج
 اوقات شاہ صرف ہو میں امار آج
 ہٹ کر رہا تھا میرا دل بقیار آج
 میں بھی سیٹ لایا ہوں کچھ سکھی آج
 عزت مری بڑے مری عالی وقار آج
 ہوگی دعا قبول دل بقیار آج
 کھتا ہے بار بار ہر اک جان نثار آج

بہارِ بہار ہوا آتی رہے ہر بریں کو
یکدمین کو رونمائی کی ہو کشتی نہیں
آئی ہے جیسے سالگرہ کی بہار آج
بخشش حضور کی ہو تو بیڑا ہی پار آج

تسبیح و تہنیتِ حسن سالگرہ ۱۹۷۷ء موسوم باسمِ تائیخی

محبتِ جم نشانِ فریدینِ احمد

مست سے تھا پریشانِ احوال مجھ فرین کا
چھائی ہوئی تھی دل پر غم کی گھٹا سر
پوچھا تھا باؤلا سا دنیا میں سرسبز
تغذیر جاگ اٹھی اس حال میں جو سو یا
قدرتِ خدا کی صورت ایسی نظر سے گری
چھل بنی و اشارتِ آفت غضبِ قیامت
چھوڑ حسین ایسا قربان جس پہ گلِ مو
ایسا حسین بہرِ آغوش میں جو پایا
اسنے جو میری آنسو دامنِ سو اپنی پچھے
سوچا کہ یا اقی یہ بات کیا ہو غم
تسکین کا سبب ہے کیوں اسکا ہر شان
پایا جو جھکو غمگین بولا کہ کیوں ہی مجھ کو
میں ہوں نویدِ شادی دیکھ آ نکھ تو اٹھا
وہ دن ہوا آج جسکی ہر اک کو آرزو تھی
کھو لو تو آنکھ دیکھو تارِ نظمہ بنو گا
عمرِ شہ زمن کا تین سو اسی برس ہے

دھوا تھا آنسو نہ لکھا خطِ جبین کا
تغذیرِ نار سانے رکھا نہ بھٹ کبیر کا
چکر لکھا ہوا تھا تغذیر میں زمین کا
آیا نظر میں جلوہ اک شوخ نازین کا
شرمندہ جسکے رخ سے ہو چاند چوہوین کا
کالی بکلا تھا پھندہ اگیوے عسبرین کا
نازک بدن پہ صدق ہو پھولِ یاسین کا
دھوکا ہوا نظر کو اس بُت پہ جو عین کا
دل لے گیا اڑا کر انداز اس حسین کا
پیدا ہوا کہانے دل سورجِ جزین کا
جرنا ز دلربا ہے کیوں چشمِ سرگین کا
ساغرے کا جھکوا آبِ آبِ تشین کا
کیا رنگ ہی فلک کا کیا ڈھنگِ عزمین کا
وہ وقت اب ہی جس سے دل خوشی جزین کا
رشتہ شمارِ عمرِ سلطانِ حقِ کرین کا
وجہ سرورِ دل ہی جشنِ طربانین کا

کاسل کی شان کچھ گویا ہر رشک کش
وہ وہ گھڑی ہو وہ وقت ہو کر
بالا سے چرخ قدسی حیران ہو رہیں
سامان ہر ذرا دل لوث ہو رہا ہے
ہر ذی شرف ہر پہنے پوشاک تکلف
حاضر ہو نہ اس کے کچھ شوق بھی اپنے
وہ جو گفتگو تھی حسرت ہری نظریے
تھا یر میری ہاگی آنکھیں جو مینو کھیں
سرکار کی بدولت بزم نشا ایوانی
ایا بزم نکشائے کیا جشن جافزا
بزم نسیم عشرت اتر کے چل ہی ہے
ایسا سامان جو دیکھا میں نے پڑا وہ بطل

بدمکر فلک سے رتبہ ہر آج اس زمین کا
اگر شان سے جھکا دینے پوسے زمین کا
کیا شان آرزو کان کی کی مرتبہ میں کا
نکھر ہوا جو بن ہر ایک مدد میں کا
رکھتا ہے قصہ دل میں بادل نشین کا
سرکار ہی سے ہو کا چات دل حزم کا
میں تک رہا تھا جہ نس شوق ناخین کا
دیکھا عجیب عالم اک جہنم نشین کا
سمجھاتا یا تھا سو بے عیہ میں کا
رشک خان پر نقشہ کالک سر میں کا
غنیہ کھلے نہ کیونکر ہر ایک دل حزم کا
جس سے ہر اک زبان پر شو آفرین کا

مطلع

یہ آج مرتبہ سے کاسل کی سر زمین کا
لے شاہ مگر گستر تیرے ہی دم قدم سے
سما مد علی ذیشان توصیف تیری کیا
محتاب برج رفعت خورشید داغ شکست
ہمت ہر تیری دیا جس کا نہیں کناز
بہر تا ہوا آسان پر ہر شب دم غلامی
شیرین بیان ہوا ایسا تقریر کو جو سن لے
ایسی تری فصاحت ایسی تری بکارت

یہ آج یہ علو سے کب چرخ ہمتیں کا
آخر چمک رہا ہوا بزم نشین کا
بجھکو کیا خدا نے مسدود اہل بن کا
ملک سخا میں تیرے عقا لعل ہنیں کا
بخشش کچھ ایسی جس سے دل شاہ جہنم کا
روشن ہوا داغ اس سے محتاب کی جبین کا
پائے مزا سخن میں وہ قند و انگبین کا
جس سے ہر اک زبان پر شو آفرین کا

کرتا نہ فتنہ کیونکر تم ب یہ ہفت کشور
 نشان شکست و کچھ جو خوابیں
 آزل بنی سے افسانہ مولانا علی کا شیدا
 بجلی بنی جلایا اپنے عدد کا خرمن
 بخت برین کی جانب بھر دیا جو آٹھے
 خرم در کو تیر سے حق نے سہا کیا کر
 سیر طاسم زینت منظور ہو جو تھکے
 اوصاف و عدال سنگد ہر وقت بعد
 دل شاد ہو رہا یا ہر شخص جان و دلے
 بالائے عرش عظم پاتا ہوں آج
 ہوں خیر خواہ دلے ارمان ہو کر پورے
 وقت قبول ہر یہ خود ماستر ہو
 یارب فلک پہ روشن جنگ میں باختر
 رکھ شاو جم چشم کی جاہ و شکوہ قائم
 بدخواہ ملک و دولت قہر خدا سے دائم
 سایہ رہی علی کا فتنہ قی شہزین

تھا نام پاک تیرا نقش فانیں کا
 جاتا ہے تکبر فرمان رواں چین کا
 سب سے زیادہ تھکے ہو پاس اپنی دین کا
 انے یہ ہے کرشمہ تیری نگاہیں کا
 دست عدد و کو ہوساں ستین کا
 مجھ و کا تجمل ترسب سبک گاہیں کا
 چین چین میں عالم جو چین ستین کا
 کسرے بھی بھر رہا ہوں گویا زمین کا
 دن رات ہر ناگواراتِ حتم قرین کا
 لیتا ہوں چشم دلے جب کام دہرین کا
 چشم کرم سے مجھ کو ہر ترسب یقین کا
 ہے اختصار بہتر اشعار و نشین کا
 چھوڑ دو جب تک خورشید ہو زمین کا
 دشمن بربک سایہ دم بھرنے ہو کہیں کا
 فقر و فاقہ کی صورت پیوند ہوین کا
 یارب ہو چتر جنگ یہ آسان میں کا

سدا س تھنیت جشن سالگرہ ۱۹۱۳ء

لہلا پاتی ہے دنیا ہر گھڑی باب عطایا
 کرم سے بن بے دام عالم ہو گیا تیرا
 خدایا خلق کا حاجت و اتو ہو خدا تیرا
 نزالا دیکھتا ہوں سبے اندازِ حسنا تیرا

گلستانِ سخاوت کی روش تو ہو فضا تو ہے

دلوں کی جس سے کھلبلیاتی ہیں کلیان وہ صبا تو ہے	
سخا کی ملکیت میں بادشاہ وہی اٹھا تو ہے ریاض دہر میں رنگ فابو سے وفا تو ہے	عطا کی سلطنت میں صاحبِ جود و سخا تو ہے دیارِ دل میں تیرا گھر جو ہر گھ کی ضیا تو ہے
مریض دودھ کا بابرِ راحت فرزا تو ہے دوا سبکی دوا ہے اور مری دل کی دوا تو ہے	
تیرے لطف و کرم کی نغمہ گہر شمعِ جہاں جلی سے جو دھوا کی موج میں باد بہا تو ہے	تیرے ارحم پر ختمِ سہم آبیاں ہی ہے تیرا شیوہ کرم تو سبقِ موعظاں ہی ہے
چمن کا قول ہے میری بہارِ دلکش تو ہے پھلون کا یہ قول ہے کہ ہم سب کا مزا تو ہے	
پڑیں جانو نہیں جانیں تیری اصفِ روح افزا تیرا نام کوٹایا جس تری بخشش کے دیا ہے	ہزاروں عقدہ شوار کو لے لیا یا ہے اسی سے ہو گئے سیراب مدت جو تھے پیاسے
زمانہ گھر رہا ہے بانیِ جود و سخا تو ہے خدا کی دین تیری دین ہی دستِ خدا تو ہے	
دوا تیری دلوں کی ناز برداری میں ہتی دوا میری مسا دن سب کی بیماری میں ہی	سخا تیری غریبوں کی طبِ بکاری میں ہی ہوا تیری گلستانوں کی گلکاری میں ہی
مرے گلزارِ مقصد کی بہارِ جا لفر تو ہے ہمیشہ جو پہلے پھولے وہ نخلِ مدعا تو ہے	
تیری چشمِ کرم سب پر نظر کر نیکو پھرتی ہے دُعا تیری گھر گھر پہا گھر کر نیکو پھرتی ہے	تیری طہرِ بخشنِ دل پر اثر کر نیکو پھرتی ہے تیری شانِ جہی در گزر کر نیکو پھرتی ہے
خطا کاروں کو جو کچھ بھی نہیں دیتا سزا تو ہے گنہگاروں کے حق میں باعثِ عفوِ خطا تو ہے	

عجب انداز کا آقا ترا جشن شہساز ہے	مقابل اسکے ذکر جشن مجبیدی فسانہ ہے
ہر سے اس قہر سے سادہ جو گرز اوہ مانگے	ترے ایوان شاہی کا نرالا کارخانہ ہے
حصار رامت عالم کی مستحکم بنا تو ہے	تری شان چشمہ حق ہر بان ظلم خدا تو ہے
کر دیتا توانائی و ہم آفتاد دیتا ہے	کھین روئے کوئی تو بیگمی کی داد دیتا ہے
تسل قلب محزون کو دم فریاد دیتا ہے	مسیحا ہے دوائے خاطر ناشاد دیتا ہے
مریض یاس کی حالت ہمیشہ دیکھتا تو ہے	وہ کیون اپنی دوا کرنے لگا جبکی دوا تو ہے
سادیتا ہے نعمت کو جب قیمت بگڑتی ہے	جادیتا ہے توجہ ہر زو کی جزا کھڑتی ہے
ترے دیر خدائی بات دن ماتھا کر گڑتی ہے	جو لٹ جاتے ہیں اُن کو گونگی پوری تھس کر گڑتی ہے
سلامتی کرنے والا بچ و عشم کی بڑا تو ہے	غمون کی بہت دامن ہوں خوشی کی انتہا تو ہے
یہ وہ دن ہے ہر اک دولت کا لالہ ماں جو ہے	یہ وہ دن ہے کہ جبین پھول لالوں لالہ جو ہے
یہ وہ دن ہے کہ جبین دور سب جنجال ہو گیا	اسی میں متفق باہم گہ سے سال ہو گیا
کھیلے جس سے گہ قیمت کی وہ عتدہ کشا تو ہے	غرض سب کچھ کوئی کیا کہے مجھ کو کہ کیا تو ہے
دہر سخی صنعت عتدہ کشائی تیری چٹکی میں	کرم ٹھنی میں ہے حاجت وانی تیری چٹکی میں
تسناؤن کی دستاویز پائی تیری چٹکی میں	خدا کی شان ہے ساری خدائی تیری چٹکی میں
دلون کی واسطے بنیاد رسم مدعا تو ہے	سبھی کے پر وہ انسید میں جلوہ نما تو ہے
دعا یہ ہے کہ حاصل مجھ کو عیش جس جاودانی ہو	ترے دریا کا پانی حیمہ حیوان کا پانی ہو

میتر تھکے یوں ہی ٹمڑے صمد شادمانی ہو | مبارک تھکے یہ تحبید سال زندگانی ہو

زمانہ یہ کہے رنگ بقا حین بقا تو ہے | خدائی تیرے سائے میں ہر غل کبریا تو ہے

خداوند تعالیٰ تیری امید و نکاحی ہو | یہ رسم جشن سالانہ تری رسم دوا ہو
کرہ ہر سال یوں ہی بستہ تار غلامی ہو | زمانے بھر کا مالک تو ہی اور نواب مائی ہو

شرزدیکے کہ سارے دھرم کا فرمانروا ہو | خدائی تیرے سایہ میں ہر اور غل خدا تو ہے

قطعہ بہ تھنیت خطاب جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سنہ ۱۹۰۸ء موسوم با تلمیحی

تشبیب خطاب

خدا کے برتر واسطے نے غل سبجانی | کیا ہے سارے زمینوں میں انتخاب مجھے
تو وہ ہے صاحب اقبال اس زمانہ میں | سے ہیں عیش کے سامان بے صاحب مجھے
یہاں ہے فضل سے اپنے جناب باری نے | ہر ایک شکل لعل میں کامیاب مجھے
بتی رہا نہ کبھی ساغر امید ترا | ہمیشہ عیش کی بخشش شراب ناب مجھے
یہ آرزو ہے اسی طبع تو رہی سب سب | عروج بخت کسی دن نہ دے جواب مجھے
چمن چمن زمیں سب سب یوں کی چرچہ ہو | زبان گل بھی کہے طہرہ بار بار مجھے

دعا شکر کی یہی ہے کہ لے مرے آقا | خدا کرے کہ مبارک ہو یہ خطاب مجھے

قطعہ

میں آج چلا جو شش سرت میں جو کمرے | امید نے بڑھ کر یہ بتائی مجھے تدبیر
سرکار بہت خوش ہیں عجب وقت لاکر | چل حاضر دربار ہو اچھی نہیں تاخیر

یہ عرض تمنا کے لئے نیک کھڑی ہے
 بسما چکی اسیہ زویون عمتل بکاری
 سرکار کے صدقے میں جو سب کچھ جو حاصل
 کچھ عرض بھی کرنا تو فقہا بات یہ کھنا
 اس مژدہ کے سنتے ہی مسرت ہوئی جید
 سے خلق خدا۔ عاشق پیغمبر و حبیب
 اللہ کی رحمت ہے کہ لے آئے رحمت
 سب کو یہ مسرت ہے گئی چیز ملی ہے
 ان تان خوشی اور ہے کرنیل ہوا تو
 یون اسکی خوشی اور بھی دونی ہوئی سب کو
 ہے فضل خدا نام ہے اقبال اسیکا
 دل خیر گنا لو نکا بڑا تیرے لقب سے
 سب شاہدین کرتا ہے جو تو بنن نوازی
 تو وہ ہے جو دے خاک کی چٹکی بھی اٹھا کر
 بخشش کے لئے تجھ کو بنایا ہے خدا نے
 جلتا ہوا دیکھا دل بدخواہ کا حسرت من
 تیرے ہی نیکو ارہین دنیا کے ہنرور
 خوش آتا ہو وہ شان کرم پر ہی بھروسا
 کیا شان ہے سو جانے صدقہ ہو محل
 جو آگیا در پر ترے وہ جا نہیں سکتا
 بہتر ہے کہ اب ختم ہو یہ نظم دعا پر

آیا ہے لقب نامکنتا تو بھی کوئی جاگیر
 ہشیار شہر اسکی ہے بھکی ہوئی تقریر
 کم تیری کسی سے بھی نہیں عزت و توقیر
 تو خوش رہے مجھے یہ بڑی عزم علیہ
 یہ شعر پے نذر خوشی میں کئے تحریر
 لے کان سخا بحر عطا صاحب توقیر
 القاب وہ آیا ہے کہ جو تھا تری جاگیر
 اس پر یہ اضافہ ہے کہ بن آئی ہو تیر
 صد شکر کہ حاصل ہوئی یہ بھی تجھ توقیر
 یہ ہفت میں ہاتہ آیا ہے بے کوشش و تیکہ
 صائب ہے تری شکر رسا ہو تری تقیہ
 اور سید پر کیسہ دشمن میں لکھتا ہے
 اب ایک بھی وابستہ دولت نہیں لکیر
 سائل کے لئے خاک سے بھجائے وہ کہیر
 احساق و مروت کی عنایت ہوئی جاگیر
 بجلی کا اثر رکھتی ہے گویا تری شمشیر
 تیرے ہی سلامی ہین خدائی کے مشاہیر
 مجسم کو بگاتا ہے اگر تو پے تعزیر
 کیا حسن ہے چہرہ ہے ترا چاند کی تصویر
 احسان نے ڈالی ہے ہر اک پاؤں میں
 سنت مری کرتی ہے بڑی دیر سے تاثیر

سب ایک زبان ہو کے کہیں اپنی خدا ہے	اللہ کرے اس سے زیادہ تری توفیر
قصیدہ	قصیدہ
سند اقبال پر ہے جلوہ گر کس شان ہے یا انہی آؤر ہوں وس لاکھ ایسے سا آئین	خضر و حامد علی خان بہادر ذی شہم پائے عمر نضد یہ کان سمنا بھر کر م
قصیدہ	قصیدہ
فرخ یر سرخ قدم عسائی گری عسائی کیون علم عیسے نفس حامد علی خان دگر	جم م ترہ دارا حشم کان سخا بھر عطا ز فخر رہے لاکھ ان برس بھر علی و
قصیدہ	قصیدہ
چہن رولت و اقبال ہو سرکار کا یاد رسول اللہ کا شہید اعلیٰ کے نام کا بیج نامت کا تو قابل ہو نامت سے تو وہ بیج ہو کہوں ناز بھگو بندہ ہوں اڈے سا کرکے ترنی عمر میں دولت میں ہوشان تجل میں	فک نہ تابع فرمان مرے حامد علی خان فدا دل سے جناب شہر و شبیر ز شان کا غلامی ہے تری اب عزیز ایمان ہر ملک ہمیشہ ہوں فدا میں جان دے اپنی سلطان مر اقدس یہ ہو سایہ ہمیشہ فصل زیوان کا
قصیدہ	قصیدہ
سرکار کی آن بان ہر آن بڑ ہے بڑ بڑ کے شہر کا دل عانی ہے	ہمت کی طرح عیش کا سامان ہے اقبال بڑ ہے عمر بڑ ہوشان شہر ہے
قصیدہ	قصیدہ
سبز کبھی نخل ترنا ہوا تم سے نہ کہی تو اور پھر کس سے کہے	دل باد ہباری سے شکفتا ہوا مدت سے شہر کا کچھ ہنسا فہنوا
قصیدہ	قصیدہ
سرکار کی ہے ساگر سب ہیناں	حاضر ہیں برائے مذ جاہ اہل

بنے بھی دکھائی نذریہ دیکے دعا
تخواہ شرر بڑھے۔ تمہارا اقبال

رباعی

سرکار کی عمر حباد دانی دیکھوں
ہر رات شب قدر سے بڑھ کر ہو شرر
مصرف بعیش و کامرانی دیکھوں
ہر روز میں نور و نہر جو انی دیکھوں

عزیزداشت منظوم شعر بہ عفو تقصیر خود

میر سے سرکار میر سے پیار و صنو
تیرنی بخشش جہان میں ایسی ہے
چاند نے دل پہ داغ کھایا ہو
مجھے ممکن نہیں ادا اسے سپاس
نوسہ ذن نواز میں دترہ
جوڑ کر ہاتھ عرض کرتا ہے
غیر حاضر ہو اعتماد جو کل
آز پتھر کی بھی نہ کام آئی
وقت افکار کھو لکر رون
تیری دہشت سے ہو گی پانی
میرا ہرگز نہیں ہے یہ مقصد
چند ساعت کی واسطے سرکار
گھر بھی کیسا جو تو نے بخشا ہے
اس خط کا قصور وار ہوں میں
اگر ایسا نہ تو دنیا میں
میر سے عزت پناہ جان پرور
جیسے سورج کی دھوپ دنیا پر
کر کے تصویر تیری پیش نظر
تیرے لطف و کرم ہیں جان پرور
تو مرا شاہ میں بڑا چاکر
یہ سراپا قصور بندہ در
اسکی کاوشش کو جانتا ہے جگر
پھونک دی سوز غم نے جان شر
مجھ کو پناہ پڑا ہے خون جگر
رنگ لایا ہے آج خون جگر
کہ رہوں روز غیر حاضر در
پانچ دن میں صبر و آگاہ
مجھے رہنے کو اسے مرے سرور
اور خط خاص چاکرون کا ہنر
نہ کھلین لطف شاہ کے جو ہر

اب جو منظور ہو سزا دیدے تو ہی جب ہو گیا خفا جسے یہ تو پھل سے ہوتی آتی ہے میں رہوں وہ دون عتاب کے اتنا انصاف میرا ہو جائے کون مجھ سے زیادہ رہتا ہے اپنی قسمت سے کھرا ہوں میں اسکار و ناس ہے کیوں نہ تھا حاضر گو خطا دار ہر گھڑی ہوں میں منفعل خود ہوں اس خطا پر واسط میں عتاب کا دیتا ہوں یہ سمجھ کر معاف کر دے تو یاد سرکار نے کیا ہے تجھے ختم کراب دعا پہ عذر خطا	میں نے قدموں پہ رکھ دیا ہر سر پھر کرے گا کرم کی کون نظر کہ خطا آئے۔ کرم جو ہر متمل نہیں دل مضطرب رہتے ہیں عامر اور بھی ہر حاضر ماب۔ خاص شام و صبح خیر جو کچھ ہوا۔ ہوا بہتر میشا ہوں کہ کیوں گیا تھا ایسی بسکن ہوتی خطا کتر عفو کر عفو سے کرم گستر کر تو میری خطا سے قطع نظر کہ خطا کے لئے بنا ہے بشر تار پر پیچھے سے مجھے خبر لے شرر خفصا رہے بہتر
---	---

یہ دعا دے حضور انور کو
سایہ پنہن رہے سر پر

غنی غزل بندگان علی حضرت حضور پر نور عالیجاہ ناصر الملک
سیر الامر اسر سید نواب محمد حامد علی خان بجا درام قبالہ و ملک و متخلص شکت

نی عالم میں تجھسا رہر و راہ رضا کیون	کوئی تجھسا خبر دار رہو ذکب و کیون
نی حاجت اتیری طرح تیرے سوا کیون	خدائی بھر میں تجھسا یا علی مشکل کشا کیون

آٹا ثانی جان میں کوئی بھی نام خدایوں

بجز میرے شہید نام کوئی دوسرا کیوں ہو
بے ہو جان پیاری وہ کرشمون پر فدا کیوں
نکاوش قہر اک کے لئے تیر قصا کیوں ہو
تہارا کشتہ ابرو کوئی میرے سوا کیوں ہو

یہ رونا ہے کہ دشمن بسمل تیغ ادا کیوں ہو

اٹھ آیا جرم یا رس ہی نہیں از گھوٹ لین
تسنا میں لہو کے آنسوؤں سے خوب ہی تر ہو
کھینچ نہ کو آیا نہ سمیٹنی غائبشیں لہو میں
ہمارے خون سے جب ہاتھ دھوئی دستر ہو

یہی نکلین کرے دستِ گداز کو حنا کیوں ہو

خدا کا شکر ہے معشوق صفتِ ملا کم سن
تسنا ہے رہے یوں ہی ہمارا دل بزمِ کرم
یہی جو ناست ہوتے ہیں شرارتِ شکار کم سن
ابھی میں شوخیوں کے دن وہ ہر نام خدا کم سن

ادوان میں ہی بیباکی بھی شرمِ حیا کیوں ہو

میں ایسا نہ کچھ کام دل نکلے نہ منت سے
میں ایسا سو حیرانیاں ہو حسن صورت سے
تجھے واقف کئے دیتا ہوں اُس کس کس لبت سے
اگرے حسرتِ دل وصل میں پاسِ نزہت سے

ترے ارمان رہ جائیں تو پھر مجھے کلا کیوں ہو

کہان کرتے ہیں عوئے نکاح عاشقِ قاتل
ہر اک معشوق ڈھاتا ہے ستمِ ہر ایک تل
بچے باقی نہ تیرا وار کوئی اپنے بسمل پر
پھرے خنجر گلے پر تیر غم کے چلین ل پر

جھاؤں کے لئے تیری ہمیں ہیں دوسرا کیوں ہو

ذرا سی بات میں اپنا مقتدر بن کر پھر بگڑا
وہ آئے تھے یہاں مشکل سے اٹھا اک بٹھا
غضب آیا ستم تو ماقیامت ہو گئی برہا
حیات سرنگون ہو گئے جب وصل میں ہو بٹھا

خفا ہے ہوئی ہے کیا بتاؤ تو خفا کیوں ہو

جنون جبے ہوا ہے بھگوان سرشارِ آنکھوں کا
کبھی آنسو نہیں تمنا مری غمباز آنکھوں کا
نہ جایگا کسی صورت سے یہ آزار آنکھوں کا
دل بیمار ہے بیمار ان بیمار آنکھوں کا

جلا اسکی دوا کیا ہو بھلا اسکو شفا کیوں ہو	
مرا لفت کا پائینکے ہمیں امید تھی اسکی	قلم سر ہو گیا۔ یہ پھل ملا۔ اچھی محبت تھی
دل ناشاد پر ہے چلی شمشیر ناکامی	کھان کی آرزو جو ٹکٹ گئی غلٹ تھی اسکی
جو خود مایوس ہو اسکو کیسا آسہ کیوں ہو	
کیسے بار احسان کا ہمارا دل نہیں خوگر	لگا جائیں زرا اگر وہ پائے ناز سے ٹھوگر
اگر یہاں سے بعد مہ جائے تو ہے بہتر	اتھی جذب لفت سے چلے آئین وہ تریب
یہ خاک نہ تو ان سنت کش باد صبا کیوں ہو	
سکے ہیں تجھی پر بستلا ہو کر کدھر جائیں	کھان اسکا ٹھکانا ہے کھان یہ اور جائیں
کھانے ہیں تجھی نے جسقدر دیکھو ہیں بل ہیں	زرا ماتی ہیں ترا گھونگر دل عشاق کی ہیں
انھیں سے برہمی آخر تجھے زلف و ناک کیوں ہو	
ہر رات کسی برزور اسپر کب چلا اپنا	ہر رات دن جیسے ستم کیا کیا
محبت جب بسی دل میں تو پھر کیا ڈر صبا کا	
نہ اٹھے گریہ بار غم تو کوئی مستلا کیوں ہو	
ت وہ بلا ہے جسکو سنکر ہی دہل جائے	نہ بچے آہ کو سوز نہان سے کوئی جل جائے
جب ہوا اگر وہ دل بھی تلوو لے مل جائے	زبان پر کچھ نہ آئے اور گھٹ کر دم نکل جائے
کلا کیوں ہو شکایت کیوں ہو آہ نارسا کیوں ہو	
پیدا نہ وہ برق حسن شمع شوق افزا ہے	جلانا اسکی عادت اُف نکرنا میرا شیوا ہے
میکر کیوں ساری دنیا کو اچنبا ہے	محبت ہو جو سچی صبر بھی اللہ دیتا ہے
اگر نہ جان دینے کا سیکو صلا کیوں ہو	
لی بجا اسکی قیمت بنے لڑتی ہیں	خدا رکھے ابھی کس ہیں بے سمجھے کرتے ہیں
میں تو لڑنے ہیں جبکہ تو ہیں	سوال وصل پر لے رشک دیکھا کیا بکرتے ہیں

مگر اسکے سوا دل میں ہمارے مدعا کیوں؟

متفرق

شکر یہ تشریف آوری

منیض قدم سے تیرے لے شاہِ لطف گتر
آنے سے تیرے حسرت دہلی نکل رہی ہے
ہم رنگ بونے گل ہون جاے سے اپنے بار
مدت میں نا اُمید دی کروٹ بل ہی ہے

سافت کے گھٹانے میں نرا اکام کرتی
برے سرکار کی موثر ہوا کے پر کرتی ہے
شعر

نخست گل کی طرح جامی سے باہر تین بھی ہوں
جشن کے صدقے میں قسمت کا سکند میں بھی ہوں
شعر

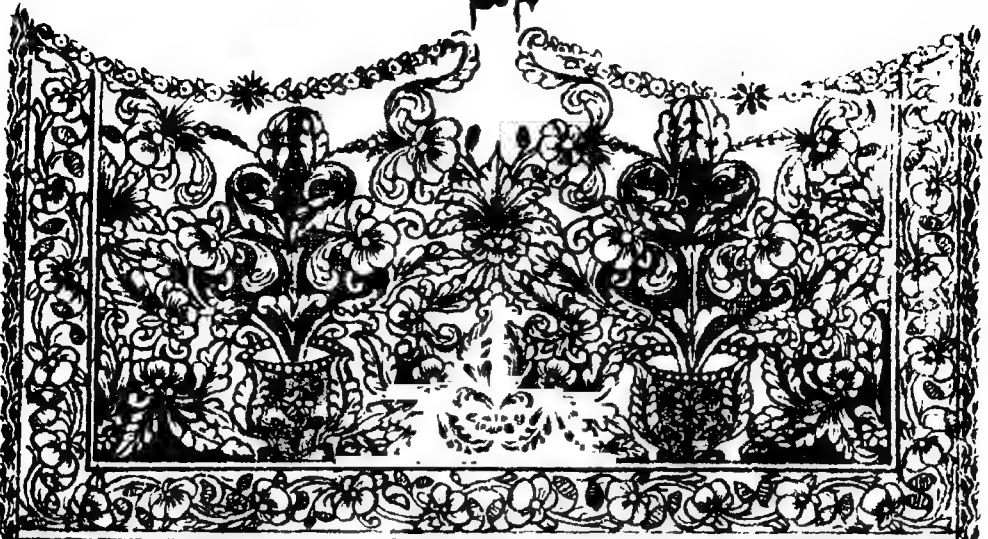
تیری کوٹھی دیکھنا یا روے انور دیکھنا
جشن میں کیا اوج پر ہے میرا خضر دیکھنا
شعر

خسرو حامد علی خان خوش ہیں دل پر باغ
میں زمین پر ہوں مگر عرش برین پر ہوں
شعر

جشن کے قربان صدقے طالع بیدار کے
چومتی ہے نھر میرے پاؤں میں سرکار کے
شعر

خوش خسرو باغ کے میلے میں بندگانِ حور علیہم اجمعین اقبالِ دہلی کے گلے میں رونق افروز تھے اور بھلو نھر میں تعبیرات
اُس کو بیچ پر یہ شرجی خاص لطف دے رہا تھا اُسکا بیان احاطہ تحریر و تعریف باہر ہے۔

This image shows a page from a manuscript, likely a Persian or Arabic text, featuring a dense, repeating floral pattern in the background. Overlaid on this pattern is large, stylized Persian calligraphy in black ink. The text is arranged in several lines, with some words being particularly large and prominent. The calligraphy is in a highly decorative, possibly Thuluth or Nasta'liq style. The overall composition is framed by a simple black border.



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خوش ہے جمعیتِ خاطر سے پریشان تیرا
دل مرے پاس ہے منت کش ارمان تیرا
کلمہ پڑھتے ہیں دن رات سلمان تیرا
ہمہ تن ہوش ہے مستِ سخنِ عرفان تیرا
دل کی منت تک ہے یہ سوزِ غم نہان تیرا
رنگ ہر رنگ میں پاتا ہوں نمایاں تیرا
دل دانا ہے وہی حسین حواریان تیرا
آنکھ ڈالے مرے زخموں پہ نکلان تیرا
تیرے متوالوں میں ہے سوتلی عمران تیرا
کون ہے وہ جو نہیں تابعِ منہان تیرا

نہم سے آزاد ہے وابستہ ارمان تیرا
جان تن میں ہے مرے بنِ احسان تیری
برہمن چیتے ہیں ہر دم تری مالا یاری
یاد کرنا ہے تجھے خلق سے غافل ہو کر
پھول ہے میرے کلیے میں یہ داغِ نفرت
ہر تماشے میں تماشا ترا آتا ہے نظر
چشمِ بنیا ہے وہی تو فطر آئے جب کو
یا آئی دلِ مجھ روح کی حسرت نکلے
ابنِ مریم ہے ترے عشق کے بیمار و مین
دونوں عالم ترے محکوم ہیں تو حاکم ہی

پیشکش روزِ جزا کا ہو شکر کو کیا در
شایعِ حشر ہے پیغمبرِ ذیشان تیرا

میرے ہر جسم پہ خالی ہونے کا کد تیرا
کچھ عجب رنگ ہو لے دین گریبان تیرا
کیا نہ اُلے گا صغین شک مرگان تیرا
حشر کے روز برا ماٹھ کر سیان تیرا
پر سش حشر سے یہ خوف ہے حیران تیرا
اشک بن بن کے بکھلائے گا ارمان تیرا
مٹا جاتا مری تو۔ سے ہے پیمان تیرا
انس رکھتا ہے مری دلے جو پیکان تیرا
اسپہ پلے ہیں کہ ہم دیکھیں گے ارمان تیرا
منہ دکھائے نہ خدا لے شب ہجران تیرا
اشک تہمتا نہیں کیوں شمع شبتان تیرا
لوٹکا احسان نہ اے چشمہ حیوان تیرا
جی سکے خاک مریض شب چران تیرا
منف دیتا ہوں اگر ہو کوئی خواہاں تیرا
ایک تو ہے کہ ہر اک شخص ہی ظاہر تیرا

تین بھی خوش ہوں جو بکھلائے یہ ارمان تیرا
تجھ کو آتا ہے یہی خون کے آنسو رونا
نیری آنکھیں میرے محفل کبھی اوپر تو اٹھیں
خلق کے واسطے اک طرف تماشا ہو گا
سب اُسے جانیں گے تصور غرض کا یہ لگی
کوئی حسرت نہ رہے گی مری دل میں باقی
ٹوٹ جانے میں ہیران دو لوٹکی کیاں لپٹا
آسنے ہی اپنے کلیجے میں بٹھا رکھا ہے
آنکھوں دل چیر کے کس طرح دکھا دوں یا
جان لینا ہے تو لین اور بلا لین لیکن
کیا مرا حال زبون دیکھ کے تو روتی ہو
عمر حسا وید کی ممنون بلا ہو میری
ایک دل اور مصیبت ہی زمانہ بھر کی
دل قیاب غضب میں ہوں تری باتھوٹے
ایک میں ہوں کہ کوئی بات نہ پوچھ میری



کام بنے نہیں دیتی شہر زار کے تو



یہ چلن شیک نہیں گردش دران تیرا

جسپہ کلیم غمش تھے وہ تیرا ہی نور تھا
جب تک جے غضب میں دل نا صبور تھا
بچپن میں بھی غضب وہ بت پر غرور تھا
تم تھے نہ شوق دید تمہیں تھا نہ طور تھا

جلوہ فروشش تو ہی سر کوہ طور تھا
دیکھا تھا پیار سے آنکھیں بس یہ تصور تھا
انداز قہر۔ ناز قیامت۔ ادا ستم
ہم جبے غمش میں برق تجلی پہ لے کلیم

مجھ سے ہوا جو عدو سے بگڑ گئی پ
 اچھا جو آپ اس نہ تھے بزم غیر میں
 کے کشتی اسید خدا را نہ ڈوبنا
 ہم نہیں جگمگائے، ہی جلوہ تھا سامنے
 بے وح کب یہ زہ کی مستعار ہے
 ان حسن بے وفا تھا اُسی نے تو کی دغا
 دل کی رزاکتوں سے مصیبت میں جا گئی
 اب اسکا کیا علاج وہ جو پیر پر شے
 بل چل نہیں پڑی یہ بڑی خیر ہو گئی
 زخمی کہ یہ کا دل ہو تو انکی بلا سے ہو
 اچھا ہوا کہ آج بہانے پہ تل گئی

سیری خطا نہیں یہ تھا را قصور تھا
 کیون مضطرب بغل میں دل ناصبور تھا
 اب پاس آگیاں کنار جو دور تھا
 بٹھی جب ہر کو آنکھ اُسی کا ظہور تھا
 مٹنے کے واسطے ہمیں ہونا ضرور تھا
 ہر تمہیں یہ ناز تھا اتنا غرور تھا
 یہ تو بغیر نہیں لگے جو چور تھا
 حالانکہ دشمنوں کا سر اسر قصور تھا
 دہوانہ آپکا صنفِ محشر سے دور تھا
 آنکھوں نظر کا تپ آنکھ نا ضرور تھا
 اذرا وصل شان نزاکت سے دور تھا

شکن تبوں کا دا اور محشر سے کیون کیا
 الفت شہر نے کی تھی شر کا قصور تھا

دل میں نہیں رہا کہ جگر میں نہیں رہا
 اسے سچ و تابِ شامِ جدائی معاف
 تیری تلاش نے نہ ٹھہرنے دیا کبھی
 نیز نگِ حسن و عشق نہیں چھرتے مجھے
 تو دل میں آگیا تو سب اربان نکل گئے
 عمر روان کا ساتھ دیا گھر میں مٹیکر
 سب حسرتیں مٹیں تو وہ دلیں ہو مقیم
 اتر اہوا ہوں اب تو سبھی کی نگاہ سے

در و فراق کو نئے گھر میں نہیں رہا
 سو داس کی زلف کا سر میں نہیں رہا
 میں دو گھڑی بھی چین سے گھر میں نہیں رہا
 اب وہ خیال ہی میری سر میں نہیں رہا
 جب تو بسا تو کوئی نظریہ میں نہیں رہا
 بتا بیوں سے کیا میں سفر میں نہیں رہا
 آئے بھی کب کہ جب کی گھر میں نہیں رہا
 اسکی نظر سے گر کے نظر میں نہیں رہا

<p>میکو نہ پوچھتے کہ پس قتل کیا ہوا کیون لیا ہے جو شہر جنون دشت کی</p>	<p>خبر کو ڈھونڈتے ہو گھر میں نہیں رہا سہرا کا لطف کیا رہے گھر میں نہیں رہا</p>
<p>آئے ہی کب وہ رسم عیادت کیوں بب یہ سنا کہ کچھ ہی شہر میں نہیں رہا</p>	
<p>دوا سے تو بھی درجہ گر و پند ہوا نشا اپنے سیمیا پہ درد مند ہوا بلا سے چوٹ گیا بسکوت نے چور دیا پھر ہی نگاہ کسی کی دل سزین ٹوٹا پوچھو دل کی اسیری کا ماجرا ہے دیکھنا ہے کہ محشر میں کیا وہ کہتا ہے نظر سے گھنے کیجے من چٹکیاں لے لیں وہ جانتے ہی نہیں کیا کیا کر شمعوں نے</p>	<p>بجھائی آگ تو دل سے دھواں بلند ہوا قصا جو آئی تو نام و نشان بلند ہوا پھنسا غضب میں وہی جو تجھے پسند ہوا اسید جس سے چین تھی وہ باب بند ہوا کیسا حلقہ زلف و تہ کہ نہ ہوا جو گفتگو میں کسی سے کہی نہ ہوا وہ پیٹر کی کہ مراد دل و چند ہوا انھیں خبر ہی نہیں کون درد مند ہوا</p>
<p>یہ جان کر کہ تعلق ہمیں سے رکنا ہے شہر کا نام بھی اُس بت کو ناپسند ہوا</p>	
<p>حکاہ زل کے دل نے ذلیل و خوار کیا وہ لشت گاہ بن نظر تھے جنھوں نے بوجہ قوت جو چاہو جسکو سزا دو گنہگار ہوں میں بے پروا کو سنے - مینے دعا میں دیں انکو نبال گیسو جاناں کو دی جسکے دل میں کسی کے وصال نہ داکا کیوں یقین آیا تہہ رے آنے کی جوقت اتس ٹوٹ گئی</p>	<p>قصو واربت یا قصو دار کیا گلے گلا کے ترے خبروں کو پار کیا گناہ یہ ہے کہ دل آپ پر نثار کیا خفا جو مجھے ہوئے مینے انکو پار کیا غضب کیا کہ بلا کو گلے کا پار کیا میں کیا بتاؤں کہ کس دے اعتبار کیا تو مہنے موت کے آئے کیا انتظار کیا</p>

<p>شبِ فراق کے جاگے ہوئے نہیں اُٹھے جو موت آئی تو آبِ جان دے نہیں سکتے ہزار بار اُسے آرزو مالیا پھر بھی خسین بکھڑستاتے ہیں جی جلاتے ہیں</p>	<p>ہزار شورِ قیامت نے ہوشیار کیا یہ کیا کیا اہمیں تو نے اُسی دُار کیا جب اُس نے قول کیا ہم نے ہمت با کیا چلن برون کا ان اچھون نے خنیا کیا</p>
---	---

<p>جو آنکھ جب کی شبِ غم تو دردِ دل فرشتہ جگر میں چٹکیاں لے لے کے بیتر کیا</p>

<p>بتو ابھی سے یہ اندر کب ریا ئی کا وہ انصیب وہ ہنس کر گزرتے مجھ سے عدو نے رنج سے میری بُرائیاں کیں ہیں حرم سے کہ م نہ مطلب ہے تنگدہ سے ہیں یہی کہیں گے وہ چاہت کے ذکر پر کھلے</p>	<p>ذرا تو سوچ کے دعوئے کرو خدا ئی کا گھڑی کی بات تھی مذکور ہشتائی کا تم ہمت بار نہ کر ناشنی سنا ئی کا تمہارے در پہ ہے ارمانِ جیسا ئی کا یہی سُنہ لگا کہ جھوٹا ہے تو خدا ئی کا</p>
--	---

<p>شہرِ ہجوم تنہا سے ناک میں دم ہے فقط مرا ہی نہیں بلکہ کلِ حسدائی کا</p>

<p>شہِ رگ سے بھی نزدیک ہی اسپر نہیں ملتا سجدے کو دیر یار کا پتھر نہیں ملتا تم لے گئے یا ہو کے ٹو آنکھ سے پیک کا دن تیری جدائی کا قیامت بڑا ہے ملجاتا ہے ڈھونڈے سے خدا ہی گرا دل ساقی ترے قربانِ ادھر بھی تو کرم ہو پائے گی قضا آ کے شبِ ہجر بھلا کیا اندھری مری بخود ہی عشق کہ ظالم</p>	<p>رونا ہے تو یہ ہے کہ وہ بلکہ نہیں ملتا تکے کے لئے زانو سے دلبر نہیں ملتا کیون کیسے میں میرا دلِ فطر نہیں ملتا اس سے تو کسی حال میں محشر نہیں ملتا ہم جان فدا کرتے ہیں جسپر نہیں ملتا میں کب سے کھڑا ہوں کوئی عز نہیں ملتا جب بھوکو ہمارا تن لاغر نہیں ملتا دروازے پہ ہوں اور تر گھر نہیں ملتا</p>
---	---

اپنوں سے کوئی غیر نبی بڑھ کر نہیں ہوتا
غیروں سے کوئی دوست بھی بڑھ کر نہیں ملتا
قاصد نے بیان آکے غلط بات بنادی
کہتا ہے کہ اُس بُت کا کہیں مگر نہیں ملتا

کبھی ہن وہ کیا مجھ کو شہر تر خاک ملے گا
جب حیر سے بُت خانے کے اندر نہیں ملتا

یہ بھی اگر حُلم بڑا ہے ستمکار و نکا
چھوٹے رہتے ہیں ترا مصحفِ عارض گویا
بیریاں گوشہ زندان میں فحشاں کرتی ہیں
ہوش اڑا لیتی ہیں فوراً یہ نشہ بلی اکھین
جو بھنی میں کبھی سنتے ہی نہ تے چلو سے
ابنی ناکامی تقدیر کا کیا حال کہوں
آسمانوں کو غرض کیا ہستی جو ہر دم پھرتے
کبھی شرکان کے اشاری ہیں کبھی ابرو کے
مگر شوخ عیادت کے لئے اٹھی ہے
سی دیتے ہنس دم درون تارِ نضر سے اُٹھنے
کبھی شرکان کا تصور کبھی ابرو کا خیال

وانہ پانی بھی یک بند گرفتار و نکا
لقد اقدار یہ رتہ ہے سب کا رونا
حال دیکھا نہیں جاتا ہے گرفتار و نکا
مگر شوخ سے دم بند ہے ہشیار و نکا
ایسی بگڑی کہ پتا بھی نہیں اُن یا ر و نکا
سایہ تک بھی نہ ملا بار کی دیوار و نکا
یہ اثر ہے ہر ہی تقدیر کے ستیار و نکا
تیر چلتے ہیں کبھی وار ہے تلوار و نکا
اب خدا حافظ و ناصر تر ہے بیمار و نکا
برق نے کام نکالا جگر انکار و نکا
کھیل چریوں کا کبھی ہو کبھی تلوار و نکا

ذرتے افشان کے رخ صاف پہنچا ہیں شہر
چاند کے سامنے کیا رنگ بچے تار و نکا

دشمن نے مجھے کوچہ جانانے نکالا
کجخت کی اب خیر نہیں آج کسی نے
شامت تو نہیں آئی ہے تیری دل نادان
تقصیر کی تعقیب نہیں حضرت آدم
صیاد نے بلبل کو گلستانے نکالا
اُبھا ہوا دل کا کل چپا نے نکالا
پھر ربط اسی فتنہ دورا نے نکالا
قسمت نے تمہیں روضہ رضوانے نکالا

میر دشت نوردی کے مرے لوٹ پانوں
دشت کا بھلا ہو مجھے زندا نے نکالا
صیاو کی سر میں سا شاد سے دیکھو
کبخت کو کس رت میں گلستا نے نکالا

اب ٹھوکرین کھاتے ہو شرریا کر کوئی
کیون تنے قدم کو چہ جانا نے نکالا

حیرت زبان پہ جو کمر سے طوڑ آیا
وہ مادہ کشش ہوں کہ داخل ہو کر آیا
جو بن سناڑے مرے گھر وہ رشک آیا
بگا و شوق پکاری کہ مجھ میں نور آیا
یہ بات غی ہے کہ غموت دلیل کرتی ہو
وہین بدل گئی عادت جہاں نور آیا
کھیا زانے میں بدنام تجھ کو دشمن نے
یہ تیرے سانسے ظالم ترا عنبر آیا
کہ ہر حیاں ہے تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو
تمہاری باتوں میں گھاتوں میں میں منور آیا
منور آؤ گے ایسے ہی تم تو سچے ہو
تمہارے دلعن کا ہم کو یقین حذر آیا
ختمہ سکو نگا میں کس طرح خلد میں آیا
اگر وہاں ہی مجھے یاد رہم جو آیا

کسی کی زلف میں دل تو شر پینسا بیٹھا
یکسیا ہوا کہ تری عقل میں منہ آ یا

میرا ہر داغ منان اک گل خندان نکلا
میں سمجھتا تھا جسے دل وہ گلستان نکلا
ساتھ کس روز نہ تھے میری جگہ کے شگرتی
کب مرا شک وان میں سا نکلا
کبھی تنے نگہ لطف سے دیکھا مجھ کو
کوئی حسرت مری نکلی کوئی ارمان نکلا
ہائے جس شوخ سے امید سیانی تھی
نقصان کے سر گور غریبان نکلا
جگو پایا اسے ہنسنے ترا شیدا پایا
ہنے دیکھا جسے وہ تیرا نشان نکلا
زخم پر زخم لگے تو بھی نہ حسرت نکلی
تیر پر تیر پڑے پھر بھی زانہ نکلا
شوق پا بوس میں اٹھا میری مقدور غبار
جب کبھی وہ طرف گور غریبان نکلا

اسکی تصویر سے باتیں شب غم کہیں ہنسنے

دل بہلنے کا شر و خوب یہ سامان نکلا

<p>چاند بھی تیرے معتدل نہیں ہوتا غیر دن کے سامنے کو کہا جانا چرچ ہوتا غیر رنکا تو کیا ذکر جو بگڑی میں مددین شہ کی مجھے سن کر اسے قتل کی حسرت امت اسے غیر کا مرنا نہ دیکھ سائے تو تاہون کہ دل تو وہ تہتہ میں داسے نہر بادنی بات نہیں تیری گلی میں حق سے ان انکوں ہی سے انکوں کا ہوا اور ست کی صدین دیکھ کے ڈرتی ہو قیامت تے ہر کہ ہم تجھے قیامت میں ملیں گے</p>	<p>کامل بھی ہو ہوتا ہے تو کامل نہیں ہوتا شکوہ بھی مرا سینے کے قابل نہیں ہوتا اپنا ہی برسے وقت میں شامل نہیں ہوتا میں اس سے وہ مجھے کہی غافل نہیں ہوتا جو میرے عزا و اروں میں شامل نہیں ہوتا یون لینے کو لے بیٹھے مگر دل نہیں ہوتا گلزار میں کہا شور حسا دل نہیں ہوتا جس دل میں محبت نہیں وہ دل نہیں ہوتا بس رہا جو کہ اللہ سے قائل نہیں ہوتا ان باتوں سے مطلب مرا حاصل نہیں ہوتا</p>
--	--

درد دل حبس کا چاں ہو شر رکھا

وہ چارہ گری پر کہی مائل نہیں ہوتا

<p>یہی جانب سے ترا دل نہ سگر پھرتا نہ کو دے ہوے برسوں پہنیں مضطرب الہا پہ جانے کی ضرورت کیا تھی مے مرنے سے نہ تو لیکن ان غیر کی سنائی نہ کیا کچھ بھی گلہ جو ملتی تو پلستی قسمت سے کیا انکی شکایت کرتا</p>	<p>اور پھرتا بھی تو اس حلق پہ پھرتا وہ نہ لیتے تو یہ ہوتا کہ میں در در پھرتا میں نہنچتا بھی وہاں تک تو مکدر پھرتا یہی ہوتا کہ مینوں وہ کھلے سر پھرتا میں جواک بات بھی کرتا تو تر سر پھرتا تو اگر خطا ہے لکھتا تو مستدر پھرتا قول سے اپنے میں کیونکر سر مشر پھرتا</p>
---	--

جان دیتا ہی بنی عجب کو جگہ اچھی تھی

اے شرار کو چہ جانان سے میں کیونکر پھرتا

پروردگار بیٹھے بٹھائے یہ کیا ہوا
میرے لئے وہ حلقہ گیسو بلا ہوا
آنکھو خبر نہیں کہ مرا حشر کیا ہوا
کہتا ہے راز آپکا کاجل بہا ہوا
نقش خیال خام ہوں ہشی ہوا
میں آپ سوز دل سے ہوں اپو جلا ہوا
کجخت نے بگاڑ دیا گھر بنا ہوا

ملے ہی انکے مجھے مرادل جدا ہوا
میں ہوں اسیر غم دل شید کھینچا
افسوس ہے کہ جسکے لئے میں فنا ہوا
انکھیں ثبوت دیتی ہیں وصل قریب کا
میں کوئی چیز ہی نہیں انکی نگاہ میں
اے اشش فراق بس اتنا نہ چھوڑ تو
دل کو خراب تیری غربت نے کر دیا

اُس سنگِ در سے پھوٹنے جاتا ہے شرار
پتھر پڑین سمجھو یہ بھلا مبتلا ہوا

بہر صورت مجھے برباد کرنا
ترپنا لوٹنا فریاد کرنا
خیالِ حسرت فرما دکرنا
گزر شکل ہے بے صفا دکرنا
جسے آتا نہیں آزاد کرنا
بس اتنا کام اے صفا دکرنا

ون سیلہا ہے ستم اعیبا دکرنا
تمہاری یاد نے جھکوسکھا یا
خبر جسدان مرے مرنے کی پہنچے
مرزہ جینے کا پایا باہنے پھنس کر
خدا اس گیسو ون والے کو رکھے
مرے پر کھول دینا فصل گل میں

قیامت میں وہ کہتے ہیں شرار سے
حدا اب نہ تم منہ یا دکرنا

ہر طرح بے مثال کیا کہنا
لے ہجومِ سلال کیا کہنا
تم بڑے بے مثال کیا کہنا

آپ کی چال ڈھال کیا کہنا
ہر گھڑی ملتی ہے نئی لذت
کسے نمکوبر اکسا صاحب

<p>ہٹ کے بھی انکا در نہیں چھوڑا ہم بچتے تھے سہی زمانے کے وہ جو پوچھیں تو کچھ کہیں ہم بھی کلمہ برق طور پڑھتی ہے کہتے ہیں چمیر و غیر کا قصہ بے وفا سے سوال پیش فضول</p>	<p>اے دل پانماں کیا کہنا تم بڑے باکمال کیا کہنا حال دل بے سوال کیا کہنا اے سراپا جمال کیا کہنا ہر گھڑی ہنسنا حال کیا کہنا بے مروت سے حال کیا کہنا</p>
<p>یون سوال وصال کیا کہنا</p>	<p>یون سوال وصال کیا کہنا</p>
<p>نصرت قابو سے ہمارا دل گیا کیا مرے نالے قیامت ڈبا گئے پھٹ گیا انگور دل کے زخم کا دل لیا اور داغ دیکر کھ گئے زخم دل سب آپ ہی ریل جا رہے ہے کل اس دہوم سے شیون کیا کیا بتائیں کیوں یہ حالت ہوئی کیا تیاست ڈھاگنی ساقی کی یا</p>	<p>شوخی جانان تجھے کیا بل گیا کیا تمہارا بھی کلیجہ ہل گیا یا کوئی غنچہ حین میں کھل گیا اسکو یوں سمجھو کہ بدلا بل گیا جس گھڑی سینے سے سینہ مل گیا چرخ کا نپا عرش اعظم بل گیا کیا خبر سے کیوں ہمارا دل گیا زخم کا انگور فوراً کھل گیا</p>
<p>جلوہ بت سے تھر تھکھین کھلین</p>	<p>جلوہ بت سے تھر تھکھین کھلین</p>
<p>اے جسم خط مرادیکھا مکدر ہو گیا آج تماشائے شک دین تر ہو گیا انہی کوں اہلتا ہوا فترا چلا</p>	<p>وہ مرا لکھا پڑ باسارا برابر ہو گیا جوش جادو تھا کہ قطر سی سمند ہو گیا غیر کا قابو اسی کے دل پہ کیونکر ہو گیا</p>

سامنے رہنے سے آخر اسکا بھی جاگا صیبا
 حشر آیا اور بنا فوراً ترے قامت کا
 دیکھ کر تجھ کو دم گھلاشت گلشن بے نقاب
 مدھی جو کچھ کہے اس سے مجھے مطلب نہیں
 میرا مرجانا غنیمت ہے تمہاری یاد میں
 اب زبان بھی بند ہے اُفت وہ ڈالے ہیں جج
 ایک مدت سے تھا مرگ ناگمان کا انتظار

تیرا امینہ بھی قسمت کا سکنہ ہو گیا
 قسمت نہ اُٹھا اور سنا تیرے برابر ہو گیا
 گل گریبان پہاڑ کر جائے سیاہر ہو گیا
 دیکھنا یہ ہے کہ ناشک اسکو باور ہو گیا
 زندگی کا بوجھ اب سینے کا پتھر ہو گیا
 کیا بتاؤں میں کہ دل مجبور کیونکر ہو گیا
 تیری چٹون کا اشاعہ جسکو خنجر ہو گیا

تم خدا سے کیوں قیامت کی دعا مانگو
 جیتے ہی فرقت کا دن ہی روزِ محشر ہو گیا

حسرت وصل نے جی سے ہی گزرنے ندیا
 دم بھی نکلا تو تری یاد میں نکلا طالم
 دشتِ غربت میں مصیبت کی شکایت ہے غلام
 آنے پر سش کو تو یہ کہکے گئے آتاجون
 بحرِ عسقم تیرے تلاطم کی حقیقت کیا تھی
 عمر بھر چین کی کجخت کو حسرت ہی رہی
 خاشں درد کا شکوہ نہ کیا دل نے کہی
 انکی صورت ہری نظردن میں بسر کیا کر لی
 ہائے تقدیر تک تک بھی نہ چھڑکا اُسے
 کہینچ لایا مجھے سیدان قیامت میں جن جن
 جسے مایوس کیا تھا وہی آڑے آئی

جب اجل آئی شبِ غم مجھے مرنے ندیا
 مرتے مرتے تجھے نظرو نے اُترنے ندیا
 جب مجھے چین کہی میرے ہی گھرنے ندیا
 قبر میں چین نہو اس لئے مرنے ندیا
 میری قسمت نے مجھے پار اُترنے ندیا
 خاشں غم نے کہی دل کو ٹھہرنے ندیا
 یہ وہ چھپا لایا کہ کانٹے کو اُبھرنے ندیا
 جب ہر اساتھ مرے دین ترے ندیا
 کچھ مرا جسکو مرے زخم جگر نے ندیا
 ہائے تربست میں ہی جی بھر کر ٹھہرنے ندیا
 اُنکے ریلکے کی اُمید نے مرنے ندیا

جان دینے کو ابھی اُس نے لگا رکھی ہے

لیکے دل یہ تو کس کچھ بھی شہر نے نیا

نہ ذرہ ہر آفتاب میں کا نہ آنہ اس بُت حسین کا
جو چہرہ دیکھا تو میں نے جانا کہ چاند کلاہی ہوں کا
پھر اپنی قسمت کو دیکھتا ہوں کہ جھکو عشق اور حسین کا
ہیں جلاوت یہ بھی خانی مرہ ہر اس میں بھی نگہیں کا
مگر کہیں یہ رنگ لائے لہو تو دھوڑا آستین کا
مگر ابھی تک جلا نہ ہوا تھما رہے رخسار شہین کا
اور ہر فنا کا تاقا ضاؤ ہر وہ کہنا اندین میں کا
بہیں ملو تو آکر ہے مٹا کر جو وعدہ کرو ہیں کا
دیان زخم جلد سے پٹے بلند ہو شود آفرین کا
بنا ہو خورشید اوج رحمت نشان ہوں مری میں کا
نہیں ہو خورشید روز محشر شہر ہے یہ آہ آتشین کا
غضب میں اڑی ہو ہے ہر دم خیال کو کچھ کہیں کہیں کا
اسیر ہو دل مرا ازل سے انہیں کے گیسو و غنبرین کا

نہ حال پوچھا اے حنین کا نہیں ہر قسمت کہیں کا
جو زلف دیکھی تو میں نے سمجھا کہ شامِ فرقت کا چہرہ
جو اسکی صورت کو دیکھتا ہوں خدا کی قدرت کو دیکھتا ہوں
تھما رو شیریں ابو نکی کالی می جو جھکو خوشی سو کھالی
یہ خوب سے بھی کہ فوج کر کر کو ہیں خیر کے شکر و شکر
یہ مینے مانا بچ مصفا وہ شعلہ ہے جسے جی جلا یا
اسکا کہ ہے پستکے سونا وصال کی شب تباہ کن تھا
محبت ہو جسے یہ عہد وہ انہو کی پوری دیاں تھا
مدد بچائے نگاہ سے لگاے قافلے ہاتھ سے
یہ رنگ لائی ہوں کی طاعت کہ روزِ عشرت ہو میری
جسے بچتے ہیں چرخِ خضر جوان ہو سوزِ جگر کا مہر
ہمیشہ مانند زلفِ پر خم مزاج رہتا ہو اپنا برہم
مری طرف سے جو منہ کو پہیر و عدو کی آغوش میں ہیں

شہر ہے دل کا عجیب عالم یہی ستانا ہو تھکھڑام
جسے سمجھتے ہو ایسا ہمد وہی تو ہے سانپ آہن کا

وہ خود سمجھ رہا ہے جس یو فاس نے مارا
گھونگٹ کی اوٹ لپکرتیری جیلے مارا
مٹی خراب انکی جس کو قضا نے مارا
کیون تیرے جیسے عالم تیری ادا نے مارا
سنبھل کا تازیانہ بادِ صبا نے مارا

میں کیا کون کہ مجھ کو کئی ادا نے مارا
عالم وصال کی شب پر دے نے قہر ڈھایا
تیرے شہیدِ اُلفت تربت میں کہ رہی ہیں
دلِ نازِ حسن کرنا کب تھا گناہ ایسا
چمن میں جسمِ نرگس نے گل کو گھورا

<p>ان نغمہ سنجیون نے کنج نفس میں ڈالا تیری نظر سے گر کر ممکن نہیں ہو اٹھنا کیون ایسے ڈر ہے ہو کھدو نگارہ ہر شہر مرنے کا غم نہیں ہر مان اسکو رو رہا ہوں آئے تھے ہم عدم سے ہستی کی سیر کرنے کب بید سے ہوں واقف ہاں اتنا جانتا جسکو خدا نے چھوڑا اُسکو بتوں نے چھوڑا آفت تھا وصل جانانِ خجبر لیا ادا نے</p>	<p>بلبل تجھے چمن میں تیری صدا نے مارا مشر میں وہ اُٹھیں گے جسکو قضا نے مارا یہ بے خطا ہیں مجھ کو میری قضا نے مارا دشمن کی شے سے مجھ کو اُس بیوفا نے مارا جب آنکھ پائی مجھے ذوقِ فنا نے مارا جنے کیا تھا سپید اُسکی قضا نے مارا جسکو بتوں نے مارا اُسکو خدا نے مارا شوخی نے صبر کو ناظرِ حیا نے مارا</p>
--	---

ہم آہ سرد بھر کے گزرے شہرِ جہان سے
صحراے بکسی میں ٹھنڈی ہوائے مارا

<p>نہ جینے دیگا یہ اندازِ منہ چپانے کا ترے فراق میں سب کچھ اٹھاؤں گا لیکن برنگ در و نہمان ہوں نگاہِ عالم سے یہ بار بار جوانی کسانِ پلٹتی ہے تمہارے رخسے کرے ہمیری مجالِ نہیں یہ حشر وصل کے دھن کا آخری دن ہے ملو کہ کوچ کی تیاریاں ہیں سو عدم سناؤں خاکِ متین داستانِ غم اپنی</p>	<p>یہی طریقہ ہے ظالمِ مری مٹانے کا کبھی رقیب کی باتیں نہیں اُٹھانے کا دہ راز ہوں جو نہیں آپکے بتانے کا ستا بھی لو یہی موقع ہے دل تلانے کا یہ آئینہ تو ہے صورتِ فقط بکھانے کا خدا کو مان یہ موقع نہیں نبھانے کا قریب آؤ کہ ہے عزمِ دور جانے کا یہی کہو گے کہ جھوٹا ہے تو زمانے کا</p>
---	--

شہرِ وہ غیر کے ہمراہ آئے وقتِ اخیر
یہی تو وقت تھا عاشق کے جی جلانے کا

ہرِ عاشق کھ رہا ہے جو کبھی وصال ہوگا
تو کسی کی ناز کی کا۔ مجھے کب خیال ہوگا

ہوا خاک طور پھیل کر ہوئے فحش جناب ہوئے
 مرے جذبات میں صدقے نہیں آج ہی تو
 کہ فی جا کے اُسے کھدی نکرین وہاں لگاؤ
 جدا آپسے لگا کر اسے کیوں تباہ کرتا
 ترے عشق کی بدولت یہی ہوگا ہم نہ ہوئے
 یہی کہ رہی ہو بلیل مرے پر نہیں گزرتی
 نہ ملو تو صاف کھدو کہ میں اپنی جان کھو دوں
 ترے غم نے لاکھ ظالم مجھے خاک میں ڈالیا
 ترے جو رکھی مسکایت کرونگا روزِ محشر
 یہ نہیں ہے وضع میری کروں بیل بدعی سے
 مجھے رات بھر تڑپنا ستم فراق سہنا
 جو کر لگا قاتل غم نہ تو جلا لے گا کرشمہ
 ترے درد سے ہے راحت مجھی نظر ابال کا
 مجھے غیر سے ہے نفرت کہو لاکھ بار کہہ دوں
 غمِ مرگِ دشمن اتنا نکر و چلو چمن میں
 تری چال ہے قیامت اسے بھول کر بھی ظالم
 ہوئی غیر سے محبت کہو اب بھی تم یہ سمجھے
 یہ سہ کے دیدیا تھا کہ ضرور ستر ہوگی
 مرزا حاصی جو کہلے گا روزِ محشر

نظر حبال ہوگی اثر حبال ہوگا
 جو پس فنا وہ آئے تو یہ کیا کمال ہوگا
 ہمیں ہوش ہی نہیں ہو غم کمال ہوگا
 مجھے کیا خبر تھی دل کا مرے یہ مال ہوگا
 اگر اور کچھ دون تک یہی اپنا حال ہوگا
 گزر اس طرت غرا نکھا اگر ابکی سال ہوگا
 نہ نہیں ملال ہوگا نہ مجھے ملال ہوگا
 مگر آس بندہ رہی ہو کہ ترا حبال ہوگا
 کہ خدا کے آگے ظالم مجھے انفعال ہوگا
 انہیں کیا غرض پڑی ہو جو مر خیال ہوگا
 نہ کبھی وبال گزرا نہ کبھی وبال ہوگا
 کبھی یہ کمال ہوگا کبھی وہ کمال ہوگا
 نہ کبھی خیال گزرا نہ کبھی خیال ہوگا
 جو خیال ہے تو اتنا کہ تمہیں ملال ہوگا
 کوئی تان پھول سو نگھو ابھی کمال ہوگا
 کہ کبھی یہ وہیاں آیا کوئی پائمال ہوگا
 کہ جو حال ہے ہمارا یہی اسکا حال ہوگا
 تمہیں اپنے دل میں سوچو کس پر بال ہوگا
 ہزار جسم آگے بڑھ کر وہیں میری مال ہوگا

اگر اور سو برس تک چلناؤ زندگی کی
 شتر اپنے ولوں کے نہ کبھی زوال ہوگا

کیا کون جان ہے یا ہے دل شیدا اچھا
 ذکر دشمن کا نہ کھلے گا نیت اچھا
 نہ مری موت ہے اچھی نہ سچا اچھا
 ماز اچھا ہے اچھی ہے غمرا اچھا
 موسم گل نے کیا رخ سوے صحر اچھا
 وقت زاری ترے مرگن کر قصور نے دیا
 میں بھی موجود ہوں یہ جان ہر یہ دل ہر
 ہمسری کا اسے کس بات پہ دھونے تجھے
 دل کے دیدینے کا الزام بھی پر آیا
 قتل عاشق کے لئے چیں حسین کافی ہے
 جنس الفت میں فقط دل کے وہ گاہک ہے
 کہتے ہو جاؤ کسی اور کو اب پیار کرو
 نامہ بر جا کے سنا انکو برا حال مرا
 دیکھو سمجھو نہ کرو غیر کی باتیں سے
 مرغ بسل کی تڑپ کوئی نئی بات نہیں
 نہ کرو بھر محبت میں سنا حضرت دل
 تیرے خیر سے جو بچنے و جراحت اچھی
 سیرے گہری انہیں دو ایک سے آبادی ہے
 وہ مری آنکھ ہے جس آنکھ کا رونما تر
 اسکے کوچے سے نہ اٹھا صفت نقش قدم
 آپ وہ آنکھ جہاں پڑ گئی دل لوٹ گیا

تم خریدار ہو جسکے وہی سودا اچھا
 ایسے موقع پہ تو خاموش رہنا اچھا
 درد الفت سے یونہی دکھ تر پنا اچھا
 جلنِ حسن ہے ہر شان میں تیرا اچھا
 مل گیا جو شش جنون کو یہ سہارا اچھا
 ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا اچھا
 آپ ان میں سے جو لے لیں ہی وہا اچھا
 ماہِ کامل سے کہیں ہے ترا چہرا اچھا
 حشر میں مینے کیا خون کا دعوئے اچھا
 ہاتھ جب تیغ سے خالی ہے تو غصا اچھا
 کہتے ہیں او بنسین مال تمہارا اچھا
 جب یہی ہے تو دکھا دو کوئی اتنا اچھا
 وہ جو ہر بات پہ کھدیتے ہیں اچھا اچھا
 دیکھو مانو یہ نہیں روز کا جھگڑا اچھا
 جس تماشے کو وہ دیکھیں وہ تماشا اچھا
 جان کی خیر جو چاہو تو کس را اچھا
 تیرے ہاتھوں جو چپک جائے وہا اچھا
 دل میں ہے درد و غم و یاس کا رہنا اچھا
 وہ مرا دل ہے کہ جس دل کا نہونا اچھا
 نا توانی نے مری مج کو گرا یا اچھا
 آپ کا فتسل خدا سے ہے سرا پا اچھا

اے شہرِ خاک ہی کر دے کہیں سوزِ نہان
روز کے مرنے سے اک روز کا مرنّا اچھا

ارمانِ دل سے یا کوئی کاٹنا نکل گیا
آئے جو ہم محبت میں تو کچھ ہی بسل گیا
میری نظر نے یا دن جو رکھا پس گیا
قسمت کے ساتھ ہی مرا نقشہ بدل گیا
اٹھا جو حملہ آتشِ نکل کا تو بسل گیا
میں گرسنے گرسنے رہ طلب میں سنبل گیا
کہنا کسی کا چوڑھا دم رنچل گیا
ن بات کی کہ عید بھی سنکر اچھل گیا
کیون آ کے صحنِ باغ میں غنچہ کوئل گیا

آ کے خیالِ یار کیجھا نسل گیا
تہنسا مکانِ پا کے تھوڑکی بن پڑی
اتھ تیرے عیاں پر نور کی جلا
صورت کے ساتھ ہی تری حالت پلٹ گئی
بسل کا آشیانہ چمن میں نہ ان سکا
نہ ہشش ہوئی تو رک لیا اسکے لطف نے
ہی جانتا ہے جھسل میں جو دے گیا مزہ
دل جان اسنے لی تو دعائیں ہزار دینا
کیا شک ہوا اے دل عاشقِ نہو کہیں

ملکِ نہیں کہ رحم نہ آئے انہیں شہرِ
غیر ذکا میرے حال پہ جب دل کھچل گیا

اب ایسے وقت میں ہی آنے اتنا نہیں کتا
بغیر اسکے کسی صورت سے ایسا نہیں کتا
جو اچھا کر نہیں سکتا وہ اچھا نہیں کتا
تمہارا قولِ عشر میں ہی پورا نہیں کتا
جو کہتے تھے کہ دل پسند پرایا نہیں کتا
اُسی صورت سے پھر کہہ دو کہ ایسا نہیں کتا
کہ یوں پردے میں رہ کر مجھے پردا نہیں کتا
سر بازار اُن زلفوں کا سودا نہیں کتا

وہ پرشش کے لئے آجائیں ایسا نہیں کتا
تھیں نے کھدیا ہوگا جو دشمنِ فریج چھڑا
اب بجز نماز لیتے ہیں اُن بیمار آنکھوں سے
تمہارے سامنے کا عذر اک اچھا بہانہ ہے
آئی کیا بات ہے وہی مرنے میں نہیں پڑا
بڑی حسرت سے پھر کتا ہوں تم سو جاؤ چلو
یہ کہہ ملنِ جانان نکل آیا ہے پردے سے
میں کیوں جاؤں دھڑا بھی کیا ہی بازارِ محبت

مرا خط دیکھو یہ قاصد زبانی اُن سے کہینا بُت بے درو آجائے مرے قابو میں لکھ دو چلا جاتا ہے چھپے نہ قہر نیلے کے دیوانہ	کہ ارمانو نکاح اس سے کم خلاصا ہونین سکتا اکسی کیا تری قدرت سے ایسا ہونین سکتا اکٹ دے پردہ محل کو اتنا ہونین سکتا
---	--

شہر رانگو بٹا یا بات کرنے کو تصور میں خیالوں میں کوئی آئے تو رسوا ہونین سکتا	
---	--

باننا ہے تجھے گھر تو مٹا کے مجھے گھر جا پا مال مری قبر کو کرنا ہے تو کر جا جب آنکھ یہ کہتی ہے کہ دل میں چڑایا اے موت جو آنا ہے تو فرقت میں چلی آ رکھ اس شمشیر نگاہ دوڑ کے لے دل ہم یہی نو گنہگار ہیں اے رحمت باری مرنے کو تو سب مرتے ہیں مرنے کو ہو گیا خاموش ہوں جو ہر مرے عقل میں نہیں گئے اسے ابیر کم مٹل کے برس آنکھ لگی ہے	اتنا تو کہا مان کہ بر باد ہی کر جا یہ مفت کا احسان جو ہرنا ہی تو دہر جا بھجاتی ہے چتون اُسے کجنت نگر جا احسان بڑے وقت میں کرنا ہی تو کر جا آخر تجھے مرنا ہے مگر نام تو کر جا اللہ کرے اس سے زیادہ تار د جا جینے کا مزہ جب ہو کہ وہ خود کھے مر جا یہ یاد رہے کچھ وہی برساجو نہ کر جا امید کے سونے ہوئے ہیستو نکو بھی بھر جا
---	--

قاصد تو نہ آیا ہے نہ آئے گا دہان حسرت کا کہا مان اُدھر تو ہی شہر جا	
--	--

میں بھی ہوں ساقی بھی ہو بادل بھی چھپا دل مرا تم کیا کرو گے لیکے مڑ جیا ہوا رنک و حشت عشق میں دونوں یہ ہو چھپا اس قدر یاد کر میں نا تو انی بڑھ گئی نامہ بر کیا جانے لایا ہو ہانسو کیا پایم	رن نہ جائے دور مجھ کجنت تک آیا ہوا اب رہا کس کام کا یہ پھول کھلا یا ہوا میں ہی گہرا یا ہوا ہوں رہ ہی گہرا یا ہوا بھ نہیں سکتا ہے آنسو آنکھ میں آیا ہوا خیر ہے کیوں آ رہا ہے آج گہرا یا ہوا
---	--

<p>خُن سے چکا ہوا جو بن ہے گدڑا یا ہوا تو اٹھٹا لایا کمان سے پھول کھلایا ہوا اُسکے آگے جا کے رو جسکا ہی نکھوایا ہوا سیری آہون کا دہوان ہر طرف چلایا ہوا جگلیا خون تسنا جو شش میں آیا ہوا کوئی غیب باغ میں دیکھا جو کھلایا ہوا کیون عدو کو لے کے تو پھرتا ہوا ترایا ہوا ایک تو ہے اپنے اندازوں پہ اترایا ہوا پوچھتے ہیں مجھے تو ہے کسا بلایا ہوا تیرے خوف سن سے ہی بھر بھرا یا ہوا</p>	<p>بیاری چلین بیاری باتین بیاری گماتین پیسے ڈنک لے دل نادان یہ داغ آرد و تازن نہیں وہ غم دل سنسکے بولے کیا بدلہ میں نصیب سہرہ کی آنکھ پڑ جائے نہ آنہر اس نے لیٹے ہی ہو سے تری تلوار کے چین آگیا سیری آنکھوں میں دل پر م وہ میرا پھر گیا کیا کہیں گے دیکھنے والے خدا کیو ہستے کب من ہوں دردِ اُفت سے جگر تہا سہوے کیا کہوں میں اپنی محفل میں مجھے وہ بیکہ نیرے عشق رخ سے کاشش ماہ کی قمرین بحر</p>
---	---

میں نے پھانا عدو کو اسے شہر تیرے بار یا
محفل جانان سے ہے میرا نکھوایا ہوا

<p>خدا کی حسدائی نے کیا کر دیا عدو نے خدا جانے کیا کر دیا تری چہاہ کا حق ادا کر دیا اسی نے تو تم سے جدا کر دیا یہ قاصد کو کبوں خط چپا کر دیا جفا کو بھی ثابت وفا کر دیا کہ ستیا دجس کو رہا کر دیا مجھے کیوں رزا نے جدا کر دیا</p>	<p>دل اُس بُت پہ اپنا فدا کر دیا ترا دل بت سنگدل موم ہو وہ متحان وفا جان دی خدا ہوں میں خود اپنی تقدیر سے جواب دنا کو سارا زحمت دیم گفتگو سے ستم یار نے خطا مجھے ایسی ہوئی کو نسی وصالِ بہتان کچھ خطا تو نہیں</p>
---	---

ازل میں نہ بھگڑا کیا کچھ شہر

وہی لے لیا جو عطا کر دیا

ہر اک گھر میں اُجالا ہے چراغِ زیرِ دامن کا
جو روتا ہوں تو نہتا ہے چراغِ پوشِستان کا
کسی نے روزِ تربت سے اکثر اس کو نہاں کا
کہ میں ہوں رہنے والا حسنہ زنجیرِ زندان کا
اجازت دے تو بڑا ہر چوم لون منہ چھین کا
کھستان کی طرف کچھ نفس سے سینے کب بھان کا
وہ نورِ شادمانی بھی سب سے مرگوان کا
کوئی پوچھے کہ بھنے کیا بکاڑا ہے گریبان کا
گلے وہ خود لپٹ جائیں تقاضا ہی پران کا
خیال اچھا کیا گھر میں بلا کر اپنے مہمان کا
قیامت ہو گیا دل سے کھانا انکے پیکان کا
یہ کسے بھگو یا رب روزِ دیوارِ سجھان کا
کہ تو تربت کے ہر ٹکڑا اڑا جاتا ہے دامن کا
کہ ہالہ ہے ازل سے طوقِ گردنِ باؤ تابان کا

خدا فی میں ہر چہ چاہا ہر داغِ پنهان کا
شبِ غم بے اثر ہے جوشِ گریہ چشمِ گریان کا
غضب کی بگمائی تھی کہ حورین تو نہیں آئین
برنگِ نالہ اسبابِ معیشت کچھ نہیں کستا
کوئی حسرت تو ہے قابلِ نکلیانے دمِ آخر
ارحماؤ بدگمان صیا د کیوں سی دین مری میں
حسرت و نہ وہ فاکرنے سے تم انکار کرتے ہو
کھانا حق دباتا ہے ہمارا جوشِ وحشت میں
ہوا ہونِ تنگ میں امید کی شکلِ پسندی
سکتے ہو مرادِ مٹھکر آغوشِ دشمن میں
تمنا ہے کے لئے میری اجل بھی آگئی آخر
ترپ اُٹھا دلِ بیابِ مثلِ برقِ سینے میں
تمنا کو پیامِ شوقِ پہنچانے کی جلد ہی ہے
فلک کے رہنروالوں کو بھی آزادی نہیں ملتی

کسی کے چہرہِ زیبا کو کس حسرت سے نکلتی ہے
شرارِ رونا ہے بھگو آرسی کی چشمِ حیران کا

یہ بجلی جلائے گی خرمنِ کسیکا
جو سن لیں کہی آپ شیونِ کسیکا
جوانی کو لا یا لڑکپنِ کسیکا
سنا ہی نہیں تھے شیونِ کسیکا

تائے گی دل تیری چتونِ کسیکا
یہ جوشِ مصیبت نیا رنگ لائے
مجھے اپنی جانب سے برباد کرنے
جبرِ قہام لیتے نہ یوں شہاد پھرتے

رسانی تنی تقدیر میں خاک ہو کر
شہیدِ ادب ہی اُسٹھے کیا عجب ہے
مرے ہاتھ آیا ہے دامنِ سیکا
جو پڑ جائے مدفن پہ دامنِ سیکا

شہرِ یاد آتا ہے ن رو کے ہمسک
چھڑانا جنک کر وہ دامنِ سیکا

تم ہی تو دیکھ جاؤ یہ موسمِ بہار کا
پہنچا نہ پہلے شکلِ خائیکے پاؤں تک
گلشنِ کھلا ہوا ہے دلِ داغدار کا
نکلا نہ دے دلِ اُسبِ دوار کا
آتا ہے وہ نشانِ مٹانے کیواسطے
لے شورِ حشرِ بکوجکا تا ہی کس لئے
جاکا ہوا ہوں آپ شبِ امتلا کا

کیا غم ہے اسیرِ قفسِ مہن جو اسے تھم
اتھنوں میں ہے بسا ہوا عالمِ بار کا

چل دبا سر پہ بلا ڈالکے بچپن اُن کا
بارغِ جنت میں وہ حوروں کا تبسم کچھ کچھ
ورک دشمن کی خبر اُنکو نہ سُسُنو اُن خدا
کیا مرزا ہو وہ کرین وصل کا دھن مجھے
کسین ملتے ہیں ترے کوچے سے شہِ اُجال
تیرہ بختی سے کہو اور کوئی گھر ڈھونڈ ہے
وہ پشیمان اُدھر حلق میں رسوائی سے
رہزنی مہنے اگر کی ہے تو اتنی کی جو
تاکتا ہے دلِ شہیدِ یہ ستم تو دیکھو
سرِ بڑا بار تھا آج اس سے سبکدوش ہوئی
ہفتِ تسلیم میں کل بجتے تھے جنکے ڈنکے
لفٹ آتا ہے جینِ قیدِ جینِ جن اُنکا
ون سرِ حشرِ مرے ہاتھ میں دامنِ اُنکا
چھرا اُترا ہوا دیکھیں مرے دشمن اُنکا
اور میں چوم لوں منہ چوڑکے دامنِ اُنکا
ہے یہی طور یہی دایِ امین اُنکا
ہے مرے گھر کا اُجا اُجا اُنکو رخِ روشن اُنکا
میں پشیمان اُدھر کہیں کے دامنِ اُنکا
خوب لوٹا ہے شبِ وصل میں جو بن اُنکا
پردہ ناز میں چپ چپ کر لڑکپن اُنکا
کیونکر احسان نہ مانے مری گردن اُنکا
آج ڈھونڈ ہے سے ہی ملتا نہیں دامنِ اُنکا

بہلین موسم گل پر اگر اترائیں گی | بھلیاں جھکے جلا دینگی نشیں اٹھا

نظر شرم سے چھی ہے پشیمان ہون میں
اسے شرم کچھ نہ ملاوٹ کے جو بن اٹھا

چار دن کے لئے کہتا ہے یہ انسان کیا
دیکھے آنکھوں نے مری خواب پشیمان کیا
اس طرف شوق سے تڑپی ہو رگ جان کیا
جمع ہو جاتے ہیں تقدیر سے سامان کیا
ایک کافر نے بچاڑے ہیں سدا کیا
رات بھر روتی رہی شمع شبستان کیا
کیا بتاؤں کہ مرے دلمیں ہیں بان کیا
کنے والوں نے کہا تجھ کو مری جان کیا
تھٹ گئے قافہ حسرت و ارمان کیا
کیا کمون اپنے کئے یہ ہوں شیان کیا
پوچھتے ہیں وہ ترے دلمیں ہیں مان کیا

بزم عالم میں مسرت کے ہیں سامان کیا
شکوہ بنے بگڑتے رہے سامان کیا
اس طرف خیر بزان کی جو دیکھی ہے جھک
وقت پر میرے بنے کام بگڑنے کیلئے
بہت کے مذکور سے واعظ بھی نہیں غالی
شب غم جو شمس مصیبت مراد کیا نہ کیا
خسرتیں آپسے ملنے کی ہیں کیسی کیسی
بزم دشمن میں اشارہ لئے بتایا سب نے
آنکے ہاتھوں سے پڑا لوٹ میں سامان اپنا
دے کے دل محب کو ندامت ہوئی کیسی
کوئی اتنا تو بتا دے کہ کمون کیا اُنے

بیخودی میں نہ رہا یاد ہمیں کچھ بھی شرم
عہد کیا کیا کئے اس شوخ نے پیمان کیا

ہم چپا تے بھی تو صورت سے نمایاں ہوتا
دل میں اس سے تو کوئی اور ہی ارمان ہوتا
اس طرح وہ نہ کہی سب بگڑیاں ہوتا
وہ نہ مجھ کو ملک الموت کا ارمان ہوتا
یوں ہی تو غیر کی چاہت سے یہ ہوا ہوتا

عشق کا راز کی طرح نہ پنہاں ہوتا
وصل جانان کی تمنا میں کئی عمر فضل
سچے شکوہوں نے مری بات بنا دی ورنہ
کر گئی کام تری تیغ بڑا کام ہوا
جس طرح میں تجھے دل دیکھ ہوا ہونا

ہنے پہلے ہی کہا تھا دل نادان تجھے

وہ نہ آئے تو تھا ہی شبِ ذرقت آنی
اسے شہر کوئی تو تکین کا سامان ہوتا

دل نادان بڑے نالوں کا اثر کیا ہوگا
دل و لکڑی کا جیسے نہ چلی تیغِ ادا
موت کے بعد ہی نکستہ ہوں تمہارا رتہ
سرستس کی سیرِ تصور سے جو کی دلنے کہا
جب کہا رستے ہو دل میں وہی بولے
بس زمانے پر اُسیبِ بینِ تیرے وطن کی

ایسے شیون سے جہاں ریزہ ریزہ کی ہوگا
جسے کہا یا نہ نونا دک وہ جس کی ہوگا
بنا اب دینِ بیدار کا در کیا ہوگا
ایسا جن جو یہاں ہے تو اُدھر کیا ہوگا
دل میں انسان کے انسان کا گم کیا ہوگا
وہ زمانہ تیری فرست میں بسر کیا ہوگا

کہتے ہیں اسنے تو بے طرح کیلجہ پھونکا
ہم تو سب سے تھے کہ ایسا ہی شہر کی ہوگا

اپنے ہاتھوں سے اجاڑا ہو ہر گھر اپنا
منہ تو اُٹھیں نہ میں دیکھو سہرے شہر اپنا
تو جو کعبہ ہو تو ہر گز نہ جھکے سر اپنا
تم ذرا پھر ہی کھدو کہ جھکا سر اپنا
کون اتنی سی پئے لیجے ساعسہ اپنا
دے تو دینِ آپ زرا ویر کو خنجر اپنا
صبح کو بانن کے چلتے ہوئے بستر اپنا
خود متیل پہ لئے پھرتے ہیں ہم سر اپنا

تو عجب ہر کے پھینکا دل مضطر اپنا
بہر حال سبھی عذر جہاں سوچ لئے
دور سے سے تیکنِ عشقِ سلام
پھر یہی دیکھوں کہ اٹھا ہے خنجر
میں کون گنہگار بنے فائن کیا
کٹ کے سریش کئے دتیر ہیں
میں یہ دیکھا ہر کہ شب بھر تو رہا
میں بہن قتل کی دہکی ہنسی

اسے شہرِ دوحشتِ دل کی ہر دن حالتِ آخر
ہنے جنگل کے لئے چھوڑ دیا گھر اپنا

جائے کہ وقتِ صبح کوئی پھر چلا گیا
 دشن کہ لے کچھ بڑا غمین وہ ہو نا گیا
 یہ رجا وہ بگڑ کے مرے گھر سے کیا گیا
 طالعِ تر سے فراقِ بین رونے کے واسطے
 بیاہ کر کے پیارہ گری کچھ پوچھے
 زونون کا ایسا حشر ہوا ہے فراقِ بین
 قاصد - نہ سیکھے حالِ مرارو کے یوں کہا
 مقصود تھنا ہی کہ نہ برآئے مدعا

بدنام کر کے خانہ نشین وہ بنا مشر
 خود چپ گیا مگر مرے پر دیا ٹھا گیا

آنے کے واسطے کوئی تیار ہو گیا
 چہرے کو آنکھ عشق کا آزار ہو گیا
 امید نے غضب میں مری جان ڈال دی
 بس اے کلیم دیکھ لیا ہم نے آپ کو
 امید بھنک ساری جانان کو کیا کہوں
 چشمِ عتابِ یار کا نیزنگ دیکھنا
 ہنگام دیدِ صورتہ تصویر بن گئے
 پلٹے ہوئے نصیب کی بے سود دیکھنا
 مانا کہ عہدِ یار نہو گا دفن کہی

اجتا ہوا میں عشق کا بیسار ہو گیا
 آزاد ہو کے پھر میں گرفتار ہو گیا
 مرنا فراقِ یار میں دشوار ہو گیا
 دم بھر میں کیا سے کیا دم دیدار ہو گیا
 کبوتِ غم نگاہِ کمرے ہار ہو گیا
 تارِ نگاہِ خنجر جو بخوار ہو گیا
 اک سہل کام بھی ہمیں دشوار ہو گیا
 دلدار ہو کے یار دل آزار ہو گیا
 کیا کہ ہے یہ کعبے بھی آستار ہو گیا

لوٹا مشر کا ہوش کسی چشمِ مرثیہ
 مدہوش بے پئے ہوئے بخوار ہو گیا

ہم جو یمن گے کہی احسان لطف یار کا
ایسی سہل دی کیا رشی ہے قتل کو نہیں
میں نے عشرت میں جانے دم نکلتا ہے مرا
میں جیسم یار سے حالت ہوئی دلی تباہ
میں جان ایسا کہا نکاح میں عیبت اتنا ہو
حضرت موسیٰ کا جسے ہوش لونا طور پر
کھا کروں کس طرح ، م توڑوں مجھ کو نہ صفت

تشنہ لب پکار یمن پانی دیا تلوار کا
سخت جان ہوں کاٹ پھلے جانے تلوار کا
کچھ خدا کا خوف ہے کچھ اس جت حیار کا
ہائے اک جیسار کہ غم نہ گیا ہیار کا
ما تو تم بڑھ کر انکا تو تو سہی تلوار کا
میں ہوں اک اداسے کرشمہ نما اداس کا
توڑنا مسئلہ ہوا سے آنسوؤں کے آس کا

اے شرر چکا دے ہیں آئے داغ جگر
سیر کے قابل ہے اب عالم مرے تلوار کا

یہ کیا پسور و فایور بد لکر گیا
یہ کہا کیسے کہ ہم محتر ہیں ہو گئے داؤد
اٹھ اب شوق اسنا چیرنا لازم نہ تھا
آٹھ ہم پر ڈالتے ہی شرم نے روکا نہیں
اے حیران وصل کی شب شام سوہ سوہ
اے سورہان میں کس غنیمت کی آگ تھی
نہ بھاری نے اجازت ہی ٹپکنے کی نہ تھی

میں سہیل کر گیا خجہ اگل کر گیا
دشمنو نکاح آپ کے کیوں جی دہل کر گیا
خبر گزری آج میں تیور بد لکر گیا
کام آجاتے مگر خجہ رخی کر گیا
دل ہمارا آتش حسرت سے جھک گیا
خون دل آنکھوں میں آیا تھا کہ جھک گیا
اشک کا طوفان آنکھوں میں ابل کر گیا

اے شرر مجبور ہے وہ نازکی سے کیا کرے
رات بھی آنے کو تھا چلو بد لکر گیا

نہ خراب نازکی کا
نہ ہر پھول ہر کلی کا
میں کے جئے تو حشر کے دن

نکلا کہی حوصلہ نہ جی کا
اک جلیق حسن ہے کسی کا
رونا روین گے زندگی کا

بیدرد نے دشمنی بھی چوڑی ہے
 کچھ کر کے دکھائے تب میں جانوں
 کچھ اور نہیں ہے مجمع حشر ہے
 پتھر ہیں دہرے ہوئے کد پر
 وہ سال ہمارا سنکے ہوئے
 خنجر جو مرے گلے پہ پیسا
 دیکھی ہے کبھی جو اپنی صورت
 ہواک نظر ادھر بھی دیکھو
 لو اب تو ملو جوان ہو تم
 خود دل کو لگا کے مر رہے ہیں
 اس شوخ کا خندہ تہا قیامت
 آئیے کو توڑ کر وہ ہو لے
 بجلی نے ہزار جان ماری
 میں کیا کمون کیا ہے میرا فن
 اب بات کسان وہ کہنی کی
 جینے کا مزہ ہے تم پہ مرنا
 اتنی تو کمٹی ہے عیش میں عمر
 کیوں نزع میں چپڑتے ہو محبو
 اچھا ہے چرائیں آپ دل کو
 مرقد میں کسان وہ جوش حسرت
 آنکھوں آنکھوں میں دل چرایا
 مشکل ہے نباہ دوستی کا
 وہ بت جو خدا بنا کسی کا
 ہنگامہ ہے اپنی دل لگی کا
 یہ پھل ہے بتوں کی دوستی کا
 کیوں ہم کو خیال ہو کسی کا
 جو ہر چکا سنگری کا
 سنہ چوم لیا ہے آری کا
 مدفن سیرا ہے کسی کا
 یہ وقت نہیں بے بسی کا
 بد نام ہے نام ماشقی کا
 رونا ہمیں پرگیا ہنسی کا
 ہمسے دعوئے برابری کا
 نقشہ نہ کنچا تری ہنسی کا
 اک ڈھیر سمجھ لو بے بسی کا
 جو بن پہ شباب ہو کسی کا
 مرنے پہ ہے لطف زندگی کا
 ناکس ہو خدا رہی ہی کا
 یہ وقت نہیں ہو دل لگی کا
 دشمن ہے یہی ہمارے جی کا
 ساتھی نہیں کوئی بھیکسی کا
 عیار یہ ذکر ہے ابھی کا

جلنا ہی برا غضب ہے اور پھر
جلنا بھی شر سے آدمی کا

کیا حال سر جمع اغیار کمون گا
آن آنکھوں میں سرسہ کو نہ بیگا کونگا
میں آپ کمون یہ مری ہمت نہیں ٹپتی
جس آنکھ میں عجز از سیما نظر آیا
انظار محبت سے غرور ہنکاڑ ہے گا
دعوے ہے مجھے ضبط کا اسواطی چڑھن
کیا وہ بت بے درد مراد روٹنے کا
سب فتنہ عشر جسے کہتے ہیں اُس میں
جب خوف نہیں جان کا پھر ڈر بھی کیا ہے
کیا خطا میں کمون درد جدائی کی حقیقت
تو نے ہی دیا ساتھ مرا کچھ لمحہ تک

خلوت میں چلو پوچھ لو سو بار کونگا
جلاد کو کہنے ہوئے تھو را کونگا
پوچھیں گے تو درد دل ہمار کونگا
اُس آنکھ کو کس منہ سے میں تار کونگا
حال دل پر دراز نہ رہنا ر کونگا
کس منہ سے میں حال دل ہمار کونگا
کیچے اُس سے کونگا بھی تو بیگا ر کونگا
سفاک تری شوخی رفت ار کونگا
جو جی میں مرے آیکا سو بار کونگا
جب آؤ گے تب حال دل زار کونگا
اے حسرت، دل میں تجھے غمخوار کونگا

یاد آئی مجھے صحبتِ احباب شرار پھر
اب اور بھی حسرت بھری اشعار کونگا

کوئی ہمدرد دنیا میں اتنی تو اگر دینا
مرے مرنے کی اے قاصد اگر انکو خبر دینا
میتا ہے دردِ لدا تک اُن کو چلا جاؤں
سنا قاصد جو تو پلٹے تو چپکرات کو آنا
تہ لینا تھا۔ اگر اب لے لیا تو پاس رہو
تم نے در پہ لکنا نہ عبرت ہو زمانے کو

ہمارے دردِ دل کو بانٹے ایسا بشر دینا
تو یہ کرنا کہ رونے پینے سے منع کر دینا
اتنی اضطرابِ شوق کو تو ایسے پر دینا
چپا کر غیر سے دینا ہمیں نامہ اگر دینا
یہ تم سے کس سے سیکھا دل اور ہر اُدھر دینا
اگر مانگے کوئی تم سے نہ ہرگز میرا سنا دینا

<p>سیکی سپین کیا کوشش کیسا زور کیا سپین یہ مانا قید غم سے دل رہا ہو جا شوکل ہو نصیب دشمنان تنکو علاقہ غیر سے کیا ہو نہ جانا ساتھ میت کے نقطہ گھر پر چلے آنا</p>	<p>خدا کا کام ہے بگڑے مقدر ٹھیک کر دینا تہمین آسان ہے دشوار کو آسان کر دینا تم اپنے ہجر کے صدے مجھے دینا اگر دینا دکھانے کے لئے دنیا کی رسم اتنی تو کر دینا</p>
---	---

جسے کہتے تھے تم سفاک قاتل ہو فافا ظالم
کہا تھا تم سے کہنے دل سے اپنا شہر دنیا

<p>پھر بنے غم سے پھر عہد تمہارا ٹوٹا پہر خ پر جا کے جو آہ شہر افغان ملی جب سے انکار کیا تو نے یہاں آنے سے تو نہ آبا شب و عن تو ہوا یہ ظالم گلشن و بہرین دل ٹوٹ گیا بھو لو نکا خیر وہ کچھ نہ سہی غیہ کا ماتم ہی ہی ہم بھی یوں خوش ہیں کہ پڑے تھو را ٹوٹا دل مرا یوں مرے پہلو میں پکارا ٹوٹا دل مشتاق مرا عہد تھرا ٹوٹا خالی اک حسام دیا وہ بھی کنار ٹوٹا</p>	<p>کچھ خبر بھی ہے دل زار دوبارہ ٹوٹا دیکھنے والے یہ سمجھے کوئی تمارا ٹوٹا بیم و ست مرے جینے کا سہارا ٹوٹا عہد تیرا دل ناشاد ہمارا ٹوٹا یا تھا پانی میں جو گل پار تھرا ٹوٹا ہم بھی یوں خوش ہیں کہ پڑے تھو را ٹوٹا دل مرا یوں مرے پہلو میں پکارا ٹوٹا دل مشتاق مرا عہد تھرا ٹوٹا خالی اک حسام دیا وہ بھی کنار ٹوٹا</p>
---	--

انکی نہیں رہتی موت آئی عیادت کہ شہر
کیا برسے وقت نصیبوں سے سہارا ٹوٹا

<p>میر تقی قسمت نے مجھے ایسا دل مضطرب دیا راؤ لغت میں مدم رکھتے ہی اپنی جان دی پاؤں کے چالوں کی حالت دیکھ کر بھڑکا قتل پر خوش ہوں تمہارے ماتم سو لیکن مجھے</p>	<p>چین کو یا میراجیسا جسے دو بھر کر دیا جتنے جھگڑے ہو نیوالے تھے انہیں طے کر دیا دشہ غربت نے ہر اک کانٹے کو اک نشتر دیا اسکار و نا ہے حد و نئے کس لئے خنجر دیا</p>
--	--

<p>تھک گئے جب دست نازک غیر کو بھج دیا ہاں بجائے بنے خود اپنا دل مضطرب دیا قول جب اُس نے دیا مجھ کو تو یہ کس کر دیا یہ جتانے کے لئے قاصد کو اُس نے پر دیا اُنکو بھی آخر مری تقدیر نے چکر دیا</p>	<p>اپنے بسل پر نیا ڈھایا ستم اُس تو بخ نے سچ ہے اب تم نے پھرایا کب لیا جلاں دل ہم اسے پورا کر گئے اب کرین یا خشرین ترسے پرزے بھی کبوتر کی طرح اڑ کر کوئین وہ بھی آخر مدعی کی بستجو میں پڑ گئے</p>
<p>چھانٹ کر روز ازل مجھ کو شہرِ آفتاب پر نے پھوڑنے کو سرورِ دلدار کا پتھر دیا</p>	
<p>آنکھیں نہ پہیر لیںنا جسے بدل نہ جانا پتھر کے انکے دل بہن اے دل بھیل نہ جانا آنکھوں کو میری دیکھو تلوون سول نہ جانا آجائے جب جوانی سے بدل نہ جانا سید ان حشر میں تم تیور بدل نہ جانا آنکھوں سے راہ چلنا تم سر کے بل نہ جانا لیکن کسی نے اب تک سہرازل نہ جانا ذوق سخن نہ سمجھا اعلیٰ عنزل نہ جانا</p>	<p>باتیں بسنا چنا کر دیکھو نکل نہ جانا یہ جتنے بت میں انکی ہن صورتیں تو ابھی مدت ہوئی تم ان میں آکر بسے ہو جو ہو یہ کہنی کے وعدے اُس دن بھی یاد کہنا ایسا نو وہاں بھی شہرِ سندگی ہو مجھ کو ارمان دید جانا یہ جسے کھ رہا ہے کھولے خدائی بھر کے عطلوں نے راز پہنا یہ شاعری ہماری کس کام کی جو بنے</p>
<p>اس رحم کے مین صدقے کہتی ہیں اے شہرِ سرور آؤ شہرِ رفشان سے کجخت جل نہ جانا</p>	
<p>یو فاس نے محبت کا چلن دیکھ لیا جسے تیرے رخ روشن کا چہن دیکھ لیا جال میں تیری قیامت کا چلن دیکھ لیا ہم نہ کہتے تھے عنزالان ختن دیکھ لیا</p>	<p>دیکھے دل تجھ کو ہر اک بچ و محن دیکھ لیا اُسکے سارے گل امید کھلے دم بہن اُنکھ کے آنا ہی پڑا عرصہ محشر میں ہمیں اڑ گئے ہوش جو اُس شوخی آنکھیں دیکھیں</p>

داغ جتنے ہیں مرے دل میں کہاں ہیں
پھر گہین آنکھوں کے نیچے تری بچھین ظالم
تجسے ملکر بھی زمانے کی نگاہیں دیکھیں
کبھی غربت میں کیا یا نہ بھولے سے مجھے
نہ سہی غیر کا فتنہ نہ سہی آپ کا جور

خوب اس چرخ کے تاروں کا چن لیکھ لیا
دشتِ غربت میں اگر کوئی ہرن لیکھ لیا
تجھے ہنکر بھی زمانے کا چلن دیکھ لیا
خوش رہو تگو بھی اسے اہل وطن دیکھ لیا
سے قسمت ہی سے یہ بیچ و محن دیکھ لیا

یاد آیا ہمیں مظلوم شہر کا لاشہ
کسی میت کو جو بے گور و کفن دیکھ لیا

جلانا مارنا جب فست یاری اور ہو جاتا
اگر اندازِ شونی کی نگاہِ شوخ پڑ جاتی
جو اپنے ماتھے سے ساقی پلاتا ہو مغل میں
ازا کے باغ سے دو پہول ہی لاتی جو تربت پر
رکاوٹ پر یہ عالم ہے تمہیں پر دم نکلتا ہے
اگر وہ لاش پر آتے تو انکا کیا بکڑ جاتا
اگر پا مال ہی کرنے کی خاطر تم چلے آتے
خدا رکھے انہیں نورِ انکبجہ تمام کرتے
نہ آنے دے مجھے گہر میں تو دربانِ قل کوڑا
آڑا سے بوشِ جلو سے نے جو سرگرم اور ہو

تو وہ ظالمِ حندانی بھر پہ بھاری اور ہو جاتا
سمندِ نازِ ہنگامِ سواری اور ہو جاتا
تو قسمت سے مذاقِ بانِ خوری اور ہو جاتا
ترا احسان لے باوہساری اور ہو جاتا
اگر ملتے تو شوقِ جانِ نشاری اور ہو جاتا
میرا لاشہ ذرا دنیسا پہ بھاری اور ہو جاتا
تو پھر عالم ہی تربت کا ہماری اور ہو جاتا
جو اندازِ فغانِ وآہ و زاری اور ہو جاتا
منا ہے کہ اتنا حکم جاری اور ہو جاتا
تو اس عالم میں عالمِ ہسپ طاری اور ہو جاتا

سبھک سوچ کر دل بھی اگر دیتا حسینونکو
شرر پر پھر خیالِ نچستہ کاری اور ہو جاتا

میں کس گنتی میں ہوں شاہ و گدا کا سامنا کیا
مریضِ غم ہوں تا شیر و ادا کا سامنا کیا

بہلا محشر میں بندے اور خدا کا سامنا کیا
ستیجا بھی اگر آئینِ شفا کا سامنا کیا

وہاں تو خیر سے بھر جاپا دے میں ہوئی محبت کا تقاضا ہے کہ اُس کے روبرو ہا جدائی میں تری مرجائینگے ہم شام سے پہلے ہوا سینہ سپر کیا من چلا ہی واہ ری ہمت حوض دنیا میں ملتا ہے بند و نگو گناہوں	دل نادان بھلا اس یوفا کا سامنا کیا یہاں بے موت مرنے میں قصا کا سامنا کیا شبِ فرقت فراق کسا بلا کا سامنا کیا میرے دل نے کیا تیر جفا کا سامنا کیا سزا کیو اسلے روز جزا کا سامنا کیا
--	---

شرر کو ساتھ لیجا کر کسی دن کو یو فاق میں
اکھا دینگے کہ ہوتا ہے قصا کا سامنا کیا

کو ترے جانے سے میرا دل بہت گہرا لگا تم اگر روٹھے تسلی کے لئے کون آئیگا شوق دیکھو کہ رہا ہوں خنجر سفاک سے خون دل کے چار قطرے آنکھ سے بہ جائیگے گر نہیں جاتا نہ جائے نامہ بر پر وائیں اب تو میرا دل مرے پھلو میں اک آئینہ ہی میں تو صدمہ رشک دشمن کا اٹھا لو لگا کسنی اُس نبت کی یوں کہتی ہوئی خست صبر بھی ممکن نہیں میرے دل بیتا ہے ایک بوسہ دیجئے پھر دیکھئے بخشش کا پھل جان لے حاضر ہی لیکن یہ تبادی تو مجھے	فستہ فستہ کچھ دن میں صبر بھی جائیگا دل کو میں سمجھاؤنگا اور دل مجھے سمجھائیگا تو گلے ملنے کو باہر کب نکلے آئیگا اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا جو دل بھرائیگا شوق کا مضمون خود خط کو اڑایجا لیگا جب وہ آئے سامنے تصویر بھی بجائیگا تو محبت کر کے دشمن سے بہت پیچائیگا یہ ترا اٹھتا ہوا جو بن قیامت ڈھائیگا آرزو بھی کہ نہیں سکتا کہ تو شرمائیگا ایک دیکھا جو خدا کے نام پر دس پائیگا جان لیکر میری غلام کیا تری ہاتھ لائیگا
---	--

نامہ بر پر وہ نہ بر سے غیر ممکن ہے شرر
آگ ہو جائے گا تیرا نام گر سن پائیگا

حرم کے کام آتا یا صمنخانے کے کام آتا	جو ہوتا کام کا میں - کام میں لانیکی کام آتا
--------------------------------------	---

اگر ہوتا نصیب اچھا : تھاٹھنے کا غم ساقی
 دیا کا سلسلہ سہ و دکرنا تھا جو کا ہے
 خدا کے گم میں کسے رکھ دیا ہر سنگ سود
 زار سار وہی بیٹا تھا قسام از لہ اسکو
 ایک ملی تیغ خود تب بھر جہلی اور بچہ گئی آخر
 بچہ ناسق پھر یا احسن گویا حاصل ہوا اسکو
 اگر چشم حقیقت سے بن پر غور کر لیتا
 نکلتا دل سے بب تاثیر کرتی منتیں لاکھوں
 جو رستے میں پڑا رہتا تھا کیا بلڑ جاتا

میں جدم خاک ہوتا تیرے پیمانے کے کام آتا
 خدا کے سامنے یہ ہاتھ پھیلانے کے کام آتا
 در دلدار پر ہوتا تو دیوانے کے کام آتا
 کبھی بخش جو ہو جاتی تو بچانے کے کام آتا
 یہ بلنا چیز ہی کیا تھا جو پرانے کے کام آتا
 میری قسمت کا چکر کا شیع پانے کے کام آتا
 حرم کو چھوڑ کر زاہد ہی بنانے کے کام آتا
 اگر ناہ کسی کے کان تک مانے کے کام آتا
 جہاں یہ سر شوریں ٹھکرانے کے کام آتا

شر کا یہ دل صد چاک اپنی پائیں کھٹا تھا
 کہ جب ہونی پریشان رُلف سبھا نر کو کام آتا

سر نہ تھا بوجھ تقاتن سے مجھے اُترا
 دل میں آئے جو قصور سے کچھ یہ کھل کر
 کیا کسی سے خبر مرگ عدد شن لی ہے
 ناخن تیغ سے اتنا کوئی جا کر کھدے
 آسنے نظروں میں جو تو لا دل شدید
 دھوپ نے ہی تجھے چوری سے ہمیشہ دیکھا
 عمر بھر دیکھے ہی سیر تماشے سننے
 بان کش وہ ہون تری آنکھ مری ساتی
 سر مرا کاٹ کے کس ناز سے قاتل کو کہا

غم کی کید است ہے ناسق ترا چہرا اُترا
 ایسے آئینہ میں ناسق مرا نقشا اُترا
 خیر ہے آج ہے کیوں آپکا چہرا اُترا
 آج پھر اس دل مجروح کا چہا ہا اُترا
 جان نثاری کے ہر انداز میں پورا اُترا
 چپکے چپکے تری دیوار سے سایا اُترا
 جام محفل میں چلا طاق سے شینا اُترا
 مست وہ ہوں نہ کبھی نشہ صہبا اُترا
 جب مری تیغ نے یہ بوجھ اتارا اُترا

وہ جلانے سر بالین نہیں آئے ہیں شر

آسمان سے جسے لاشے یہ سٹیا اُترا

کیا کہن کب آپ سن سکتے ہیں فسانا
ہائے وہ اٹکا بگڑنا اور سمجھنا مرا
آپ کا گھر میں نہ ہونا اور اوہر جانا مرا
میرے پہلو کی طرح خالی ہے یہاں مرا
اک نہ اک رنگ لائیگا یہ بھجنا مرا
بیچنا و تم کو اور محض سے اٹھانا مرا
رکھ دیا ہے نام نہادوں نے دیوانہ مرا
نے حقیقت چاہتے ہو تم نہیں آنا مرا
آکے تربت میں بلایا تو نے کیوں نا مرا
اب کہنے پر اپنے سے بیکار چٹپٹا مرا
میں ہوں رنڈ لاؤ بالی گھر ہی بھانا مرا
قصر شاہی سے کہیں بڑھ کر ہو کاٹنا مرا
اب قضا باقی رہا ہے ایک مر جانا مرا

دورِ فرقت اور پھرن کے گہرا نام مرا
دھل میں وہ حسرتِ دل کھکے چٹا نام مرا
پہرہ رسمِ حد و آئینے کا باعث ہو گیا
پل رہے ہو تم نعل میں غیر کے پیٹے ہوے
تم سناتے ہو مجھے مٹ جاؤ گناہیں مٹو
جب الگ بیٹھا ہوا تھا میں تجھے لازم تھا
بات اتنی ہے تمہاری دہن میں غافل ہے
کھرا ہے جمعِ غنیمت اور میری طلب
تو جو شرمین سے سویا تھا میں مدت کے بعد
خود آتے دل دیدیا ہونا تھا جو کچھ ہو گیا
جا بھی داغ دکب مجھے درکار ہو جنت تری
ناز کرتا ہوں کہ تیرا ہوں گدا یہ بے نوا
اور تو سب آرزو میں دل کی پوری گھنٹین

اے شرمین کیا کروں کیونکر چہاؤں ابرہم
خود مری صورت کے دیتی ہے افسانہ مرا

خیال میں ہی ہے مشکل تری کرنا
ہم ایک بات کہیں گے ذرا اور کرنا
غضب تھا جذبہ دل میں سے اثرات
تلاشیں غیر میں اٹکا ہے خبر آنا
کبھی حجاب میں رہنا کبھی نظر آنا

محال ہے نگہ شوق کو نطفہ آنا
تمہارے بوسہ رخسار سے نہیں بطلب
ادھر وہ آتی تو فرطِ خوشی سے جان گئی
ہماری موت کو ہمراہ اپنے لے آیا
ایا کی چال کرشمہ ہے تیری شوخی کا

زرا خدنگ لطف ز کج بجال کر آنا
ہر ایک چیز میں جسوہ ترا نظر آنا
ز اسی بات میں دل کا ہماری بھڑانا

خیال نہ ہی ہے میرے گوشہ دل میں
تو بارغ سے قیقت وجود مطلق کی
یہی تو باعث افشائے رازِ لعل ہے

ہماری آنکھوں میں پھر پھر کے قہر ڈھاتا ہے
کیسکارا توں کو چپ چپ کے لے شر آنا

باب

بارِ جفا آنکھوں وہ طاقت کہاں ہے اب
وہ سن کیا ہے وہ بونہی کسٹان ہے اب
اسے شورِ حشر اٹھ کہ زرا متحسان ہے اب
شوخی وہ کیا ہوئی وہ شرارت کہاں ہے اب
عاشق کی جان پرستم آسمان ہے اب
اٹھنے نہ عہد اب کہ خدا درمیان ہے اب
جانِ عربین سنبھل کہ ترا استخوان ہے اب
تاریک اپنی آنکھ میں سارا جہان ہے اب
عالم پر آشکارا وہ رازِ نہان ہے اب
دیر و سہم کی راہ میں پناہ کہاں ہے اب

مجھ نہ تو ان چکیوں ستم آسمان ہے اب
شرِ مناج کس لئے نلکہ دلِ ستان ہے اب
فستون کو آرنما چکے وہ اپنی چال سے
ملا زو لبر ہی ہیں نہیں اب تو آپ میں
نہایت ظلم سے دیدی تو کیا ہوا
پھر نہ کیا اسطے ایسا نہو ستم
نہاں ہے بیخ کو کھینچے ہوئے کوئی
دورِ بے سنگی کسی زلفِ سیاہ کی
پرستید ہوئے گل کی طرح دل میں جو رہا
سو اسطے کہ کافر و دیندار سب ملین

پہلے سے اب نہیں وہ جوانی کے دلوں
تو بہ شرِ مری طبیعت کہاں ہے اب

پھر لے جاتا ہے ہم کو سویر صحرِ اضطراب
آگ پر سیاہ کو ہو گا نہ اتنا اضطراب

جہاں آئی ہوا پھر دل میں پیدا اضطراب
ہر شبِ فرقت میں میرے دکھو جیسا اضطراب

چین ہستقل آسائش شکیبائی خرد پھر ہوے وہ یاد بھلو پھر بند ہی۔ روز کی دن جب زراک بات اُسے پیارت کرتی تھی غم سنے سیراوت یہ فرمانے گئے ضبط ہی کرتا ہوں میں ہر سپہ بھلا تا ہی ہوں تیری وقت میں ہمارے رات دن تو ہیں پانی پانی ابر۔ ہو مجھ کو روتا دیکھ کر	کیا کہوں میں نے کیا ہو دے کیا کیا ضبط پھر شب فرقت پیام درد لایا ضبط بج کسکاسم کمان کا اور کیا ضبط درد کہتے میں کسے ہوتا ہی کیا ضبط کم نہیں ہوتا کسی صوبے دل کا ضبط درد، جشت۔ ریخ فرقت۔ داغ ہوا ضبط برق ہر چین کچھ دیکھے جو سب ضبط
--	---

مرغ بھل سے شر سے برق سے سیاہ ہے
اے شہزاد دل کا ہمارے ہے زالا ضبط

اب تو کمال شاد ہیں مشق ستم سے آپ کچھ حال ہو تو آپ سے کہنا ہی یا اتنا تو آپ حاضر سب آدم بنا ہی دن انس بت کے دیکھنے کی جو دہن تو تین ہی دوریکے محب کو قبالم سے چھ دیا سارے و بال مول لئے سب سے آپ ہی خجیہ ہے زہیر نہ عباوت پہ ناز ہے پہلے نو جانتا ہی نہ تھا کوئی نام تک	روئین کے میرے بعد بہت میرے غم سے آپ کیا پوچھتے ہیں حال دل زار ہم سے آپ دنیا میں کیا دہرا تھا جو آئے ام۔ آپ آباد کیجئے ہستکہ اُسے سہم سے آپ آئے میں پیش آج ہی اطف دکر م سے آپ ہستی میں ہم تو آئے ہیں ملک عدم سے آپ پختے گا عاصیوں کو وہ اپنے گھر سے آپ مشہور ہو گئے ہیں فقط میرے دم سے آپ
---	---

عشق تباہ میں کیسی گزرتی ہے لے شر
کچھ کہتے ہیں رام کہانی تو ہم سے آپ

آکھو ہم سیتے ہیں اپنی حسان آپ کیا سٹائیں دل سے تیری حسرتیں	کر رہے ہیں صفت میں ہستقل آپ کیوں کریں ہم اپنا گھر ویران آپ
---	---

آئنے میں کسی صورت دیکھ لی
کہتے ہیں خیر اب تو شکوے سن لئے
کوئی کیا کچھ مانگتا ہے آپ سے
آپ کے ہمارے غم کا ہے وہ حال
لی بلائے عشق اسنے اپنے سر
غیر سے کچھ بھی نہیں ہے واسطہ
موت کو دم دے کے فوراً مال و دن

اس قدر کیوں ہو گئے حیران آپ
لیکن آئندہ کو پچڑیں کان آپ
لے کے دل بنتے ہیں کیوں بخان آپ
دیکھ کر ہو گئے بہت حیران آپ
اس مصیبت میں پھنسا انسان آپ
سر پہ رکھے تو بھلاستہ آن آپ
میرے گھر آئیں اگر مہمان آپ

کچھ تو کئے حالتِ دل لے شہر
کھوئے بیٹھے ہیں عبث آوسان آپ

ت ت ط

تیرا جلع ہے کہ اے یار خدا کی قدرت
غیر سے اُنکا بڑے پیار خدا کی قدرت
پہلے ہاں نا تو وہ کرتے تھے مری باخوب
اچھی آنکھوں کو بھی بیمار کہا کرتے ہیں
ٹوٹا پھرتا ہے عشاق کے دل و دھام
جسکی تصویر کو میں دل سے لگا کر رکھوں
اک زرا اسنے بھر دے سے جو دیکھا سیرا

نظر آئی وہم دیدار خدا کی قدرت
مجھے ہر روز ہو سکو ار خدا کی قدرت
اب نہ انکار نہ است خدا کی قدرت
صحت و شہرت آزار خدا کی قدرت
دن و یاڑے سر باز خدا کی قدرت
ہو وہی در پہ آزار خدا کی قدرت
آدمی بن گئے دیوار خدا کی قدرت

منہ پیٹے ہوئے ہر وقت شہر رہتی ہیں
نہ کوئی یار نہ عشوار خدا کی قدرت

ابرو کا دل پہ وار جگر پر نظر کی چوٹ
رو کوں کہ ہر کی چوٹ بچاؤں کہ ہر کی چوٹ

فرما دلی چوٹ سے اچھی ہر سر کی چوٹ
حالت ہوئی ہے اب یہ تری ناتوان کی
لذت جفا کی اسکے کلبے سے پوچھئے
مین ہو گیا اسی سے شب وصل دروہند
دن رات دل کو ابرو و مژگان کا خیال

دہ کوئی دم کی چوٹ ہے یہ عمر بھر کی چوٹ
کافی ہے اسکو سوچ نسیم عمر کی چوٹ
کھائی ہے جسے یار کی ترچی نظر کی چوٹ
میرے جگر کی چوٹ ہوئی ہر گجر کی چوٹ
کس دل سے مین اٹھاؤن یہ آٹھون بھر کی چوٹ

خالی ہوئی نہ جان شہر ریخ و دروہند
اچھی ہوئی جو دل کی تو ابھری جگر کی چوٹ

ث

گفتگو وصل کی بے فائدہ تھرا عبث
اُس نے لکھا ہی تو لکھا یہ مری خط کا جو آ
سر پہنچنے کو ہے سنگ در جانان کافی
انگو یہ ہی نہیں معلوم کہ ہر کون ادھر
بلوہ یار عیان ہر درو دیوار سے ہے
ہے فقط قتل کو ابرو کا اشار کافی
آنکو فرصت ہی نہیں ہر مرے گدائی کی

اُسکے انکار پہ اسے دل ترا اصرار عبث
خواہش وصل عبث حسرت دیدار عبث
یہ چلا ہو کو جنون جانب گسار عبث
ہم کڑے روتے ہیں ہر دم میں لایا عبث
کو بکوڑ ہونے سے تین طالب دیدار عبث
تیز کرتے ہو مرے واسطے تلوار عبث
نقطہ رستے ہیں یہ دین بیدار عبث

نہ پیچھے گا دل اس سب کا کہی تم پشور
نالہ بیکار ہے اور آو شرر بار عبث

ج

پھر ہوش مین نہیں ہے دل بقرار

جانا ہے اسکے کوچے مین پھر بار بار

نہرا ہوا ہے رنگِ عروسِ بہارِ آج
 نکلا ہے دھوم دھام سے وہ شہسوارِ آج
 صیادِ جاں سے بلغ سے کس طرحِ عنبرِ آج
 گلِ نکمہ بغیر میرے نہوتا تھا کوئی کامِ آج

ساقی پلا دے جام سے خوشگوارِ آج
 گروں پہ کیوں نہ جانے ہمارا غبارِ آج
 زنجیرِ پا ہے مویں نسیمِ بہارِ آج
 اب میں ہی ہوں جگمگانیںِ اعتبارِ آج

سرس آہ کے اثر کا تمہیں انتہائی ہے
 کیوں ہے شرِ رنگِ پہ نظرِ بارِ آج

کیا جانے کیا لکھی کاغذ کی نظرِ آج
 آئے جو مرے گھر تو وہ گہرا کے یہ بولے
 یہ حال ہوا ہے ترے بیمار کا اب تو
 کیا جانے کیا یادِ شبِ جبرِ میں آیا
 کس طور سے گزرتے شبِ غم دیکھتے کیا

آپسین کٹے مرتے ہیں دلِ آج
 جاتے تھے کہاں اور نکل آئے کدھرِ آج
 حسرت سے وہ نکلتا ہے ادھر اور ادھرِ آج
 قابو میں نہ دل ہے نہ سنبھلتا جگرِ آج
 آثارِ ہرے شام سے آتے ہیں نظرِ آج

وہ عاشقِ دلِ شیشِ شررتا جو تھرا
 سنبھلتے ہیں کہ نیا سے ہوا اسکا سفرِ آج

برخوردِ بین یہ تری زلفِ گردِ گیرِ بین
 یہ تیرے غفلت کی ہے تاثیرِ حلیمِ نان
 انہی ہر بات میں الجھتا دیرِ لادیکھا
 پاتِ مائی سے مرض اور سوا ہوتا ہی
 نہ تیری ہی بن کے ترے قبس کا یونچا تھا نا
 آپکی بات ہر صاف آپکا کیا آگنا ہے
 بات سید ہی مری انکو گزرتی ہر گران
 تھے زلفوں میں اگر دل کو پیرا کر باندھا

ڈالے رہتے ہیں عشاق کی تقدیر میں بچ
 نکل آتے ہیں مری خواب کی بغیر میں بچ
 انکی تفسیر میں پہلو ہے تو غریب میں بچ
 یڑتے جاتے ہیں غصہ کے مری تدبیر میں بچ
 توڑنے کے لئے ڈالے تھے جو زنجیر میں بچ
 میری تحریر میں پہلو مری تقریر میں بچ
 اور قسمت سے پڑے جاتے ہیں تدبیر میں بچ
 اور پڑ جائیگے ابھی ہوئی تفسیر میں بچ

میری رسوائی سے منظور رہتی اپنی شہرت
نہ بنے دین کا رکھنا نہ مجھے دنیا کا

اُس نے اک یہ بھی نکالا میری تشہیر میں بچ
پڑ گئے عشق بنان سے میری تقدیر میں بچ

پہند سے اور دن کے بھی مقسوم میں پڑی ہین مگر
اسے شرارتی تو قسمت کے ہین جائیں ہین بچ

میری جانب سوچا کرتا بس کٹھن جھوٹ بچ
واقعی کتنا ہے تو فاصلہ کہ اس نے خطا کرنا
وہ بھی جھوٹا سمجھتے ہین تو میں چپا نہیں
خیر اور مہر سے مقابل جھوٹے اور سچ کا فرق
یکساں ہی سب شب کھوٹے کچھ مری کی جین کی
نام پر سبھوں میں انکو جان سے بڑا عزیز
کیا کرینے پیش محشر میں خدا کے سامنے
غیر کی جھوٹی حقیقت و واقعی حالت ہی
ہو گی قسمت سے گر میرا عدو کا سامنا
عاشقی میں دشمنوں کا اتھکان ہو جائیگا

دیکھئے کب غیر کا کھلا ہے اپنا جھوٹ بچ
یا سناتا ہے کوئی قصہ بنا کر جھوٹ بچ
آجکل جلتا ہے دو دنوں میں برابر جھوٹ بچ
کچھ دنوں میں آپ کھل جائیگا سب پر جھوٹ بچ
کھول دیتا ہے ہر اک انسان کا جہر بہت بچ
تو اگر پڑے بھی دید سے مجھ کو اگر جھوٹ بچ
بے گناہی کا بنا رکھا ہے محض جھوٹ بچ
سینکے بے خوب ہو جاتا ہے بلکہ جھوٹ بچ
آپ پر کھل جائیگا اسے بندہ پر د جھوٹ بچ
آپ اک دن کیسے دیکھیں اپنا خسر جھوٹ بچ

وصل کا وعدہ وفا ہو جائے جب نہ نون سر
یون تو وہ باتیں بنا جاتے ہین اکثر جھوٹ بچ

تو ہی کچھ اور چھلکے مجھ پر خسر خوشخوار کھینچ
آبلوں میں کچھ خاشک کا بھی مرہ باقی رہے
صورت تصویر حیران ہو کر رہ گیا
سرو پہر تیرے ٹکراؤں بند ہی ہو چکا وہ ہین
مجھ کو ہے یہ خوف جل بھن کر نہ جان جائیگا

کچ ادائی کی کچھ تصویر یون تو اکیس
اس طرح اے چان گر تو دے میری خاک
جب کہا مانی سے بیٹے تو شبیہ پاک
پھر مجھے اے جوش و شہت با نہ کھار
تو نہ اسے دل اسطرح سے آہ آتھار

جلوے جانان طلب گاری پہ دیتا ہے صدا
لے شہر تر نالے ابھی کچھ دن پس یواں کچھ

ع

مبسکود فن میں نہیں ہے حاجت انوار صبح
کچھ رخسار کو کھدو نہ اگر رخسار صبح
کچھ نہیں ہے سامنے اعلیٰ کے اذن کا قیام
جاتے جاتے جائیگی فرقت کی شب گہر نہیں کیا
سینہ چاکان ازل کا ہو نہیں سکتا علاج
غیر سے فرست کمان ہوا میں گئے وہ کس طرح
وصل کی شب میرے دل میں ہیں ہزاروں حسرتیں
وصل کی شب بزمی عاشق کو کرتا ہو حلا
شام سے آنکھیں لڑائے بیٹھے ہیں سو شوق
وصل میں ہی جبر کے دھڑکے سے نیند آتی نہیں
آنکھوں گہرائی کی جلدی بسکوت نہائی کا نسیم
شکرے شکرے کر دے دے دے وصال باڑتین
بے طرح چھائی ہوئی ہر دو دل کی تیرگی
یاد گیسو میں تصور بند رہ گیا رخسار کا
تیری زلفوں کی بلاتین لیتے ہیں گیسو شام
کس قدر پیری میں چکے ہیں ہمارے داغ دل
عارض جانان مری آنکھوں کے نیچے پھر گیا

میرے داغ دل کے جلوے دے رہی ہیں کائنات
مہر انور آنکھ ڈالے جانب انوار صبح
دم میں کھودیتا ہے مہر آسمان پندار صبح
یار کی رفتار سے کچھ کم نہیں رفتار صبح
کب سزاوار رہو سے زخم دامن ار صبح
یہ بھی اک فقرہ ہے کیسا وعدہ دیدار صبح
لے خدا پیدائش کا شکر تار صبح
خون کا ہوتا ہے پیاسا جلوہ دیدار صبح
وصل میں کیا اوج پر ہو طالع دیدار صبح
چٹکیان لیتے ہیں دل میں رات بھر افکار صبح
شام ہی سے دکھو تر پانے لگے آوار صبح
نالہ مرغِ حسرت نہایتی جو سردار صبح
ہجر کی شب کیا نظر آئیں ہمیں آثار صبح
آج ہکوار است بھرتے نظر انوار صبح
تیرے عارض پر تصدق ہوتے ہیں انوار صبح
دیکھنا کیسا پہلا پھولا ہے یہ گلزار صبح
جی جلانے کے لئے پیدا ہوئے آثار صبح

اے فلک اس رات کی پردہ درسی کے واسطے | محفل ہستی میں کیوں پیدا ہوئے آثارِ صبح

شام کے نالوں سے بڑھ کر ہی جلاتی ہو شمعِ تر
ہجر میں جب کیسے چاہوں آؤ آتشِ بارِ صبح

ہم مضطرب ہیں بہل بیتاب کی طرح | دل کو ٹٹا ہے مایہ بے آب کی طرح
فرقت میں تری اردوالم رنج و آرزو | سب میرے دل میں مع ہیں اجاب کی طرح
کشتی پندی ہوئی ہے رمی بحرِ عشق میں | چسکر ہزاروں کماتی ہے گرد اس کا طرح
رہتا ہوں اس قدر تری فرقت میں رات و دن | آنکھ سے اشک بستے ہیں سیلاب کی طرح
یار ب و کما دے جذبِ محبت کا کچھ اثر | بے چین وہ بھی ہوں دل بیتاب کی طرح
بیس کو ہے سرور کسی نکل کا انتہا | ہے مقرر جو دین بے خواب کی طرح
دنیا میں آکے جانے کو جی چاہتا نہیں | کیا خوشنما ہے عالم اسباب کی طرح

دن عالمِ شباب کی باتیں کہاں تشریر
ہیں یاد بھی تو یاد ہیں کچھ خواب کی طرح

خ

پھر دکھا دو ہمیں دو بارِ رنج | کیوں چپائے ہو پیارِ پیارِ رنج
رشتہ شمعِ شمع عجیب شے نکلا | خود بخود پھر گیا ہمارا رنج
تم اگر رنج کرو مری جانب | دوڑ کر چوم لوں تمہارا رنج
اکون کہتا ہے چاند کا ٹکڑا | ماہِ کامل ہے اٹکسا رنج
دیکھ لین آپ نیرِ برسا کر | نہ پھرے گا کبھی ہمارا رنج
ہو گیا رنج اُدھر زمانے کا | جس طرف پھر گیا تمہارا رنج
آنے کو بھی ہو گیا سکتے | دیکھتے دیکھتے تمہارا رنج

اُسی صورت پہ مرئے ہیں شر
کُپ گیا دل میں پیارا پیارا رخ

کھان تہا ہے کوئی دو سرا شوخ	تہا رہی ہے نظر سے سوا شوخ
علا کیا ہے اگر تھک کو کہیں ہم	ستگڑ بے مروت بد وفا شوخ
قیامت سرنگین آنکھوں میں کاجل	غضب ہے دستِ نگین کی خلخ
شرارت کو تیرا سین بھر رہی ہے	تہا رہی آنکھ سے بے انتہا شوخ
شباب آتے ہی شوخی بڑھ گئی ہے	کبھی بچپن میں وہ اتنا شوخ

بہت سے شوخ دیکھے ہیں شر ترے
مگر تو شوخ ہے سب سے سوا شوخ



مدرت سے ہے دل کو متنا محمدؐ	برسون سے ترپتا ہے یشید محمدؐ
یارب نہ پڑیں میری کسی اور پہ نظر	عشر میں یہ آنکھیں رہیں جو یا محمدؐ
موشر میں مرا نام طلبگار نبی ہو	دنیا میں پکاریں مجھے شیدا محمدؐ
سرے کی جگہ میں اسے آنکھوں کی	ملجائے اگر خاک کہن پا محمدؐ
تربت میں نیکرین جو این گڑھوں کا	اللہ کا میں بنن ہوں شیدا محمدؐ

دل میں ہو شر عشق تو ہو عشق نبی کا
ہو مجھ کو متنا تو متنا ہے محمدؐ

اللہ کی سرکار ہی سرکار محمدؐ	در بارِ خدا جائے دربار محمدؐ
کس شوق سے لہیں بڑھ کر نگاہوں کی بلاین	آئے جو نظر خواب میں خسار محمدؐ
بل میرے مقدر کا کھل جائی جو دیکھوں	بل کھائے ہوئے گیسوی خدا محمدؐ

اللہ سے اعجاز کہ جس سنگ کو کھجا
بیٹھ ہی رہے پنج چارم پہ سیٹھا
اُس آنکھ میں جنت نہ عجز کی کہی ہے
ہے گیسو سے پر خم کا یہ عارض سٹھا
گردون یہ نہ نو پہ تسلیم ہوا خم

تہا سوم کی صورت دم فستار محمد
اترائے ہو سے پھرتے ہیں ہمار محمد
دیکھی ہے ہمار گل رخسار محمد
آزاد سے دوزخ سے گرفتار محمد
جب آئے نظر ابرو سے خدار محمد

آنکھوں کی تناسی شہر خواب میں لگ
آجائے نظر جلوہ دیدار محمد

خاک میں عیش ملا ہو گئی راحت برباد
دل دہیے سے ہوئی عیش کی دولت برباد
نکلت گیا کوئی کسی کی ہوئی عزت برباد
سر شاہین تو وہ بولے مجھے بدنام کیا
نازکی نہری قیامت ہو غضب صفت مرا
دل کے سنے کا نہیں غم مجھے صدمہ یہ ہے
بسا اس دل نے پریشان کیا ہونچو بکو
شہر سگون کے تغافل کا اثر ہونا ہے
سدا سلی نہ ملی اور اسے شیریں نہ ملی
کوہ عشق و نو پہ بے کہ جس کو چہ میں
اپنے چہ میں مجھے دیکھ کے مشتاق جفا
میں نہ کہ یہ کون حسنا احسان آبا

کر کچکا مجھ کو تمہارا عزم الفت برباد
حق ہے انسان کو کرتی ہے مرثیہ برباد
کون اے عشق نہیں تیری بدولت برباد
یہ بھی کیا غیب گمراہ لازم و محنت برباد
کر یاد و لون نے سرمایہ طاقت برباد
کہیں ہو جائے نہ ظالم تری حسرت برباد
یا اگلی ہو یونہی حسنا نہ الفت برباد
ہو شیاروں کو کرگی تری غفلت برباد
قیس و فریاد لی آخر ہوئی محنت برباد
ہو کے برباد ہی ہوئی نہیں عزت برباد
چاہتے ہیں کہ میں کروں کی صورت برباد
تم و فادان چکو تیری محبت برباد

ان حسینوں نے بھلا کس سے نباہی جو شہر
آپ کیون ٹغت ہو سے جاتے ہیں حضرت برباد

<p>اٹھا کرتا ہے دل میں دمدم درد کہوں میں درد دل کس سے اتنی کسی کی یاد سے بچیں سے دل تے گا جی سے جیتے جی نہ برگز کسی خوشید روکا - یہ قصو ستم نو بھپ تو کرتا ہے غلام کوئی تحریر اگر رکھتے ہے تو</p>	<p>شب فرقت بلا اچا یہ ہمدرد نہ ہمدرد ہے کوئی میرا نہ ہمدرد نہ آٹھے کس طرح سے دمدم درد دکھائیگا بے ٹاکب عدم درد اٹھا کرتا ہے دل میں صدم درد کہوں کیونکر کہ کرتا ہے ستم درد ابھی مٹ جائے دل سے بھٹک درد</p>
---	---

رستہ اپنا قدیمی ہے شرعیہ
 جا ہو گا نہ دل سے ایک دم درد

<p>وہ دین خط کرنے کیونکر نامہ بر بند ہر اک سے کرتے ہیں نہ نصیب آ دل مرحوم کا وہ مرثیہ ہے نہ مٹنے کا یہ حسیلہ خوب سو جا پلا دے آبِ غمخیز تشنہ لب ہوں اسے زلفون کی زنجیرون میں جکڑو اگر بھر د عا میں ہاتھ اٹھاؤں</p>	<p>جو اپنے گہ میں رہتے ہیں نظر بند نہیں ہوتے لبِ حنم جگر بند قیامت ہے اثر میں جبکا ہر بند پلٹ کر چلے دیکھا جہ در بند خدا کے واسطے پانی نہ کر بند سکا ہون میں کر د دل کو نظر بند تو ہو بابِ اجابت پیشتر بند</p>
--	--

ترپ کر نیند آتی ہے شر کو
 بہت رو کر ہوئی ہے چشم تر بند

<p>آدمی کرتا ہے کیون اتنا گھنڈ ایک دن نیچا دکھائیگا تجھے دل دکھانا اور پھر اتنا غرور</p>	<p>چار دن کی زندگی پر کیا گھنڈ اسے فلک اچا نہیں تنہا گھنڈ جو بے حیا اور پھر ایسا گھنڈ</p>
--	---

کر رہا ہے آپکا پر د اگھنڈ
 کس ادھر ہے تجھے اتنا گھنڈ
 حسن پر ہرگز نہیں زیب اگھنڈ
 لوٹنے پر بسیل سسید اگھنڈ
 کر رہا ہے کیون ترافش اگھنڈ
 دید کا اسے حقہ تر موٹا گھنڈ
 کر رہا ہے پائون کا چھلا گھنڈ
 کر رہا ہے آبکا جسد اگھنڈ
 نکلیا کیوں خاک میں تیرا گھنڈ
 تیرے آگے آگیا تیرا گھنڈ

جسے حامل ہو گیا ہے درمیان
 کیون نہیں رکتا زمین پر پاؤں تو
 باغ میں بھولوں سے کہتی چرخ
 ناز کرتا ہے وہ اپنے وار پر
 ناز کا انداز کیونکہ کچھ گسیا
 ہوش اسٹ جائیگا باعث ہو گیا
 لیکے اپنے منہ میں کانٹوں کی زبان
 دیکھ کر نیرنگ میرے شوق کی
 مرگ دشمن سے یہ کیا حالت تھی
 دیکھتے ہی آئندہ ہوش اٹھ گویا

شعر میں جدت شعر و شوار ہے
 گھنڈ شقی پر نہیں زیب اگھنڈ



اس سے بڑھ کر ہے شہر و صل کی تکرار لذت
 کون کتنا ہے نہیں عشق کا آزار لذت
 فخر سے کہتے ہیں وہ کیسے دم گفنا لذت
 بے مزہ ہے کو بنا لیتے ہیں میخوار لذت
 تیری رفتار دلاویز ہے گفتار لذت

خدا ہے مجھے اے شوخ تراپیار لذت
 تیرے پاس سے پوچھے کوئی لذت اسکی
 با آں کے مرے دکھ مری آتے ہیں
 سائے کو ترے خم میں ڈبو کر ماتی
 دایری دنیا مست کا مزہ دیتی ہے

ہر طرح کا ہوش ازار کے حامل ہیں مگر
 گالیان کھانی ہیں بے شرر زار لذت

سراٹ

جب پھر مجھے مراد دل تراشید ہو کر
سربار محبت بری منی ہے خراب
جذبہ دل جو بھی ہے تو بت پر دشمن
اور ہونگے وہ سزاوارے اُلفت جنگو
رنگ لائے گی کسی روز مصیبت اپنی
آتشیں رخ سے تمہارے جو مقابل ہوگی
اب علاج دل ہمیں اے کیا ہو گا
تکوینے یردہ نکلنے کی ضرورت کیا ہو
گردا گرد کے جو اُس چاند سے چری پڑی
بات اچھی ہو تو لازم ہے صد دنیا میں
دم آخر ہی دکھا دو مجھے اپنا جلون
نخل نمیب کی ہر شاخ ہر ہی جائے

کیا ہے گارے گیسو میں یہ تیرا ہو کر
پک رہا ہوں میں غرض مسند کا سوا ہو کر
خود بکل آئیگا چسمن سے تماشا ہو کر
ہم تو برباد ہوئے آپ پر شیدا ہو کر
خون دل جسم سے ٹپکے گا پسینا ہو کر
رنگ خورشید اڑے رال کا شعلہ ہو کر
جب تم اچھا نہیں کر سکتے مسیحا ہو کر
تم مرے دل میں رہو میری تماشا ہو کر
رنگ رخسار کھلا اور بھی میلہ ہو کر
کیون بڑا کوئی سننے خلق سے اچھا ہو کر
اب تو چسمن سے نکل آؤ تماشا ہو کر
موت مجھ تک اگر آجائے مسیحا ہو کر

کہتے ہیں آج سترہ پیکا جی سے گزرا
آپ کی جان سے دو آپ پر شیدا ہو کر

ایسا گھبرا یا کہ کینچا با تھ خنجر چھو کر
میں تو سب کے ساتھ آیا تھا یہاں گھر چھو کر
دم نکلتا ہے مرا تو بھی تماشا دیکھ لے
اُس سنگمر نے مرے خط کا یہ لکھا ہی جواب
کیون اُٹھاتا ہے مجھے دربان یکسا حکم کر

چل دیا مجھ کو تڑپنا وہ سنگر چھو کر
سب کہاں سر کے مجھے مرقہ کے اندر چھو کر
دیکھ یوں جاتی ہے دلی آرزو گھر چھو کر
خوب بے پر کی اڑائی ہے کہو تر چھو کر
میں کہاں سر پھوڑنے جاؤں ترا دھچھو کر

<p>یاد مٹکان تیر بسکر ہو گئی سینے کے با دشت غربت میں ہمارے ساتھ ہو گا اور کو ہے ہی قسمت کا گھما سٹ نہیں کھتا بھی سچ ہے یہ دونوں ازل سے لازم و ملزوم سے میں صد نے پھر زکامد و اسی انداز سے بھسے و عنے ایسا ہی شوخ نے اس بات کا</p>	<p>اور نکلی ہی تو نکلی ال میں نشہ چھوڑ کر چلے یا اب ساتھ اپنا دل سا ہر چھوڑ کر جان نہیں سکتی ہے جگہ گردش سر چھوڑ کر جان جائیگی کسان قاتل کا خنجر چھوڑ کر اب سناؤ گے تو اٹھ بائیں گے بستر چھوڑ کر وہ دل کہتے پھر میدانِ محشر چھوڑ کر</p>
<p>کھ رہی ہے زلف اسکی پھانس کر دکھو مشر اب کہ ہر جانا ہے قسمت کا چکر چھوڑ کر</p>	
<p>گمراہ گئے وہ حالِ دل زار دیکھ کر بجلی کی کوند نے لگی رفتار دیکھ کر پھٹون کے ان اشارہ سے کر وہ مجھے تمام یہ بھی تو میرے نام کی ہو کر نہیں رہی خورشید نے جو شام سے منہ کو چھپایا وہ ہے ہجومِ شوق کہ اللہ کی پناہ کہتے تھے جسکو بوسے و فالے ستم شعار</p>	<p>آکے پٹ گئے مجھے بیسار دیکھ کر آنکھیں جبک گئیں تری تلوار دیکھ کر کہاتے ہو کیوں ترس مجھے ہر بار دیکھ کر دل پھٹ گیا ہے غیر سے تکرار دیکھ کر شراب گیا وہ چاند سا رخسار دیکھ کر گمراہ گیا میں آپ کا دیدار دیکھ کر دنیا سے اٹھ گئی تری رختار دیکھ کر</p>
<p>جتنا ہے موت کے لئے ظاہر ہے حال سے یہ کہ گئے مشر کو وہ سو بار دیکھ کر</p>	
<p>افشان کو جیسے تو نے دی ہر جگہ بین پر شوخی فدا ہے تیرے اندازِ دل نشین پر میرے لہو کی چٹینیں مقتل میں اڑ رہی ہیں انگشت کے بکیوں نے جانیں جو اپنی دی ہیں</p>	<p>اُس دن سے پاؤں اپنا کہتی نہیں میں پر تجسّاسِ حین کوئی دیکھا نہ اس زمین پر وہ تہہ کہیں نہ آئے قاتل کی استین پر حسرت برس رہی ہے قاتل کی سر زمین پر</p>

افشان چنی تو تارے صدقے ہو جبین پر
 پہر ہو اسی ادا سے ترچی نظر ہمیں پر
 آگئے لگا ہے سبزہ مدفن کی سرزمین پر
 دل لوٹ ہیں ہزاروں طنالم تری نین پر
 بن بن کے بھلیاں پھر سب گریہ ہیں پر
 گلشن کھلا ہوا ہے قاتل کی تبتین پر
 رکھا نک کا پچھا ہا زخم دل حزن پر
 مشق ستم ہمیشہ کرتے رہو ہمیں پر
 جو مر چکی ہے دنیا یہ سب مری تہیں پر
 آئے نہ پیا کیونکر اس یار دشمن پر

ٹھٹھکھٹ جواسے انا انجمن کملین قمر کی
 تیری نظر کے صدقے او آن بان واسے
 اب کوئی آنے کمدے اگر ہمارے دھمیں
 آہائے بان جو لب پر کیا جانے کیا ستم ہو
 آہیں جو دلسے نکلیں پہلے فلک پہنچیں
 کیا رنگ لائیں اگر میرے ٹوکی ہنشین
 حسن ملیج تو نے مجھ کو دکھا کے ظالم
 یہ قہر کی نگاہیں تم غمیر پر نہ ڈالو
 جب ہم مرے تو مہنے عجبے میں جا کے مانا
 آتے ہی تیرا سکا پھلو میں میرے بیٹھا

گر فغان شر کو پایا تو مسکرا کر
 بجلی گرائی اُسے ہر آہ آتشین پر

طریق جان نشاری اب نیا ارمان پیدا
 وہ سرگرم ادا ہے موت کا سامان پیدا
 اتنی حشر میں اک دو سرا میدان پیدا
 مرے ہر رونگٹے میں نطق کا سامان پیدا
 کہا تھا کسے تجھے ایسے تو انسان پیدا
 مگر تو کیا سنے گی پھلے اپنے کان پیدا
 ترپنے کے لئے اپنے کوئی میدان پیدا
 چنگے جل کے کہتے ہیں کہ ایسی جان پیدا
 تجھے قدرت سب کچھ غیب سے سامان پیدا

ری رسم وفا پر انکا اطمینان پیدا
 دل شیدا زواہل وفا کی شان پیدا
 بتوں کے کشمگان ناز کا جمع بہت ہوگا
 ضرورت ہے پے شکر ستم یارب بانوں کی
 بتوں کی شوخیوں نے ساری دنیا لوٹ گئی
 صبا آنکو تو جو کچھ مجھے کہنا ہو وہ کھدیج
 بغل میں رکھے کیا ارمان نکلے گا دل مضطر
 یہ طعنے اور مارے ڈالتے ہیں بزم جاننا
 میسر ہو وصال یار یہ ممکن نہیں یارب

<p>و خاک یہ تھا فنا ہے کہ میری شان پیدا کر یہ کیوں لکھا ہے خط میں نامہ بر خزان پیدا کر کہ پایا ہے تو جا پایا سوئی بچے شان پیدا کر اگر اب منہ کے ٹھکے تو مٹی چٹان پیدا کر دل ناکام اب کوئی نیا مہمان پیدا کر اکسی آنکھ دے دے دین میں مری عرفان پیدا کر تو فرماتے ہیں وہ جا بھی زرا اوسان پیدا کر ارے غافل سفر کے واسطے سامان پیدا کر مٹائے گی ابھی اچھٹا کوئی ارمان پیدا کر مری بربادیوں کے اب نوسامان پیدا کر</p>	<p>خاک مٹی ہے بہت کجست میرا رنگ جتنے دے یہ کیا سوچی ستم ایجاد اس سے مدعا کیا دوسری پڑا جب کبھی پھنپھا صدائی ہلا کر خاک میں لی کس اور سے ہنکے کھنکے میں زمانہ ہو گیا کجست حسرت کو یہاں رہتے اگر دیکھوں تجھے دیکھوں اگر جانوں تجھو جانوں اگر میں عرض کرتا ہوں ادھر آؤ گئے مل لو بھلا کب تک ہیگا تو یہاں اک روز چلنا دل ناوان ازل سے یاس کو نہیں سنا لایا تری نمی بنگا ہونے تو اپنا کچھ نہیں بگڑا</p>
--	---

<p>جوانی کی سمجھ ناکام رکھتی ہو شتر سب کو کسی کم سن کا اپنے دل میں اب ارمان پیدا کر</p>	
--	--

<p>جوانی آئے ہی آتا ہے جہنم ان حسینوں پر خدا کے سامنے عشر کے دن کچھ رنگ لائیں گے یہی ہی چاہتا ہے مر کے اب مدفن میں چلنے رقیبوں سے تراستہ اڑتا ہو تو گھر نہ لے تھارے گیسو دن نے یوں ہزاروں ل چھپا کسی صورت سے ممکن ہی نہیں بچا کر گل جانا</p>	<p>کسین یہ ہونہ جائے ہار بھر کر یار مینوں پر ٹوکے ن گئے دھتے جو قاتل آستینوں پر جو ملنا یاد آتا ہے کیسا چپکے نینوں پر مگر ہے جو ملتا ہے تو جانا ہے مہینوں پر کہ کالے سانپ جیسے بیٹھ جاتے ہیں مینوں پر سمجھ لو موت آئی دل اگر آیا حسینوں پر</p>
---	---

<p>شتر رجب ساتھ دیتی ہو یہ دنیا بادشاہوں کا گڑھے وہ قبر کے اندر جو بیٹھے تھے نشینوں کا</p>	
---	--

<p>جو قاتل ہیں نہیں کچھ رحم کب آتا ہو بل پر کلچرٹنے کیوں تھا ماری بیتیابی دل</p>	
---	--

تجے ہی حق ہے تو بھی سکر افریادِ بسل پر
 غضب کا داغ کہا باسرت دیدارِ قاتل پر
 غائب رویہ دشمن یوں نظر آتی ہو پھر
 دمِ نجات کیوں یہ شرم ہوا سے غیرتِ بلی
 کچھ ایسا رشک ہر مجنون کی حالتِ بگڑی جاتی ہے
 یہ رہ رو کونسا اٹھاتا ہے یا رب دارِ قاتل کے
 غضب سے شوخی قاتل کہ قاتل کی نگاہیں بھی
 یہ بُت واقف ہیں جو اید اٹھاتا ہو جدِ جہنم
 بسو پیر دم ہے اب آئے ہیں وہ سکینِ نیکو کو
 جدائی میں تسلی کے لئے یہ دور کی سوچی

چمن کے پھول کیا ہنستے نہیں شورِ عداوت پر
 لڑیں اسپین اکہین چوٹ ناحق آگئی دل پر
 کہ جیسے نور کی سپا در پڑی ہوا وہ کامل پر
 مری آنکھوں کے پردے پڑ گئے کیا تیرِ عمل پر
 نکالین پڑ رہی ہیں حسیق کی لیلے کے محل پر
 یہ کیوں ایسی آواز اسی چارہ ہی ہے آج منزل پر
 اگر ہی پڑتی ہیں تجسلی بنکر جسمِ زاہدِ بسل پر
 خدا ہی جانتا ہے جو گزرتی ہے مری دل پر
 ہمارے کشتی اُمید کب چنچنی ہے ساحل پر
 تصور نے تیری تصویر پٹی آنکھ کے تل پر

کسی بیدار سے کس لئے کرتا ہو تو شکم
 گزرنے سے شرر گزرتے جو فرقت میں ہو

وہ کہتے ہیں تری کو شش تری دعا بیکار
 جب اُسکے دل پہ اثر کچھ نہیں محبت کا
 تمام قصہ در و فراق اُسے سننا
 سے مٹے ہو زون کے دلوں کا پتا بتاتا ہے
 ہماری طرح کہیں کی نہیں یہ یہی
 وہ ابتدا ہی کہ دل تپ کر دیا صدقے
 ہماری عرضِ متنا پہ کھدیا اُس نے
 کیسے نام بھی لینے سے ہوش جاتا ہے

اگر یہ سچ ہے تو ہنسنے یہ دل دیا بیکار
 سنا بھی حال ہمارا تو کیا سنا بیکار
 پھر ایک لفظ یہ منہ پھیر کر کہا بیکار
 نہیں ہوا ایک بھی اُس بت کا نقشِ پا بیکار
 تمہارے ہاتھ میں آکر ہوئی حسنا بیکار
 یہ انتہا ہے کہ جو کچھ کیا کیا بیکار
 تمہارے گھر بھی جا آ جائیں نہ تو کیا بیکار
 ہوا ہے تو تو دل زار مست ملامت بیکار

زبان روکے وہ اور پھٹتے جاتے ہیں

شرر ہے آنے یہ افسار مدعا بچا

<p>رتیب یار کی محفل سے ٹل سکے کیونکر بھرا ہے خونِ مست کا دل میں اک دریا تساری تیغ سے پانی کبھی نہیں ملتا یہ مینے مان لیا کل یہاں وہ آئینے محبط شک میں ڈوبا ہوا ہے خانہ تن مرے گھر یہ جو رکھ دی تیری کئی کلم تیری ادا کا جو بس ہو کیا سلاج کرے تمہیں کہو دل بیتاب کس طرح ٹھرے وہ اپنے دل سے میں مجبور پار کرتا ہوں عدو کو ان میں جگہ دی ہے اسکی خاطر شب وصال ہر نیکین وہ روٹھو بیٹھیں بچے ہو سے میں تنہا کے سیکڑن کاٹے</p>	<p>ہمارے دکھایہ کا نسا بھل سکے کیونکر ہمارے دین ترے اہل سکے کیونکر پھلے نہاں مست تو پھل سکے کیونکر مگر یہ آئی ہوئی آج ٹل سکے کیونکر شہر آہ جلائے تو جل سکے کیونکر تمہارے ہاتھ سے تلوار چل سکے کیونکر تری نظر سے ہر ترپے سہیل سکے کیونکر تمہیں بناؤ طبیعت ہل سکے کیونکر عدو پہ خنجر سب داہل سکے کیونکر وہ میری آنکھوں کو تو دے مل سکے کیونکر ہمارے دل سے تناسل سکے کیونکر وہ چھیکوں میں مراد دل سن سکے کیونکر</p>
--	---

یہ آسمان ہے بے مھر - یار بیکانہ

شرر کا کام زمانے میں تل سکے کیونکر

<p>اے ہن میرے ساتھ وہ بچپن سے توڑ جوڑ وہ چہرہ شرتے رہے مجھے قدرتِ مین ناز ہے ناوان دان کو اس سے ہے امید وصل کی بیاہر یقین اب وہ جانی میں صاف ہو بل سے نہ پھلائے ہوئے ہی بہار میں ہونے کو یوں تو ہم ہی قیامت کو ہین شرب</p>	<p>دشمن کے جیسے ہوتے ہیں دشمن سے توڑ جوڑ خنجر چلا کیا مری گردن سے توڑ جوڑ ظاہر ہیں جس شہر کی جیتوں سے توڑ جوڑ دیکھ ہوں بنے جکے لڑکپن سے توڑ جوڑ گل نے اڑائے ترے ان بن سے توڑ جوڑ چلتے نہیں مگر بت پر فن سے توڑ جوڑ</p>
---	---

دن توڑ جوڑتے جو چلتا ہے رات دن
تم بھی پسو شہر رست پر فن سے توڑو

س

کہتے ہیں رنج و غم میں بیان صبح و شام روز
چلتا ہے ہال و نبت محشر خرام روز
رہتا ہے غم کا سال گرہ ناتمام روز
آیا کرین سیح علیہ السلام روز
ہونے لگے ہیں اب تو پیام و سلام روز
آتی ہے میرے گھر شبِ فرقت کی شام روز
ہم سیکدے میں پیتے ہیں دو چاچا روز
ہم مانگتے ہیں جسکی دعا صبح و شام روز

رہتا ہے زلف و منج کا قصور تمام روز
باتوں میں ثانات مجھے صبح و شام روز
روز انکو دردِ دل کی سناتا ہوں دستار
صحت و ریفِ عشق کو ہونی محال ہے
کچھ کچھ تو آچلا ہے وہ بیدرد راہ پر
الغت یہ مجھے ہے یہ محبت ہی میرے ساتھ
جیسے بہار آئی ہے تو بہ کو توڑ کر
آب کو سنا بھی چھوڑ دیا ہم کو نصیب

میں کیا کھوں شر و دل و شنی کا اپنے حال
مضطرب یہ رات بھر ہے پریشان تمام روز

لیتا ہے وہ وفا کا ہمارا حجاب روز
آنکھیں دکھاتے ہیں فیضیت آب روز
حد سے گزر رہا ہے کسی کا شباب روز
کہتے گئے ہیں آئین گے اب خراب روز
مسٹہ جانے ہیں زرا میں ابھر کر حجاب روز
کرتا ہے غلِ فضول یہ خانہ عراب روز
میں دیکھتا ہوں آپ کی آنکھیں پر آب روز

مٹا ہے ہر کو لطفِ سوال و جواب روز
پیتے ہیں روز سنتے نہیں داغ و غم کی ہم
کیا ڈھائیگا ستم پہ ستم اور دیکھئے
ناخوش گئے ضرور کہ جہدم گئے ہیں وہ
کھول آنکھ بے خبر نہیں ہستی کا اعتبار
آہ و فغان کو سنے مری کہ رہو ہیں وہ
افسوس غم میں غیر کے کیا حال ہو گیا

انداز شوخون کا زالا ہے آج کل	اک تان گل کھلاتا ہوا نکا شباب روز
میا ہے کی جان میں جی بھر کے کرستم	تو عاشقون کی لاشون کو مٹی میں روز
کھنے لگے وہ ناز سے پا مال کر کے دل	ایسا ہی ایک چاہے جگو جناب روز

پتیا ہون میں بھی خون جگر آجکل شرار
پتیا۔۔۔ سے ساتھ غیر کے وہ بھی شراب روز

س

نار سائی اُسکی ہے جو لٹ گیا نزل کو کپا	نا اُسب دی اُسکی ہے ڈوبا ہوا جو مائل کپا
بچکے ہدم رستے ہیں یہ سب ہمارے دل کو کپا	آہ دزاری بیقراری پاس و حسرت درد کپا
چاہے دو چار دل ہوں اور میرے دل کو کپا	ایک دل سے اٹھ نہیں سکتا ہے یہ اندوہ کپا
برود و شرکان کے تیغ و تیر پہ قاتل کو کپا	میا خبر کیون قتل کرنے میں مری میرے کپا
شب قیامت کی ہو گھڑیاں تھری شکل کو کپا	کس طرح یارب بسر ہوگی شبِ فرقت مری کپا
اب جگر کے پاس تھیرے دیکھو یا دل کو کپا	آگیا ہے تیر قاتل میرے سینے تک مگر کپا

و اسے حسرت جب شرورہ لاش پر آئے کہا
دو گھڑی بیٹھے نہ اک دن ہائے ہم تم ملے پاس

ش

دیکھنا تیر فتنہ گر کی تلاش	اگر رہا ہے مرے جگر کی تلاش
پھر ہوئی ہے پیاس کی تلاش	پھر سے اظہارِ درد، دل منظور
متنے دیکھی مری نظر کی تلاش	غیر کے گھر میں تسکو دیکھ لیا
پھر دعا کو ہوئی اثر کی تلاش	پھر اُنھے ہاتھ آسمان کی طرف

جسکے ہر ہر قدم پہ اٹھے حشر
جاہی لے لے نار سائی قسمت
لا دوا ہے مرض محبت کا
بہید کیونکر ملے حسد رانی کا
دل تو یا مال کر چکا ظلم

ہم کو ہے ایسے فتنہ گر کی تلاش
میرے نالے کو ہے اثر کی تلاش
ہین ناحق ہے چان گر کی تلاش
کیا بشر اور کیا بشر کی تلاش
اب ہوئی ہے مری جگر کی تلاش

ہجر کی شب مجھے شر کیسی
شام ہی سے ہوئی سحر کی تلاش

ص

درِ جگر درِ دل کرتے ہیں ہر دم خلوص
اشک روان کس لئے چھوڑ کے جاتا ہوں تو
سج ہے بڑی کیون نہوں ہم میں بڑائی ہو یہ
آٹھوں پہرِ دل میں ہی کیون اسی پر ہم کہوں
کس کو یہ امید ہے بخشش باہم گھٹے
جب وہ کسی کا نہیں پیسے ہے نفرت ہے

بن گئی ہمدرد ٹپ رکھنے کا غم خلوص
رکتے ہیں مجھ سے بہت دین پر غم خلوص
غیر سے رکتے نہیں تیری طرح ہم خلوص
رکتی ہے مجھ سے تری کاکل پر غم خلوص
میرے یہاں آئے وہ اور ہو یا غم خلوص
کس لئے پھر یار سے رکتا ہے عالم خلوص

ہوش میں رہنا زرا سکو نہ کرنا خفا
تکو سب ارک شر تر یار سے باہم خلوص

ض

تہمین بتاؤ کہ دیکھیں کیونکہ تمہارا ہم آفتاب
نکلے خط کیون گشتے یہ جو بن رہی ہمیشہ ہی کوہن

فروغِ عارض کا ہر وہ عالم کہ نگیا ہی نقاب
خدا کہائے نہ زندگی بہر مجھے ترانہ انقلاب

وصال کی شب میں مینو بوس دیو میں گنگر تنو
 نہیں ہر پردی میں جس جان جھنڈے یہ ہر دم نفا
 وہ دو گھڑی دے سورج میں ہری ہر زلف سیاہ
 غور و راسا عبث ہر ظالم بہار خوبی ہر چند روزہ
 کہی تو کنتی و غیرت گل کسی بہار کلاب و سرین
 خیال ہر خطہ ہنشین ہر شبیہ ہر دم ہر سادہ دم کے
 ابھی تو نام خدا ہیں کس نمود خط کا نہیں نشان سہی
 یہ شمع فانوس انجمن ہر کہ شعلہ یہ برق ابر کا ہے

سچا لوجہ چاہو کھپا ہر ورق پہ دے حساب عارض
 کہانے بیدار کری ہماری نگاہ مشتاق تا عارض
 چپا ہو بلی میں آج گویا قریشام آفتاب عارض
 ہمیشہ ہرگز نہیں ہر کا تیرا حسن و شباب عارض
 کئے ہیں شہو گلشنون میں صبا گیا کیا خطاب عارض
 بلا سے ہیں نام آوا نکمیں یہ دل تو ہر کامیاب عارض
 بیاض خورشید کی طرح ہر تمام سادی تھا عارض
 چپا ہو چپتی نہیں تجلی نفا کیا ہو عجب عارض

عزیز کیون ہو نہ دم داک کو کہ کلب قدرت کی چوٹی
 شرار سے تم نہ خال سمجھو ہے نقطہ انتخاب عارض

ماو نئے واسطہ ہر نہ فریاد سے غرض
 آنکھ نکو تیری دید کا لپکا ہے رات
 اسکی بلا سے کوئی مری اس سے بچھٹ گیا
 تیرنگاہ یار نے مجھ کو کیا تمام
 سودا ہوا ہے جسے قد یار کا ہیں
 نقشہ کچا ہوا ہر مے دل میں باریکا
 مطلب نہ کوہ پر ہے نہ جنگل میں اپنا گام

دن رات ہی ہیں تو تری یاد سے غرض
 ہر دم ہی میرے دل کو تری یاد سے غرض
 ظالم کو طرز جور کی ایجاب سے غرض
 خنجر کا اب نہ خون نہ فریاد سے غرض
 کچھ سر دے کام نہ شمشاد سے غرض
 مانی کی ہے تماشائ بھڑا دے غرض
 مجنون سے واسطہ ہر نہ فریاد سے غرض

دیکھو شرار کے دل میں ہیں حسرتیں کام
 نکلی نہ ایک اس ستم ایجاب سے غرض

ط

دلِ ناشاد کو ہے آہِ شرِ بار سے ربط
ایک بیمار کا ہم پاتے ہیں بیمار سے ربط
دشمنی چاہے دو چار سے دو چار سے ربط
کبھی دیوانہ سے اُلفت کبھی ہنسار سے ربط
آرزو نکلے مرے دل کی بربادی سے ربط
کہ سلمان کو ہونا نہیں کفار سے ربط
آج کل اپنا بڑا ہوا نہیں دو چار سے ربط

سر کو دیوار سے گردن کو ہے تلوار سے ربط
چشمِ فرشتان کا تصور ہے دلِ مفتون کو
ساری دنیا سے عداوت نہیں اچھی ظالم
تیرے شید کا عجب ڈہنگ رکھتا ہے
کوئی تدبیر ہو ایسی کوئی صورت ایسی
کیون محبتِ ہر مرے دکھ تری زلفوں سے
یاس و غم رنج و محن درد و قلق ہمدن میں

یہ بھی قسمت کی ہے خوبی کہ ہو نفرت مجھ سے
اور ہو اے شر کہ اُس شوخ کا غبار ہو ربط

ظ

ہاں ترے فضل کے باعث ہیں ہزارے محفوظ
یہ مرے پھول رہیں گرم ہوا سے محفوظ
کوئی انسان نہیں تیری جفا سے محفوظ
چاہے سب کو رہیں اسکی ادا سے محفوظ
آپ کا عہد جوانی ہے حیا سے محفوظ
رخِ روشن ہے تجلی کی رود سے محفوظ
تم ہمیشہ رہو اس گرم ہوا سے محفوظ
مرغِ دل کیا رہے اس دامنِ بلا سے محفوظ
کان میرے ہیں ابھی ایسی صدا سے محفوظ

ہم بشر ہیں نہیں نکتے خطا سے محفوظ
یا اُمّی نہ مستینِ داغِ محبتِ دل سے
تجھ کو بیدار کری میں ہے ساقی اچھا
جان لیکر ہی غلی کپ گئی دل میں جسکے
چشمِ بد دور لڑکپن کی شرارت ہو ابھی
نظرِ بد کی ہوا تک نہیں جانے پاتی
اتشیں آہ کا جو نکسا ہے بلا کا جھنکا
جالِ آفت کا ہی یہ زعفرانِ پریشان تیری
کن ترانی کے نہ جیسے کبھی صد میٹھے

اب نہلا میں نہیں داخل جو خطا ہوتی ہے
آسرا ہے مجھے بخشش کا تری رحمت سے
جسکے ہاتھوں میں اسیان کی پروا نہ ہو
ہاتھ قاتل کے ہوں رنگیں ہو سے میرے

لے جنوں تیری بدولت ہوں سزا سے محفوظ
دل بغل میں ہے غم روزِ حسنا سے محفوظ
کہتے ہیں کیوں نہ رہوں ایسی وفات محفوظ
یا اتری یہ بہن بارِ حسنا سے محفوظ

کیوں شرِ زعمِ اسی پر تہا یہ کیا حال ہوا
نہ سکا ہوش نہ اس بُت کی اداسی محفوظ

ع

دیکھ نہ یہ اگر اندازِ معشوقانہ شمع
جھلکے کہتا ہے یہی ہے ہر اک پروانہ شمع
ڈر کے ماری و آئین آتے کائناتی ہیں جلیان
رات کیا حسرت کی صحبت تھی کہ ہم رو تو کر
آٹھنے ہی رنگِ دوئی تھے عاشق و معشوق
وہ چمک ہو آگ کی اور یہ حسرت کا نور ہے
بجھو ہے کس بات کا غم تجھ کو کس کا بچ ہے

خاک ہو غیرت سے جھلکے صورت پر وایم
کاستس سن یعنی ہمارے درد کا افسانہ شمع
کس طرح روشن کر گئی یہ اعظمت خانہ شمع
اور سوزِ عشق کا کہتی رہی افسانہ شمع
شمع پروانہ ہوئی اور ہو گیا پروانہ شمع
آبرو کیا پائے پیشِ عارضِ جانا شمع
جل رہی ہے شام سے کیوں آج مایوسانہ شمع

عشق میں جسکے شرِ دل خاک جھلک ہو گیا
رہ ستمگر قبر پر میری کہی لایانہ شمع

غ

لائے کا کیا دکھاتی ہے فصلِ بہارِ داغ
لے ماہ میرا تو دل پر داغ دیکھ تو

صد تھے ہیں میرے، غونپہ ایسے ہزارِ داغ
تہہ میں ہے ایک داغ تو ہیں ہزارِ داغ

جب بیشمار جسم ہیں جی بیشمار داغ
میرے جگر کے اور زرا تو ابھار داغ
لاکھوں چراغ بجائے زیرِ مسند داغ
اب حکم ہو تو پیش کرے جانِ نثار داغ

مشرعین کیا حساب تباؤں میں ایندرا
یہ داغ کب ہیں بھول ہیں اے آتشِ فراق
سوزِ نہانِ محبت میں مے کام آگیا
جو کچھ تباہی میں آتشِ نہان سے جل گیا

اترار ہا ہے پیرِ فلک ایک چاند پر
بہتر شہر کے دل میں ہیں اس سے ہزار داغ

ف

آنہیں لگی ہوئی ہیں مری بام کی طرف
آغازِ بہنِ خیال ہے بختِ بام کی طرف
شیشہ ہے دل میں اور نظرِ جام کی طرف
دیکھا جو میں نے زلفِ سیہ فام کی طرف
تھا التفات بھی میرے پیغام کی طرف
مائل ہوا نہ دل کبھی آرام کی طرف
کیا ہو خیالِ گریبشِ ایام کی طرف
مصرفِ رات دن ہوں اسی کام کی طرف

دل کیج رہا ہے اک بتِ کلفام کی طرف
میں خوب جانتا ہوں نشیبِ فراقِ عشق
گو خم لٹ پائے میں مگر حرصِ جو وہی
بیاختہ دہوان میرے دل سے نکل گیا
قاصدِ بتاکہ اُس نے دیا تجھ کو کیا جوہر
ہمت سے میں جیسی ہیں لاکھوں مصیبتیں
گردش کی کی آنکھ کی ہر دم ہر دھیان
جامہ درمی کا شغل ہے جسے ہوا ہر ہوش

نن کے یاد آتی ہے وہ زلفِ اے شہر
دل میرا کچھ رہا ہے اسی دام کی طرف

ق

ہم فقط ہیں ترے اندازِ دادا کے عاشق

مدعی ہونگے تری رسمِ وفا کے عاشق

ہم وہ بے بسل ہیں کہ ہیں مجھے وفا کے عاشق
 نہ تری چاہ کے بندے نہ جہا کے عاشق
 میرے سرکار ہیں اپنے رفقا کے عاشق
 بت کے عاشق ہی تو ہوتے ہیں کے عاشق
 خون دل پیئے لگے نگہ سنا کے عاشق
 جھوڑ کر مجھ کو بوسے آپ قضا کے عاشق
 ہم تو ہیں بس سی شیشے کی جھلکے عاشق

گلشن . ہر مین ثابت قدمی ہے شیون
 تجھ کو بغیر ان اک لاگ ہے حالانکہ قریب
 ناز کرتے ہیں اسی بات پہ سب خیر طلب
 ایک ہو عشق مجازی و حسی یعنی سچ ہے
 غیر اتمین مہندی جو لگانی آنکے
 موت مانگی تو کہا اُسے نگہ کر نہ
 دل مرا توڑ کے وہ شاگہ ستم سے بولے

اے شہزادہ نظر ہو کہ وضابہ ہستی
 ہم نہ ہمیداد کے شاکی نہ وفا کے عاشق

ک

کئے زخموں نے چھو گام را گلشن کب تک
 اسکے شعلوں سے بجے گام را خرم کب تک
 یونہی پیسے گا ہمیں آپکا جو بن کب تک
 دل نا شاد و حسیال بت پر فن کب تک
 دیکھئے اب یہ پھر اے ہمیں بن کب تک
 دیکھیں آلودہ ہنو گاتر ۱۱ و ۱۲ کب تک
 سجدے مندر میں کئے جاؤں ہمیں کب تک
 کوئی بے بسل کا اجاڑ کیا کشمیں کب تک
 خالی پھولوں سے رہے گا مرید فیک کب تک
 دیکھنا ہے کہ پڑی رہتی ہے چلن کب تک

آنکھ : اے گی ادھر آپکی پیون کب تک
 ہے یہی برق نگاہی جو تری لے ظالم
 خاک میں ہی تو ملا کر نہیں دیتا آرام
 سوچ تو جی میں کہ پتھر ہی پیسے ہیں کین
 گرد و شربت سیہ کا ہے تصدق و شست
 کیا نہ پہنچیں گی اڑیں گی جو ٹھو کی چٹپٹیں
 کچھ دفون سیر حرم کی بھی تو کر لینے دے
 تنکے چن چنکے بنایتی ہے ہر روز نیا
 اتو بند مری قبر پہ آکے ہنس دو
 نالہ ہائے دل محزون نے ہوا باندھی ہے

مرعاسے دل بقیاب سنو کے کس دن
 رستین سب مجھے منظور مگر یہ تو کہو
 اتنا کہہ دو کہ رہ گیا یہ لولپن کب تک
 نگہ قصہ برہنگی مری دشمن کب تک

زلف کا اسکے تقوینین ملتا دلتے
 کیوں شہر ترکو دٹسے جائیگی ناگن کتب

غرض کیا آنے رازِ دل زبان تک
 اپن میں کس سپر سی ہر بیان تک
 اتر پتا لوٹا آنسو کی صورت
 کچھ آخر رخ کی بھی انتہا سے
 خدا جانے خدا کا گھر ہے کیسا
 وہ کہتے ہیں ستائینگے ترا دل
 تمہارے ہجر کی شب اک ہمیں کیا
 نہ کھلنے پائے ممکن ہو جان تک
 کہ کجلی بھی نہ آئی اشیان تک
 پلا آیا ہوں تیرے تہناتاب
 کمان تک لے دل نگین کمان تک
 نہ پٹیاں جو باپہنچا وہاں تک
 ستایا جائیگا جسے جہان تک
 گنجا کر تاسے تارے آسمان تک

شہر شہر و فایہ ہے کہ ہرگز
 نہ آئے یار کا شکوہ زبان تک

کہ

پھولوں کو کب ملا ہے رخِ دلربا کا رنگ
 تم آگے تو جانے جانے لگائیں کیوں
 چرخ برین پہ رنگِ شفق کب ہو آشکار
 آئی ہے گال چھو کے کسی گلزار کے
 اس سے وفائے عہد کا امیدوار ہوں
 کیا آ رہا ہے وہ مری پریش کو اسٹل
 گلزار کو نصیب کمان اس ادا کا رنگ
 ایسا ہوا تو خاک ہے گا قضا کا رنگ
 چمکا ہے خون بنکے شہید جفا کا رنگ
 کچھ دیکھتا ہوں اور ہی بادِ صبا کا رنگ
 پھیکا ہے جسکے سامنے طرزِ وفا کا رنگ
 فقی ہو گیا ہے کیوں رخِ پیکِ قضا کا رنگ

دشمن جا گیا ہے وہاں کس بلا کا رنگ
کچھ بھی نہ جسکا مری آہ و بکا کا رنگ
نکھڑا ہے دود آہ سے کالی بلا کا رنگ

ہوتا نہیں ہر کچھ بھی اثر میری چاہ کا
نہ لے نہ لے اقی یار میں بیکار ہو گئے
جو بن اب اور ہے شب تار فراق کا

بوسے وفا کی طرح اڑا آنکھوں دیکھتے
اپنی ترقیوں پہ شہرِ راقر بلا کا رنگ

ل

یہ شوخیان میں جو ہمراہ انکوٹال کے چل
خدا کے واسطے منہ پر نقاب ڈال کے چل
دلِ حزنِ شبِ غم کی بلا کوٹال کے چل
حیا کوٹال کے گردن کا خم نکال کے چل
سنبھل کے آپ بھی تلوار بھی سنبھال کے چل
کبھی تو شرم سے آنچل کو منہ پڑال کے چل
قدم سنبھال کے رکھ راہ دیکھ بھال کے چل
ہمارے دوش پہ بارِ جفا کو ڈال کے چل
صدایہ آئی کہ کانٹے چن دیکھ بھال کے چل
جو آبِ کمون کو دوپٹہ کو منہ پڑال کے چل
کہیں نہ راہ میں گر جائے دل سنبھال کے چل
جو اس گلی میں ہر چلنا تو بے سوال کے چل

دمِ خرام دوپٹہ نہ سنبھال کے چل
ہنرِ رون بانسے جاتے ہیں کچھ بھال کے چل
نہ ہم کا قصد ہے یہ بھی کہیں نہ ساتھ چلے
جسکا کے شرم سے سر بے چہری حلال نکر
چاک کمر میں نہ آجائے قتل گاہ میں تو
عدو سے راہ میں یہ بے جا بیان کیسی
لیکن نہ ٹھوکرین کشتوکی پائے نازک میں
خدا کا سامنا میدانِ حشر - تو نازک
مرثہ کی یاد میں جب میں گیا سو سے صحرا
کبھی سنی ہی مری بات کیا غرض محکو
ہمارے جوشِ تناس سے ہے بہت بھاری
سوال سے دلِ راحت طلب وہ چڑتے ہیں

نہ جا خدا کے یہاں بوجہ لیکے دیکھ شہر
یہ بارِ جرم ہمیں اپنے سر سے نال کے چل

<p>نہ ہے درد دل لب پہ لانے کے قابل بس اک میرے ہی دلوں سمجھا ہی توفی رہیں گی ہمیں یاد تیری جہان میں سہراہ جو کچھ کہا اسے مجھ کو بجائے کہ مجھ میں نہیں کچھ بیاقت ہمیں بھی تو اسے نخل کھڑا رستی وہم عرضِ مطلب وہ بولے بگڑ کر وہ یاد دل خدا نے ترے غم کے لائق میں کیا قبر سے اٹھوں اے اہل محشر</p>	<p>نہ اپنی مصیبت سنانے کے قابل جلانے کے لائق مٹانے کے قابل یہ باتیں ہمیں بھول جانے کے قابل وہ باتیں ہمیں لب پہ لانے کے قابل زمانے میں تم ہو زمانے کے قابل کوئی شاخ سے آشیانے کے قابل کہ جاتو ہمیں منہ لگانے کے قابل ملا سر ترے آستانے کے قابل کہاں یہ مرا منہ دکھانے کے قابل</p>
<p>شرر اکھا شکوہ خدا سے بکھرنا یہ باتیں ہمیں سب بھول جانے کے قابل</p>	
<p>حرم میں بہت پی شراب اول اول جواب بات تک میری سنے نہیں ہوئی عادت ضبط غم رفتہ رفتہ ستم تین لگا ہیں قیامت اورین جو ہم بات کرتے تھے تم مثل گیسو شب وصل کی یاد میں سب اورین ہوا انکو جب شوقِ شوقِ ستم کا بڑی قدر دانی مری عشق نے کی</p>	<p>کہا یا یہ سننے ثواب اول اول مروت میں تھے انتخاب اول اول محبت میں تھا خطر اسب اول اول غضب تھا بجے حجاب اول اول نہ کھاتے تھے یون جی و ماہ اول اول خصوصاً لکٹی نقاب اول اول بھی کو کیا انتخاب اول اول دیا مجھ کو مجنونِ خدا پہ اول اول</p>
<p>شرر آبِ ضعیفی میں زار ہونے ہیں بہت پی چلے ہیں شراب اول اول</p>	

جو تہمیر جان سے اُس پرستم ڈھانیسے کیا حاصل
 زرا اتنا تو سوچو دل میں پھر آئیے کیا حاصل
 کہیں جانا نہیں تنکو تو گھر جانیسے کیا حاصل
 بھری محفل سے اک تباہ کس نے دیکھا کیا حاصل
 دل نادان سمجھ تو پھر ہاں جانیسے کیا حاصل
 سمجھ کر جو نہ سمجھ اُسکو سمجھانیسے کیا حاصل
 ٹڑپنے لوٹنے دن رات گہرائیے کیا حاصل
 جان ساقی نمودہ ایسے بیخانیسے کیا حاصل
 مگر ہدم نہیں یوں کنج بلوانے سے کیا حاصل
 اگر سیری نہیں ہوتی تو غم کھانیسے کیا حاصل
 کہ ہم سب سن چکے اب ال دہرائیے کیا حاصل
 سلام غیر ہر اک خط میں لکھو ایسے کیا حاصل
 کیا نام چوری میں نکلوانیسے کیا حاصل

ارے ظالم مرے بے موت مر جانیسے کیا حاصل
 مرے گھر آ کے جب کسری ہو رہ جانیسے کیا حاصل
 اُر بجے خفا ہو وصل کی شب سو ہو چپکے
 ہماری دلتوں کو دیکھ کر دشمن بھی کہتے ہیں
 بجز بیچ و لکچہ ہی نہیں ملتا جہاں تگسکو
 عدو کے حال سے واقف ہیں پھر انجان ہوتے ہیں
 اگر قسمت میں ملتا ہوتو وہ مل جائیگا دل
 شکی ہمسکو جنت میں ترا کتنا بجا زاہد
 ابھی کچھ چلے آئیں گے وہ جذبِ محبت سے
 فلق سے اور بڑھتی ہو تنائے قلق ایدل
 مگر جب سنایا قصہ غم وہ بگڑ بیٹھے
 تم آ کر فسل کر ڈالو کہ جگر ختم ہو جائے
 جو میز دل چرا کر لے گیا معلوم ہو چسکو

خدا سے مانگئے آرام اٹھو دار فانی سے
 شر و دنیا میں رہ کر رنج و غم مہانیسے کیا حاصل

م

لائے ہیں مانگ کر یہ مقدر خدا سے ہم
 کہتے ہیں وہ کہ چونک پڑو اس صدا سے ہم
 تنگ آ گئے ہیں آپکی شوقِ جفا سے ہم
 اتنا ضرور عرض کرینگے خدا سے ہم

کس منہ سے منہ کو پیر بہن رسم و فاسے ہم
 میرے شکستِ دل کی صدا بے اثر نہ تھی
 پہلے ہمیں تھے غیر بھی اب ہو گئے شریک
 چھون کو تو نے صن یہ معصوم رکھ دیا

اچھے کہی ہونگے کسیکی دوا سے ہم
مشق جفا سے آپ تو طرز و فاسے ہم
تنگ آگئے ہیں روز کی آہ و بکا سے ہم
تھوڑی نو دی بھی مانگ کر لا کر خدا سے ہم

عینے ہمارے درد کا چان کرینگے کیا
کھیاں ہیں جتنی شہر کی مشہور سب میں ہیں
کتے ہیں مر بھی جا کہیں جہگڑا نام ہو
ہوتی اگر بتوں کے تعلق سے کچھ خبر

کچھ بھی بچے خبر تشریح سے جان کی ہر
اتنا کہی کہیں گے دل مبتلا سے ہم

یہ طبیعت کمان سے لائیں ہم
جان سے عاشقی میں جانیں ہم
سب بلاؤں سے چوٹ جائیں ہم
جسکے ظلم و ستم اٹھائیں ہم
جان اب کس طرح بچائیں ہم
راستہ ہے تو کیوں نہ آئیں ہم
کوئی سر زمین پہ حسابیں ہم
سوتے فستے کو کیوں بچائیں ہم
اس لئے کرتے ہیں خطا میں ہم
ڈھونڈتے پھرتے ہیں دوہیں ہم
سامنے جب خدا کے جائیں ہم
بے وفا کر چکے وں آئیں ہم

یو فاجتہ سے روٹھ جائیں ہم
یہ غرض ہے ترے تغافل کی
یہی اچھا ہے موت آجائے
غیر یہ کیوں ہوا سکا لطف و کرم
بچ اور بچ بھی بدائی کا
رہا کتا ٹوکتا ہے کیوں دربان
ہر جگہ آسمان ہے موجود
انکی آنکھوں پہ کیوں نظر ڈالیں
تیری رحمت کی جانچ کرنی ہو
درد اور درد بھی محبت کا
لے تو سامنے نہ پڑنا تم
وقت آخر بغاوت کے نہ اٹھ

کوئی مونس نہیں رہا ہے تشریح
درد اپنا کسے سنائیں ہم

تدبیر کیا کریں کہ رہا ہوں بلا سے ہم

کس طرح چپٹ سکیں تری زلف و تاس ہم

تم مل گئے تو کچھ نہ کہیں گے خدا سے ہم
فریاد ان بتوں کی کریں گے خدا سے ہم
کا فرترے کر شمسہ نماز واداسے ہم
اچھا ہوا ملے بت نا آشنا سے ہم
پہیا چھرا میں کہئے تو کس کس بلا سے ہم

مے کچے جو حشر میں پھر ہمسکو دیکھنا
پامال کر کے خاک میں ہمو ملا دیا
پس تو ہے یہ کہ جان پھرا کر چلے عدم
ان آشنا یوں سے خدا آشنا ہوا
اُس غال کا خیال شب ہجر یا در زلف

دشمن اب اتھا کا وہی بن گیا شر
سمجھو ہو سے تھے دوست جیسا ابتدا سے

مردم لطف یار ہیں بس اپنی خوش ہم
تمپر ہوئے شاربڑی آرزو سے ہم
مطلب نکال لیٹکے تیری گفتگو سے ہم
کچھ حال دل کہیں گے بت تند خو سے ہم
لاکھوں عصیتوں میں گھرے جستجو سے ہم
پوچھیں گے یہ ضرور کہی آرزو سے ہم
نا آشنا نہیں ہیں تری نگہ بوسہ ہم
لائے ہیں انکو ڈھونڈ کھ جستجو سے ہم
پڑھتے ہیں اب نماز زائے وضو سے ہم
سر پھوڑ لیں گے آج تو ساتی سبھو سے ہم
چکر میں پڑ گئے ہیں تری جستجو سے ہم
پائین گے لطف زخم جگر کے رفو سے ہم
یہ پاس گئے ہیں آپ کی بس گفتگو سے ہم
واقف ابھی ہوئے تھے نہ دشمن کی جو ہجر

مجبور ہیں کہ مل نہیں سکتے جد سے ہم
صد شکر کامیاب ہوئے امتحان میں
انکار وصل ہی سہی سُنہ کھول تو ذرا
یار عطیہ ہو طاقت گفتار پھر وہی
سچ ہے تلاشیں یار نہ تھی اک خدا تھا
کیون گھٹ رہی ہی خلوت دلیں ٹپی ہوئی
کہتے ہیں پھول باغ کے اُس گلخزار سے
چمالوں کو دیکھ خار بیا بان نہ چھڑنا
نشہ میں ہم شراب سے دھوئی ہیں مائتہ
افسوس عید اور وہی تشنہ کامیا
صحرا کی خاک چہان کے برباد ہو گئے
تاری نظر سے آپ جو مانگے لکائیں گے
منظور ہے عتاب کا پھلو نکالنا
خا ہر میں دوست بننے ستم خوب ڈال گیا

اچھے کہی ہونگے کسیکی دوا سے ہم
مشق جفا سے آپ تو طرز و فاسے ہم
تنگ آگئے ہیں روز کی آہ و بکا سے ہم
تھوڑی خودی بھی مانگ کر لاتی خدا سے ہم

جیسے ہمارے درو کا چان کرینگے کیا
کلیان ہیں بتنی شہر کی مشہور سب میں ہیں
کتے ہیں مر بھی جا کہیں جب گرا تمام ہو
ہوتی اگر بتوں کے تعلق سے کچھ خبر

کچھ بھی تجھے خبر شہرِ رستہ جان کی ہر
اتنا کہی کہیں گے دل مبتلا سے ہم

یہ طبیعت کمان سے لائیں ہم
جان سے عاشقی میں جانیں ہم
سب بلاؤں سے چوٹ جائیں ہم
جسکے ظلم و ستم اٹھائیں ہم
جان اب کس طرح بچائیں ہم
راستہ ہے تو کیوں نہ آئیں ہم
کوئی سرزمین پہ بسائیں ہم
سوئے فتنے کو کیوں جگائیں ہم
اس لئے کرتے ہیں خطائیں ہم
ڈھونڈتے پھرتے ہیں دوئیں ہم
سامنے جب خدا کے جائیں ہم
بے وفا کر چکے و سنا ئیں ہم

یوفا تجھ سے روٹھ جائیں ہم
یہ غرض ہے ترے تغافل کی
یہی اچھا ہے موت آ جائے
غیر پیون ہو اسکا لطف و کرم
بیچ اور بیچ بھی جدائی کا
روکتا ٹوکتا ہے کیوں دربان
ہر جگہ آسمان ہے موجود
انکی آنکھوں پہ کیوں نظر ڈالیں
تیری رحمت کی جانچ کرنی ہو
درد اور درد بھی محبت کا
لے تو سامنے نہ پڑنا تم پہ
وقتِ آخر جفا برت کے نہ اٹھ

کوئی مونس نہیں رہا ہے شہر
درد اپنا کسے سنا ئیں ہم

تدبیر کیا کریں کہ رہا ہوں بلا سے ہم

کس طرح چٹ سکیں تری زلف و تاسی ہم

<p>تم بل گئے تو کچھ نہ کہیں گے خدا سے ہم فریاد ان بتوں کی کریں گے خدا سے ہم کافر ترے کرشمہ ناز و ادا سے ہم اچھا ہوا ملے بت نا آشنا سے ہم چھپا چھڑا میں کہنے تو کس کس بلا سے ہم</p>	<p>میں سے کچھ جو حشر میں پھر ہر کو دیکھنا پا مال کر کے خاک میں ہر کو ملا دیا یح تو ہے یہ کہ جان پھرا کر چلے عدم ان آشنا یوں سے خدا آشنا ہوا اُس خال کا خیال شب بھر یا در لطف</p>
--	--

دشمن اب انتہا کا وہی بن گیا شرار
 ستم سے ہوئے تھے دوست جسرا ابتدا ہم

<p>مردم لطف یار ہیں بس اپنی خو سے ہم تمپر ہوئے شار بڑی آرزو سے ہم مطلب نکال لینے نرمی گفتگو سے ہم کچھ حال دل کہیں گے بت تند خو سے ہم لاکھوں مصیبتوں میں گھرے جستجو سے ہم پوچھیں گے یہ ضرور کسی آرزو سے ہم نا آشنا نہیں ہیں تری نگاہوں سے ہم لائے ہیں انگوڑے ہونڈ کھ کس جستجو سے ہم پڑھتے ہیں اب نماز زائے وضو سے ہم سر پھوڑ لین گے آج تو ساقی بنو سے ہم چکر میں پڑ گئے ہیں تری جستجو سے ہم پائیں گے لطف زخم جگر کے رفو سے ہم یہ پائے ہیں آپ کی اس گفتگو سے ہم واقف ابھی ہوئے تھے نہ دشمن کی خو سے ہم</p>	<p>مردم ہیں کہ بل نہیں سکتے بعد سے ہم صد شکر کامیاب ہوئے ہتھان میں انکار وصل ہی سہی منہ کھول تو ذرا یارب عطا ہو طاقت گفتار پھر وہی سچ ہے تلاشیں یار نہ تھی اک عذاب تھا کیون گھٹ رہی ہی خلوت دلیں ٹپی ہوئی کہتے ہیں پھول باغ کے اُس گلزار سے چالوں کو دیکھ خار بیابان نہ چھڑنا نشہ میں ہم شراب سے دھو تو ہیں ہاشمہ افسوس عید اور وہی نشہ کامیاں صحرای خاک چان کے برباد ہو گئے تارِ نظر سے آپ جو ٹانگے گکائیں گے منظور ہے عتاب کا پھلو نکالنا ظاہر میں دوست بننے ستم خوب ڈال گیا</p>
---	---

لاکھوں دغائیں دین لب زخم گلو سے ہم
چھوٹے ہو سے ہیں زحمت فکر نو سے ہم
اس دل کو لیکے آئے تھے کس آرزو سے ہم

ہاں اپنے ہاتھ سے جوہیں فوج تم کرو
یہ زخم تیری تیغ کا گویا ہے چاک گل
کیا قدر کی کہ آپنے تو دن سے مکر دیا

یہ بات بھی نصیب کی خوبی ہے لے شر
اُس شوخ کی نظر میں ہوں گھٹ کر عدو تم

دل جو لینا ہے تو لے لو اسے نہیں لے کر
ن گئے شربت دیدار میں بس گھول کر
تکو طحباؤن تو پی جاؤ مجھے گھول کر
مفت بدنام نہوا سکی طرف بول کر
کاٹ دو بات مری بیچ میں کچھ بول کر
چاندنی رات بنا دو اسے منہ کھول کر
سر غنہ مفت بنے جاتے ہو غفل کر
شام کی وقت نہ بیٹھا کر دسر کھول کر
دل کی حسرت ہے خرید و مجھے بے مول کر
جاؤ اب بیٹھ رہو اپنی مکر کھول کر

کچھ رہ کر کئے نظروں میں ذرا تو لکھ کر
مر گئے حسرت دیدار میں مرنے والے
نہ ہو تم تو مرے خون کے پیاسے کھیر
آج ہے روز جزا غیر کے کرتا ہوں گلے
سلسلہ ذکر محبت کا کہیں ختم بھی ہو
تیر بخت کی سیاہی سے ڈراتا ہوں
تکو کر دیکھا قیس بونگا یہ محبت بدنام
دل جلے خاص اسی وقت دعا کرتے ہیں
جان کہتی ہے کہ لیجاؤ مجھے بے قیمت
مر گئے خیر سے تموار کے کہانے والے

خود بخود ذکر عدو چیر دیا ہے اُسے
آج موقعہ ہی شر جنک لوجی کھول کر

ن

کانپ جاتا ہوں زباں پر اسے جب لاتا ہوں
آج کا نشانہ دل دشمن کا نکھوتا ہوں

نہم ہجران سے بری چیز کھلا جاتا ہوں
لیجئے اپنا کلا آپسے نکھوتا ہوں

نامہ بر خیر سے تو خط بھی نہ لایا اُنکا
 پھر نہ کہنا ترے نالوں سے دنیا بزم
 کیا زمانہ تھا لڑکپن کا حیا تھی نہ حجاب
 لیکے تار رگ کھل لب مرے سنی دھویا
 بات کیا ہی ترے دامن میں ہیں جتنی طمان
 دل بہن رکھتا ہوں تری شوخ نظریں بھی
 تن بہ تقدیر کیلے حال تو کچھ قسمت کا
 تشنہ شوق کی نودل میں بند ہی تھی
 بے حجابی سے تعلق تھے یہ وہ بوشہل
 خیر ہو کہ نہ تھے تو شہین کہ آتا ہے
 خیر ہو کہ نہ تھے تو شہین کہ آتا ہے
 جذبہ شوق کا یوں حال نہوگا معلوم

میں سے یہ کہہ کے گیا تھا کہ انہیں لاتا ہوں
 نے یہی میں تری محفل سے اُٹھا جاتا ہوں
 وہ گہڑی اب میں نصیبوں نے کہاں باتا ہوں
 دل بھر آتا ہے نفس میں تو میں چلاتا ہوں
 سب میں لے رشک چمن غیر کی بو پاتا ہوں
 کون کہتا ہے کہ میں جو سے گہرا ہوں
 آج میں سرورِ دلدار سے نکلتا ہوں
 خیمہ سان سوزِ محبت سے جلاتا ہوں
 انہیں باتوں نے تری دیکھ میں گہرا ہوں
 غیر کے گھر سے ہٹ کر نہ گہرا ہوں
 تیرے دروان پہ مدت سے میں چلاتا ہوں
 آپ ہر شیار رہیں آج ہی بلواتا ہوں

نامہ بر جا کے شریخ دہی نہ پلٹا اب تک
 کہ گیا تھا کہ ابھی انکو لئے آتا ہوں

لذتِ زخمِ ہر ہے ہے ہی ارمانِ دلین
 تیری چاہت میں نہ سوچی کوئی صورت نہ
 ماتہ باز ہے ہوئے محشر میں کھڑی ہیں جیکے
 نہ ٹھہرنے کی جگہ ہے نہ ٹھکانا کوئی
 غورِ ناحق کی نہ امت کہیں چپ سکتی ہو
 کیوں نکلنے کی مرے دل کو تنہا ہوگی
 غلشش تیرا لذتِ پیکانِ جفا

جی میں آتا ہے کہ رکھ لوں میں نکلتا ہوں
 سوچ لیتا ہے بڑی دور کی انسانِ دلین
 جو ریحا سے وہ کیسے ہیں پریشانِ دلین
 ہوگا کس طرح ہجومِ منہم ہجرانِ دلین
 آنکھ کھلتی ہو کہ قافل ہے پشیمانِ دلین
 تم ہو ارمانِ میں ارمانِ میں پہنانِ دلین
 یہ مرے تیری بدولت بہن مرجانِ دلین

<p>جمع ہین تیری محبت سے یہ سامانِ دلین مدعا کہنے پہ بھولے سے کہا مانِ دلین تم نہ آؤ صفتِ خواب پریشانِ دلین گوئی روزِ لگانا ہوں گلستانِ دلین نہ رہیں گے یہ مرے حسرتِ اربانِ دلین</p>	<p>دل درِ جگر درِ جدائی تیرا صاف باطن ہواں سمجھ لوں گا اگر کبھی کیون ہو تعبیر سے برہم دلِ شیدائیر آہ سوزان کے شرِ راز کے جھانسیں آئے ہی عسجدِ جانی تمہیں ہوشِ انگلیکا</p>
---	---

کیون بتاؤں میں شرِ شعری کیسے ہیں
آپ نصف ہن سمجھ لیں گے سخندانِ دلین

<p>بٹھایا ہے جو اٹھ کر دے نا پار بیٹھے ہیں یہاں تیر جدائی صورتِ غمخوار بیٹھے ہیں خباہرِ رگہز زبَن کر لپس دیوار بیٹھے ہیں ہست سے اُد تیرے طالبِ یار بیٹھے ہیں ہزاروں چائے والے پس دیوار بیٹھے ہیں ون گھینچے ابرو سے خدار کی تلوار بیٹھے ہیں ہمارے نام پر کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں یہاں بیکار بیٹھے ہیں وہاں بیکار بیٹھے ہیں اکہی کیون تہ شمشیرِ دوئے خوار بیٹھے ہیں خدار کے وہ بیکار آج خود تلوار بیٹھے ہیں عدم کو آج چلنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں</p>	<p>جگر تھامے ہو سے تیرے جگر اٹھا بیٹھے ہیں خیالِ یار سے دل کہا ہے دیکھ کر آنا کہاں چھوڑا کیسے گھر کا چھپا ہے مٹ کر تجلی سے اگر سوئے کو غش آیا تو آنے دے را آہستہ ہو لو غیر سے سب جان دیکھے اتنی خبر ہو رنگِ اد اچھ اور کتا ہے دسے جاتے ہیں بوسے غیر کو ابرو پر چمکے دیا ہے سبے دل انکو کچھ ایسی اپنی حالت ہے وہ اکھین زیرِ ابرو دیکھ کر یہ سوچ رہا ہے جو آتا ہے زباں پر حرفِ مطلب کا دیتا ہے چارا کیا ہے دنیا کی کوئی حسرت نہیں تھی</p>
--	---

شرِ ہرگز چک کر شعر تم پڑھنا نہ چلے ہیں
ادب جانے نہ پائے ہاتھ سے سر کا بیٹھے ہیں

ستم پر اُد ہر وہ کر باندھتے ہیں
وفا کی ہوا ہم اُد ہر باندھتے ہیں

یہ کیا ہو رہا ہو کہ مرغان کشتن حسینوں کو اللہ نے دیدے ہیں کہاں ہو کسی کی کمر کسٹے دیکھی محبت ترے ہاتھ سے الچ میری حسینوں کو ہوتی ہو دولت کی خوش میری بیخ آہ رسا کا یہ ڈر ہے چمن سے نہیں تاب پرواز شاید وہ کیا ڈھونڈتی ہیں مراد دل کو بھڑا لگاتی ہو تلو اکسب موج دیا اتنی ہماری وفا میں اثر دے	کھستان سوزت سفر باند تہو ہیں وہ جلوے جو سب کی نظر باند تہو ہیں خط ہم خیال کر باند تہو ہیں پے امتحان وہ کر باند تہو ہیں گرہ میں سبھی پھول زر باند تہو ہیں فلک مہر و نہ کی سپر باند تہو ہیں رنگ گل سے بیل کے پرمانہ تہو ہیں ادھر کھولتے ہیں ادھر باند تہو ہیں یہ گرداب ناحق سپر باند تہو ہیں وہ ترک جفا یہ کر باند تہو ہیں
--	---

جو ہر وقت خاموش رہتے ہیں شاید
تصور کسی کا شرار باند تہو ہیں

آدھ غبر و نئے آنکے عہد پہاں ہوتی جاتی ہیں وہاں غیر و نپہ انکی مہربانی بڑھتی جاتی ہو شرکچہ آچلا شاید مرے جوش محبت میں سکھاتی ہو حوائی اکو انداز جفا ہر دم جوا ایسی چلی ہے آجکل بارغ محبت میں زار آئینہ دکھو ہو چکا اب سوگ دشمن کا کہاں پیتے ہیں یہ آنسو ٹوکے گھونٹ تہو ہیں کہاں اب آنسو پیتے تم سنگر ہوتے جاتے ہو	ادھر ناکا کیون کے ساز و سامان ہوتی جاتی ہیں یہاں ہم پائمال یاس صحران ہوتی جاتی ہیں کہ وہ اپنی جفاؤں پر پشیمان ہوتی جاتی ہیں محبت میں شادی کے سامان ہوتی جاتی ہیں کہ ٹکڑے ہر طرف جیب گریبان ہوتی جاتی ہیں غضب ہو کیسوی پر خم پریشان ہوتی جاتی ہیں اب اپنے ضبط سے ہم خود پشیمان ہوتی جاتی ہیں تو کس انداز سے بولے کہ ہاٹن ہوتی جاتی ہیں
---	--

شرار سننے ہیں جدم شعرا چے لطف آتا ہی

خدا کا شکر ہے ہم بھی سخندان ہوتے جاتے ہیں

دن رات چنیتی ہے کانٹے زبان پر ہیں
اچھا قہقہہ بہت اس کی زبان پر ہیں
تاہم عدو کے قصے انکی زبان پر ہیں
اُمید کے نتیجے سب امتحان پر ہیں
بھیسے کمان چھپیں گے کیا آسمان پر ہیں
لاکھوں چین تصدق اس آن بان پر ہیں
اب دشمنوں کے صدمہ دشمن کی جان پر ہیں
پر اسے میں تو سب سے غلام ہیں
قتل و سب سے وہ بھروسہ جو پارساں پر ہیں
اس کے مزے ابھی تک سوکھی زبان پر ہیں
تیری بنائی باتیں سب کی زبان پر ہیں
یہ سپاند اور سورج جو آسمان پر ہیں

کیا کیا گلون کے صدمے بلبل کی جان پر ہیں
علم و ستم تمہارے جو یہی جان پر ہیں
ہر چند وہ بیان ہیں مصروف خواب رات
یہ تیغ جفا سے تیری مرنا بھی زندگی ہے
بلجائے گا خدا بھی ڈھونڈھے سے وہ تو کبھی ہیں
عالم تری ادائیں لائیں گے گل کہاں سے
اور وہ یہ بھی نگاہیں پڑنے لگی ہیں انکی
بلکشن چال تیرا بدنام کر رہا ہے
جب ہر مزہ مجھے بھی بلجائیں دو گڈی کو
جو ساغر محبت روز ازل پایا تھا
رسوا ہوا ہے تو خود سب کو زبان دیکر
تیرے ہی عکس رخ سے دونوں چک رہے ہیں

آہ شہر رنے جا کر یہ گل کھلا دے ہیں

پیش کش نگاہ تارے کب آسمان پر ہیں

قیامت کے مزے لوٹے دل دلیکھ پھلوں میں
ادھر ہے تیر پھلوں میں ادھر تیر پھلوں میں
یہ کیوں چھتری ہو تنے بیٹھ کر تقریر پھلوں میں
یہ تم پھلوں میں بیٹھ ہو کہ ہے تصویر پھلوں میں
جلاؤ گے تو خجائیگا یہ کسیر پھلوں میں
چپا لیتے ہیں اکثر غیر کی تصویر پھلوں میں

اگر آجائے قسمت سے بت بڑی پیر پھلوں میں
بلکہ تو ذوق فرگان کا ہر دل کو شوق ابرو کا
یہ کیا سوچی ہے کیوں ذکر عدو سے جی جلا ہو
جب آئے ہو تو کچھ باتیں کرو مجھے ہنسو بولو
ہمارا دل محبت میں تمہاری رنگ لائیگا
وہ ہم آغوشی باہم کی لذت خال کر نیکو

اگر بیٹا کبھی اگر کسی کا تیر پھلو میں
دل بیا بیا ہاتھوں پر تری تصویر پھلو میں
بہانے سے اگر آیا بہت بڑی پھلو میں
جو ہاتھ آجائے رکھنے کو تری تحریر پھلو میں
بتاؤ تو ہنے بیٹھے ہو کیوں تصویر پھلو میں
کہ تھو کچھ لاتی خود مری تقدیر پھلو میں
جو رکھی داہنی جانب تری تصویر پھلو میں

لب سہ فار کے دل نے تڑپ کر لے لئے جو
لے پھرتا ہوں رسم عشق کا نقشہ دکھاتا
خوشی سے خود چلا آئے یہ کیا آئینہ آنہ
سودا خط سے سودا سے دل و دشتی گدا رہا
یہ ظنوت ہو بہانہ کو کام شوخی و حسد بولو
اگر قسمت عدد کی مجھ کو ملجاتی تو یہ ہوتا
محبت بھی بڑی شے ہے تڑپ کر دل ہی نہ بچا

شہر کی جان جاتی ہے نہیں تاخیر کا موت
خدا کو مان آجا او بہت بے پیر پھلو میں

کب غریبوں کی سنی جاتی ہر سہارو میں
عیش کا رنگ ہو کیوں خون کو قوارو میں
ایسا سودا ہوں کہ رحمت ہے خریدارو میں
تیس دن عید سنائی گئی سیخوارو میں
اتنی طاقت ہی کہاں ہو تری بیمارو میں
آج جلسہ ہو بڑی دھوم کا میخوارو میں
ایسی تیزی نہیں دوزخ ترے انگارو میں
عید ہے غم کے عوض میرے عزادارو میں
چپ کھڑا ہوں تری رحمت کو طلبگارو میں
کیا قیامت کا اثر ہے تری تلوارو میں
بنکے بُت بیٹھے ہیں وہ میرے عزادارو میں
کون یوسف نکل آیا ہے خریدارو میں

بلبلین شو عبت کرتی ہیں گلزارو میں
تیر آیا ہے ترا کیا بگڑا نگارو میں
کثرت جرم سے یکتا ہوں گنہگارو میں
اب کی ہر روز گھنائیں رمضان میں آئیں
اٹھ نہیں سکتے جو دنیا سے بھی اٹھنا چاہیں
چل بھی زاہد ابھی دم بھر میں پلٹ آئیے گئے
اخگر سوز نہان میں ہے غضب کی گرمی
آنے والے ہیں جو وہ فاتحہ پڑھنے کے لئے
میرے ہاتھوں میں ہے اعمال کا کپا چٹھا
زخمی تیغ ادا اٹھتے ہیں فتنے کی طرح
موت پر غیر کی سر پیٹے دیکھا ہے جنہیں
آج بازار محبت میں پڑی ہے پھیل

کیون تری آنکھ بھی لکھی گئی ہے یہاں نہیں
روشنی ایسی کہاں چرخ تری تار نہیں
بھول باسی بھی نہیں کوئی ترے ہار نہیں
ہنسنے پالا تھا جسے ناز کے گھوار نہیں

دل بھیا رکا کین پڑ گیا سایہ اسپر
آکے افشان کی چمک دلبین کہیں جاتی تیر
بے وفا کیا دہری زرت یہ چڑھاؤ کے لئے
خاک میں تو نے ملا پا دہی دل ہی غلام

آرزو ہے یہی جلتے ہوں طفیل سرکار
اسے شہرِ عمر گزر جائے انہیں یار نہیں

اب جو مر جاؤں تو یہ مرنا بھی کچا نہیں
پھوٹی قسمت کا گدہ ہوتے کچا شکو نہیں
ہائے بھل کا تڑپنا لوٹنا دیکھا نہیں
جان پہ کیسے ہو دیکھا چھیرنا اچھا نہیں
کیا تڑا ارمان اب بھی غیر سے نکلا نہیں
جب ترا خنجر ہمارے غن کو پیا نہیں
وہ نہیں آئے ابھی میں جان دیتا ہوں
سے جاننا زونکا مرنا اپنے دیکھا نہیں
کیا مرے آئینہ دل میں ترا نقشا نہیں

دیکھ کر حالت بُری وہ کہ گئے مرنے نہیں
عمر بھر میں نے نظر بھر کر تھیں دیکھا نہیں
پیر کر مرنے جلد با قاتل لگا کر دل پہ تیر
کس سے اٹھ سکتا ہو توبہ غیر کر طعنوں کا
لے ہجوم باس جا بھی مار تو ڈانڈا جسے
چشم جو ہر فخر سے کیوں دیکھتی ہو ویدم
سوت سے لحد وہ کہ پھر آنا خدا کیو سٹے
ایک تو نار سا بھرتے ہی بس کہہ ہی تھا
میں نہیں مرنے کا ہرگز دور پہنچنے سے ترے

کیون کئے جاتے ہو تم اصرار اس وصل
کیا شہر سے مزاج اسکا ابھی سمجھا نہیں

قبول ہو نہیں سکتی وہ تعجب ہوں میں
سخن ہوں لفظ ہوں معنی ہوں عام ہوں میں
کہیں خبر نہیں جسکی وہ مبتدا ہوں میں
کہیں مرض کہیں رحمت کہیں دعا ہوں میں

ترے وصال کا درپردہ مدعا ہوں میں
مری خوشی ہے شرح کتابِ بستی کی
خبر وہ ہوں کہ نہیں جسکے مبتدا کا پتا
عجیب نقشہ نیرنگی زمانہ ہوں میں

قصور وار دل مبتلا ہے یا ہوں میں
تمہاری زلف کے انداز دیکھتا ہوں میں
تری کمر کے صفا میں سوچتا ہوں میں
غضب میں رنج میں آفت میں مبتلا ہوں میں
تو جسکے بولے کہ ہاں صورت آٹھان میں
خدا کی شان ان آنکھوں سے دکھتا ہوں میں
اسی ادا یہ تو ظالم کی مرثیہ ہوں میں
پھر ہی ہوں تیر ہوں تلواری ہوں قضا ہوں میں

خدا کو مان کے کہنا زرا خدا لگتی
سنور سنور کے بکھرتی ہے رد و دشمن پر
نصیب ہوتی ہے ہر روز سیر ملک عدم
جگر میں درد تڑپ دل میں آہ ہر لب پر
اگر کسی نے مرا ذکر اُسے چیر دیا
تمہارے پھر بے جسم نقاب اٹھتی ہو
جگاڑ میں بھی ہیں سنے کی صورتیں پیدا
نگاہ ناز تری میرے دل سے کہتی ہے

نماز و محبت کا کیا کون میں شری

عجب طرح کی مصیبت میں مبتلا ہوں میں

برہم جو گیسو تو پریشاں بہت ہیں
یہ کس سے سنا آپ کے احسان بہت ہیں
صدے شبِ فرقت کے میرجاں بہت ہیں
یوں ہونے کو دنیا میں گریبان بہت ہیں
اس دل میں مرے اور بھی ہماں بہت ہیں
اس بات کا ہے خوف وہ نادان بہت ہیں
وہ اپنی زبان دے کے پشیمان بہت ہیں
مرتا ہوں اسی پر کہ وہ نادان بہت ہیں

سے ہم سے پشیمان بہت ہیں
کے منوں ہیں عاقل
کے تھوڑے سے بیان کر دو
سے ہی دستِ جن تاں لے چکو
نم و یاس ہو قوف نہیں ہے
ان کو نہ گہرا میں کہ ہم کو
نے بہت تنگ کیا ہے
یوں تو کر لیتے ہیں دین

ہاں کوئی شر رسا جو نکالو تو میں جانوں

یوں چاہئے والے تو مر گیاں بہت ہیں

میں جو جاتا ہوں تو الزام دے جاتے ہیں

کے ہاں عام دے جاتے ہیں

آج کیا بات ہے اس شرم کا باعث کیا
 کیا یہ مقصود ہے بھڑ آئے دل زار مرا
 کہتے ہیں جس سے ہمیں اس تجھے نفرت ہو
 اپنی حسرت کے مجھے داغ دے پھر بولے
 خود ہی پر دانے لیٹ جاؤں میں اڑ کر کو سے
 اس سے بہتر تھا مجھے زہر بلا دیتے تم

آج منہ پیر کے کیوں جام دے جاتے ہیں
 سے سے خالی جو مجھے جام دے جاتے ہیں
 بھی طے سحر و شام دے جاتے ہیں
 یہ ترے دل کے تجھے دام دے جاتے ہیں
 اور پھر شمع کو الزام دے جاتے ہیں
 غیر کو ہاتھ سے کیوں جام دے جاتے ہیں

آپ کب روک محبت کا لکھا یا میں
 اے شر کیوں مجھے الزام دے جاتے ہیں

آفت کی ہو چھری تری چین چین نہیں
 ناک ننگن وہ کونسا ہی تیرا ایسا تیر
 وصل بھی ہو تو وعدہ خلائی کی ہو میں
 اٹھکھیلوئے راہ میں چلتے ہیں اس طرح
 وہ ہر جگہ ہے جلوئے آنکھ بھی تو ہو
 دل ہو ضعیف اسلئے ناے ضعیف ہیں
 ان بدگمانیوں سے مصیبت میں جان ہو
 حورین ہیں حاقبت کے لئے آنکھ اڑ کر گیا
 رگ رگ کے چل رہی سے کیچے پہ بار بار
 تنے نظر سے جسکو گرا یا ہے اے بتو

برچی غضب کی ہے نگہ خشکین نہیں
 جو دل نشین نہیں ہو جو پھلو نشین نہیں
 ہاں ہاں تمہارے لب سے کہیں نہیں
 گو یا بتوں کے پاؤں کیے نیچے میں نہیں
 دیکھو تو ہر جگہ ہے نہ دیکھو کہیں نہیں
 ورنہ کچھ ایسا دور تو عرض برین نہیں
 نکلو ہمارا ہمس کو تمہارا بعیتیں نہیں
 دنیا میں اب جواب تمہارا کہیں نہیں
 میٹھی چھری ہے وہ نگہ شرکین نہیں
 دونوں جہان میں اسکا کھٹکانا کہیں نہیں

ہم حال کیا کہیں شمر بادہ نوش کا
 وہ مست ہے جسے غم دنیا و دین نہیں

چہن کیونکر ہو ہزاروں ہیں الم سینے میں
 ضبط کیونکر ہو گھٹا جاتا ہے دم سینے میں

شکر سے دیکھیں جگر و دل کے جو ہم سینے میں
 رک رہا ہے ترے بیمار کا دم سینے میں
 دردِ دل کے اٹھا ہے شبِ غم سینے میں
 رگبیا ٹوٹ کے پیکانِ ستم سینے میں
 سیکڑوں رنجِ ہزاروں ہینِ الم سینے میں
 آپ داغوں سے گلزارِ ارم سینے میں

آپ ہی کہتے کہ فریاد و فغان کیوں نہ کریں
 دیکھتے چل کے اُسے ایک نظرِ او ظالم
 تیغِ بن بکے کیا ہے مجھے آہوں کے حلال
 جانبری کی ترے بسل کو اب امید نہیں
 ہم سراپا ہینِ سلق بہک خوشی سے کیا کام
 کس لئے سیرِ گلستان کی ہو س ہو ہو

جب وہ بسل نہیں کرتے اسے تیرے شر سے
 پھر عبثِ دل کو لئے پھرتے ہین ہم سینے میں

خوف و رجا کی قید میں رہتے ہم نہیں
 رکھیں غریبِ جان کسی سے وہ ہم نہیں
 کیونکر کہوں کہ یارِ شریکِ الم نہیں
 اب چاہ غیر کی ترے سر کی قسم نہیں
 پھولوں کی ہے چھری مری شاخِ ظلم نہیں
 ظالمِ ستم سے تیرا کرم بھی تو کم نہیں
 چلتا ہوں راہ اور نشانِ قدم نہیں
 تیرا ستم تو میری نظر میں ستم نہیں
 قسمت کا بل نہیں ترے گیسو کا خم نہیں
 کچھ اور آرزو ترے سر کی قسم نہیں
 اے مرگ بے خبر ترے قابو کے ہم نہیں
 سوزِ دردوں سے اب مری آنکھوں میں نہیں
 دُوبھر ہے زندگی مجھے مرنیکا خم نہیں

جنت کی آرزو نہیں دوزخ کا عزم نہیں
 منگھوڑتساں وفا ہے تو عزم نہیں
 جب دیکھتا ہوں وہ دل اندوہ گین ہین
 کہ لو اسی ادا سے پھر اکسب اور بھی
 کہا ہے سوزِ دل تو پڑے ہین ہزار داغ
 لیں دل میں چھپان نگہِ التفات نے
 آنکھوں سے جا رہا ہوں دریا کی طرف
 کچھ اور شکر میرے ستانے کی چاہوں
 سید ہا کر گیا یہ خیمِ شمشیر کیا مجھے
 باہین گئے میں ڈال دے حسرت نکال دے
 آنکھوں میں دم رہ گیا وہ جب تک نہ آئیں گے
 کیونکر نکالوں رو کے دل زار کا غبار
 قاتلِ آنہیں کیسکا زمانہ یہ فسر ہے

میں کیا کروں کہ ترکِ عشقِ محال ہے | ہر چہ اُسے مجھ کو اسیدِ کرم نہیں

کیونکر سنا میں آپ کو حسرتِ بھرا کلام

کچھ دردِ ہم نہیں ہیں شرّ میرِ ہم نہیں

پھیر میں قدمِ جوراہِ وفا سے وہ ہم نہیں
دنیا میں یوں تو دل کے غریزہ رکم نہیں
تو ہے ہمارے دل میں نرمی دل میں ہم نہیں
دنیا میں ہر حسین قیامتِ سرِ کم نہیں
ایسے گئے کہ راہ میں نقشِ قدم نہیں
صحرا میں ہم نہیں ہیں کہ گلشن میں ہم نہیں
قاتل نے جب کہا دم سے خنجر میں دم نہیں
تیزی بگھا خنجرِ بران سے کم نہیں
کیا میری بغض دیکھتے ہو مجھ میں دم نہیں

اکھٹ میں اپنی جان بھی جائے تو غم نہیں
ہم چاہتے ہیں آپ ہی اُسکو غریزہ
کافی ہے اتحاد و عداوت کا یہ ثبوت
واعظِ ذرا رہا ہے ہمیں ایک حسرت سے
یارانِ رفتگان کا پست اکس سے پوچھتے
وحشت دکھا رہی ہے ہمیں ہر جگہ کی سیر
بہل کا دم یہ سنتے ہی فوراً نکل گیا
منظور ہے جو نفل مرادیکھ لے ادھر
کیا فائن جواب ہو پشیمانِ جور سے

تجئے شرّ جو عشق کیا کیا برا کیا

آفت نہیں ہے فخر نہیں ہے ستم نہیں

یہ کیسی جان میری ڈال دی چاہتے ہیں
زرا آنکھیں ملیں باہم کہ باتیں گہوڑی
کچھ آسانی بھی پیدا ہو چلی ہے میری شکل میں
وہ خود انصاف کر لیں نصفی سے سوچ لیں
کفن باندھ ہی ہو پھرتا ہوں سر کو قاتل میں
زبان پر جو نہ آئیں ایسے لاکھوں راز ہیں
خدا رکھے یہی دم خم ہمیشہ تیغِ قاتل میں

ہزاروں حسرتیں ہیں سیکڑوں ارمان ہیں
کیونکر کیا خبر کیا راز ہیں مقتول و قاتل میں
نہ راسا رحم بھی پاتا ہوں اب اُس شوخ کو
ہوئی تھی استِ اکس سے گریبان میں تو منہ دیا
ڈرے کیا موت سے وہ جو ہتیلی پر لے سر ہو
ہزاروں بے ہیدایے ہیں جنہیں میں کونہیں
اسی سے بیکسو نکلی سٹھلین آسان ہوتی ہیں

یہی باتیں تمہاری کام کر جاتی ہیں نشتر کا
یہاں تک کہ طرح پہنچا یہ مجھے پوچھنا کیا ہو
یہی فقرے کشک جاتے ہیں کانٹے کی طرح
ہوئے شوق لے آئی اڑا کر تیرے محفل میں

محبت میں بس اپنا سر اللہ مالک پر
گھرا ہوں آفتون میں بڑ گئی ہو جان بیکل میں

رکھ لوں قصہ پیری چیر کے پھلوں میں
کس سے اٹھیں گی ترے پیر نظر کی چوین
مدد عاید ہے کہ آباد رہے تو دل میں
نہ یہ طاقت ہے جسک میں یہ قابو دل میں
میں ابھی سوچ رہا تھا یہی پھلوں میں
سے جھکا کر کچھ انصاف کو کر دوں میں
بھینٹ ڈال رہا ہے ترا کیسوں میں
کبھی آنکھوں میں رہا اور کبھی تو دل میں
تیرا صدقہ ہے کہ یہ گھر رہے آباد مدام

سید ہے فقر وں کو تو قابو میں نہ آیا وہ شر
اور سوچو کوئی چلتا ہوا پھسلو دل میں

کشتی سے میری عمر عجب اضطراب میں
کیوں جاے عزیز ہنوز ابرغ آرزو
تیری یاد میں جو ہمیں یاد آگئیں
سہم فامین کی پڑے
دشمن نے جو کہا ہو وہ لکھ دو جواب میں
دریا کو ہم نے بند کیا ہے جواب میں
تریا گئے وہ اور بھی آئے جو خواب میں
فرقت میں اٹھتی اٹھتی شر تو درد شک گیا
میرا عذاب خود ہی پڑا ہے عذاب میں

و اے قسمت بھول لمین اور میں غار و نہیں ہوں
میرے ہمد و نہیں وہ میں اسکی غنوار نہیں ہوں
غیر سے تو کہہ رہے ہو میں و فادار نہیں ہوں
جھکو جو چاہو سزا دین گنہگاروں میں ہوں
بے دیکھا ہے زمانہ میں ہی ہشیار نہیں ہوں
تو وہ سودا ہو کہ میں تیرے خریدار نہیں ہوں
ذکر گلشن چہرے تازہ گرفتار و نہیں ہوں
جنگل میں قیس ہوں فرہاد کھسار و نہیں ہوں
اے جفا سے یار میں تیرے خریدار و نہیں ہوں

یاد رخسار و نکلی ہوں رات انگار و نہیں ہوں
دل لگا کر یکسی کے ناد بردار و نہیں ہوں
بھسے کیا برتاؤ ہیں نگہیں ملاؤ تو ذرا
ہاں ہی ہے پیار کی نظر نے دیکھا ہوتا ہیں
تیرے صدقے پھر کسی انداز سے کہ لے کر
کہ رہی ہو اسکی رحمت جبرم حید سے مرے
خیتوں کے ساتھ لے صیاد تو اتنا ہی ہوں
مختلف ناموں سے ہوں مشہور نیز عشق میں
غیر تجھے جی چراتا ہے تو کچھ پروا نہ کر

حشر میں ڈرتا ہے کیونکہ خدا سوا شکر نہ
کام تیرا عفو عسیان میں گنہگاروں میں ہوں

اے ہجوم بخود ی میں ہوں کسیکی یاد میں
یا اثر تھوڑا سا دے یارب مری فرما دین
رات ساری جسے کاٹی نالہ فریاد میں
اور جوشش یاس ایسا خاطر نا شاد میں
فرق ظاہر ہو گیا شاگرد میں ہستاد میں
جان تیرے دھیان میں ہوں دل ہی تیری تپان
ہر خلش مرگان کی کچھ کچھ نشتر فساد میں
جب زرا ہم خوش ہوے اس عالم ایجا میں
بال شیریں نے جو کھوئے ماتم فرہاد میں

یہ نہیں موقع نہ آتا تو دل نا شاد میں
یا تو موت آجائے جھکوان تبوں کی یاد میں
یو چہتے کیا ہو حقیقت شب کی اس کنجش سے
ہائے یہ برسات کا موسم یہ ایام بہا
مینے کاٹا کو چشم اور کو کہن نے کو بنگ
اپنے اپنے کام میں ہیں محو و لون ہر گھڑی
کیونکہ نہ رکین تیرے سودائی اسودے غریب
آسمان نے رکھ دیا سر پر وہیں غم کا پہا
جان دیکر اور بھی اسکی پریشانی بڑھی

اے شہر تجھے مرنے نواب ہیں فرمان روا

دونی رونق ہو گئی ہے مصطفیٰ آبادین

اب ٹھہر جائے طبیعت کوئی تیر نہیں
تیری تصویر کیا ثانی کوئی تصویر نہیں
کہ مجھے کچھ گلہ گر و شش تقدیر نہیں
آپ کے پاس کوئی تیغ نہیں تیر نہیں
یہ ہے وہ شمع جسے حاجت گلگیر نہیں
پاس اُنکے کوئی منصب نہیں جاگیر نہیں

انہیں پر دانی نہیں سر یا دین تاثیر نہیں
سیری آنکھوں نے، و عالم کا مرقع دیکھا
جستجو میں تری اس درجہ مزا آیا ہے
کیا خبر دل مرا مجسروح ہوا ہر کینہ کو
میرے سینے میں ہو نورِ رخ روشن تیرا
دولتِ عشق سے طالب تر مرغِ مستغنی ہیں

بھربانی سے شر کو جو وہ بھڑکھین
ایسی کنجش کی قسمت نہیں تقدیر نہیں

کیا فکر ہو ہمیں یہ ضرر من ضرر نہیں
دراغ دل حزن کے معتل مگر نہیں
یا آج اسکی تیغ نہیں یا یہ سر نہیں
قسمت کی بات ہو کہ اُدھر ہوا دہر نہیں
کہتا ہے اک جہان تمہاری کمر نہیں
دنیا کی اونچ نیچ کی جس کو خب نہیں
کہد و خدا کی واسطے منہ پہیر کر نہیں
کہنے کی بات ہے کہ ہمیں کچھ خبر نہیں

پیکان ہے ترا دل کی جگہ دل اگر نہیں
روشن فلک سپس نہیں یا تیر نہیں
دل میں ہی ٹھنی ہے کہ ہو جائے فیصلہ
میں ہی ہوں خیر بھی ہے مگر اسکا الفت
نوار باندھ لی یہ کمان میرے قتل کو
وہ روز دندنے چلے ہیں ہمارے مزار کو
پھر چاہتا ہوں میں اُسی اندازِ ناز سے
خود جانتے ہیں غیر کی بدنامیہ نکو آپ

جائی بھلا شر ترے کوچے سے کس طرف
خانہ خراب کا کس دن دنیا میں گھر نہیں

جو اس سے پہلے کہی تھی وہ اب نظر نہیں
زبانے انکی نکلتی ہے پیش تر ہی نہیں

وہ حالِ عاشقِ ناشاد سے خبر نہیں
سوال وصل کا آتا ہے بعد کولب پر

شب فراق مرے گھر بچا رتی آتی : جان میں چھائی ہے علت نفاق کی نفس سے چھوٹے ہی پہل تو کیا کر صبا یہ سچ ہے غیر یہ کیونکر منو کر م تیرا	میں ایسی رات ہوں جب کہیں سحر ہی نہیں کہ اس بلا سے کیسے کہیں مفر ہی نہیں وداڑ کے جاے کہاں اسکے بال پر ہی نہیں اٹھا سکے تری بیداد وہ جگر ہی نہیں
--	---

ہمارے دلی بہارین نہیں ٹہن کی شرار
یہ وہ چمن ہر خزان کا جان گزر ہی نہیں

ہزار دن میں یہ ہم کھدین کہیں مڑنے سے وصال اکدم میں ہوتا ہوا ہی کچھ کہا کرتی ہیں قسم کہانے کا انکی جب کہو کجرا اعتبار لے بہت انے شکایت جھوٹے وعدہ کی نہیں نہیں تھمتے مری آنکھوں کے آنسو کیا کرن یا ہوا جاتا ہر سب کا امتحان خیر تو کیسے جو تم خدا رکھے نہیں سے کھل ہا ہر اک چمن دلیں	خدا ہیں تہا ہیں آپ پر شیدا ہیں مڑتی ہیں ہمیں ہی آپ ہی جو ضد اگر مٹ آپ کرتی ہیں مراسر کیا کوئی قرآن ہی کیوں ہاتہ دہرتی ہیں ہی کیا کم ہے نیچی آنکھ ہی کچھ عذر کرتی ہیں میں دامن میں ہی لیتا ہوں تو یہ موتی بکھرتی ہیں آنہیں بھی کیلئے ہمد جو کہتے تھے کہ مڑتی ہیں مرے داغ محبت کیسے تازہ گل کرتی ہیں
---	--

شرار اُن سے نہ کر شکوہ مگر وصل شہنشاہ کا
غیبت ہی نہیں انکار کرتے ہیں مگر تڑپیں

دلا سے کی نہ باتیں ہیں سمجھاؤ کی باتیں جو آئے ہوسنو میری کہو اپنی ہنسو بولو حد کو سائیکر آئے ہو میری عیادت وہ وعدے سب کر دھیسے جو پوری ہو نہیں سکتے تسلی دل کو دینا عہد کرنا پھر نکر جانا یہ تیری شوخی و تقریر دنیا سے نرالی ہیں	تمہاری بھولی باتیں اور تڑپاؤ کی باتیں ہیں یہ خاموشی نہیں گویا غضب ہانکی باتیں ہیں یہی بے سوت گویا دم نکھانے کی باتیں ہیں وہ باتیں سب سناؤ جو قسم کھانے کی باتیں ہیں ستم ہے قہر ہے آفت ہیں مرجا نیکی باتیں ہیں وہی بس تو نے سیکھی ہیں جو تڑپا نیکی باتیں ہیں
---	--

<p>حدو کے کان میں کچھ رہی ہیں راز دل اپنا خیال آیا ہوتا مرنے کا کہ خود آیا وہ ملنے کو حدو سے ربط ہے چیر ظالم کیوں نہ کہتریم دل ناواں وفا سے ہمد ہانان غیر ممکن ہے کچھ شوق سے بگڑی تو یہ عقد و کسدا ہکو جو روتا ہوں مرنا آنسو کے قطرے مجھے کہتے ہیں حدو سے بار لیکر اسنے میری قبر پر ڈالے حدو سے جب ہوئیں سرگوشتیان بدو جیر کجا</p>	<p>کہا کجا راز یہ سب میرے ترپا نیکی باتیں ہیں یہی اس شوخ پرست زبان موجی کی باتیں ہیں کہ یہ باتیں ہمارے دم کھلجانیکی باتیں ہیں وہ آئین گے ادھر یہ دیکھے ہلانکی باتیں ہیں کہ انکو پیا کرنا بھی ملال نیکی کی باتیں ہیں یہی تو گوہر مقصود ہاتھ آ نیکی کی باتیں ہیں کہا کجا لطف یہ عجیب ستم ڈال نیکی باتیں ہیں بھری محفل سے کچھ میرے کھلوانکی باتیں ہیں</p>
--	--

شرر جب میں نے کین انکے تن نازک کی تعریفیں
تو وہ بولے یہ باتیں کہاں کچھو انکی باتیں ہیں

<p>ہمارا دم نکلا دیکھ کر گھبرائے جاتے ہیں قیامت سے بہت پہلے قیامت ہاڑ جاتے ہیں وہ حسن چند رون پر عیث اتر آ جاتے ہیں جو سنکر آرزو کا لفظ بھی شرمناک جاتے ہیں نہ گھبرائے دل مضطر ابھی وہ آ جاتے ہیں کس میں یہ جھوٹ ہی کہہ کر وہ لب ڈالتے ہیں اسی پر پڑ رہی ہے آنکھ وہ لہجہ عجب جاتے ہیں قیامت پر قیامت میری دلیر ڈالتے ہیں ہمارا آئی ہو کیوں مدفن پہ باد چلا جاتے ہیں وہ آئینے میں جو بن دیکھ کر اتر آ جاتے ہیں نزلے آج کچھ انداز انکے پاؤں جاتے ہیں</p>	<p>دم آخر وہ آ کر اور دل ترپا ہو جاتے ہیں مرے مدفن کو دیکھا ہی تو وہ شرمناک جاتے ہیں لڑکپن ہو گیا رخصت شباب آیا ہو جاتے ہیں بھلا کیا خاک حسرت اپنی دلی آنسو کھلے گی یہ کھ کھ کر بھلا کھنت کو کب تک میں بھلاؤں نہ آئین انکی مرضی ہی مگر تسکین کو قاصد غریب حسن سے لیتے نہیں ہیں دل پر لیکن عنایت پر عنایت ہو رہی ہو انکی دھن پر نہ شیشہ ہو نہ ساغر ہو نہ مین پیڑ کی قابل ہوں جوانی آگئی نام خدا اب دیکھئے کیا ہو اتنی دیکھئے ہی آئینہ کیوں ایسی حیرت ہے</p>
--	--

شر جلتا رہے لیکن رہی زنن یہ مطلب ہے
وہ پھر آنیکا دھن اس لئے دوہرا جا رہی ہیں

دشمن کو ساتھ لیکر تشریف لارہے ہیں
بربادیوں کو اپنی ہم ساتھ لارہے ہیں
گردن میں ہاتھ ڈالے دشمن منارہے ہیں
یتور بدل بد لکرا نکمیں دکھا رہے ہیں
ہم جذبہ محبت اُنکو بلا رہے ہیں
افسائے مصیبت ناحق سنا رہے ہیں
غیر دن کا ناز سب کیونکر اٹھا رہے ہیں
غیر اُنسے چپکے چپکے باتیں بنا رہے ہیں

اب آٹمین کرم کی وہ ظلم ڈھا رہی ہیں
اُسے گوشہ خند تو اب کیون رہیگا تنہا
لو، ٹھنڈا بھی اُنکا کبا کام دے رہا ہے
کیا کیا بگڑ رہے ہیں وہ عرض نہ عیا ہے
دیکھ اپنی کوششوں میں تو کچھ کمی نہ کرنا
وہ بیوفا ہماری سنتا نہیں ہم اُسکو
بار و فابہی جسے اُٹھانا تھا ہمارا
تو اُسے اجل کہاں ہو کر سہل میری شکل

ہاں ہوں نہوں مقرر یہ حضرت شر رہیں
دیکھو تو منہ چپائے وہ کون جا رہی ہیں

قیامت کے نظر آنے لگیں آنا ریشے میں
شرابِ ناب کی موجیں بنیں تلواریں
کہ ہو جاتی ہو پیدا ٹوٹنے سے دہائیں
پری کا بند کرنا ہے بہت دشوار ریشے میں
یہ لیکر کون بیٹھا تھا پس دیوار ریشے میں
لگی رہتی ہے پھر بھی نیت میخوار ریشے میں
نکلنے کے لئے ہے دخت رز تیار ریشے میں
پری ہر بند یا ہے مادہ کلنا ریشے میں
جو ہم رندوں سے شر مار چپے سو بار ریشے میں

بھرے سے دست زکین سی جو دہائیں ریشے میں
جو وقت میکشی ابروی ساقی کا خیال آیا
یہ دل ریشے سے بڑھ کر ہی سمجھ کر توڑی گئی
نہیں ہو سہل اُنکو دھیان کا دھین ٹھہر جانا
یہ چپکے کون جاتا تھا درمیان سے زاہد
بر اچکا ہوئے کا بھی ہزار اس سو کر تو
اشان چاہتی ہو آپکے دست نگارین کا
کھپے جاتے ہیں تے نوشونگر دل کیا بات سانی
نہ دھین اپنی نظر میں دخت رز پر ہو نہیں سکتا

بھلا کیا بات ہو کیون اس سے زائد کیون نہیں | شراب ناب کی ہے موج یا تلوار شیشے میں

ہو ادل خوش کہ صورت میں اسی سے میں مشابہ ہوں
شراب جدم نظر آئی ہے گلنار شیشے میں

انہار سوزِ دل کبھی کرتا نہیں ہوں میں
دودھ پہر تک آپ میں آتا نہیں ہوں میں
مانا صد و کا چاہنے والا نہیں ہوں میں
جنسِ وفا ہوں حلقِ خریدار ہے مگر
وہ جو کہ نسا ہے جو کرتا نہیں ہے تو
اے چاند گر علاجِ ستا دردِ ہجر کا
اس طرح ٹال جاتا ہوں دشنامِ یار کو
چپ ہو گیا تو بولنا میرا محال ہے
کیونکہ کون فراقِ بین کوئی نہیں رست
بو سے کے بدلے جان کا مجھے سوال کر
دیوانگیِ عشق سے حالتِ تباہ ہے
کیونکہ تمہارے ساعدِ نازک کو چوم لوں
یہ سچ ہے مجھے آپ کو نفرتِ ضرور ہو
دلے گھڑی گھڑی کی خبر ملتی ہو مجھے
میں کیا کر دن کہ آپ بھرتا ہو دل مرا
وہ اور بات ہے نہ کون رسمِ غیر کو
سیریِ مجال ہے نہ کون میں تجوِ خدا
شاکِ وہ میرے غیر سے ہیں مجھے غیر کے

بزمِ جہان میں شمع کا شعلہ نہیں ہوں میں
ہاں کچھ مرضِ ضرور ہے اچھا نہیں ہوں میں
لیکن کسی کے خون کا پیسا نہیں ہوں میں
گلا ہلکے ہوں آپ جسکے وہ سودا نہیں ہوں میں
لیکن گلہ زبان پہ لاتا نہیں ہوں میں
یہ خود سمجھ رہا ہوں کہ اچھا نہیں ہوں میں
جیسے کیسی بات ہی ستا نہیں ہوں میں
کھنے پہ آگیا تو جھجکتا نہیں ہوں میں
ہمد ہے تیرا دھیان اکیلا نہیں ہوں میں
کہتے ہیں وہ کہ مفت کا سودا نہیں ہوں میں
کیونکہ دیکھتے ہیں لوگ تماشا نہیں ہوں میں
مجبور ہوں کہ پھولوں کا گہرا نہیں ہوں میں
یہ جھوٹ ہے کہ آپ کا شیدا نہیں ہوں میں
گو بزمِ یار میں کبھی جاتا نہیں ہوں میں
کچھ اپنے اختیارات سے روتا نہیں ہوں میں
وہ بات کو منی ہے جو سمجھا نہیں ہوں میں
یہ کہنے کھد یا ترا بسدا نہیں ہوں میں
اس سے یہ مدعا ہو سیکا نہیں ہوں میں

نکھر میں سکون ہے نہ بیابان میں ہو قرار
مثل غبارِ راہ کہیں کا نہیں ہون میں

رحمت یہ پڑ رہی ہے نظرِ حشر میں شرار
ہر چند کچھ زبان سے کہتا نہیں ہون میں

نظر ہے جسکی بجلی آج وہ آیا ہو گلشن میں
وہی میں ہوں وہی دیتا بی خاطر کی حالت میں
سیون کیا خاک وشت یکسی میں جاں لاپنا
جوانانِ چین کا رنگ نکھرا تیرے پر تو سے
خزان میں بونے گل سکر چمن کا اڑ گیا ہون
اگر تم دوست بنکر میرے دکھا خون کرتی ہو
یہی شوخی کا عالم ہے تو ان کی کچھ ہی لگتی
مزد ہو چکی جب بھلکین تو اپنی ہاتھ ہم دہین
ابھی بچپن ہو وہ کیا جانے ہوتی ہو جیسی
تمہارا ہوش جسے طور پر کھویا تھا احوال کو
خزان نے کیا غضب لایا تڑپتی رکھی بلبل
وہ جسے چپکے بیٹھے ہیں کہا جلوہ ٹھاہی
لگا کر ٹھوکر میں کشتون کو اپنی کیون جلا

ارزتا ہوں نہ رہاؤں کہیں جگر کش میں
میں سمجھا تھا فٹا کے بعد جیں آئیکا مدفن میں
گریبان میں نہ کوئی مار باقی ہے نہ دہن میں
یہ کلیان ہیں کہ پر یان جھوٹی ہیں صحنِ گلشن میں
کو بلبل سے اب مٹی رہے اپنے نشیمن میں
تو پھر تنہا تبادو اور کیا ہوتا ہے دشمن میں
بھلا کب تک چھپے بیٹھے رہیں گے آپ حلقہ میں
کبھی شیشے کی گردن میں کبھی ساتی کی گردن میں
زمانے بھر کی شوخی کھیلتی رہتی ہو چوڑی میں
وہی جلوہ ہے اس بت کی نقابِ عروسی میں
گلون کی دجیان کر دین آراہی خاکِ گلشن میں
سیرم آہ ایسی بات کیا ہے انکی چپ میں
یونہی سونے دیا ہوتا اگر سوتے تھے مدفن میں

شرر کو کیون سمجھتا ہے اکیلا قبر میں ظالم
ہزاروں حسرتیں سرپٹتی ہیں اسکے مدفن میں

اگر جب وصل کا آتا ہو اڑا کر تو ہیں
کون کہتا ہو کہ بیکار رہا کرتے ہیں
اب نہ بیدا کا ٹیکوں نہ کرم کی جاتا

یہ پری زاد وہی دل لیکے مزار کرتے ہیں
روز یہ بت ستم ایجاد کیا کرتے ہیں
خوش رہیں وہ جو ہمیں رنج دیا کرتے ہیں

<p>آج محشر میں وہ انکار جفا کرتے ہیں تسے ہر حال میں ہم خوش ہیں عا کرتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ اب اور وہ کیا کرتے ہیں شیع کی طرح یہاں دل ہی ہلا کرتے ہیں وہ چنگے جو چراغوں پہ جلا کرتے ہیں دل کی تپ سے یہ ہم پھول ہنسا کرتے ہیں میری محرومی قسمت پہ ہنسا کرتے ہیں</p>	<p>یہ نئی اور قیامت میں قیامت ہو یا انکھ لطف کرو یا ہو نقصا فل بر تو آنکھ لڑ جانے کا الزام دیا ہے اٹھا محض یار میں اندھیر نرالا دیکھا محو سیرت ہوں مری طرح جو دکھیں تکو ایسی تقدیر پہ ارباب وصال جانان آپ دیر نہیں ساغر بجھے اور آپ جی</p>
<p>بات کیا ہو کبھی کبھی نہیں ملتے ہلکو اے شہر آپ کہاں و ذرا کرتے ہیں</p>	<p>نامہ بر لے آئیں یا نامہ بھینا دیں نہیں چین سے کب بیٹھنے روٹکا بھلا دشمن کو شہ کہ نہیں سکتا میں اپنا حال ایسا حال ہو وہ پرانے حال سے واقف تو ہوں کر رہو یہ تو انکا کام ہے مانیں نہ مانیں ای میر جھکوڑ پا کر ترا کیا کام نکلے گا بھلا اتش آفت نہ بجھنے پائے اے آو رانا</p>
<p>آہ کے سہما دے مجھے یا جا کے سہما دیں نہیں دیکھنا وہ کہیں جو نکا کہ مڑ پا دے انہیں نامہ بر لیا کے دیدے یہ ورق سا دشمن ٹھوکرین دو چار گلیوں میں تو کہلو ای نہیں کسنی میں جو کہا تھا یا دو دو اوسے نہیں در و پھان میں توجب جانوں کہ مڑ پا دے انہیں دل کے شعلے ہوں اگر دہی تو بھر کا دھوا نہیں</p>	<p>خانہ دل میں ہلاتا ہوں تو کہتے ہیں شہر تو اسمیں جو ارمان ہیں پہلے نکلو اوسے نہیں</p>
<p>آنکھ رکھتے نہیں اسرار کو کیونکر دیکھیں دیکھنے والے بن یا ر کو کیونکر دیکھیں آنکھ اٹھا کر رخ و لہار کو کیونکر دیکھیں</p>	<p>بندے اللہ کے انوار کو کیونکر دیکھیں تابِ نطفان نہیں ہوش باہر ہوں جی یہ ڈرتا ہے نہ لگجائے کہیں اپنی نظر</p>

حیرتِ حسن کے آنکھوں پہ پڑے ہیں پردے
 آنکھوں پہ ڈرے کہیں رحم نہ آجائے ہیں
 کیا کریں جلوۂ عارض ہے نقابِ عارض
 خاک پر لوٹتے ہیں شوقِ حسین سانی میں
 کیا قیامت ہو قیامت میں پردہ کر کے
 جو دکھائیگا مستِ راستے دیکھیں گے مگر
 نارسائی نہ مقصود میں جب رہبر ہو
 دل لیا پردے آواز سنا کر جس نے
 نظر آتی نہیں مشتاق ہو دل پاکے مزہ
 سامنا ہونے سے پہلے ہمیں غش آتا ہی
 نام ہو جائیگا بدنام سچائی کا

ہائے ہم اپنے طرہ دار کو کیونکر دیکھیں
 وہ بھلا حالِ دل زار کو کیونکر دیکھیں
 حسرت دید بتا یا ر کو کیونکر دیکھیں
 یا اتنی دیر دلدار کو کیونکر دیکھیں
 کہتے ہیں تجھے کیا ر کو کیونکر دیکھیں
 غیر سے آپ کے اس پیار کو کیونکر دیکھیں
 کس طرح پھنچیں وہاں یا ر کو کیونکر دیکھیں
 کیا کریں ایسے غریب کو کیونکر دیکھیں
 اے جنوں ہم غلشِ خار کو کیونکر دیکھیں
 آپ میں رہ کے رخِ یار کو کیونکر دیکھیں
 تم یہ کیا کہتے ہو بیار کو کیونکر دیکھیں

اے شرارت کتے ہیں ڈر ڈر کے وہ بدنامی
 ہم کسی تازِ حسدِ یار کو کیونکر دیکھیں

تمہیں پیار سے کیوں نہ دیکھا کریں
 سر سے در دکا وہ دواوا کریں
 تجھے پاتے ہیں ہم عدو کے یہاں
 جگر میں وہ لیں چٹکیاں شوق سے
 وہ جسے خفا جی سے ہم ہو گئے
 نہ پائیں گے جانا باز ہما کوئی
 دل اب اُن سے ہم پیر سکتے نہیں
 گھڑی بھر کہیں چین ملتے نہیں

محبت سے مجبور ہیں کیا کریں
 اگر ہیں سچا تو اچھا کریں
 مقدرِ بڑا ہے اسے کیا کریں
 غرض یہ ہے جھگوستا یا کریں
 جواب ہاتھ ملتے ہیں ہم کیا کریں
 خدا کی حسدِ الٰہی میں ڈھونڈنا کریں
 ستا یا کریں یا ر لایا کریں
 اتنی کہاں جائیں ہم کیا کریں

سبھی کچھ بلا ایک تو کیا بلا
دیا ہے دل تجھے بیدرد کو

بس اب اور ہم کیا تباہ کریں
خود اپنے کئے کی دوا کیا کریں

نکلنا مصیبت سے ممکن نہیں
شراب نصیبوں کو پٹیا کریں

عارض اور ہے کہ کا عکس انگن پھول میں
جب مزہ تھا یوں ترا ہوتا شمیم پھول میں
دست و مشت چاک کرنے کے لئے ہاتھی بھی
تو اگر توڑے نکلیجائے منہ نہ پھول کی
یوں ہے وہو کو دفا دل میں ہوئی گوشہ گزین
آکھے عارض نے کب چھینا دل پر داغ کو
ہو نہیں سکتے مرے چاک گریبان کو جو آ
خاک کر دے گی جلا کر آتش رخسار گل
تیرے پکوں کی جگہ مدت سے داغ دل میں
کیا شہید عارض زنگین کو دینا ہے کفن
جلو عارض تیرا تجھے ہوا عیار ہے
تیرا اندامی کرے چشم فون گر کی بلا
میرے دل میں بھی کہی تھا خرمی کا گہر زنجی

کیوں چراغ طور ہم پاتے ہیں روشن پھول میں
یہول کی بو کا ہے ببل جیسے سکن پھول میں
ایک دامن دشت میں ہر ایک دامن پھول میں
تو اگر دیکھے ہوا ہو جائے جو بن پھول میں
پھول کی بو جیسے پھول جیسے دشمن پھول میں
خود نکلیا یا بنے اک چھوٹا سا گلشن پھول میں
اور بھی پیلا اگر ہوں لاکھ دامن پھول میں
بلبل ناشاد کیا رکھے نشیم پھول میں
یہ نزلے خار ہیں اور رنگ گلشن پھول میں
کس لئے خوش ہو گئے دیکھا جو دامن پھول میں
بلبلوں کے ہوش لوٹے بنکے جو بن پھول میں
کیوں دم سیر چین ہوں لاکھ روزن پھول میں
جس طرح لے رنگ گل تیرا ہے سکن پھول میں

ہائے وہ کہنا کہ کا نور عارض دیکھ کر
اے شراب ہم دیکھتے ہیں گلشن پھول میں

زلف کو دیکھ کے ببل ہے پریشانی میں
شان و الغر نہ سان چہرہ نورانی میں

یاد رخ سے ترے گرس ہی حیرانی میں
حسن و اللیل نمایاں ہے تری گیسو سے

کٹ گئی چار پھر رات پریشانی میں
خوب سامان ملے بے سرو سامانی میں
وہی ہوگا جو لکھا ہے تری پیشانی میں
مشکلیں ہو گئیں مشال مری آسانی میں
جوڑا کیا بھی لگا دو شب طولانی میں

اگر گئی نیند جو یا آئے وہ بکھری ہوئے بال
حسرت و یاس دل میں رہی ہیں کمر
سر مجھے پہوڑتے دیکھا تو وہ ہنسکر ہوئے
تم دم نزع جو آئے تھنا سے بگری
ہجر کی رات سے خوشہ کا بھی رشتہ جوڑا

ابو لہد ورا حمد مرسل چلو
اے شر عمر بہت کاٹ دینی دینی



و



بھلا اتنا تو ہوتا اپنا شہید جان لیتا
نہ ایسے وار کرتا تو نہ میری حسان لیتا
بلا دیتے سے ہم خاک میں تو چہاں لیتا
اگر مجبوریاں کچھ بھی ہماری بان لیتا تو
اگر اچھی بُری حالت مری پھچان لیتا تو
پھر اسکے بعد حاضر تھی اگر یہ بان لیتا
تجھے پھچان لیتا میں مجھے پھچان لیتا تو
نہ آنیکا اگر دل میں ارادہ نہاں لیتا تو
جو شوخی آنکھ دیتی بات میری مان لیتا تو
وفا اور جور کا موقع اگر پھچان لیتا تو

بہان لیتا یا مرا یا مان لیتا تو
مجھے ظالم جو شتاق شہادت جان لیتا
بھلا یا دل مرا پھر مشاد ہو کر مجھے فرمایا
وہ کہتے ہیں نہ ملنے کا نہ کرتا تھے تو شکوہ
بلذیعت کچھ بہل جاتی دل مضطر ٹھہر جاتا
تھنا ہے ہماری زندگی میں تو یہاں آتا
اگر بیخود نہوتا میں اگر حالت نہوتی تہ
محبت کی کشش آرام سے رہو نہیں تہی
اگر مجھ کو شکایت ہو اسی ظالم حیا سے ہی
شہیدان ادا کا شوق ہوتا میرے قابل

تر سے میرا دل پر بھی اثر ہوتا قیامت کا
شر پر جو گزرتی ہے اگر کچھ جان لیتا تو

یہی کہتے ہیں دل تو لے چکے۔ حاضر ہو لیلو
 تم اپنے دست نازک میں اگر تیغ دو سر لیلو
 زرا تیغ نفا سے سرفروشن کی خبر لیلو
 ہماری جان مرگ ناگہان سے پشت لیلو
 کسی دن اپنے دیوانوں کی اگر تم خبر لیلو
 کرو باتیں ہنسو لو زرا کروٹ ادھر لیلو
 بہارا دل سنانے کے لئے منہ پھر کر لیلو
 تو کہتا ہے کہ غنیمت مراد کی کاٹ لیلو
 اگر منہ نہ رہے رنمت مرا خون جگر لیلو

ہر اک جان باز مست تاق شہادت ہی خبر لیلو
 ہزاروں کھمبہیں مثل میں رک طرفہ تماشا
 تغافل کا نہیں موقع خدا کے واسطے اب تو
 بڑا احسان ہو پھر اگر اپنے کرشمے سے
 زمانہ ہو گیا ہے خاک اڑاتے آنکھ جھک من
 تبا تو سہی ایسی رکاوٹ کا سبب کیا ہو
 جو شرماتے ہو تم اسکی ضرورت کیا ہو کچھ
 کوکھتا ہوں مجھے کچھ تو ملے بارغ محبت سے
 نکال رہا تھ میں ہندی عبث زحمت اٹھاتی ہو

جوانی کی تنہائی کہا یہ کان بین اگر
 کیسے اٹھتے ہیں کا مرہ اب تو شرم ہو

چھپا ہے دو کا شامیر تو نوں سے جد کیوں
 یہ مطلب ہو کسی سبیل کا خنیم دل ہر کیوں
 وہ مجھے پوچھتے ہیں آج چپ کیوں ہو خفا کیوں
 قیامت کی بھری نخل میں نکلتا کر کیوں
 نشا نہ آپ کھینچے جکو وہ ناک خطا کیوں
 ہمارے سر کی کیا تقصیر یہ تن سے جد کیوں
 جب اپنی جان پیاری ہو تو پھر مبتلا کیوں
 کیسکی ناز کی کہنی ہے ایسا وصل کیوں
 تو پھر میری فغان تاثیر سے نا آشنا کیوں
 شکایت ہو تو قسمت سے ہو دشمن کا کلا کیوں

میرا دلکی طرح مایوس میرا آبل کیوں
 میں آبدادم خنجر سے بھی محروم رکھتے ہیں
 شہادت کی شہادت ہو کہ میری لاش پر اگر
 اسے کیا کر بن ذکر جفا ہم رشک کہتا ہو
 نہ کہ اب رہا ہے ناز کا دل خود تلاشی ہو
 لڑی ہو آنکھ تے اسکو جو چاہو منرا دید
 جو مرے سے ڈر وہ کیوں چلے راہ محبت میں
 ہمیں ارمان ہیں لطف شہادت کے مری لوہین
 خوشی آپکی جب آشنائے جو رہیجا ہے
 غم غیر کے گھر اور نہ آئی موت ہی ہم تک

ہمارے ہی میں ہر دو توشین دنیا کے آئینے
پس من دن ہوئی انکو نے تیرے تر یا دیا محکو
ہر ہی غفلت میں بس بس توں شوخی تازے ہوئی
وہ نہ تھو لے ہوئی کیوں لاش پر میری حلز میں
جگہ دال میں ان جن سے یہی ہ ایک کستا
جو گزیرے جو دمان سچ سچ بتانے میں ڈرتی
کستہ اچا وہ غیر و نکو بلا دن دن میں ان میں

وہ ہیں جس میں تین تین نو فرسہ دو سر ہوں
میرے سینے پہ رکھ کر یا تو وہ میرے خدا کیوں
تو ایک تہ جب سے اتنی تو اتنا حوصلہ کیا ہوں
مروت کیا ہر اک ہنگامہ مشرب کیوں
کسی کا یا غمراہ لاکوئی میرے سوا کیوں
جسے سکر وہ بگڑے ہوں وہ میرا عاکینہ
بجائے کوئی کیوں اُنسے کوئی اُنسے ہر کیوں

شتر رگرمی کے موسم میں نہ کیونکر دل بہاؤں
خزان جب چھائے عالم میں تو میرا دل ہرگز

آنے جاے کا یوں ہی شہر میں پرپا تو منو
ایسی کیا اٹکی ہے کیوں آج طلب ہی میری
شام کو جنگے شوق روز جو آتا ہی نظر
یہ بھی کیا کم ہے ہمیں بھی ہے تعلق اُن سے
کس لئے پھول کی افسرں کلی پہنچی ہے
ہم سمجھتے نہیں سہماتے ہیں ناحق ناصح
ہی میں آتا ہے کہ ہم چیر کے پھلو دکھیں
سیرے لاشے کو جو دیکھا تو وہ نہ کر بولے

غیر کے گھر تمہیں جاتے ہو، دیکھا تو نہ ہو
 بیان دیتے کا کہیں مجھ پہ نقاب نہ تو نہ ہو
 یہ ہم راہی کہیں خونِ تمس نہ تو نہ ہو
 ل لکھانے کا سنیں اور نتیجہ تو نہ ہو
 نامہ بردار اُسے کہیں مانگا تو نہ ہو
 اُسے آنکھوں کا لڑا نا نہیں اچھا تو نہ ہو
 کیون کہتے ہوتی ہو دایم کہیں کا تو نہ ہو
 دیکھنے کا ہمیں پھلوں کا لالہ تو نہ ہو

اس شر را نے جفاؤ سے بھی کر لی تو یہ
آزمائے کو محبت کے یہ دھوکا تو نہ ہو

یہ تم سے کون کہتا ہے کہ تم رازِ عدو کھدو
عدو اپنی تمناؤں کا قصہ تم سے کہتا ہے

ہمارا نام حسین تھا تو قصہ ہو ہو کھدو
اب اسکو بھی مرے ارمان کی تم گفتگو کھدو

میرے کھوئے ہوئے دل کی تم کو کتنی یاد عذرا کے سامنے مجھ کو کیا کرنا ہو مجھے کسا عذرا دکھدا اے میرا عذرا جو کھنا ہے بڑا کر مجھ کو بکھڑا یہ کیوں تاکید ہے مجھ پر عذرا تو نے رکھدا	نہیں میں کر دشمنی کے ہاتھوں گل لانا ہوں سکابت دونوں جانتے ہوئی اسکا چپا ہوا جنت میں سے ملویر عداوت مجھ پر ہوتی ہے نہیں میں سے ہوگا دردِ لعل کا یہ قصہ جو میرے دل کی حسرت ہے اسے تم آپ ہی سنلو
--	---

خدا کا سامنا ہے رازِ پنهان چہ نہیں سکنا
جو گزری ہو شہرِ دل پر اسے تم سو بھوکھدا

فٹنے بھی ساتھ ساتھ چلے اہتمام کو دعوت کیا ہے صبح کا آئینے شام کو اٹھائیں سے ہاتھ جواب سلام کو بلو اے صبح علیہ السلام کو یہ عشق مجھ سے ہر تری فرقت کی شام کو قاصد نے اپنے جی ہی میں کھایا کو تقدیر سے بلا ہے گھر اچھا قیام کو باقی نہیں ہے مہر تری دل میں نام کو یارب دکھا دے اُس بُتِ محشر خرام کو تسے بغل کو بادہ گلگون سے جام کو رونق یہ آج دی تری جلوئے بام کو	کچھ جو گھر سے وہ پہلے گلگشت کیا کو میں جانتا ہوں خوب جو انکا مزاج کرتے ہیں ہم سلام تو افسرِ غور بیمارِ غم کا آپسے بس ہو چکا علاج آتی ہو روز میرے ہی گھر دُور دُور صورت جو دیکھی انکی تو جاتی رہی جو اس دل میں مرے شہر کے پکارین حیرت ان ہو فانیوں سے یہ ثابت ہو بہین دل ڈھونڈتا ہوں انکے میں بھی شوقِ مین ارمان ہو کہ ہم کو نہ خالی خدا دکھائے جسکو ہو اگساں تجسلی طور کا
---	---

نازک خیالیوں کا مرقع ہے یہ شہر

رکھیں نہ کیوں عزیز ہمارے کلام کو

ثابت اب اُسکے زعم میں تقصیر ہو تو ہو

بے جرم ہوں وہ درپے تغیر ہو تو ہو

کہتے ہیں رسمِ غیر کا چھٹنا محال ہے
 ہر نفس میں عا ہوا سے ہم سمجھ لئے
 مرنے کی دلیں ٹھان چکے ہم تو غوک
 غش میں ہوں اب ہر صد و دو جلہ نہیں
 ہمتو اجل کے ساتھ بغلگیر ہو چکے

اس سے جان میں مری تحقیر ہو تو ہو
 ابھی ہوئی جناب کی تقریر ہو تو ہو
 ٹیڑھی نگاہ آپ کی شمشیر ہو تو ہو
 آنے میں موت کے بھی تازیانہ ہو تو ہو
 اب کوئی غیر سے جو بغلگیر ہو تو ہو

کب جیتے جی تھی عشق میں عزت مری تھی
 اب بعد مرگ لاش کی تشہیر ہے تو ہو

شفقت میں حضرت دل رنج اٹھا کیوں
 جانتے ہو کہ یہ مرجائیکا بچے کا نہیں
 اپنے در پر کسی کیس کو پڑا رہنے دے
 بوفانی کا کیا اُنسے جو شکن ہو لے
 نکست گل سے پریشان ہو جا دماغ
 ہسید کی بات زبانی نہیں لاتے چھا

جب بلا تا ہی نہیں کوئی تو جاتے کیوں
 پھر کلیجے پہ مرے تیر لگاتے کیوں
 کوئی نقصان نہیں ہو تو اٹھا کیوں
 بیوفا ہو کہو سمجھتے ہو تو آنے کیوں
 خرمن گل کی طرف باغ میں جا کیوں
 دُہنیں جو کہ کیا تو چپا کیوں

اے شہر عشق میں آرام ملا ہو کیوں
 دل نہیں دیتے ہو کیوں رنج اٹھا کیوں

نشت کی نوک ہو کبھی خبر کی دیا ہو
 فدی لڑا نہیں ابھی غل ہو کجا ہو
 غیبت نہیں ہو جھوٹ نہیں افترا نہیں
 اب یہ تمہاری رائے کرو جس کو فصل
 باتوں میں آدمی کی یہ تاثیر چاہیے
 یورے ہو اپنی بات کو سچے ہو قول کے

تم میرے واسطے ستم روزگار ہو
 نالہ جو میرا عرشِ معلے کے پار ہو
 کتا ہوں منہ پہ صاف کہ مطلب یاں
 تموار ہو چھری تبسیر ہو کٹا ہو
 دشمن بھی جنگو سنکے کٹری بھر میں یاں
 کھتا ہے اک جہان بڑے وضع دار ہو

<p>تم کو نظر سے جسکے کلبے میں چمکیاں اللہ غیر کی ہے بڑی بات بھی بھلی خنجر جو آپ لائیں مرے قتل کے لئے میری تباہیوں پہ ہیں یہ دونوں متفق اس سے زیادہ کہ نہیں بکتا ہوا تو بکاو نہ دیکھو آئسہ اچھی نہیں ہے پتا جو کچھ گزر گئی شب غم میری جان پر</p>	<p>اُس خانمان خراب کو کیونکر قراؤ گی نیکی بھی میں کروں تو بدی میں شمار اتنا ضرور ہو کہ زرا تیز دہار ہو روزِ فراق ہو کہ شبِ انتظار ہو شانِ خدا ہو قدرت پروردگار ہو اپنا ہی تیرا اپنے کلبے کی بار ہو دشمن کو بھی نصیب اے کرو کار ہو</p>
---	---

کب تک تشر رہو گے جوانی کی نیند میں


اٹھو اخیر شب ہو زرا ہوشیار ہو

<p>اٹھو اے حضرت دل دیر کا جلو دیکھو تم مشا دو جو کہیں کچھ ہی فاکا ہوش لواد ہر آؤ دکھائیں تمہیں ہم دل اپنا مجھ میں اور غیر میں ہرگز نکر و بچ بچاؤ کھیل لڑ کو نکا نہیں در و محبت جو ب ہم سنائیں جو سنو قصہ بیابانی دل</p>	<p>آنکھ پانی ہے تو قدرت کا تماشا دیکھو چیل ڈالو جو کہیں حرفِ تمنا دیکھو صفت منظور ہو لیسا تو یہ سو دیکھو تم تو بیٹھے ہو سے دونو نکا تماشا دیکھو ہوش اڑ جائیں جو بھل کا ترپنا دیکھو ہم دکھائیں جو ٹپنے کا تماشا دیکھو</p>
---	--

عشق جنجال ہے جی کا اسے جو رو بہی تشر

اور اچھا کوئی چلتا ہوا دھندا دیکھو

<p>وہم آخر قضا کی مستیں کچھ دیر کر ڈو خدا کے سامنے محشر میں یہ غصہ نہیں اچھا ادھر دل بٹھا جاتا ہوا ہر لغین سبک دہن قیامت مجھے ہانسی بلا میں بھگو نہا کی</p>	<p>کر دو تم وار رک رک کر مزے لے لیکے مر ڈو اگر ہم دل جلے فریاد کرتے ہیں تو کر ڈو ہمیں کچھ میں رہو دو نہیں بنو سنو دو نہیں کیا ڈر ہو اپنی زلف پیچا لگو بھر ڈو</p>
---	--

<p>ہمیں خنجر بنگالیوں کے مرہ کوئی توڑو انہیں کر دو وعدہ اور وعدہ نہ کر دو زرا تیغ داکے گھاٹ یہ اک دن تر ہو</p>	<p>تمہارا کام میری حیثیت کیا کریں جناب دل و فاشیوہ تمہارا ہر کسی جان عد کی جان شمار بنگالیان ہوجاؤ</p>
<p>شرر کی دوزاری میں کہی تاثیر ہی دیکھی عبث ڈرتے ہو تو وہ آہ بھرتا ہی تو بھڑو</p>	
<p>نہ دے ہوسہ مگر تم سید جی منہ سے بات ہی کرلو کہا کس نے کہ ایسا آپ سپید بدعتی کرلو کیلچہ ہو تو دشمن کی محبت سے تین کی کرلو زرا تم دشمنوں سے بھی ہمارے دشمنی کرلو خدا کے واسطے تم میرے حصے میں کی کرلو بلا سے چھوٹ جاؤں سارو جبکہ دنیوی کرلو سیان باقی نہ رکھنا۔ ہوں تم جتنی سہی کرلو ہو تھوڑا بہت کچھ دہریان بہر ہی کہی کرلو</p>	<p>خدا کو ان کر تھوڑی سی میری بھی خوشی کرلو یہ ناحق آئینہ کو دیکھ کر کس بات پر بکڑے تم اپنے دل پہ رکھو یا تھو جگو کیون نصیحت ہے یہی روٹا ہے ہکو ورنہ ایسی بات ہی کیا اگر جو دستم دشمن کر حصے میں پڑو ہوں اگر ٹھانی ہے دلیں قتل کی تو جان جانے ہی میں کچھ کہتا نہیں دنیا میں عقبے کی خدا جانے خدا کر منہ دکھانا ہر ستانا کچھ نہیں چا</p>
<p>شرر کی جان کے مالک تھے تم اچھا کیا مارا کہا کس نے کہ تم پوشاک اپنی مانتی کر لو</p>	
	
<p>آباد رہے خانہ احسان بندہ جہر ہے فدا آپ گلستان بندہ کہتے ہیں مجھے بندہ سلطان بندہ ہر پھول میں ہے نکھت ریحان بندہ</p>	<p>اللہ کی مخلوق ہر مہمان بندہ قد ہے ترا وہ سرو خرامان بندہ عاصی ہوں نکتا ہوں مگر ناز ہو اکبر ہر زن ہے آئینہ انوار محمد</p>

آرام سے ہوں وحشت دل چیر رہا ہوں سر سہری جاوید ہے جس باغ کا حصہ باغین مری سنتے ہیں ملک کان گنگا بھرا ہے یہ فرسائی کے آداب کھنکھاتا کیا جانے کب سکھ گئی دے مری شہ لے یاس یہاں تیرا چھکا نہیں جاوے مخمر ارجوان کیا مری آنکھوں میں نہ یار بدم خصمت مری دامن میں نہ	بیٹھا ہوں تیرے غسل بیابان بندہ وہ باغ ہے دنیا میں گلستان بندہ کرتا ہوں بیان رفعت یوں کہ بندہ پچھ مجھے ہو لینے دوستہ بان بندہ کب یاد کرے مجھے سلطان بندہ سمان ہے دل میں مرے آریان بندہ پیرا ہے گناہوں میں گلستان بندہ یار مجھے ہر جا رہا ہے بان بندہ
---	--

یہ مستغنیہ بن علی سے شہر ہے
اب کے رمضان میں ہوتا ہے ان

جس ہی جان مری ناکہ شبگیر کے ساتھ در بدر محب کو بھراتا ہے مرا جوش جنون یہ سہی وصل یہ کیا کم ہے کہ نقاش نے آج نہ بے سنگ و در جانان نے شافی چھڑک کر فوج کر شوق سے رک طرفہ تماشا ہو گا وہیکہ صورت آئین ہوں محو حیرت سخت جانی کی بدولت ہیں غضب میں خون ہو گئے سیکڑوں حیران تری صورت سے یہ پہلنے کو کھل آئیگا لیس کن ظالم تیرے نقشے میں قیامت کا اثر ہی ظالم شیشہ دل میں وہ اترے ہیں عدد کو لیکر	تیر کی طرح یہ بخت گئی تیر کے ساتھ کہو سب سے فید کہیں باؤں کی بخت کے ساتھ کہیچی تصویر میں کہ تصویر کے ساتھ مست گئی ان ہر طرف میں فدا تقدیر کے ساتھ میں بھی تکبیر ہو گا تری تکبیر کے ساتھ میں ہی تصویر ہوں تری تصویر کے ساتھ اٹا جاتا ہے مراد دم و دم شمشیر کے ساتھ کچھ گئے سیکڑوں نقشے تری تصویر کے ساتھ دم سنبھلیا گیا سینے سے ابھی تیر کے ساتھ اٹا کچا جاتا ہے نثار کا تصویر کے ساتھ موت کا نقش بھی ہے زہریت کی تصویر کے ساتھ
--	--

موت نے عید منائی تری شمشیر کے سا ہائے تقدیر کبھی موت بھی شمشیر کے سا ایک پینام زبانی بھی ہو تحریر کے سا اٹکا انداز اڑالایو تحریر کے سا	امتحان گاہِ محبت میں گلے مجھ سے ملی حسرتِ قتل جو دیکھی تو ر کے قتل سے وہ اُس نے خط بھیجے مرنے کی خبر بھی دی ہے نامہ برن جو جواب خطِ حسرت لکھیں
---	---

حشر برپا ہو تو ارمانِ شہر کا ہی یہی اپنے مدفن سے اٹھے حضرت بنیر کے سا	
--	--

حاجت تجھے جس دل کی ہے دُئل تو نہیں یہ پھر بولے خفا ہو کے کہیں دل تو نہیں یہ دنیا نے کہا مدِّ معتابل تو نہیں یہ ہمت ہو تو آسان ہو مشکل تو نہیں یہ دنیا یہی کہتی ہے کہ قاتل تو نہیں یہ اے قیس کہیں پردہ محل تو نہیں یہ تو چاہے تو آسان ہو مشکل تو نہیں یہ شیرا ہے ترا اور پہ مائل تو نہیں یہ	ہاں تیری طمعِ غیر پہ مائل تو نہیں یہ وہ غنچہ نکل لیکے ہوئے پھلے تو کچھ خوش جب دیکھکے انکومہ کامل پہ نظر کی کھتا ہمت آدم کوہ کنی تیشہِ سر باد بیکار ہے دعوئے مرا سب اسکی طرفین اڑتی ہوئی کچھ شے نظر آتی ہو ہوین میں چاہوں تو دشوار ہے ملنا مجھے تیرا گو دل مرا مضطر بھی ہو بے صبر بھی لیکن
---	--

کیا بات ہے ہر وقت تڑپتا ہو شہر کیوں تیری بگچہ شوخ کا بسمل تو نہیں یہ	
---	--

ذبح کرنے سے مرے کچھ لیا ہمارے ہاتھ شرمِ بسمل کی ہے ظالم تری تلوار کے ہاتھ خونِ ناحق سے ہوئے سُرخ طرحہ کے ہاتھ قابلِ دید تھے ظالم تری تلوار کے ہاتھ قتل کے وقت بھی کھولے نہ نگہ کار کے ہاتھ	ہماٹے کاٹنے گردن کو تھکے یار کے ہاتھ دستِ نازک سے لگا ہاتھ مگر ہو پورا قتل سے میرے حنا کی بھی ضرورت نہ تھی جان ہر دار پہ جانبِ اذکار تے تھے ہاتھ ہر دار پہ قاتل کی بلالین لیتے
--	--

<p>جان جانے سے بھی دردِ دل مشید نہ گیا جاننے والوں نے جانا ترا اندازِ جفا جب میں جاتا ہوں تو دامن کو پکڑ لیتی ہیں بختِ خفہ کا برا ہونہ ہوا یہ بھی نصیب دردِ فرقت سے جگر تھامی ہو رہی ہے اپنا نامہ برابر کوئی جانے کو میسر ہی نہیں</p>	<p>ن گئے سینے پہ مگر بھی دل اٹکار کے ہا دیکھنے والوں نے دیکھے تری تلوار کے ہا کھنکھنے کو دشتِ مصیبت میں نہیں خار کے ہا چوم لیتا میں کبھی خواب میں لدا کے ہا کام دیتے ہیں ابھی کچھ ترے بیمار کے ہا خط و بان لے کے جو کاٹے گئے، دوچار کے ہا</p>
<p>اے شہرِ کربِ نغمہ نازِ علی قیمت میں دل کو جیسا محبت اس گرسن تیار کے ہا</p>	
<p>لو کرتے ہیں وہ ہمہ پستم اور زیادہ تھی ہلکو تو اُسیدِ کرم اور زیادہ اُس فتنہ محشر کی ہی زلفوں کا قصور ویران ہوئی الفت میں جگر ابل کا</p>	<p>اب شکر کیا کرتے ہیں ہم اور زیادہ کرتے وہ ستم پر ہیں ستم اور زیادہ اندھیر ہوا یہ شبِ غم اور زیادہ آباد ہوا ملکِ عدم اور زیادہ</p>
<p>لو شام سے زلفوں کا تصور ہی شہر کو کیونکر نہ ہو طولِ شبِ غم اور زیادہ</p>	
<p>وہ آبِ تیغ جو سرِ کرم یاوری ہو جائے بڑا مزا ہو جو ہنگامہ قیامت میں خیالِ جملوہ رخسارِ کاشِ آٹھرے بل سے وہ نہیں آئے اجل ہی آجائے ہماری خاک جو روندے سمندرِ نازِ اٹکا</p>	<p>ہماری کشتِ منت ابھی ہری ہو جائے تمہارے گیسوے پیچھے ابتری ہو جائے ہمارا حسانہ دل خانہ پری ہو جائے مصیبتِ شبِ ہجران سے جانبری ہو جائے ہر ایک ذرہ ابھی ٹھہرِ خاوری ہو جائے</p>

ہمارے دلی تڑپ میں غضب کی لذت ہو تمہاری شوخ نگاہیں اگر لڑیں جسے اگر نقاب اٹھا دو تم اپنے چہرے سے خدا کرے وہ کرین غم اور ہم جھبیلیں	نگاہ و شوخ جو محو ستگری ہو جائے یقین ہے آنکھ کی پستلی ابھی پری ہو جائے کلیں سے مجھے دعائے ہمسری ہو جائے ہماری آنکی اسی میں برابری ہو جائے
--	--

زبانِ حال سے یہ کھ رہا ہر سخن
عجب نہیں کہ شہر تو بھی انوری ہو جا

جوانی میں لڑکپن کی ادا بدلی ستم بدلے بدلنے کو زمانے کے ستم بدلے کر م بدلے مریض جبرِ جانان ہوں خبر لیتا نہیں کوئی مر اٹوٹا ہوا دل بادۂ الفت کا سفر وہی شوخی ہوا الفت کی وہی ہنس تیا مٹ یہاں حور و نرین بھی اگر وہی سودا رہا وہ ایذا دوست ہوں میں دعا مانگی تو مانگی وہی تم ہو وہی باتیں تمہاری ہیں خدا رہے	بہت بدلے ترے انداز لیکن پھر ہی کم بدلے یہ سب کچھ ہو گیا لیکن تم بدلے نہ ہم بدلے کہا ناک دردِ دل اٹھ اٹھ کر دفی مبدلے نہ بدلون اس پیالے سے جو اپنا جامِ ہم بدلے جوان ہو کر بھی اے ظالم ترے انداز کم بدلے خیال کوئے جانان کس طرح سیر ارم بدلے نہ وہ بدلے نہ میں بدلون تعلق بدلے نہ غم بدلے نہ کچھ طرزِ ادا بدلی نہ اندازِ ستم بدلے
--	---

شہر نہ نکلے تری تقدیر کا اپ بچ مشکل ہے
اگر نکلے تو یوں نکلے کہ پھر لوح و قلم بدلے

ابھی کیا ہے ابھی تو دوستی سے تری ہوگی خدا کے روبرو دشمن بن بے پردہ نہ آ جانا اتنی خجست دشمن مجھ کو دیدے ایک دن وہ کہتے ہیں دکھا دو اپنی سب داغ جگر کو مری حسرت بھر لاشے پہ یہ کھکر غضب نہ	خدائی بھر سے اس لگی بدولت دشمنی ہوگی ہماری جان باسی کی تمہاری دل لگی ہوگی وہ کہتے ہیں کہ جب مر جاؤ گے تب دوستی ہوگی میں یہ بھی کر دکھاؤنگا اگر آنکی خوشی ہوگی اب اسکی بند آنکھوں میں کوئی صورت ہوگی
---	---

گئے پر سخت جانی نے مرے خنجر اگر روکا جول بھی جاؤ گے مجھ کو تو خلوت ہو نہیں سکتی ہمارے میکدے کی بھی ذرا تو سیر کر دے غلط بتو میدانِ محشر میں ہمارا فیصلہ کیا آہنیں ایسی غرس کیا تھی چمن چلم کیوں بنا سن لے قاتل شہادت جان ہر جان و جان جنابِ خضر یا احسان ہے کیا آبِ حیات کا	مخضب ہو گا تمہارے دستِ نازک کی ہوگی مرا پاس ادب ہو گا تمہاری نازکی ہوگی سری جنت میں یوں شیشے کا اندکیت ہوگی وہاں تو آگ سینے میں بقابت کی ہوگی جسے پامال کر ڈالا مرے دل کی کٹی ہوگی مجھے تو مار ڈالے گا تو سیری مذمت ہوگی وہ اتنا ہی جسے گنا جسکی بستی زندگی ہوگی
---	--

شرِ رکھلے تو ہم یوں کوچہ قاتل سر نکلیں گے
ہماری لکش پیچھے اور آگے بیکسی ہوگی

کبھی رہزن کبھی خنجر کبھی ہر دل نشین کسی کیسکی آنکھ سے بے اختیار آنسو نکل آئے نہ کیوں تجھے کئے جاؤں سوال وں وں ظلم مرے دل میں چھپی جاتی ہو کیسا پیارا تار دم بہل مرا شوقِ شہادت دیکھ کر ظالم نگاہوں نے ہر اک انداز کی سو سو بلائیں	ستارے قیاست یہ نگاہِ شرمین کسی قیاست ڈھانگی میری نگاہِ واپسین کسی بھلی معلوم ہوتی ہو ترے منہ سے نہیں کسی بگڑ کر اور بنتی ہے نگاہِ خشکین کسی لبِ شمشیر سے نکلی صداے آفرین کسی اگر ہے وہ حسین اچھا اد بھی ہر حسین کسی
--	--

نہ اب وہ جوشِ حسرت نہ وہ بتیابی دل ہی
شرِ دیکھا ہمیں راحت ملی زیر زمین کسی

سجاوٹ ہی نہ جو بن کی لگاوٹ ہی نہ چوں کی کبھی بیکار دم بھر بھی نہ پایا دستِ حشمت کو سیرِ مقتل مرے ارمانِ دل کا خون کرتی ہو رکھین ہو گیا رخصت جوانی آگئی دیکھو	کسی سے کیا خبر سن لی ہر تپنے مرگِ شمن کی جو سر دہنوں سے باز آیا خبر لی حبیبِ دہن کی تمہاری نازکی سے بڑھ کر قسمت میری دہن کی غافل ہے تو جسے ہے خبر لو اپنی جو بن کی
---	---

<p>اجل سر پر کھڑی ہو اور ہم دم بھر کر مہمان مہرے زخم جگر لیتے نہیں احسان ٹانگوں کا ہمیں مارا ہو ایک رشکِ گلستان کی کدورت اور ہر شوقِ شہادت اور رہا ہو چٹیاں دل میں کھلا جس وقت جوڑا گر پڑا گھلکھل دل شہدا</p>	<p>کسی کی آنکھ ہر کھینچے ہوئے تلوار چوں کی گراں دل پر گزرتی ہے غایتِ نول سوزن کی چڑھانا قبر پر پھولوں کو بدلے خاکِ گلشن کی مڑکا وٹ کے ہے قبضے میں اُدھر تلوار چوں کی سرِ محفل کھلی چوری کسی کی زلفِ مہین کی</p>
<p>مشررد ہو کا نہ کھانا ہو تو رکھو یا دیہ صرع امانت دوستی پر تم کہی جانانہ دشمن کی</p>	
<p>آنکھوں میں آنکی صورت جب تک بے ہوگی لے غم میں اپنے دل سے حسرت کو کیا نکالوں بگشتگی قسمت میں تجھے پوچھتا ہوں تم خواب میں جو ہے کل کر گزری ہو باتیں جاتے ہیں حشر میں بھی پھیری ہو وہ نہ کو کیسی نقابِ عارض صورت تو اپنی دیکھو اے دل کی شادمانی اتنا مجھے بتا دے محروم وصل ہو کر سو کو ششتین کرو گنا</p>	<p>کیسے حواس اپنی حالت یہی رہی گی تو جس طرح پڑا ہے یہ بھی پڑی رہی گی کب تک نگاہ آنکی مجھے پھری رہی گی اُنکو اگر سُنو گے اک دل لگی رہی گی تقدیر کیا یہاں بھی میری پھری رہی گی یہ چیز وہ نہیں ہے جو یوں چھپی رہی گی تو میرے گھر بھی آکر دو دن کبھی رہی گی دل لاکھ توڑ دلیکس بہت بند ہی رہی گی</p>
<p>بند بنا لیا ہے مجھ کو شر کسی نے اب دم میں دم ہی جت تک یہ بندگی رہی</p>	
<p>حیا یہ حشر میں کیا کر رہی ہے جدا چہرے سے پردا کر رہی ہے ادا آنکی لئے بیٹھی ہو خنجر ن بُت کیا تو بہ کچھ خدا ہے</p>	<p>یہاں بھی آنکا پردا کر رہی ہے یہ شوخی آپکی کیا کر رہی ہے نظر کا رسیجا کر رہی ہے خدا کی کیوں تمنا کر رہی ہے</p>

قیامت میں تیری جلو منروشی میرے دل کی دو بجائے آپ میرے دلے کھل اسے حسرت یا ادا کیا جانے کیا سمجھ ہو رہی ہے شکیب دل بھی چتون مانگتی ہے بجائے کسی ہے اسپر زور کسکا منہن کوئی ابھی تک آسمان سے مری بتیا بیون پر کھ رہے ہیں	قیامت اور برپا کر رہی ہے محبت درد سپدا کر رہی ہے اکیلی گھر میں تو کیا کر رہی ہے کہ میرے دل کا سودا کر رہی ہے تفاضے پر قف اضا کر رہی ہے متنا مفت جھگڑا کر رہی ہے مری آور سا کب کر رہی ہے یہ جلدی نکور سوا کر رہی ہے
---	---

ہو آ باد حنا کی گھر شہر کا
متنا دل میں کیا آ کر رہی ہے

خفا ہیں کہتے ہیں کیوں تو نے مج پر کچھ ڈالی عجب تقدیر ہے انکھیں ملا کرتی ہر تلووے ہجوم آرزو کی جا پنچ اُسے ہو نہیں سکتی ستم تیرا ستم وہ ہو جو عالم سے لو کھا کر مری ہمدرد روز بھر تیری یاد ہوتی ہے ہمارا کیا کر لگی موت ہم کب اس سے ڈرتی ہیں ہزاروں حسرتیں اگر دل شدید میں پھرتی ہیں ہمارا نوجوانی رنگ لائیکگی قیامت کا پسا سر نہ تو چشم لربا یا رتا کٹھنچا کہا شک سوگ دشمن کا زرا دیکھو تو آئینہ	مجھے اب جرم لغت کی سزا کچھ ہو نیوالی حنا نے پاؤں پڑ کر اپنی کیا عزت بھائی ہمارا نقشہ نمید تصویر خیالی ہے وفا میری وفادہ ہے جو دنیا سے زالی ہے شبِ فرقت مری ہمدرد مری آشفہ جالی ہے شبِ فرقت میں لاکھوں بار کی دیکھ بھی جالی ہے بھرے گھر کو بھلا کیونکر کہا جا کہ خالی ہے ترا جوبن ابھرنے کو ہے آفت آینوالی ہے یونہی میری مصیبت نے مری حسرت لالی ہے خدا کیواسطے تم نے یہ کیا حالت بنالی ہے
---	---

یہی ہے اسے شر تھوٹی ہوئی قیمت کا آئینہ

جو تیرے ہاتھ میں ٹوٹا ہوا جامِ سفالی

مجبور ہوں میں گریہ بے اختیار
شعلے نکل رہے ہیں ہمارے مزاج سے
اس آبلے کو لاگ رہی نوکِ خار سے
رکھتی نہیں مجھے مری قسمت قرار سے
لڑتی ہے روزِ آنکھ مری چشمِ باری سے
وہ بھی ہمارا دوست ہو اس اعتبار سے
کیا دور ہے یہ رحمتِ پروردگار سے
کہنا یہ اے صبا کسی غفلت شعار سے

ناحق گراتے ہو نظرِ اعتبار سے
ایسا ہے رنگِ سوزِ نہان بعدِ مرگ ہی
وہ لے کہی گیا نہ خیالِ مرہ ترا
تڑپا رہا ہے مجھ کو یہ کیمختِ دل مرا
ڈر ہو کہ میں نہ دیکھ لے یہ چرخِ فتنہ گر
دشمن ہمارا دوست تمہارا اگر بنی
ہم سے گنہگار بھی جائیں بہشت میں
دو پھول ایک دن تو چڑھ جائے قبر

طبعِ روان کے فیض سے ہر شعر ترما

اجا ہے اے شرِ گرگِ ابدار سے

ایک ٹھوکر مری تربت پہ لگاتے جا
یہ بھی ناوکِ سیرِ قتل وہ لگاتے جا
آپ نظروں سے مجھے کیوں ہٹ گراتے جا
موت کی نیند ہمیں آپ سلاتے جا
اور ہم حشر کے دن شور مچاتے جا
رنگِ ہر روز ہیں اغیار جاتے جا
ہم تو واقف ہیں جان آپ ہیں تھکے جا

آپ کا کچھ نہ بگڑتا اگر آتے جاتے
دیکھ لیتے نگہِ ناز سے اندازِ پیش
آنکھ پاتا ہوں تو پتلی کی طرح پھرتا ہوں
ایسی گھر جانیکی جلدی تھی شبِ وصل اگر
سیر ہوتی کوئی سرِ گرمِ تماشا ہوتا
اب مری حسرت وارا کا خدا کا
گھر کے بےیدی سو کہیں سپید چہا کرتا

کوچہِ یار میں بھولے سے گزرنا نہ شیر

ہم تمہیں منع کئے دیتے ہیں چاہئے

اگر دُش حشمت بھی گویا تری انکڑائی بھی

لے گئی دل کی طرح صبرِ تماشائی بھی

<p>وصل کی رات ہو اور عالم تنہائی بھی کچھ یہ اچھا نہ کیا اے دل نادان تُو نے کیا مرا ہو کہ ترے پاؤں پہ ہو میرا مین اکیلا نہ رہا بعد فنا بھی دم مرگ کس توقع پہ کروں حسرت دکھا خطا مین بلا خاک مین مشہور ہو بر خلق مین آپ دُور سے دیکھ کے کہتا ہے زمانہ بھگو مجھے فرماتے ہیں ہم خواب مین آئی کون ہجر ساقی مین ہوا نہ ہمار گھٹا چھائی ہو نوجوانوں سے کیا عالم ہستی خالی انتظار شب وصل اسکو کہا کرتے ہیں</p>	<p>دواہازت تو کے کچھ یہ تنہائی بھی اُنسے حسرت بھی کسی اور غم تنہائی بھی حسرت سجن بھی ہے شوق جین ساقی بھی آگنی ساتھ مرے قبر مین تنہائی بھی آپ سے میری تنہا کبھی برائی بھی میرے شے سے ہوئی آپ کی رُحو بھی یہ وہی ہے کہ جسے کہتے ہیں دانی بھی ہجر کی رات تجھے مین کبھی آئی بھی میرے حصے مین ہو یہ آفتِ بلائی بھی اے جل کہ تو سہی تو کبھی شرمائی بھی تھک گئی آنکھ بھی جانی رہی مینائی بھی</p>
--	---

اے شہرِ آپ نے دل جب کو دیا ہے اپنا
 وہ ہے ظالم بھی دغا باز بھی ہر جانی بھی

<p>کیا کہیں ہم سہی جفا کیسی آؤ سینے سے تم لپٹ جاؤ ہجر کی رات کیوں نہیں کشتی بھول کر بھی نہ قبر پر آیا منفعل کیوں کھڑے ہو معشر مین شے حسرت مریں کتے ہیں وصل کی رات ہو گئی افسوس دیکھنا دل کہیں نہ ٹوٹا ہو</p>	<p>کچھ نہ پوچھو کہ ہے ادا کیسی وصل کی رات ہو صبا کیسی یہ مصیبت ہو اے خدا کیسی ہائے ظالم نے کی دغا کیسی لطف تنے کیا جفا کیسی کیا خبر ہوتی ہے وفا کیسی بات کی بات مین ہو اکیسی نکلی سینے سے یہ صد کیسی</p>
---	---

یکے ہاتھوں سے اپنے کل ڈالو کیا قیامت کا اک زمانہ تھا دل لگانے پہ اسے قتل کیا	دل بیمار کی دوا کیسی بے حجابی میں تھی حیا کیسی بات کیا تھی ملی سزا کیسی
--	---

اے شہر کچھ اثر نہیں ہوتا
ہو گئی آہ نارسا کیسی :

کرنی پڑے جو تجھے کبھی التجا مجھے ہاں آپ ہی نے قتل کیا بے خطا مجھے ڈالی ہے آنکھ ناز پہ میرے نیاز نے ساتی کے ہاتھ سے کبھی ساغر جو گر گیا اندھ چین دے اُسے دو دن جہانکا اچھا بنا دیا ہے جسے تو نے اے خدا مرتا ہوں میرے سینے پہ تم ہاتھ رکھ تو دو نیزنگیان دکھا کے زمانے کے رنگ سے طعنوں پہ طعنے غیر سے دلوائے جاہلین سرگوشیاں قریب سے ہر دم ہیں کس لئے تم خود چڑا کے لے گئے دل میرا کیا قصور مجھے سواد عا کے بھلا کیا ملا سبجے :	اُس دن کو اے طبیب نہ رکھے خدا مجھے آنکھیں دکھا کے لوٹ لیا بے ملا مجھے یہ بھی کوئی خطا ہے کہ دید و سنا مجھے آئی شکستِ شیشہ دل کی صدا مجھے بے چین جسے چین کے دل کر دیا مجھے اُسے بنا دیا ہے سبھی کا بُرا مجھے پھر دیکھوں کیونکر آتی ہے لینے قصا مجھے نا آشنا نے خوب کیا آٹنا مجھے الفٹ کی بل رہی ہے سزا پر سزا مجھے اچھا برا کہو تو کہو برسا مجھے اندھیر ہے کہ دیتے ہو الٹی سزا مجھے تو نے سواے داغِ ستم کیا دیا مجھے
--	--

اب اور کچھ خدا سے طلب کیوں کروں شہر
جو کچھ مرے نصیب کا تھا مل گیا - مجھے

کیوں شکایت آپکی تحریر میں تحریر ہے دو دو آہ دل تری زلفوں سے ہے لپٹا ہوا	حال غم لکھنا کوئی تعمیر میں تعمیر ہے یہ نرالی طرح کی زنجیر میں زنجیر ہے
--	--

کس بلا کے بچ میں قسمت ڈالا ہے مجھے
وصل جانان کی اگر سمجھنے کبھی کچھ فکر کی
بخت تو وہ ہے بگڑ کر بھی جو بنتا ہی رہے
پھر زرا کھدو کہ ہم آتے نہیں تیرے یہاں
اُن زرا حسرت سے دیکھا تھا کہ تو برہم ہوا
غیر کے وہ ساتھ ہوں یا غیر اُنکے ساتھ ہو
ہے ملتے ہو تو دشمن سے بھی ملنا چاہی
غیر سے ترک تعلق مجھے پیمانِ وفا
وصل جانان زندگی ہو وہ مقدر میں نہیں

زلزل کا مضمون اس تحریر میں تحریر ہے
بخت بولا یہ کوئی تدبیر میں تدبیر ہے
بنکے جو بگڑے وہ کچھ تقدیر میں تقدیر ہے
تیرے جذبِ دل کی کچھ تاثیر میں تاثیر ہے
یہ بھی اسے ظالم کوئی تقصیر میں تقصیر ہے
اے مصوٰر یہ کوئی تصویر میں تصویر ہے
یہ بھی کوئی آپ کی تقریر میں تقریر ہے
دیکھ لیجے آپ کی تحریر میں تحریر ہے
اس لئے میری کوئی تقدیر میں تقدیر ہے

ہے ابھی شامِ جدائی موت بھی آجائیک
اے شرّ یہ بھی کوئی تاخیر میں تاخیر ہے

بات بگڑی ہوئی قسمت کی بنی رہتی ہے
قول کو دل کی طرح توڑ بھی دیتے ہیں مگر
روز اکیسے رمضان میں بھی پیا کرتا ہوں
کسی پھلو سے نکلنے نہیں دیتے حسرت
کاش رہتی دلِ شیدا میں تمنا بنکر
چمن لینے نہیں دیتی کسی پھلو دم بھر
پینے کیلئے منہ سے کہا اور اُنھوں کی گھوڑا
ریشک سے زارِ خود کام مرا جاتا ہے

ساتھ سایہ کی طرح بے وطنی رہتی ہے
بات کیا ہے کہ وہی بات بنی رہتی ہے
کیا کروں ساتھ ہی تو بہ شکنی رہتی ہے
اُنکی ہر بات میں اک بات بنی رہتی ہے
اس انگوٹھی میں جو ہیرے کی کنی رہی ہے
دل میں اُلفت ہے کہ ہر جھپی کیانی رہی ہے
اب تو ہر بات ہے ناوک شکنی رہتی ہے
میرے پھلو میں جو تو بہ شکنی رہتی ہے

بھول کر بھی کبھی دنیا پہ نہ کھانا دھوکا
اے شرّ کس کی بھلا اس سو بنی رہی ہے

مرتے مرتے زندگی بھی ہو گئی بھاری مجھے
سوئے جنت لیچلی ہے رحمت باری مجھے
نیر کی بھی ہو گئی لازم طرف داری مجھے
اب تو چھاتی سے نگالے رحمت باری مجھے
اُسکے گھر کھینچے لئے باتی ہے لاچار باری مجھے
ایک مین مرنے کے قابل زندگی بھاری مجھے
ہاں وہ تو ہے جسکی ہر گالی بھی ہر پیار مجھے
دیگی کیا ثمرہ قیامت میں مری باری مجھے
ایک مین ہوں ہو گئی ہر زندگی بھاری مجھے
چین ہو دل کو میسر ہو جو بیکاری مجھے

مے تو سے دل نگانے کی ہر بھاری مجھے
میر اندازِ بنداست دیکھ کر روزِ جزا
دوسرے کہ دشمن جو کمرہ دہنہ بھینس پیڑے
نہ بھر تیسرے کہ ہر شہری گناہوں میں نہ
ساتھ میں چسپ ہو ان بوہو کھی جسے نہ تبا
ایک وہ مین ہر سنی میر شہر ہر گئی بھاری
ہاں وہ مین ہاں پیاد کی نظیرین بھی گئی بھاری
اُنکے اٹھا کر بھی نہیں وہ دیکھتے کیسا اثر
ایک وہ مین مانگتے ہیں اپنے جین کی عا
کثرت شغال سے مرنے کی بھی بھاری نہیں

بجنت بد نے چشم آقا سے گرا یا جب زرا
اے شہر آئی اٹھانے اُسکی سرداری مجھے

پھر کہیں جا کے اُسگون پہ شباب آتا ہر
بس یہی ہوتا ہے جب عہدِ شباب آتا ہر
کون کھتا ہے حسینوں پہ شباب آتا ہر
اب نیاز نگ جانے کو شباب آتا ہر
کہیں دنیا میں دو بان بھی شباب آتا ہر
جسپہ آتا ہے قیامت کا شباب آتا ہر
نظرین کتنی ہیں کہ ہاں عہدِ شباب آتا ہر
جیسے دنیا میں نہیں پر تو شباب آتا ہر
اپنے موسم میں ہر اک شہر پر شباب آتا ہر

پہلے مشوقوں کی آنکھوں میں حجاب آتا ہر
پیار کی بات پہ اب اُنکو حجاب آتا ہر
بہا ہنر والوں کی جانوں پہ عذاب آتا ہر
حسرت تو تم بھی کوئی طہر ز زالی بدلو
اب فرسے لے لوی یہی دن ہیں فری لینے کے
جو سینوں میں ابھرتا ہے غضب دہا تا ہر
شرم آنکھوں کی جوانی کا پستادیتی ہر
کوئی دیکھے تو جوانی پہ حسینوں کا غور
اُرت پہ ہر چیز مری حبان مرادیتی ہر

اب خدا نیر کرے اور قیامت ہوگی انکو حیرت سے جوانی میں جو دیکھا ہوئے پھر گئے جب وہ بکا ہوں میں تو گھبرا کر کہا یہ منی افسہ نہ پایہ دل خسروں سے جب مصیبت سے گزر جانی و غلام آدمی	شرم کو ساتھ لئے اٹھا شباب آتا ہے دیکھتے کیا ہو پری بنکے شباب آتا ہے جان پرتی ہے غضب میں جو شباب آتا ہے ورنہ ہر چیز پہ دوں کو شباب آتا ہے پھر بلا کاشب زقت پہ شباب آتا ہے
---	--

صبح اٹھتے ہی بود و خام چڑھ لیتے ہو
سے شرم نہ نیا روز شباب آتا ہے

کسی جاتی ہے جب عہد شباب آتا ہے جب وہ جان جاتا ہوں آتا ہی نہیں تھا ہاں سمجھتے تھے کہ مطلب یہ نہیں کھدو گی ایک وہ دن تھکے ڈھالتے تھے وہ شوخی سے اور باتوں کو تو وہ خیر سے پی جاتی ہیں یہ نہیں ہوتا کشش سے انھیں تو لائے ہیں جاذبہ شوق کے قربان کہ وہ پردہ نشین دل بیتاب خدا کے لئے دم بھر تو ٹھہر	ان سینوں کو قیامت کا حجاب آتا ہے جیسے دنیا میں انھیں کو تو عتاب آتا ہے اور کیا اسکے سوا اسکو جواب آتا ہے اب وہ حالت آ کر کہ باتوں نے عجب آتا ہے صرف مطلب کا مگر صاف جواب آتا ہے بس تڑپنا ہی دل خانہ خراب آتا ہے آج اٹھائے رخ روشن سے نقاب آتا ہے نامہ برے کے ابھی خط کا جواب آتا ہے
--	--

اے شرم رخ ہے جو منظور خدا ہی اس سال
میرے آقا کو بڑا اور خطاب آتا ہے

ہم یوں ہیں اپنے خسرو دوران کرمانے لاشوں پہ لاشے ہیں درجائے کرمانے چھالوں کو میرے کیا مری گردش کا بچ کر مجبور کر رہی ہیں اسیری کی لذتیں	ڈرے ہوں جیسے مہر درخشاں کرمانے پھولوں کا ڈھیر ہے چنستان کرمانے کیوں رو رہے ہیں خار مغیلاں کرمانے بیٹھے ہیں جگے ہم در زمان کرمانے
---	---

چکے کھڑے ہیں اس لئے دربان کے سامنے
آنکھیں سی کھل گئیں ترسی افشان کے سامنے
بے آبرو ہے دین گریبان کے سامنے
باتیں بنا گئے دل نادان کے سامنے
کیا حال دل کمون بستان دان کے سامنے
گردن جھکائے خنجر عریان کے سامنے
اترا رہی ہے گردش دوران کے سامنے
ہم کھ رہے ہیں شمع شبنان کے سامنے
بیٹھا ہوا ہوں کوچہ حسان کے سامنے
تصویر بن گئے ترے دربان کے سامنے

چوکا۔ تو پہنچے رکھے ہیں باب مراد تک
تارون کا اب دماغ کہاں آسمان پہ
ابر ہسا جسکی زمانے میں دہوم ہے
آئے تو اپنے قول کی تادیل کر گئے
پتھر کو کیا سناؤں مصیبت کی داستان
نیٹھے ہوئے ہیں شاد شہید ادا ترے
عجب و رستا کے مری گردش نصیب
اسوز پا کے سوز محبت کا ماجرا
یاں بیٹے جی نصیب میں جنت کی سیر ہے
چکے کھڑے ہو رہیں کہیں مہنو کیا کہیں

مہمان سرا ہے یہ دل محزون مراد شرار
ٹھہری ہے آرزو غم جانان کو سامنے

تو اُس میں وصل سے اپنے مجھے ناکام لکھا ہے
جواب خط کہاں یہ موت کا پیغام لکھا ہے
ہمیں جب کا تب تقدیر نے ناکام لکھا ہے
کسی سے دل لگانے کا جو کچھ انجام لکھا ہے
کبھی بھولے سے اُس نے خط جو میری نام لکھا ہے
قلق کے ساتھ اُس میں بھی ہمارا نام لکھا ہے
کہیں دنیا کے دفتر میں ہمارا نام لکھا ہے
میری قسمت میں اُلفت کا یہی بیجا نام لکھا ہے
کہ اب تقدیر میں جینا براے نام لکھا ہے

بڑی مدت میں اُس نے خط جو میری نام لکھا ہے
حد و کا نام لکھ کر اُس نے اپنا نام لکھا ہے
نہ ملنے کا گلا ہم کیا کریں اُسکی خطا کیا ہے
ہمیں اُسے خاتمہ تقدیر سب معلوم ہو گئے
حد و کی خوشیاں لکھی ہیں میرا جی جلاؤ کو
خطا تقدیر سے تحریر جانان ملتی جلتی ہے
ہمیں اُس کو کس سپرسی تو زرا اتنا بتاتی جا
یہی ہو گا کہیں جی سے گزر دے گا محبت
دیا ہے جسے دل اُس کو سمجھ رکھا ہے یہ مینے

مجھے گناہ مکھنا ٹھیک تھا یہ کیا قیامت کی
ہمارا خون لیکر تیری کلاب تیرے قاتل
کر دے اس خط کو کیا قاصد خدا جانی کیسکا
بجے ناکامیاں سمجھا رہی ہیں بزمِ جانین

کہ راتم کی جگہ تو نے فقط گناہ لکھا ہے
ہمیں مقتول لکھا ہے ہمیں ناکام لکھا ہے
نہ اُنکا حال لکھا ہے نہ اُنکا نام لکھا ہے
ترسی قسمت میں کب جاؤں مگر کلام لکھا ہے

شررت ملتا ہے دل اُسکا نہ سمجھے اُنکھ ملتی ہو
کہیں کیا اُس سے ہم جسے ہمیں ناکام لکھا ہو

مگر پند اُنھیں آگئے جفا کے لئے
سزائے قتل جو چھانٹی ہو ابتدا کے لئے
تجھے کرم کے لئے مجھ کو التجا کے لئے
ادھر بھی دیکھتے جاؤ زرا خدا کے لئے
جو سینے ہاتھ اٹھائے کبھی دعا کے لئے
ہمارا مان لو کھنا زرا خدا کے لئے
ترے خلاف جو اٹھیں کبھی دعا کے لئے
کیسا ناز سے کھنا ہو خدا کے لئے
ضرور ہے کوئی تعصیر بھی سزا کے لئے
ازل میں چھانٹ لیا دروہی دو اُنکے لئے

کئے تھے حضرت دل عرض التجا کے لئے
بتا تو اور سزا کیا ہے ہمتا کے لئے
خفا نہ ہو کہ بنا یا بنانے والے نے
کوئی غریب سرِ رگھز تر پتا ہے
خطِ نصیب نے تلوار بنکے کاٹ دیئے
شب وصال ہو دل کی نکال دو حیرت
یہ دونوں ہاتھ مرے خشک ہو کر رہیں
شب وصال کی سب لذتوں سے بڑھ کر تھا
میں تھے آنکھ لڑاؤں لکھاؤں تم خبر
ہمارے دل کو جو سوچی تو دور کی سوچی

نہ پوچھو مجھے شررت لذتِ محبت تم
ستم کے لطف اٹھائے مرے جفا کے لئے

سب آسے کسی نے دم بھر میں توڑ ڈالے
تو ہی وہ شوق میرا جسکی جگہ ہے دل میں
ارمان آرزو کے مکرٹے اُڑا دیے ہیں

سب آسے کسی نے دم بھر میں توڑ ڈالے
تو ہی وہ شوق میرا جسکی جگہ ہے دل میں
ارمان آرزو کے مکرٹے اُڑا دیے ہیں

ایسا نہ کہ ساقی گردن مڑوڑا لے
یہ اتنے قصے کیونکر دم بھر میں جوڑا لے
جیسے کوئی شرابی پیسا نہ توڑا لے
تیر لفظ کا پلہ اب لیکے جوڑا لے
مستی میں جیسے شیشہ میخوار توڑا لے

نہ کے یہ بطرے زاہد کو گھورتی ہے
افسانے درودن کے وہ ننگے مجھے بولے
پیمان وصل اپنا یوں اُسے توڑا لے
اُوچھا ہے زخم اسکا دامن تیغ قاتل
وہ چشم شوخ پھر کر یوں توڑتی ہر دل کو

شاخ و فاسے سینے کچھ پھل شتر نہ پایا
ظالم نے پھول جن کر پتے بھی توڑا لے

دل بتیاب کی پھوٹی ہوئی آنکھوں میں نور آئے
جسے ہو جان دو بھرا سکے کوچے میں ضرور آئے
یہی حسرت ہر اور دنیا کا بھی میرے سرھوڑا لے
یہی کتنا ہے دل صدمہ نہ اسپر آئے
اگر آئے تو جنت میں اسی صورت کی جوڑا لے
تری آفت کے متوالے تری چاہت میں جوڑا لے

جو میری گھر کبھی بھولے سے بھی وہ شک جگہ زلزلے
زمانے میں منادی اسکی ہو جائے تو بہتر کر
قیامت کا مزا آتا ہے جب تیر نہ پاتا ہوں
خوشی ہر مرگ دشمن کی گرد لبر کی خاطر سے
اتنی یہ تناسل ہے کہ جیسی آنکی صورت سے
جواٹھے اپنی قبر و نسے تو میدان قیامت سے

تنہا ہو گئی پوری تری آقا کے صدقے میں
مبارک ہو شتر رحمت کو کہ مضطر رام پور آئے

ہمارے دل کا سودا ہو رہا ہے
یہی اک زندگی کا آسرا ہے
ارے کجنت یہ کیا ہو رہا ہے
ہمارا درد ہی دل کی دوا ہے
چلو تم بھی تماشا ہو رہا ہے
سمجھ کر چل حند اکا سامنا ہے

تری ناز و داد کا جھگٹھا ہے
تصور میں ترانقشہ کچھا ہے
دل مضطر یہ بیتابی ہے کیسی
کرین کیون حضرت عیسیٰ کی منت
یہ کھکھڑے شور محشر نے اٹھا یا
یہ محشر ہے نہ اترا تنہا ظالم

کسی سے یہ بھی کہہ سکتے نہیں ہم
بساؤن کی بھی کوئی انتہا ہے
کسی بھڑکا شکوہ کردن کیا
منے اپنے مقدار سے گلا ہے

منے جاتے ہو اچھی صورتوں پر
شر و دل میں تمہارے کیا با ہے

اندوہ نے طرب کے نقشے بگاڑ ڈالے
فصل خزان نے آکر کاشن اُجاڑ ڈالے
کیا تھی بساط گھر کی جوش جنوں نے
جنگل کی خاک اڑا دی کاشن اُجاڑ ڈالے
تدبیر سے بنے تھے جو کیل دل لگی کے
نقہ یہ نے ہماری وہ سب بگاڑ ڈالے
جوش جنوں کے ہاتھوں صحرا میں خوب لے
پلکوں نے اپنے ہنسنے میدان جھاڑ ڈالے
لاکامیوں سے آئی ارمان کی خرابی
سارے بنے بنائے نقشے بگاڑ ڈالے
اکت بڑی بلا ہے رکھتی نہیں کہین کا
لاکھوں بنے ہوئے گھر اسے بگاڑ ڈالے
انگھسا رہا دعا کی صورت تمہیں بنا ڈی
کچھ دل بتوں نے بیٹے کچھ دل بتوں نے چھینے
جب پریش عمل پر محشر میں چپ ہوئیں
جب بڑی ہے ہمارے خط منو پھاڑ ڈالے
کچھ گھر بگاڑ ڈالے کچھ گھر اُجاڑ ڈالے
دفعہ اٹھا کے اسکی رحمت نے پھاڑ ڈالے

امید و یاس کے تم پوچھو شر سے قصے
اسے تو گھر بنائے اسے اُجاڑ ڈالے

گرفتار مصیبت ہیں وہ جلوہ دیکھو دے
تماشا جنگلے خود ہی تماشا دیکھنے دے
کسی یکس کی میت پر عجب حسرت برتی ہو
اکت افسوس ملتے ہیں جنازہ دیکھنے دے
نگاہیں دست ارمان کی طرح بڑھتی ہیں آگ کو
اٹھا دینگے تمہارے نہ سے پروا دیکھنے دے
محبت کے اثر نے بجلیاں بھردی ہیں سیر
ترپ اٹھتے ہیں اب تو حال میرا دیکھنے دے
یہ مانا سیریدان قیامت ہم کریں لیکن
وہاں دیکھیں گے کسکو تیرا جلوہ دیکھنے دے
خدا سے کام ہر زاہد تو وہ رہیں بھی رہتا ہو
ترے کہے کو کیوں جائیں کلیسا دیکھنے دے

اگر مرگ عدو پہ لطف بگڑی جان دید نیکی	نہیں ہیں ہم تمہارا بال بیکادیکھنے والے
کسین ایرانہو یہ بیتہ اری کام کر جائے	سنبھل جا او مرے دکھا تر پنادیکھنے والے
نہیں یہ بے سبب ہنگامہ محشر کی بنیابی	کھڑے ہیں تیری اُلفت کا نتجا دیکھنے والے

مشرزدل پر جو گزے انکی اُلفت میں گزرنے کو
زیر س کھاتے ہیں تجہر حال تیرا دیکھنے والے

اگر تم میں یہ رعنائی نہ ہوتی	تو دنیا بھر تماشائی نہ ہوتی
بڑا سے اور سب ہوتیں تباہین	مگر یہ شام تنہائی نہ ہوتی
عدو کا سوگ اور پھر سوگ ایسا	اُسے تو موت ہی آئی نہ ہوتی
یقین آتا ترے وعدی کا سوا با	اگر تو نے قسم کھائی نہ ہوتی
نہ لے لیتے جو دل میں چٹکیاں تم	بھری محفل میں رسوائی نہ ہوتی
خدا سے دل لگا لیتا میں احریت	اگر تیری قسم کھائی نہ ہوتی
مرا شکو و شکا جب محشر میں آتا	کہ انکی آنکھ شرمائی نہ ہوتی
قضا کو عاشقوں میں پوچھتا کون	جو تیرے بیس میں آئی نہ ہوتی

ندیتے دل اگر انکو شرم
زمانے میں یہ رسوائی نہ ہوتی

قتل کی تاک میں ہر وقت ادا رہتی ہے	تیرے انداز کے ہمراہ قضا رہتی ہے
ان میں اب تک ہی شوخی کے چلن پاتاہے	کسینی گھیرے ہوئے نام خدا رہتی ہے
شبِ فرقت میں کسی طور سے آتی ہی نہیں	موت بھی چاہنے والوں نے خوار رہی ہے
اُس کے بھیس میں تم آگے کسی نہ رہتے	یاس رہتی ہو مرے دل میں تو کیا رہتی ہے
کیا بتاؤں دل پر درد کی حالت تکو	ایک آفت ہو جو ہر وقت بپا رہتی ہے
کونسی بات میں خونِ دل عاشق کم ہو	کیوں وہاں رنگ جانے کو خوار رہتی ہے

تل برابر نہ وغیر شید کو دے ڈالی ہے	تیرے چہرے میں جو درد پر دہنیا رہی ہے
دشت غربت میں ہر دم تری زلفوں کا	ساتھ سایہ کی طرح کالی بلارہتی ہے
خاک اڑا دیتے ہیں کج بخت غرا کر کھو سکے	چاروں کے لئے گلشن میں فضا رہی ہے

آخری وقت میں کیا خاک بتوں کو پھین
اے شہر دل میں بس اب یاد خدا ہے

وہ مجھ کو آزمانے قتل میں نکلے آئے	ارمان بنکے نکلے اور موت بنکے آئے
اس گل کی آرزو میں برباد مجھ کو پا کر	جنگل میں محبت ملے جھوٹے چمن کے آئے
پھلے ہی غار غم سے دل ہو گیا جھپٹا	اب کیوں یہ تیر میرے ناؤں لگن کے آئے
کچھ نال اپنا کھٹے کچھ حال میرا سننے	یہ کیا ہو کہ آئے اور برق بن کے آئے
پہنچے جو ہم عدم میں چاہت کو کشتے ہوئے	لو ایک اور تیرے اپنے وطن کے آئے
اس شمع کی نظر سے یہ کوئی جا کے کھٹے	جب آئے میرے دل میں تلوار بن کے آئے
اسکی نقاب عارض کیا رومی ضیا کو	انوار رو سے روشن پر ویسے چمن کے آئے

کچھ تو شررت بناؤ کیسا قلع ہے تلو
آئمنوں میں دل کے ٹکڑی کیوں لٹک کر

دول باریکی وزدین نظر لیکے گئی ہے	یہ کھ نہیں سکتا ہوں کہ ہر لیکے گئی ہے
کیوں ہیں وہ پریشان آدھریا و صبا تو	کیا غیر کے مرنے کی خبر لیکے گئی ہے
میں ان ہوں وہ جسکو ترے حسن فی لوٹا	دل چیز ہے وہ جسکو نظر لیکے گئی ہے
ڈرنا ہوں وہ داس نہ بگر جائے آدھریا	کچھ حناک مری بادِ سحر لیکے گئی ہے
ملتی نہیں ڈھونڈ ہے سے مری روح خدا	دنیا سے تری یاد کس لیکے گئی ہے
مارے گئے تب جا کے مشا عشق کا سودا	چاہت ترے دیوانہ کا سر لیکے گئی ہے
ساتی ترے میخانے کی اب خیر نہیں ہی	ستوالوں کی فسر یاد اثر لیکے گئی ہے

کہے میں تو اک بُت کی بھی صورت نہیں کی
اگر دش مری قسمت کی کہ ہر لیکے گئی ہے

جانا تھا شر کو چہ قاتل میں نہ محسوس
کجخت تری موت اُدھر لیکے گئی ہے

<p>اُدھن تھی ہمیں بُت کدے کے در کی جب جلوے دلر با کو دیکھا وہ وقت تھا کیا ہی وقت ہکو جب سے ہی نہ پوچھا جب مرا حال کلیمین نے جو منہ چمن سے پھیرا میں جیسے پڑا ترپ رہا ہوں کیون چہڑتے ہیں ہوا سے کہ جھونکے وہ آگے خود بخود مرے گھر پڑ جائیں گی لوٹ میں نکالیں اسے تیرنگاہ جسم کرا ب</p>	<p>یہ راہ تو ہے خدا کے گھر کی آنکھوں نے بلائیں ہیں نظر کی کچھ پاؤں کی تھی خبر نہ سر کی سمیا خاک سنے گا نامہ بر کی کانٹوں میں گلوں نے شب بسر کی مٹی ہے خراب رہ گزری مہمان سے شمع رات بھر کی یار ب یہ ہوا چلی کدھر کی اُس سُرخ سے اگر نقاب سر کی حالت ہے بہت بُری جگر کی</p>
---	--

تدبیر نہ آئی کام کوئی
اُس نے نہ سنی کبھی شر کی

<p>زندگی کوئی ترے عشق میں کیونکر کاٹے اگر دش سخت بتا تو نہیں اُس گھر کا پتا میں کاٹی ہے گداے درجائیاں بکے میں دلون میں وہی دل ہونے صد خون ایسے فریاد میں کیا لعل لگے ہیں شیریں کاٹ لون آپ گلا اپنا یہ ممکن ہو مگر</p>	<p>کس مصیبت سے یہ دن بنے شکر کاٹے چاہتی ہے کہ کبوتر مرا چکر کاٹے عمر یوں چین سے جس طرح تو بکر کاٹے میں گلوں میں وہ گلا ہوں جسے خنجر کاٹے کو کہن نام اسیکا ہے جو پتھر کاٹے آرزو ہے کہ اسے آپکا خنجر کاٹے</p>
---	---

زہر پر زہر خود بین کو ہے دعوتِ ساقی	ایسی سے دے کہ ہمیشہ ہمیں چکر کاٹے
جسے خلوت میں ترے گال چھوڑ ہوں ظالم	سیاہ بستر اسے گیسوئے معنیہ کاٹے
باغِ جنت میں دہرا کیا ہے سوا حردن کے	زندگی کون یہاں داورِ محشر کاٹے
تیرا ہنسِ محبت ہوں ازل سے صفا	چھوڑ دے کچھ قفس میں مجھ پر کاٹے

اسکی حسرت پہ مری عمر نقدِ حق ہو شہر
چودھواں سال جو یوں قید کے اندر کاٹے

استقد دل میں تب سیر نے ڈال چھالے	یہ کبھی گن نہ سکے دیکھنے والے چھالے
پاؤں میں میرے ہیں کچھ ایسے ترا چھالے	خار دیکھے تو ابھی سر پہ اٹھالے چھالے
غم نہیں کچھ بھی جو کانٹوں میں گھٹھے جشت	آفتون سے نہیں نہ موڑیوں چھالے
ایسی تلووں میں کمی کیا تھی جو ملکر اُسے	دلِ ناشاد میں بھی غیرِ ڈالے چھالے
ہو گیا میرے لئے بزمِ تمنا صحر	بگٹے بادۂ مقصد کے پیالے چھالے
کیا مزہ داخلش ہو جو چھبے ہیں کانٹے	میرے تلووں کے کہیں لٹ چڑھے چھالے
خارِ صحر کی ہے کیا خشک زبان صحر میں	بگٹے کس لئے پانی کے پیالے چھالے
خلشن میں وہ فرا ہے کہ مرے تلووں نے	کر دے خارِ غیلان کے حوالے چھالے
و اے تقدیر جو گلشن سے چلا لیکے جنوں	خارِ صحر کے پکارا کئے چھالے چھالے
و بد م پیار سے کانٹوں نے نکا ہیں ڈالے	پاؤں میں دشتِ نوردی جو ڈالے چھالے
زلف کے عشق میں دن رات رہا ہر چکر	میرے تلووئیں ہنوں کسلی کالے چھالے
سرکشی وادیِ غربت میں جو کی کانٹوں نے	میرے تلووں کو مقابل میں نہالے چھالے

پھوٹ جاتے ہیں یہی دشتِ نوردی میں سحر
و اے تقدیر ہیں مٹی کے پیالے چھالے

مرے ٹالے سے کیونکر یہ مری ارمان ٹل جائے	بھلا جا کر کہاں رہے اگر دے لے ٹل جائے
---	---------------------------------------

اگر تم قتل کرتے اپنے ہاتھوں سے تو قتل کو
 یہی اچھا ہوا روکا تھا سب نے غضب ہوتا
 تری چٹون جو سبز پیر دہی سیری گردن پہ
 خاک کے رشک سے مرنا نہ پڑتا چین آتا
 گھڑی بھر کے لئے گھمبیرے آنا در آفت
 بتوں کے دل میں گھر کرنا کسی صورت نہیں ممکن
 پڑا سنے دیا ہوتا بھلا تیرا بگڑا کیا

ملا کر خاک میں ہلو ہو سے بدنام وہ ناحق
 شہر تر ہم سو زخم سے اکن اکدن آپ جل جاؤ

غیر سے وہ ہمکنار دیکھئے کب تک رہے
 اتبوترپ و سب دم ڈھاتی جو تان ستم
 ناز و ادا کی طرح دشمن آرام دل
 شوق جفا سے تری خاک میں ہم مل گئے
 حشر میں الزام سب اپنے ہی سر لے لئے
 تیری تنہا کے داغ دل میں نہیں پھول گئے

جان شہر زندہ ہے ستمنا جان سے مکر
 آپ کے خنجر پہ دہار دیکھئے کب تک رہے

کہیں کیا ہے شرح درد فرقت ہو نہیں سکتی
 تصور ہر گھڑی رہتا ہے دم کو ساتھ نہیں
 وہ کہتے ہیں مری فریاد نہ کر بھی عاشق
 ہو کر تار ہے بار غم ہمیشہ جان کو دبھرا

ہماری جانبری کی کوئی صورت ہو نہیں سکتی
 شب غم لاکھ آئے تجھے فرقت ہو نہیں سکتی
 محبت جسکو ہوتی ہے شکایت ہو نہیں سکتی
 اذیت کی کسی غور طبیعت ہو نہیں سکتی

بھلا کب تک حیا ایسی نکل بھی آؤ خلوت سے
خدا جانے ترپنے سے مجھے کیوں چھین لے گا

رہو گے تم جو پردے میں تو شہرت ہو نہیں سکتی
جسے تکلیف کہتے ہیں وہ راحت ہو نہیں سکتی

خدا کے سامنے محشر میں چپ ہوں اور سر نہ ہوں
کیسے جو عیب کی شکایت ہو نہیں سکتی

سیا ہو کے قاتل ہی کیسی ہر اد کیسی
غضب ہیں شوخیاں کیسی قیامت کیسی
خدا کی شان ظاہر ہو گئی جو بن کے پر ہیں
سناؤ شوق سے اس کو بھی مطلب میرا حال
میں جتنا تے ملتا ہوں تم اتنا مجھ کو مجھو ہو
تمہاری چال اور پھر سپہ جمع شے والو نکلا
ہوا جاتا سر تر کا اتو سینے سے لپٹ جاؤ
شبِ فرقت کے صدر مرنے کے وہ جو تو یہ بولے
رکا وٹ مگی ہر دم حسرت تو نکا خون کرتی ہو
یہی جو آج اٹھتے ہیں ہیں برباد کرنیکو
سنگل کر میرے پھلو سے تری زلفوں میں جا رہا
ہمارے جی دکھانے کے لئے یہ سب کرشمے

مریض غم کی آلتی ہو رہی ہے یہ دوا کیسی
جگر میں ٹھیکیاں لیتی ہے تیری ہر اد کیسی
جوانی آچلی ہے جوش پر نام خدا کیسی
بھلا کس دن کہا ہے کہ یہ شوق بجا کیسی
تمہیں سے بوچھا ہوں اس فاپر خیا کیسی
قیامت میں قیامت ہو رہی ہے یہ با کیسی
ہمارے گھر چلے آئے تو پھر شرم دیا کیسی
نہ بکلی یہ تمہاری جان بھی ہے بجا کیسی
زمانے کے حسدوں نے اڑی ہوئی دفا کیسی
انہیں ہاتھوں نے کل دی غیر کو تنے دعا کیسی
یہ آنکھوں دیکھنے دینے ہمارے کی دعا کیسی
بجا کیسی سہرا کیسی اد کیسی حیا کیسی

کر جو جس سے محبت دشمنی کرتا ہو بے مین
شہر کلزارِ عالم میں چلی ہے یہ ہو کیسی

ہنسین زخمِ بگر جس سے وہی تدبیر کرتا ہو
کسی حب کو عمل میں وہ اثر دیکھا نہیں ہے
کسین ابا نہوا ہیں گرا دینِ جلیبیاں ان کی

غضب کی دل لگی تیری نظر کا تیر کرتا ہو
نفقشِ عشق دل میں مٹھیکر تا تیر کرتا ہو
مجھے وہ دیکھتے ہی غیر سے تقریر کرتا ہو

عجب حسرت بھرے تو ناگہ شبگیر کرتا ہے
ترے ابرو کا خنجر بے سبب تاخیر کرتا ہے
ترپنا دلے ہوتا ہے تو یہ تاثیر کرتا ہے
تنہا کے غل تو کس لئے تمہیر کرتا ہے
مجھے کیوں تنگ اتنا خانہ زنجیر کرتا ہے
کہ ہمیر جو ہنپسان وہ بُت بے پیر کرتا ہے
ترپنے کا اران بھی اگر نخب کرتا ہے
ترے تیر نظر کی دل بڑی توقیر کرتا ہے
جہاں دل رہائی کی اگر تدبیر کرتا ہے

اثر ہونے لگا کچھ کچھ کہ وہ بھی اتہو کہتے ہیں
لگا دے ایک پورا وار میرا کام بن جائے
کلیجہ تھام لیتے ہیں تماشا دیکھنے والے
دل ناواں ہجوم یاں اک دم بھر میں ڈھا دیا
میرا جوش جنون رہو ندیگا جھکوزندہ میں
کرین کیوں مہربانی کی تنہا یہ بھی کیا کم ہو
ترے ناوک کا ہو وہ بار احسان ہل نہیں سکا
کلیجے میں بٹھاتا ہے اور حیا آنکھتا ہے
خیال زلف جانان باندھ لیتا ہے سلاخ

جلادیتی ہی قسمت اسکو نور دستِ صدیق
مشرک کا نام جب کا غذ پہ وہ تحریر کرتا ہے

زندگی میری کہیں موت سے بدتر گزری
سیری حسرت ہے کہ جو دل میں ٹھنی گزری
اور پھر پوچھتے ہو کیا یہ خنجر گزری
کچھ زبان سے تو بتا دے جو کبوتر گزری
غیر کے عشق کی تکلیف جو اُپ گزری
ہمکو دنیا بھی لگاتی ہوئی ٹھوکر گزری
کیا کمون مجھ پر جو اسے ساتی کوثر گزری
یہ گزرتی ہے کسی پر بھی جو ہمیر گزری
ہجر کی رات تو مرم کے ستم گزری
جیل لی ہجر کی تکلیف جو ہمیر گزری

میاں تاؤں کہ ترے عشق میں کیونکر گزری
تیری صورت ہے کہ جس دل میں بسی گھر بگڑا
تنے خود دیکھ لیا میرے ترپنے کا سان
آکے کیوں ٹوٹ رہا ہے تڑا مطلب کیا ہو
کاش اللہ محبت میں مجھے دیدیتا
نہ بلا دین کے رستے میں بھی منزل کا پتا
عمر بھر میکہدہ دہر میں غم کے ہاتھوں
آپ ہی غور کریں آپ ہی انصاف کریں
دل کٹے دیکھئے کس طور سے اب تیر غم
یہ شب وصل ہو کیا قصہ فرقت چہر ٹوٹا

بھر کا دردِ تنہا کی چھین دل کی خلش جب صبا نے ترے گیسو کو پریتان کیا مے گیسو میں کبھی دامِ مصیبت میں پھنسے یہ تو سب کہتے ہیں اک روز ہے مرنا لیکن	آپ آسان سمجھتے ہیں جو ہمیں گزری وہ گھڑی مجھ سے قیامت کی برابر گزری زندگی اپنی یونہی قید کے اندر گزری کوئی کہتا ہے میں کیا قبر کے اندر گزری
--	---

کبھی دیکھا نہ تماشہ مری حسرت کا شمع
دل میں انکی نگہ ناز تو اکشہ گزری

میں کہیں سے بھی دیوانے کوئی تدبیر ایسی ہے موتِ غیر سے میں بھی کسی سے دل لگاؤ لگا عدو سے خود وہ ملتے ہیں مری طنز و بھڑک مثال اپنی نہیں رکھتا ترا انداز ایسا ہے پھر کرتا ہے بے پیر عورتے اندازِ خان محبت کیا بُری شے ہے کہ میں شبنم کو کہتا ہوں میرے نالوں کو جب سنتی ہیں وہ گہر کر لگتی ہیں خدا کے سامنے محشر میں میری قتلِ ناحق ہے جوانکا ہو گیا اسکو نہیں پھر اور کچھ حاجت	جو تو طے سے نہ توئے کیا کوئی بخیر ایسی ہے تمہارا بھی جلے دل جس سے تدبیر ایسی ہے مقتدر کوئی ایسا ہے کوئی نقدِ ایریسی ہے جواب اپنا نہیں رکھتی تری تصویر ایسی ہے کھچا کرتی ہے بے کھچے تری شمشیر ایسی ہے زرا میں دیکھ لوں انکو کوئی تدبیر ایسی ہے کھچا جاتا ہے دل تیری طرف تاثیر ایسی ہے تجھے بے جرم ٹھیرا دے کوئی تدبیر ایسی ہے ملائی ہے خدا سے اُلفتِ شبیر ایسی ہے
---	--

شرِ بے فائن ہر روزِ فقرائے کہتے ہو
جوابِ نامہ وہ بھی ہیں کہاں نقدِ ایریسی ہے

خدا کہتے تجھے اے غمِ رفاقت تو ہی کرتا کر عدو نے بیوفائی کی تو مجھ کو آکے پوچھا ہے سے سب دیکھنے آتے ہیں تجھ کو سنو دیکھا ہے مے آنسو رواں ہیں اور وہ محوِ تماشہ ہے	میری بگڑی کا تو ہے اور بنی کی ساری نیاب غرض مطلب بُری شے ہے ایسا کا نام دیا ہے تری صورت سے میرا حال ہر حالت میں چاہا ہے یہ پانی گلشنِ اُمید پر برسن میں برباہا ہے
---	--

چھپے بیٹھے ہیں لیکن مور تک جلوہ ہی جلوہ آ
 ریاض زندگی میں یہ ہمارا آتی ہر دم کمر
 خدا رکھے محبت کو نکالا نام دونوں کا
 زمانے بھر کے ارمان و تمنائے کے سویا ہوں
 سوائے بوسہ لب پر زبان ناحق جلاتے ہیں
 زل سے ہم لکھا لا کر ہیں خود اپنی تقدیر میں
 تمہیں جب تک نہ کچا کھا تو ان آنکھوں پر دیکھو
 جو ملنا ہی تو مل لو ورنہ فردا سے کیا حاصل
 وہ آٹھٹھے ہیں بن ٹھن کے عزا دار و کفر فرمیں
 جہان دشمن کی تربت پوچھنے کو آپ آ کر ہیں
 خدا کی واسطے آجاکہ مشکل سہل ہو جائے
 جزا کا اللہ اسے قائل کہ پھل ڈال دی تو نے
 ہماری شوق نامہ کو ضرورت کیا ہو قاصد کی
 قرار و صبر بھی کرتے نہیں فرقت میں ہمدردی
 یہ سنہ دیکھی نہیں کہتا کہ تم ثانی نہیں کہتے
 وہ ہم کو چھڑکیاں بھی دے کر دل و لہجہ کی گنا

انھیں چاہئے کہ وہ بھی ان غیر و نکو سا جھے میں
 میں اس جھگڑے میں کب پڑتا ہوں ایسی کس کو پڑا

معیبت کچھ بٹالی دوسری کی رہا کرتے ہو برہم مشل گیسو کبھی آنکھوں اسی حالت سے ڈھونڈنا	جہین نے یوں دعا کی دوسری کی بلا چھپے لکھالی دوسرے کی کبھی صورت بنالی دوسرے کی
--	---

<p>یہ کھکھری گئے بوتل کی بوتل دل شیدا میں آئے بکے حسرت جو دیتا ہے تو اپنی گالیان دے ترے گیسو کا کیا بگڑا جو بکھرا صدونے دل انہیں دینا کہا تھا شانے کا ہے اک یہ بھی طریقہ ہین کیا کم تھے رسم عاشقی کو عدو کو کیا کمون جب خود کو وہ انہیں میں بہنے بس یہ بات بھی</p>	<p>بھری اپنی ہے خالی دوسری یہ کیا حسرت نکالی دوسرے کی تراسنہ اور گالی دوسرے کی بڑ ہی آشفستہ خالی دوسرے کی آنکھوں نے جان کھائی دوسرے کی اکرو تم پامانی دوسرے کی زبردستی بلالی دوسرے کی ہر اچر چاہے گالی دوسرے کی دے غم اور دعائی دوسرے کی</p>
--	--

شرر دل لیکے اُسے منہ چپایا
غضب میں جان ڈالی دوسری کی

<p>رخ بیکار ہے وہ عہد شکن کسا ہے دیکھتے ہی جسے بیاختہ پیارا جائے میری آنکھوں میں بسی ہے یہ بجلی کسکی کس قسم کی ادا برقی اڑائی تو نے کیون جو انان گلستان کو خوشی ہر تہی بس سے شجائے قیامت وہ ہر کسکی قیامت اب نہ وہ رنگت وہ روپ نہ وہ لطف ہما نکہ شوخ سے مجبور و کر و دل لیکن</p>	<p>غم تجھے اسے دل پر رخ و محن کسا ہے ہاں زرا آپ ہی کھدین وہ ہن کسا ہے میری نظروں میں یہ میا خچر کسا ہے فتنہ حشر بتا تجھ میں چلن کسا ہے آج ارادہ ہے گلگشت میں کسا ہے جس سے بچیں ہوں فتنہ و چلن کسا ہے آج یہ سوگ تجھے صبح میں کسا ہے اک زرا سوچ لو یہ بھی کہ وطن کسا ہے</p>
--	---

سُنکے اشعار ہمارے وہ شہر کہنے ہیں
دل دکھا جانا ہے اس سے یہ بھی کجا

اک نظر دیکھتے ہی سیکڑن قربان ہوئے
وہ تو ہم پھلے پہل پھنس گئے نادانی سے
وہ شب و عدہ نہ آئے تو اجل آئیگی
قتل کر کے ہمیں اب ذکر وفا ہے ہر دم
بات تو جب ہو کہ اک آدھ وفا بھی ہو کبھی
سٹ چکی رسم وفا توٹ چکا عہد وصال
سر میں ہو گا تو تری زلف کا سودا ہو گا
سختیاں عشق کی ہم دیکھ چکے جیل چکے
سامنے ہم نکرین اپنا کیلجہ کیوں کر
پیٹھ پیچھے جو برا کہتے ہیں ہم کو کہ لین

تم سلامت ہو تو ہر روز یہ سامان ہوئے
اب جو ہو گئے تو سمجھو بوجھ کے خواہاں ہوئے
ہم تو ہر حال میں شرمسار احسان ہوئے
ہم نہ کہتے تھے بہت آپ پشیمان ہوئے
یون تو ہونے کے لئے سیکڑن پیمان ہوئے
اب وہ کیا بات ہے جس بات پہ پیمان ہوئے
دل میں ہو گئے تو ترے ملنے کے ارمان ہوئے
اب تو کھیلین گے وہی کھیل جو آسان ہوئے
آرزو مند کسی تیر کے پیکان ہوئے
آنکھ جب سامنے ہو گی تو پشیمان ہوئے

کنج مرقد میں بھی آرام کی امید نہیں
لے شہر تر دل میں یہی حسرت و ارمان ہوئے

وہ چاہتے ہیں کوئی اس طرح تباہ رہے
ہمارا عزم نہ مٹا آکے ایک دن تم نے
عجیب داد طلب ہم بھی تھے زمانے میں
تمہیں کہو کہ تمہیں کوئی کس طرح دیکھے
دکھاؤ حشر کے دن جلن جب خدائی کو
کبھی زبان پر اپنی نہ آیا حرف سوا
وہ کام کر کہ رہے تیرا نام دنیا میں
مرا تو جب ہو کہ دیدار کے مزے لوٹیں

جلن جگر میں ترپ دل میں لب پہ آہ رہے
تمہارے واسطے ہم عمر بھر تباہ رہے
کہ جس نے ظلم کیا اُس سے داد خواہ رہے
جو رخسہ بکھری ہوئی کا گل سیاہ رہے
ہماری حسرت دل پر بھی کچھ نگاہ رہے
فقیہ ہو کے بھی ہم دل کے بادشاہ رہے
وہ چال چل کہ زمانے سے رسم و راہ رہے
ہم آپ میں رہیں جب تک جلوہ گاہ رہے

کیسے کو چے میں جب تک شہر فیاں کیا

بہت خراب رہے اور بہت تباہ رہے

تلوار بن کے صاف بگڑ گئی
سو بار اس طرف سے نسیم سحر گئی
موج نسیم تھی کہ ادھر سے ادھر گئی
لاکھوں ہوئے شہید یہ کافر جد ہر گئی
چڑھ چڑھ کے آسمان پہ آندی اتر گئی
آسمانوں میں اگنی کہی دل میں اتر گئی
سیری نظر گئی نہ متاری نظر گئی
نہ رسم کیا ہوئی وہ عنایت کدہ گئی
گزرے وہ جس طرف کو قیامت گزر گئی
جو کچھ گزر گئی مرے دل پر گزر گئی

تیری نگاہ شوخ عجب کام کر گئی
کس دن ہماری قبر پہ دو پھول چڑ گئی
کیا پوچھتے ہو تم سے جوانی کا ماجرا
بربادیوں سے لاگ ہی تیری نگاہ کو
نہ کے غصہ تجھے سنگد کام ہوا
یہ دو مقام تہا کے ہیں تصویر یار نے
بکھلاں عیب غیر میں جس عیب پر کبھی
وہ رنگ ڈھنگ آپکا اگلا سا کیوں نہ
جس انجمن میں بیٹھے وہ محشر ہوا
کیوں بار بار پوچھتے ہو تم سے کیا کہوں

اٹھو بھی بنگدے کی شریر سیر کیو
نکو حرم میں رہتے تو مدت گزر گئی

نہ گئی گھر سے مرے شام جدائی نہ گئی
تول کر رہ گئے تلوار لگائی نہ گئی
تینغ دہوئی نہ گئی لاش چہپائی نہ گئی
اُسے زنجیر درِ عرش ہلائی نہ گئی
تسے چل پھر کے ہوا باغ کی کہانی نہ گئی
پھر ضرورت ہی نہ تھی شمع جلائی نہ گئی
ہاتھ تو ہاتھ زبان تک بھی ہلائی نہ گئی
جو خبر لانے کی تھی تجھ سے وہ لائی نہ گئی

کسی تدبیر سے قسمت کی بُرائی نہ گئی
جاؤ بھی دیکھ لسیا تیغ زنی کا دھوکے
قتل کر کے مجھے کیوں آپکے بگڑی یہ جو
کام نالوں سے نہ بکھلا شبِ فرقت میرا
دل پر داغ کا کچھ بھی نہ تماشا دیکھا
یار نے عارضِ پُر نور سے اُلٹی جو نقاب
اُسے کالی بھی نہ دی قتل تو کرنا کیسا
نامہ بروصل کی کچھ بات نہ ملے کی تو نے

قید میں پاؤں کی زنجیر ہلائی گئی
میری سوتی ہوئی نقتیر جگائی گئی
ایسے شرماے کہ پھر آنکھ ملائی گئی
بات کجخت سے اتنی بھی چپائی گئی
آگ وہ دل میں لگی تھی کہ بجھائی گئی

راز داری تھی محبت میں یہاں تک ہمو
نالہ ہائے سحری کام نہ آئے اُنے
کان میں چپکے سے سینے جو پتھر کی کھدی
کھدیا راز محبت مرے دلنے سے
کسی صورت سے کہی کہ نہ ہوا سوزِ نہاں

اے شرر دیکھ لیا آپ کو اُنکے در پر
چار دن بیٹھکے دھونی بھی روائی گئی

یہ تو فرماے کس طرح مراد ملے
ہم سیجا جسے سمہین وہی قاتل ٹھیرے
تسے اک بات کہو نگا میں رزاد ملے
جس طرح تھک کے مسافر سر منزل ٹھیرے
ایک ہم ہیں کہ ترے ظلم کے قابل ٹھیرے
اے خدا بتو کسی طرح مراد ملے
اور سب قافلے واسے سر منزل ٹھیرے

آپ آئے بھی تو اک لحظہ بس شکل ٹھیرے
ہائے بگڑی ہوئی تقدیر بُری ہوتی ہی
ابھی آئے ہو ابھی جاتے ہو ٹھیرے تو سہی
اس طرح بیٹھے ہیں در پر تری محبت ہا
ایک وہ ہیں کہ عنایت کے سزاوار ہوں
بقراری کے ستم کوئی اٹھائے کتب
نا توانی کا بُرا ہو کہ رہے ہم سچے

پھلے ہیں جنکو سمہتا تھا سیجا اپنا
اے شرر اب وہ کرشمے مری قاتل ٹھیرے

گھر ہی ویران ہوا جاتا ہے
مُفت نقصان ہوا جاتا ہے
کام آسان ہوا جاتا ہے
اور حیران ہوا جاتا ہے
کوئی حیاں ہوا جاتا ہے

دل پریشان ہوا جاتا ہے
چپین کر دل وہ لئے جاتے ہیں
سکھین جمع ہوئی ہیں اتنی
آئینہ دیکھ کے صورت تیری
کوئی زخمی ہے تری ابرو کا

<p>پھر وہ انجان ہوا جاتا ہے ہوش قربان ہوا جاتا ہے جمع دیوان ہوا جاتا ہے</p>	<p>پھر بگڑتا ہے بس کام مرا وہ کچھ اس شان سے ہی جلنٹا ہے یہی مشق تو کوئی دن میں</p>
<p>دل پہ قابو بھی شر لازم ہے کیون بد آوسان ہوا جاتا ہے</p>	
<p>تیری جو بات ہی تجھت کی ہو تکرار کی ہے اب تو کچھ اور ہی حالت تیریا کی ہے نہ تو استہار کی ہو اور نہ انکار کی ہے آسمان کی ہے شکایت نہ مجھ یا کی ہے رات دن مسکرتین میرے ہی آزار کی ہے تجھ کو تسبیح کی حاجت ہے نہ زار کی ہے میری آنکھوں میں جو شوخی نگہ یار کی ہے آرزو اب تو زمین سایہ دیوار کی ہے روز بیدار دہنی چرخ ستمگار کی ہے</p>	<p>میری جو بات ہو وہ صلح کی ہو پیار کی ہو وہ سب دم آتا ہے کجبت کلیجہ منہ کو تجھ کے حسرت مری وہ بات کہی ہو اسے کام بننے نہیں دیتی مری بگڑی قسمت رات دن کام تمہارا یہی بے رحمی ہے میرا مذہب ہی جدائش و برہمن تھے بیقراری میں قیامت کا مزا ملتا ہے ہاں کہ وہ دن کہ تیری بزم میں دنات تھی ہم روز آیتا ہے نیا رنج مقدر ہر سکو</p>
<p>تجھ کے نامے شر زار کے وہ کہتے ہیں یہ تو منہ یاد کسی تان گرفتار کی ہے</p>	
<p>شرم کچھ آنکھوں میں کچھ دل میں مروت چاہیے ان میں شوخی چاہیے ان میں شرارت چاہیے روزانے واسطے اک اچھی صورت چاہیے ہاتھ تم پیچھے لگانا پہلے قیمت چاہیے سیکڑوں سرہن ترا خنجر سلامت چاہیے</p>	<p>چاہیے والو فتنے کیا ایسی عداوت چاہیے تیری آنکھوں میں مبری معلوم ہوتی ہو چاہیے حضرت دل نے کیا ہر دم ہارا ناک میں دل نہیں ہر صفت کا محنت سوا پالا ہی ہے تو رہو دنیا میں تیرے چاہیے والی بہت</p>

نہسے بچتے ہو مری صورت سے تم بیزار ہو اُنکی بیدردی کا قصہ کیوں کون دسویں کچھ نشانی تو رہے میرے دل مرحوم کی اُنکا تیر آیا ہے ہم کیونکر ندین دل میں گھج	آدمی کو آدمی سے ایسی نفرت چاہئے غم غلط کرنے کو کچھ حرف و حکایت چاہئے تیرے کوچے میں بھی اک چھوٹی تھی چاہئے اپنے گھر آئے جو دشمن بھی تو عزت چاہئے
---	--

یا نبی اپنے شر کی لاج رکھئے حشر میں
وکل اسان آپکا بھر شفاعت چاہئے

من نظر کار گر نہ ہو جائے مُنکا آتا ہے تیر دیکھ ایدل شدت درد سے یہ کہنکا ہے وصل کی شب ہو میں لرزتا ہوں دیکھو دیکھو نہ آئند تیر کو آدمیت اگر ہر اک میں ہو دلے ارمان کیا نکالیں ہم دیکھ لے چشم تر کہیں اُنکو	صنق زیر و زبر نہ ہو جائے تجھ سے آگے جگر نہ ہو جائے دل ادھر سے ادھر نہ ہو جائے بات کرتے سحر نہ ہو جائے کہیں اپنی نظر نہ ہو جائے آدمی ہر بشر نہ ہو جائے ذر ہے ویران گھر نہ ہو جائے غم دل کی خبر نہ ہو جائے
--	---

نالے کرتے تو ہو شہر ردیکو
پُز سے پُز سے جگر نہ ہو جائے

جان چھوٹی رنج سے جھکڑ نہ صرف ہو گئی تو بہ کرتے ہیں کیا بے چارے ہو گئی دل امانت تھا خدا کی وہ بتوں کو دیدیا اب کہاں اگلا سادہ ہر وقت اٹھنا بیٹھا اب کہاں وہ عیش کے جلسے و سامانِ ب	موت کے آتے ہی ہم کو کیسی راحت ہو گئی کان پکڑا ہنسنے آگے کو نصیحت ہو گئی کیا کریں جسے امانت میں خیانت ہو گئی ملنے جب راہ میں صاحب سلامت ہو گئی اتفاقاً چار دن کو یہ بھی صحبت ہو گئی
---	--

صبحِ عشر بھی ہمیں تو شامِ فرت ہو گئی
پڑ گئی، پچھل قیامت میں قیامت ہو گئی
دل میں جب آئی خوشی کی بات حسرت ہو گئی
روشنی سی روشنی انکی بدولت ہو گئی
نالے کرنے کی اگر ہر سکو اجازت ہو گئی
کیون شہبِ ناز کی گلِ تبعِ تربت ہو گئی
دوستی کی اُسے دنیا سے عذوت ہو گئی

آج کے دن بھی وہی غمِ ہر وہی ہر انتظا
ہو گئی آفتِ ہسپا انکے خرامِ ناز سے
پوچھتے کیا ہو مری پٹی ہوئی قسمتِ کمال
کام کیسے آگئے مرقد میں میرے داغِ دل
ہم دکھا دینگے تاشا شوِ عشر کا ہمیں
کیا کوئی پر وہ نشین یاں فاتحہ کو اُڑایا
اک زمانہ دشمنِ جانِ عہدِ الفت میں ٹہرا

عشق میں کیونکر چننا تو تو بڑا ہشیار تھا
کیا ہوا تجھ کو شہرِ رانی تری ست ہو گئی

تو بہ ہماری توجہ کا کیا احتساب ہے
جو کچھ کہا ہے تنے مجھے عتِ باری ہے
تو دوستو کا دوست ہو یا روٹھنا یا رہے
بعدِ فنا وہی تو چہرِ داغِ فرا ہے
کس کام کا ترسے یہ دلِ بیقرار ہے
اے موت جلد آ کہ ترا منتہا ہے

اگلی برس بھی پھر یہی فصلِ بہار ہے
اقرار کر لیا ہے رہنا ہو گو تم ضرور
انکار کرنے زار ہو کم فہم بی بھی لے
جس داغِ دل کی قدر نہ کی مٹو کچھ بھی
اچھپس یا رانکھ اُدھر پڑ رہی ہو کیون
وہ حالِ حیر کہ اب مجھے دد بھر ہو نہ کی

کھد گئے ہم سپامِ نو تیرا شہرِ ضرور
مانے نہ مانے رسکا اُسے اختیار ہے

پتیار ہا ہوں بات کو منہ سے نکال کے
گاکہک ملے تو ایسے ملے مج کو مال کے
مجھ پر چھری نکالی تو انکھیں نکال کے
باقی ہیں چند لوگ ابھی اگلی چال کے

نورِ ہی چلے یا کوئی باتوں میں ٹال کے
آنکھوں میں خاک جھونک کر دل لے لیا مر
کیون دوسرا میں دین مجھے اک جرمِ عشق کی
قاضی شہرِ شیخِ حرم۔ ناصحِ شفیق

سودا لیا تھا ہننے بہت دیکھ بھال کے کیا آئے آپ آئے اگر وقت ٹال کے پامال کیجئے مری آنکھیں بھال کے امید وار ہیں کرم ذوالجلال کے احباب میری لاش اٹھائیں سہال کے	سچ پوچھے تو خوبی قسمت سے لٹکے قعتہ ہوا تم مریض مسراق کا جب دیکھنا بھی جسم ہر تغزید کیجئے یہ بھی خبر ہے، اغلو ہم سب گناہگار زخموں نے چور چور سے سب تن بدن مارا
---	---

کیا ہو گیا شرر کو جو روتا ہے زار زار
کیا لطف یاد آگئے شام وصال کے

دوستی کر کے کیا کرے کوئی کاش دل میں رہا کرے کوئی روز یوں ہی ہنسا کرے کوئی جس کے تارے گنا کرے کوئی حال دل کیوں کہا کرے کوئی اپنا دلعن وفا کرے کوئی کیون ترا آسہ کرے کوئی میرے حق میں دعا کرے کوئی چاہتا ہوں دعا کرے کوئی ہم کہیں اور سنا کرے کوئی	کس لئے غم سہا کرے کوئی سب کی نظر نہیں کیوں پھرے کوئی قبر پہ پھول چڑھتے جاتے ہیں چرخ میں کیا لگے ہیں لعل ایسے نہ سنے جب کوئی محبت سے اب تو نالوں سے حشر برپا ہے بت بے درد ہے خدا مالک ایسی حالت ہو اب کہ کتا ہوں ایسی تقدیر اور یہ حسرت بات جب ہو کہ داستانِ قلق
---	--

روئین دشمن شرر کے مرنے پر
یہی کہہ دو کہ کیا کرے کوئی؟

دل جو زخمی ہے جو پہنان سے جوش و حشر کی خنہ اندازی	خون روتا ہے چشم گریان سے جیب کی تن گئی گریبان سے
--	---

<p>خون برسا ہے چشمِ ارمٰن سے گھر مرا کم نہیں مہیا بان سے کیون اُجھتے ہیں میرے دامن سے دیکھتا ہوں جو چشمِ ارمٰن سے</p>	<p>یاس اور یاس بھی ہمیشہ کی اے بنوں جا کے خاک کیٹھن بوجھان خارجہ کا کیا بگاڑا ہے کیون بگڑتے ہو کیا بگڑتا ہے</p>
<p>اے شریر کیا دہرا ہے جنت میں ہم نہ اُنہیں گئے کوئے جاناں سے</p>	
<p>جلا جاتا ہوں میں سوزِ بہان سے کھلجا لاؤ گے ایسا کہاں سے کچے جس بات کو انسانِ ثبّان سے لبوں پر جان ہے ضعیفِ ثبّان سے کروں میں شکر تیرا کس زبان سے نہ آیا نامہ ہر اب تک زبان سے</p>	<p>یہ گرمی آگئی اس میں کہاں سے سنو گئے داستانِ دردِ فرقت مناسب ہو کر ہے پورا بھی نہ کو نہ کھلجائے کہیں رازِ محبت مجھے یارب دیا دردِ محبت خارجہ جانے پڑی افتادِ کیسی</p>
<p>شریر کچھ اُنکو صندِ ایسی ہو مجھے نہیں وہ بولتے میٹھی زبان سے</p>	
<p>تسکین پائی آج دلِ پیرار نے وہ دل دیا مجھے مرے پر جو گار نے بھیر جو ڈھائے غلمِ شبِ انتظار نے کیا کیا دیا مجھے مرے پر درِ گار نے دل ہی جلا دیا نفسِ شعلہ بار نے آکے چارے گریہ پہ اختیار نے</p>	<p>لے لیں جو چکیاں نگہِ شوخ یار نے روزِ ازل کسی نے نہ جسکو کیا پسند کیا بار بار پوچھتے ہو تے کیا کہوں سوزِ جگر - ہجومِ تنہا - غمِ فراق اُس بیوفا سے میری سفارش نہ کیوں اکھڑی کسی سے دردِ ہفتہ کی دہشتنا</p>
<p>اُنکو شریر ہمارے ستارے کے واسطے</p>	

چالین سکائیں گے کر بش لیل و نہار نے

ادویار کی دل سکتی رہی ادھر در و دل رنگ لاتا رہا نچو کا شرارت سے دفت نہ کر کیا نفع تیغ ادا نے جسے ترا حسن بڑھتا رہا دمبدم وہاں گرجو شئی نہ ہی غیر سے کسی کے ہر انداز ہر نماز میں غریبوں کا دیتا نہیں کوئی تھا	قیامت کی ہر چال چلتی رہی ادھر اُس کی چوٹ بدلتی رہی زبان جب تھی آنکھ چلتی رہی وہی شاخ اُسید پھلتی رہی نئی شان ہر دم نکلتی رہی یہاں آگ سینے میں جلتی رہی ادا با کھین کی سکتی رہی وہ تصویر بھی رُخ بدلتی رہی
---	--

ہمیشہ بکڑتے رہے وہ شرر
نئی روزِ حجت نکلتی رہی پنا

جو داغوں نے گلشن ہر وہ دل بھی ہے خدا کی حسدائی کا حاصل بھی ہے تیر تیغ جب آئے ہم موت بولی جو تیری لگاؤٹ پہ اترا رہا ہے تمہارے سوا آرزو نہ دل میں خدا جانے یہ پھول کیوں نہیں ہرین محبت میں آسان ہر جان دینا نرا کت اٹھانے نہ دے جسکو خنجر نہ تم اپنے بس کے نہ موت اپنی بس کی بناؤ نشانہ دلِ مبستلا کو	تمہارے تماشے کے قابل بھی ہے سماے ہوتم جمین و دل بھی ہے رہ عشق کی پھسلی منزل بھی ہے وہ نادان ظالم مراد دل بھی ہے تمہا یہی حسرتِ دل بھی ہے چمن میں فغانِ عداوت بھی ہے وہ تسکینِ دین سخت شکل بھی ہے غضب ہر کہیں ہسکو قاتل بھی ہے نہ دل اپنے فتا بوکا شکل بھی ہے کہ تیر لطف کا مست ابل بھی ہے
--	--

یونہی دم نکلنے پہ مرتا رہو ہنگام
برسی لکشمی پر حسرتیں نوہ گریں
عداوت ہو سارے زمانے کو جیسی
کیا جسکو پامال اک مہ جین نے
کلیجہ سب مجروح دل لوثا ہو
چمک برق این کی تیری ہنسی ہے
جو جینے پہ مرتا ہے وہ غیر ہوگا
یہ نواب حامد علی خان ہمیشہ ق
دو عالم ستور ہیں جسکی ضیاء
ایسی سے ہے سرسبز نخل تہا
ہو عاشق باغ معانی لگا تین
ہر اک شعریا کہا جسکو شکستہ
وہ پانی ہے فکرِ ساجن نہیں کو
اسی میں غزل ایسی لکھی ہو جسکو
عجب حسن بندش یہ مصرع ہو جسکا
انکھانے مدام میں سب سے بجا کر
کٹھن ہے زمین میں کمون شعر گوئی

جو آسان نہ ہوگی وہ مشکل ہی ہے
مرے رونے والوں کی محفل ہی ہے
تمہاری محبت کا حاصل ہی ہے
وہ آنکھوں کا تارا مراد ل ہی ہے
لگا ہین لڑانے کا حاصل ہی ہے
اگر ہے تو بدستابل ہی ہے
ہو مرنے پہ جیتا ہے وہ ل ہی ہے
رہے شادمان خوشیوں ل ہی ہے
زمین پر وہ اک ماہ کا مل ہی ہے
امیرون کے دریا کا ساحل ہی ہے
کونازک خیالی کا حاصل ہی ہے
ہر اک نے کہا سحرِ بابل ہی ہے
سخن فہم کہتے ہیں مشکل ہی ہے
یہ کہنے کہ پر یون کی محفل ہی ہے
مہ نوہی ماہ کا مل ہی ہے
وہ شعر میں سخت مشکل ہی ہے
مگر حکم عالمی ہے مشکل ہی ہے

ہزاروں مضامین لکشمی ہین ل میں
شہرہ دیکھو پر یون کی محفل ہی ہے

ہم اپنا حال جا کے کہیں کمون طبیب ہے
بدلے ہر انصیب عدو کے نصیب ہے

وہ بگر کی مٹی ہے لذت نصیب ہے
لے دو چرخ ایک ہی شے کے لٹو کہی

<p>آواہر کہ ہم تہین دیکھیں قریب سے الفت بڑھی ہے آپکی بیشاک قریب سے بگڑے ہوئے نصیب مجھ بد نصیب سے دل دل کے وہ نگاہ نگاہ قریب سے</p>	<p>ب دور سے کھینچے ہو کتے تھے تم کہی یہ کاش جس جگر مری کہ بے سبب نہیں جو کہ کہا وہ آپسے میں عرض کیا کر دن کرتی ہے میرے قتل کے ہر روز مشوے</p>
<p>ایسا مرض نہیں ہو شرر جسکا ہو علاج کیا فائدہ کہ سال کہیں ہم طبیب سے</p>	
<p>ملگیا چین ہیمن دم کے نکھانے سے انکھ ناز نکلتی نہیں جس خانے سے ٹکڑے ہو جا کے کیلچا مر مر خانے سے بارہا کہے میں لے آئی ہو خانے سے کام روئے سے نکلتا ہو نہ گہرائی سے آپ گھبراتے ہیں ناحق مر مر گہرائی سے</p>	<p>اب روکار نہ رونے سے نہ گہرائی سے کرمی جن سے پلکوں میں چھپی بیٹی ہے اب وہ حالت ہو کہ دشمن بھی اگر سپن بائیں بستجہ نے تری ڈالا ہے کشکش میں مجھے عشق کی راہ میں ثابت قدمی لازم ہے عشق ہو تلے تو حالت یہی ہو جاتی ہو</p>
<p>اے شرر اور کہیں اُسکا ٹھکانا ہی نہیں شب غم جائے کہاں میرے یہ خانے</p>	
<p>کیا میری قصا ہے جسے ملنے نہیں دیتے وہ آنکھ سے آنسو بھی نکلتے نہیں دیتے کس واسطے ارمان نکلتے نہیں دیتے ملے ہو گلے سے تو سنبھلتے نہیں دیتے کیا میرا لہو ہے جسے ملنے نہیں دیتے میں لاکھ سنبھلتا ہوں سنبھلتے نہیں دیتے پھر دیکھیں تو کس طرح نکلتے نہیں دیتے</p>	<p>کیوں بزم سے دشمن کو نکلتے نہیں دیتے حسرت کا تو کیا ذکر کہ نکلتے مرے دل سے کیوں آپ شب وصل الگ بیٹھے ہیں مجھے کنے یہ سکھائی ہیں تہین تیغ کی چالیں کیوں آپ شب وصل لگاتے نہیں ہنیدی آفت ہیں وہ انداز قیامت ہیں غم سے ارمان مرے کتے ہیں ملجائیں وہ تنہا</p>

کیا وصل میں دیتا ہے مزا اٹھایا یہ کہنا

تم تو مجھے کروٹ ہی بدلنے نہیں دیتے

وہ دل میں شرار آ کے ٹھہرتے نہیں دم بھر

حسرت کا چمن بھولنے پھلنے نہیں دیتے

بجگرمین کاوشش مرکان یار باقی ہے

اخیر سانس کا سینے میں تار باقی ہے

ابھی ہے آنکھ کی پھری ہوئی مجھ سے

کسی کے آنے کی جاتی رہی امید میں

شب وصال میں آجائیں زندگی کو مرے

خزان کے خوف سے گلشن میں کیوں پرستار

بہار آتی ہے دست جنوں ترے ہاتھوں

جو روز بچ کٹا ابھی تو کیا ہوا حاصل

یہ کیا کشک مرے پروردگار باقی ہے

برائے نام مری جان زار باقی ہے

ابھی یہ گرد و شش پیل انداز باقی ہے

اجل کوئی ہے کتاب و خط زار باقی ہے

وہ کھ تو دین کہ سچے خستہ باقی ہے

ابھی تو پھول کھلے ہیں ہزار باقی ہے

ہماری جیب میں کب کوئی تار باقی ہے

یہاں ہی یہ شب انتظار باقی ہے

ٹھنی ہے جی میں شراب تو حال گھ گھڑوں

سُنین وہ یا نہ سُنین خستہ یار باقی ہے

اُس کا کل پیمان کی تصویر نظر آئی

غصے میں جو کہتا تھا خطائے مجھ سے

گرد و میرا ہنس کر قدموں سے لپٹ جاؤں

اپنے دل حیران میں ابرو کا تصور ہے

ہم سے بچھ فغان آئی جب اُسے اوڑھ لیا

میرے دل حیران میں وہ سب تغافل ہی

دہر پھر کے ترے در پر کرتا ہوں جین سانی

صحرایں کف پانے کا نون پہ کیا قبضہ

پھر دل کو ہوا سو داغ و خیمہ نظر آئی

ہر طرف مجھے اُسکی شمشیر نظر آئی

اُنے ہی ملنے کی تدبیر نظر آئی

آئینے میں خنجر کی تصویر نظر آئی

وہ برق نگہ ہر کوشش شمشیر نظر آئی

تصویر کے پھلو میں تصویر نظر آئی

کچھ پھرتی ہوئی اپنی تقدیر نظر آئی

جنگل کی زمین اپنی جاگسیر نظر آئی

جب زلف کے بننے میں تاخیر نظر آئی
ششیر کے سایے میں شمشیر نظر آئی
نالوں کی کسان ایدل تاثیر نظر آئی
اترائی ہوئی اپنی تقدیر نظر آئی

آئینے سے وہ بگڑے شانے سے کبھی کبھی
یہ آنکھ تری ظالم آفت ہے تیرا برو
محشر میں وہ آئے ہیں وعدہ کو وفا کر
جب آہ رسا پچھنچی اسے دل درجائان تک

کس روز شہر تیرے اشعار سنے
اب نالہ موزوں کی تاثیر نظر آئی

یہ اور بات ہے ممکن محال ہو جائے
ابھی خوشی سے طبیعت کمال ہو جائے
بلا سے اُنکی کوئی پامال ہو جائے
اُسی سے حشر میں اتنا سوال ہو جائے
مرا خیال عدو کا خیال ہو جائے
خدا کرے ترا دو ناجمال ہو جائے
تو مرغِ دل کے پھانے کچال ہو جائے
تو ذوالفقار علی بڑھ کر ڈھال ہو جائے
و فویر شوق سے جینا محال ہو جائے
جو میرے شوق کا تحریر چال ہو جائے

اُمید کب ہو کیسے کا وصال ہو جائے
اگر کبھی کو بہار خیال ہو جائے
وہ اپنی چال کے انداز کس لکھ چھوڑ
وہ لے گیا ہر مراد کہ خود دیا مینے
مری اُمید عدو کی اُمید بن جائے
نقاب رُخسے اُلٹ کر دکھا دیا جلوہ
جو کھولہ دیکھی بھولے سے زلفِ بیا کو
اگر غلی کو پکارے کوئی مصیبت میں
وہ بد نصیب ہوں اُنکا جو اصل بھی ہو
وہ طول ہو کہ خضر عمر بھر بھی پڑھ نہ سکین

شہرِ تہاری سفارش کرینگے ہم لیکن
یہ کب اُمید اُنھیں کچ خیال ہو جائے

وہی ہے دل جو تیرا جو کے داغ آرزو دیکھے
گلِ داغ جگر دیکھے ہنر آرزو دیکھے
تو اچھا یوں ٹھہر جائے زمین کیون تو دیکھے

وہی ہے آنکھ جو تجو ساسین ماہر دیکھے
اگر آئے مرے دل میں نرالی سیر تو دیکھے
اگر وہ حشر میں یار نہ آئے سامنو سیر

نکھائے مرے دلے جو موقع آرزو دیکھے
 نہ دیکھے پھر کوئی محب و نظر بھر کر جو تو دیکھے
 ہماری لہجہ سنا سن لے ہماری آرزو دیکھے
 وہی صورت ہے عالم میں جی بہر تو دیکھے
 ہماری گفتگو دیکھے وہ اپنی گفتگو دیکھے
 ہمارے شوق نامے میں جو حرف آرزو دیکھے
 نہ دیکھا آہنگ ایسا ہزاروں کر ہو دیکھے
 تجھے حسرت سے میں دیکھوں محو غم تو دیکھے
 مرے دل میں ٹھہر کر تو ہجوم آرزو دیکھے

بیان کیوں آکے ٹھیری ہی کہ کجا بڑا ہو کر
 ابھی میں خاک ہو جاؤنگا اک چشم غایت کے
 اسے احباب لائے ہیں تو اتنی دیر ٹھیرا لین
 وہی سیرت ہر دنیا میں جی ٹھیرا تو چپا
 ہماری التجا سے ہل اسکا گائیاں دنیا
 خدا جانے وہ کیا ڈہلے ستم بچے چھپ
 لہو نے میرے جب چو مال ب خیر تو وہ بولے
 عینت ہی جو تیری بزم میں یہ بھی میسر ہو
 مزا جب ہی ہجوم آرزو تیری بلایاں لے

عجب حالت بنا رکھی ہی تیرے عشق میں
 نہ بھیجا نے کہی ہرگز شر کو اب جو دیکھے

سفارش کچھ کر نیگے جا کر اُن سے آج ہم دل کی
 اگر دیتا ہے وہ مجھ کو تو دیتا ہے قسم دل کی
 تڑپ ہو اب زیادہ دونوں جانب سہم دل کی
 خبر لگیا ستر را کہ نہ اک دن جوش غم دل کی
 کرد تدبیر کچھ ایسی تڑپ ہو جس سے کم دل کی
 بھلا پھر ہماری کیا کر سکیا جاویم تم دل کی
 خطا ہرگز نہیں ہے جان من تیری قسم دل کی
 اگر کچھ سیر کر لے بھول کر باغ ارم دل کی
 جو اسکا لطف شننا و ستان بخ و غم دل کی
 ہوئی ہے دشمن جان بی طرح بن و دم دل کی

نہ ہو اپنا اثر ہو جائیگی حسرت تو کم دل کی
 اگر لیتا ہے وہ مجھے تو پیمان فا اپنا
 مجھے اُن سے محبت ہو نہیں دشمن کی گفت سے
 کر گیا خون پھر وہ خون آنکھوں سے بہا دیکھا
 ادھر ناراض تم ہے ادھر جینے سے تم خوش
 دل روشن خبر دیتا ہے جب راز و دو عالم کی
 ہجوم حسرت و اربابان اسے مجبور کرتا ہے
 بیان ہیں داغ ایسے پھول سب دے اتر جان
 وہ کرتے ہیں ستم ہم شاد ہیں کہا جاؤ کیا
 کوئی تدبیر بچنے کی نظر آتی نہیں اس سے

عدو کی تم غلط باتیں بھی سن کر شاد ہوئی ہو
بہت جنتے ہو جب کہتا ہے کہ لینا شرم دل کی

شررت نے اسی ظالم کے باعث فیتن جلیں
مگر پھر بھی تو تھے ہو سکی خاطر نہ کم دل کی

دینے واسے انہیں دینا ہی وہن بھول گئے
کیا ہوا کیوں مجھے یاران وطن بھول گئے
دیکھ کر جسکو مرا گور و کفن بھول گئے
یا نشیمن ہی کو مرغان چمن بھول گئے
دیکھ کر آکھو وحشت بھی ہرن بھول گئے
جو خودی کا یہ اثر ہے کہ وطن بھول گئے
غیر سے ملے وہ سب پھل جلیں بھول گئے
اتنے ان قید میں گزری کہ چمن بھول گئے

وہ جو خاموش ہیں کب طرز سخن بھول گئے
پوچھتے ہی نہیں خطیب کے غم غربت کا
میں اسی شوخ کا کشتہ ہوں اجا سیر
نہ رہی طاقت پر واز جو صیاد آیا
شوخی چشم کے نظارے سے چائی حیرت
بے خبر آپے غربت میں ہی غنا ک نہیں
کھانسیاں دینے پہ ہر وقت تھے رہتہا
آب نفس سے نہیں منظور رہا ہی ہسکو

اک رزا پیار سے ڈالیں جو نکاہیں آسنے
اسے شہر آ رہا تو سب رنج و محن بھول گئے

میں وہ کجنت ہوں جبکی کہی چاہت نہ ہوئی
مجھ سے سنلو کہ بھی مجھ پہ عنایت نہ ہوئی
انکی بیدار کی محشر میں شکایت نہ ہوئی
کوچہ غیر میں افسوس یہ تربت نہ ہوئی
اک بلا ہو گئی آپس کی شکایت نہ ہوئی
اک عداوت ہوئی یہ آپ کی بغض نہ ہوئی
یہ مری موت ہوئی انکی نزاکت نہ ہوئی
جس میں کجنت اجل کی بھی شکایت نہ ہوئی

غیر پر آپ کی کس روز عنایت نہ ہوئی
کیا بتائے گا عدو پوچھ رہے ہونا حق
میا کروں روک لیا جسکو محبت نے میری
آتے جاتے کہی ٹھوکر تو لگاتا کوئی
میا قیامت ہو منانے سے وہ مٹو ہی نہیں
غیر کے ساتھ مجھے قبر پہ آئے رونے
چاہتے ہیں مگر اٹھتا نہیں خجہ زن آنے
بے خبر درجہ بدائی کی مصیبت وہ ہر

روز بیدار کے انداز سے ہوتے ہیں
اسے شرر چمکے کبھی انکی عنایت ہوتی

تو اگر دل دینے والوں کی خبر رکھنے لگے
کہتے ہیں تم مدعی کی کیوں خبر رکھنے لگے
پھر ہمارا آئی جنوں پھر پاؤں پہلانی لگا
جبر میں انکی بلا سے کوئی مر مر کے جے
جو تک پڑتے ہیں وہ اکثر اپنے خواب باز
جب نہیں منظور ہے ہکو ملانا خاک میں
آبی حاتے ہیں زبا پڑا تو شکوے غیر کے
کہتے ہیں وہ دل ترا بچیں ہے ہم کیا کریں
ہاں سب جاہلین یہ میرے قتل کی سرکوشیاں
وہ کیا اسکا قیامت تھا کہ آنکھیں پہرین
وہ کیا رو بہ جنت تھے یہ صدقے جان زار
ہم کیا اب عاشقوں نے ایسی بیزاری نہیں
ہم کیا سے شیخ جی کی ہو گئی شہی خراب

تیرا داغ عشق دل میں ہر برسر رکھنے لگے
اب تو یہ الزام بھی وہ میرے سر رکھنے لگے
پھر بگولے دشت کی قد مو پتہ سر رکھنے لگے
انکو ایسی کیا غرض وہ کیوں خبر رکھنے لگے
لو میرے نالے بھی اب تہنا اثر رکھنے لگے
پھر جھلسا وہ کیوں ادا ہر اپنی نظر رکھنے لگے
شکر ہے اپنے بڑے پر تم نظر رکھنے لگے
ایسی آفت کیوں بھلا ہم اپنے گھر رکھنے لگے
جسے وہ اغیار کے شانے پہ سر رکھنے لگے
ہاں مجھے اب عداوت نامہ بر رکھنے لگے
رکھنے والے میری حالت نظر رکھنے لگے
اب تو گل بیچوں میں تم بلبیل کے پڑ رکھنے لگے
رہن اب پر مغسان کے ہاتھ گھر رکھنے لگے

اسکا آنا جذبہ الفت سے کچھ مشکل نہیں
دل میں تصویر خیا کی کیوں شرر رکھنے لگے

دشمن کسی سے کیا کیا باتیں بنا رہا ہے
تلوؤں سے دل مسکرو وہ گل کھلا رہا ہے
آہوں کی ہیں جو انین ایسی شوخیاں ہیں
دشمن کی دشمنی کا اتنا اثر ہو باقی

ہکو رشا کے اپنا نقشہ جا رہا ہے
انداز جو رہا اپنا ہکو دکھا رہا ہے
آس رخ سے کون یار پہ وہ اٹھا رہا ہے
کھوکھو سے نقش تربت کوئی سار رہا ہے

<p>اپنی طرف سے قاصد باقین بنارہا ہے جوش جنون چمن کا رستا بنارہا ہے دامان دشت کے وہ ٹکڑی اڑا رہا ہے پڑھ پڑھ کے میرا نامہ پڑی اڑا رہا ہے اے سوت جلد آ جا وہ شمع جلا رہا ہے</p>	<p>وہ آواز زو کا ایسا جواب دیتے اکھتی ہے ناتوانی گھر سے قدم نہ نکلتے دیوانہ محبت بیکار ہے نہ دم بھر لکھ لکھ کے جب کو باقین کتاب کو کون لکھے گھبرائے گی طبیعت کیونکر ہو گا گھبراہٹ</p>
<p>بند دیکھ جاو حالت نہیں شرار میں دم بھر کا مہمان ہوا اب اس میں کیا رہا ہے</p>	
<p>جلے پہ بھی مرے دلے دعا نکلتی ہے چمن کو لوٹ کے باد صبا نکلتی ہے یہاں تو دلے برابر دعا نکلتی ہے تمہارے منہ سے بھی وہ بزم نکلتی ہے ہر ایک آہ سے بوسے دعا نکلتی ہے گلی میں انکی جود ہو کے سر جا نکلتی ہے کہ کچھ تو حسرت لطف جفا نکلتی ہے کب آرزوے دل مبتلا نکلتی ہے ہماری جان بست ہو فنا نکلتی ہے وہی ادا ہے کہ جس میں اد نکلتی ہے</p>	<p>تمہارے سوز سے بوی وفا نکلتی ہے بلا کے دل مرا آؤر سا نکلتی ہے وہ لاکھ ہکوتائے ہزار ظلم کرے عند کی بات بنا کر سے بن نہیں سکتی ہمیں جلا کے بھی تم تختان کر دیکھو صبا کو خاک اڑانا نصیب ہوتا ہے میں شاد ہوں جو وہ تھم تھم کر وار کرتا ہے کہاں نصیب ہیں ایسے کہ جان کوئی خدا کے واسطے اب بھی دکھا دی تو جلو وہی ہر شکل کہ جس سے ہو شکل کی پیدا</p>
<p>شرارت پوچھنے یہ بات ہو کسی میں کہاں جو بات آپ میں نام خدا نکلتی ہے</p>	
<p>جو نکلے گی تو لطف خجہ قاتل سر نکلی گی خدا جانے یہ کس وقت کس شکل سے نکلی گی</p>	<p>کب اپنی جان اپنی سعی بے حاصل ہو گئی گی جو وصل یار بھی ہو گا نہ حسرت لسی ہو گئی گی</p>

تہ خنجر مرا ہو گا متنا دے لے نکلے گی
 بری گالی دعا میری۔ برابر کی یہ چوٹے ہیں
 ہزاروں حسرتیں سرپٹتی ہونگی جنازے پر
 وہ پوچھیں تو سہی کہہ دینگے ہم سب مدعا
 نیا یا چین دم بھر عالم ہستی میں دم لیکر
 فلک دشمن۔ اُسے پروا نہیں۔ تقدیر پرستہ
 تنہا ہر دل مرا لیکر ملیں گے پانچ نازک سے
 مکرنا اس قدر اصرار تھے بات اتنی ہے
 نہیں میں دل پڑا ہو گا۔ ہماری جان فرقت میں
 کبھی ان پھوٹی آنکھوں سے اتنی ہم بھی دکھیں گے
 ہماری قول کی تصدیق کر لو۔ بیچ کر دیکھو
 یہی ہوتا جو حسن و عشق میں جوتی ہے یکرنگی
 تیرے تھام لیکر دینے مشتاق کا پردہ
 اثر سے جذبہ کہ وہ پہلے میرے دل میں آئیگی

صدائے آفرین جدم لب قاتل سر نکلے گی
 وہ تیرے منہ سے نکلے گی یہ میرے دل سے نکلے گی
 ہماری لاش جس جب اس ہر کی منزل پر نکلے گی
 جو دل میں بات ہو وہ منہ سے کیوں نکلے گی
 مرے اللہ کس دن جان اس مثل سر نکلے گی
 ہماری آرزو سے دل بڑی شکل سر نکلے گی
 تنہا بنے لیلی اب اسی محل سر نکلے گی
 مرے دل میں جو آہیں ہو گے حسرت سر نکلے گی
 نکلے کو تو نکلے گی مگر مشکل سے نکلے گی
 عدو اس بزم سے حسرت ہماری دوسرے نکلے گی
 صدائے مرجا زحیم تن بسل سر نکلے گی
 جو بات اُس منہ سے نکلے گی وہ میرے دل سے نکلے گی
 اگر مجب زون مری لیلی کہی محل سر نکلے گی
 کوئی اچھی بڑی جب بات اُس محل سر نکلے گی

جلاد کی شہر یہ خرم ہستی قیسم کا
 اگر آؤ شہر افشان ہمارے دوسرے نکلے گی

مجھ سے برہم آج زلف یار ہو کر رہ گئی
 آنے کل دشمن کی کچھ تکرار ہو کر رہ گئی
 کوئی اتنا ہی نہیں لیجائے لاش قبر تک
 وہیائے اُنکے مرے دل کی بڑی ہی گفتگو
 آج تو دل میں اتر کر کام پورا کر گئی

میرے دل میں آرزو آزار ہو کر رہ گئی
 کیا کون قسمت مری بیدار ہو کر رہ گئی
 پھلی منزل تو بڑی دشوار ہو کر رہ گئی
 خیر گزی کچھ پو نہی تکرار ہو کر رہ گئی
 یہ تری تر چپی لٹنر تلوار ہو کر رہ گئی

ہو گئی یا مال وہ اکھیلیوں سے جب چلے
مختصر لئے اگر کتنا نو آتنا وقت تھا
آپنے ٹیڑھی نظر سے بھی ادھر دیکھنا
صدہ پہنان کا انداز ترقی دیکھنا
جب سرائے جزم آئی سامنے روز جزا
بس اسی پر تھا متین پس موت کا گھنڈ

شکر ہی تربت مری ہموار ہو کر رہ گئی
داستان جز ایک طو مار ہو کر رہ گئی
پھر وہ کیا شے تھی جو دل کے پار ہو کر گئی
جوٹ دل کی جسم دامن دار ہو کر رہ گئی
اکلی جست بیچ مین دیوار ہو کر رہ گئی
پیش حال دل بیمار ہو کر رہ گئی

کیون اثر لیکر نہ پٹی اسے شکر وقت کی شب
آہ کیا عرش برین کے پار ہو کر رہ گئی

زبان پہ عدو کا سر قدمونہ مرا ہے
حیران ہو آئینہ دیکھا ہے ترا جلوا
کس ناماز سے کتا ہے ہم اور تجو چاہیں
نم بھول گئے وعدے میں بھول گیا شکو
جو تھے جفا مین کین جو مینے ستم جیلے
دشمن کا جو شیوا ہو وہ جان لیا ہوگا
قسمت پہ بھروسا ہے تقدیر پہ شاکر ہیں
آرام کے یہ سامان تکلیف کے سامان ہیں
تو دل مین ہمارے ہی سائل ہیں شکر کے
سہنے در جانان پر نکرا کے یہ حالت کی
مجھ سے جو عداوت ہوا چاہیے شے جگر
جو دل نے اٹھایا ہے فرقت کا تری صد
گر دشمن ہی قیامت کی رو کے سے نہیں نکلتی

وہ اسکا مقدر ہے یہ میرا مقدر ہے
ہمے کین بڑھ کر ہے قسمت کا سکندر ہے
کہنے کو یہ نقرہ ہے دل کے لئے نشتر ہے
یہ عشق کا شیوا ہے وہ حسن کا جوہر ہے
آنے سبھی واقف ہیں چاہیے کھر ہے
کل اور کے در پر تھا آج آپ کے در پر ہے
دشمن کا ہمیں کیا ڈرا اللہ تو یاد رہے
وہ چین سے ہیں جنگا یہ خاک ہی تیر ہے
شاہوں کو نہیں حاصل جو ہو کو تیر ہے
اب کوئی نہیں کہتا یہ سر ہے وہ پتھر ہے
لیجے یہ گلا میرا یہ آپ کا خنجر ہے
امکان سے زائد ہے انداز سے باہر ہے
وہ شوخ نظر میری تفت دیر کا چکر ہے

سختی سے تعلق ہے میں سوزِ سراپا ہوں
کہتے ہیں شرِ زحک کو مسکن مرا تہر ہے

ارمان بھرے دل کے ترپانے کو کیا کہنے
نامح تو ہے دیوانہ دیوانے کو کیا کہنے
اس آنے کو کیا کہنے اس جانیکو کیا کہنے
سہکات کے ٹھکرا یا ٹھکرا نے کو کیا کہنے
اس شورش سے آنکھوں کو لہ جانے کو کیا کہنے
کعبہ اگر کہتے بت خانے کو کیا کہنے
اک بات رہی ہے سہما نے کو کیا کہنے
یہ اپنا مقدر ہے تجا نے کو کیا کہنے
اسکو جو حرم کہتے تجا نے کو کیا کہنے
کعبے کی جو یگت ہو تجا نے کو کیا کہنے
پردے میں شرارت کے شرمانیکو کیا کہنے
ٹوٹی ہے یہاں تو بہ سینہ کو کیا کہنے
تقدیر ہی پھوٹی تھی پیا نے کو کیا کہنے
بے پردہ قریبوں کے گھر جا کر کو کیا کہنے

و وصل کی تسب آنکے شرمانیکو کیا کہنے
اس و غما کو کیا کہنے سہما نے کو کیا کہنے
آگے بچے ترپانا ترپا کے چلے جانا
یا بوس کی حسرت کو تھا سمجھے ہوئے قافل
جس روز سے دیکھا ہے دل ہی زباں بہین
حریت میں جھلک دیکھی اللہ کے جلوے کی
دل دیکھے یہ کھنا تھا آنکھوں میں اس کو کھنا
بتخانے میں بھی ادب تیرا نہ تپا پایا
کعبہ بھی تو اسے دعا عطا گئے تھا بتو کا گھر
راہِ ہمین دل تیرا تار یک نظر آیا
حرم بھوئے اگر ہوتے کہنے کو جبکہ ہوتی
بت ٹوٹے تو اسے ساقی تجا نہ حرم بھیرا
ساقی نے دیا بھلو ٹوٹا ہوا پیا نہ
یہ راہِ میا آنکھیں تسلیم ہمیں لیکن

فریادِ شرِ زحک کس ناز سے وہ بولے
ہشیار کو کچھ کہنے دیوانے کو کیا کہنے

یہ زاہد خاک تہرہاں خدا کے جاننے والے
بلا میں ہنس گئے آخر بلا کے جاننے والے
ادا پہچان لیتے ہیں ادا کے جاننے والے

نہیں جب اس بتِ نا آشنا کو جاننے والے
غضب میں آگے زلف دو تا کو جاننے والے
بد لکھ بیس جانا غیر کے گھر چہ نہیں کتنا

وفا ممکن نہیں یہ کیا کسا او ہو فاتو نے
 کہاں پھر تا ہے اوزا ہوا ہر آہ ہر تہانہ
 جفا دلوں کو مجا تے ہیں اربابِ فاکین
 خدا جانے نظر آتا ہے اس پردہ میں کیا لگو
 ہمیں مجروح کر کے چل دیا تو سپہر لیں گھسین
 یہ بختی نہ عجب گھر ہر خبر بھی جو تھے زاہد
 مزا سب کے مٹی کر دیا ہم ہادہ خوار و کو
 مری کلی لگی کو دل لگی جانیں نہ کیوں ہم
 متناہسل کی سبھی نہ حسرت عشق کی سبھی
 مسیحا نام کے دیکھے ہمارا کام کیا نکلا
 دیا ہے زخم نو سپہر تک بھی کچھ چڑکتا جا

نہیں کیا ہم بھی انداز وفا کے جاننے والے
 یہیں تجکولیں گے کچھ خدا کے جاننے والے
 وفا والے نہیں پاتے وفا کے جاننے والے
 بتوں پر جان دیتے ہیں خدا کے جاننے والے
 تڑپتا بھی نہ یکہما او جھا کے جاننے والے
 یہاں کہے سے آتے ہیں خدا کو جاننے والے
 بڑے یہ شیخ جی آئے خدا کے جاننے والے
 نہیں درد دل درد آتشنا کے جاننے والے
 اسی پر بنگے ہو مدعا کے جاننے والے
 نہیں دردِ محبت کی دوا کے جاننے والے
 کہاں جاتا ہے او طرزِ جفا کے جاننے والے

شرر کیا پیش روز قیامت کا ہمیں کھٹکا

کہ ہم ہیں شافع روز جزا کے جاننے والے

در خواجہ معین الدین چشتی پر جو آ بیٹھے
 زمانہ ہو گیا تھا اپنے آقا سے جدا بیٹھے
 ہم ایسے آج بیٹھے ہیں تری درگاہ میں خواجہ
 تماشا دیکھنا چاہے جو کوئی باغِ عرفان کا
 فنا نے اللہ کا اُس کو نہ ہو کیوں مرتبہ چل
 طوافِ روضہ اطہر ترا کافی ہے اب ہکو
 ترا وہ مرتبہ جسکو خا جانا نے نبی جانے
 یہی ارمان ہر فرس فرار پاک پر تڑپوں

اُسے کیوں فکر ہو کوئی۔ دل اُسکا سکر گیا بیٹھے
 شرراجمیر جا پہنچا اُسے خواجہ بلا بیٹھے
 کوئی شتاق کعبہ جس طرح کہے میں جا بیٹھے
 وہ چل کر اپنی آسکونے ترے صف میں آ بیٹھے
 ترے کوچے میں جگر جو رنگِ نقش پا بیٹھے
 کہ ہم اجمیر کو اپنے لئے کعبہ بنا بیٹھے
 ترا وہ آستانِ جبر ہیں لا کون اولیٰ بیٹھے
 مراد م ٹوٹنے کو دل میں جب تیر قضا بیٹھے

نہ جا میں گئے کہ میں قدم کو تری چوڑی کر گزرتی
 جو تجھے اہلبا کی نخل مقصد بار و دریکھا
 یہیں کے ہو رہے اب ہم یہیں ستر کھا بیٹھے
 ترا شکر عطا کرنے ترے در پر ہم آ بیٹھے

خدا نے وہ دکھایا دن تمنا دل کی برائی
 سہارک ہو شراب تم مقصد آ بیٹھے

دم فست کیون تیغ آزمائی ہوتی جاتی ہر
 تری جانب خدا کی سب خدا کی ہوتی جاتی ہر
 تری چاہت مرے حق میں برائی ہوتی جاتی ہر
 مرے صند پر تعلق مدعی سے بڑھتی جاتی ہر
 یہ کیا افسانہ زمانہ ہے کہ ان کا فرحینوٹ
 ہوا سے میل کر کے کیون نہ اترتا غبارِ بیا
 کہی یہ بھی کہو گے تم اجازت ہو چلا آئے
 نہر ہی ہو جان کشتہ بین یاد اک انسان
 یہی ظالم اجل کا کام ہر دم دیتی رہتی ہے
 لیا تھا پہلے دل اب جان لینے کا ارادہ ہے
 پس میں ہر یہی شو عین دل خیر ہو یا ز
 مرے جواب باغ ہر سے یوں ہنست جاتی ہے
 زمین نا اونہ تاثیرین نصرتی ہوتی ہے
 اور سلق خدا جس کو حریف جو کہتی ہے
 نہ بہت مدی صیاد کا دل پاتا جاتا ہے
 نہ ہر خدا کے سامنے بھی اٹھتی ہیں

کہ وہ ہری آپکی نازک کلائی ہوتی جاتی ہے
 قیامت میں قیامت رد مانی ہوتی جاتی ہے
 کہ پیاسی خون کی ساری خدا کی ہوتی جاتی ہے
 برائی غیر کے حق میں جھلسائی ہوتی جاتی ہے
 وفا کی رسم رسم جو فانی ہوتی جاتی ہے
 ستم گر تیرے دامن تک رسائی ہوتی جاتی ہے
 کہی یہ بھی کہو گے تم رسائی ہوتی جاتی ہے
 دہان تک میرے نالوں کی رسائی ہوتی جاتی ہے
 قضا منیت پذیر کج ادائی ہوتی جاتی ہے
 اگر دن قیمت کیسی رد مانی ہوتی جاتی ہے
 پسند خاطر گل خود رسائی ہوتی جاتی ہے
 خزان میں جیسے پھولوں کی صفائی ہوتی جاتی ہے
 تمہارے کان تک جنگی رسائی ہوتی جاتی ہے
 آدھر مشہور تیری بیوٹائی ہوتی جاتی ہے
 گرفتاری ہمیں گویا رہائی ہوتی جاتی ہے
 یہاں محشر میں بھی جیسے رسائی ہوتی جاتی ہے

شر کیوں غم میں اُسید اپنا تم جلاتے ہو

یہ آخر بے ضرورت کیوں صفائی ہوتی جاتی ہے

مرا جب تھا ہم اُس کو چرمین جاتی اپنی آنکھوں نے
مصور سارے عالم کے لگاتے اپنی آنکھوں نے
بیان کس طرح کر سکتے کہ جسے تجھ میں نہ کیا
سب ساری تری رشتا میں مثل صبا بھی
اگر باد صبا اُس رگزر کی خاک لڑا آتی
ساتنے میں ہمارے کیوں عدد کو بچ میں الا
تنتا تھی تمہارا مصحف رخ ساتنے ہونا
اگر تم چپکے دم بھر کو ہمارے گھر چلے آتے
جو عالم دیکھ پاتے دینِ محو رکایت سے
مرا جب تھا مری آئی اگر دشمن کو آجاتی
فلک پر جا کے تارے توڑ لاتی کیا چہرہ تھی
ترے کہنے سے ہم قاصدِ بخائیں گے نہ جائیں
یہ کوئی بات تھی دشمن کو لینے کے لئے پہنچا
شبِ فرقت یہ کیوں تارے ہمیں کھینچ لیا
ہمیں ایسی غرض کیا تھی عدد کی منتیں کرتے
کسی سے بھی کہا جاتا نہ حال جو رشتہ میں
جو شوق جو گرہنی تھی ہمیں کو چھانٹ لینا تھا
شایا آسمان نے مت گنو لیکن نہ لطف آیا
اگر دو چار دن تک اور بھی مر مر کے ہم جیتے
وہ سارے پھول بن بکر ہماری قبر پر چڑھتے

ہر اک نقش قدم اُٹکا لگاتے اپنی آنکھوں نے
ترا نقش قدم اُٹکو دکھاتے اپنی آنکھوں نے
تجھے کیونکر تری صورت دکھاتے اپنی آنکھوں نے
نشان پا اگر پاتے لگاتے اپنی آنکھوں نے
تو لیتے اپنے دامن میں لگاتے اپنی آنکھوں نے
ستم تلو جو ڈبانا تھا تو ڈھاتے اپنی آنکھوں نے
ادب سے چوم لیتے اور لگاتے اپنی آنکھوں نے
تو ہم اپنے کلبے میں بٹھاتے اپنی آنکھوں نے
خنن والے غزالوں کو گراتے اپنی آنکھوں نے
تمہیں میں دیکھتا لاشہ اٹھاتے اپنی آنکھوں نے
ترے ماتھے پہ ہم افشان لگاتے اپنی آنکھوں نے
بلاتے وہ اگر ہم کو تو جاتے اپنی آنکھوں نے
اگر لینا تھا میرا دل چراتے اپنی آنکھوں نے
غضب ہاتے تو ہم پر آپٹا ہوا اپنی آنکھوں نے
اگر تم روٹھ جاتے ہم مناتے اپنی آنکھوں نے
خدا کے سامنے جب تم ڈرتے اپنی آنکھوں نے
کڑی جو سامنے آتی اٹھاتے اپنی آنکھوں نے
مرا جب تھا ہمیں تم خود شادی اپنی آنکھوں نے
تو اُس رونے کے ہاتھوں ہاتھ شادی اپنی آنکھوں نے
اگر رو رو کے تم آنسو گراتے اپنی آنکھوں نے

عدو کو بزم میں ساقی بنا یا آپ نے ناسحق
شتر تیر کو بادۂ کلگون پلاتے اپنی آنکھوں سے

اگر فستار بلا ساری جدائی ہو نیوالی ہے
مگر انداز رکھتے ہیں لڑائی ہو نیوالی ہے
قیامت میں نہی کیا کچھ خدا کی ہو نیوالی ہے
قلق یہ ہے کہ خنجر سے جدائی ہو نیوالی ہے
کوئی دم میں غضب کی خود نمائی ہو نیوالی ہے
خدا کی اس طرف ساری خدا کی ہو نیوالی ہے
وہ تیور کہ رہے ہیں اب لڑائی ہو نیوالی ہے
حد سے بھی کوئی دن میں لڑائی ہو نیوالی ہے
خدا کے سامنے اُن سے لڑائی ہو نیوالی ہے
کسے معلوم تھا اُن سے جدائی ہو نیوالی ہے
وہ نظرین کہتی ہیں تیغ آزمائی ہو نیوالی ہے

تیری زلفوں کی قدیموں تک رسائی ہو نیوالی ہے
مجھے کھل کر بلایا ہے صفائی ہو نیوالی ہے
تجلی کیا دل لے گی بیان ہوشِ تماشائی
خوشی یہ ہے۔ جدا خود کر رہی ہو سر مرستی ہے
بت کسں کا جو بن کر رہی پردی پردی میں
وہ بت محشر میں چپ ہو تاک ہی جو خلقِ منہ اسکا
چسپائے لاکھ کوئی بات دل کی چپ نہیں سکتی
تو تو اُس سنگم کا مجھے تسکین دیتا ہے
وہی تیور ہیں اُن سے شرمین بھی کیا قیامت کو
کسے معلوم تھا فرق کی کرڈیاں جیلانی ہوئی
اجل کیچھے لئے جاتی ہے مقتل میں غریبوں کو

آدھر جاتا ہوں لیکن کھڑا رہی خوش ناکامی
شتر تیری رسائی نارسائی ہو نیوالی ہے

جان ہی لے کر لئے گی زحمت دوری می
وہ ترا عذرِ جفا اور اُس پہ منظور می
وہ ترا مجھے بچرنا اور وہ مجبور می
تندرستی کا مزاد بجائے رنجوری می
وصل کی شکل مجھ سے ہنس گئی دوری می
گور کے اندر جلے گی شمع کا فوری می

اک نہ اک دن رنگ لائیں گی یہ مجھ کو مری
دیکھنے والے ہی دیکھیں گے خدا کو سنے
وقتِ رخصت ہاں وہ ارمان و حسرت کا جو
تم اگر آ جاؤ دم بھر کو عبادت کے لئے
اب میرے دلیں تصور سے رہا کرتی ہیں
داغِ دل سے کام لو نگا خانہ تاریک میں

سر جھکانے نے مری سیکھ تو اضع کیسید ی
نے کسی کے مر کے بھی جو ہر نمایاں ہی رہے
ر شک تر پاتا ہے جگو غیر سے ملتا ہڑوہ
حشر کے دن تسے میں چاہو نگا دا آرزو

تنج قاتل بھی جسکی دیکھی جو مجب بوی مری
منہ جو کھولا قبر میں رنگت تھی انگوری مری
کیا قیامت ہے یہ نزدیکی تری دوری مری
کو ہکن شیریں کے سر ہو گا کہ مزدوری مری

اُسے نگہ پہ جاشہ تر کے اشتیاق وصل پر
ہائے تیرے حوصلے اور ہائے مجبوری مری

اگر تجھ میں راسی بھی محبت کی ادا ہوتی
نہ میں اس رنگ کا ہوتا نہ شہرت جا بجا بقی
ہوا سے کیا غص کیون وقف امان ہوتی
تمہارے روٹھ جانے سے پڑی ہیں جانکلا
دم آخر اگر تم میری بالین پر چلے آتے
کہیں آپس کی بخش خیر کا ہونے ٹہتی ہے
مزا ہوتا عیان ہوتی جو عشق و حسن کو جو ہر
اگر شام شبِ فرقت بلا میں اور بھی آیتیں
جو اسکا دھیان آجاتا لحد میں ہم نہ گہرائے
قصا نے آکے پوچھا بھر میں اچھا ہوا ورنہ
وہ سنتے کان دہر کر آرزوی دل بکھاتی
نتیجہ کچھ تو ہوتا کچھ تو آلفت میں مزا آتا
و عادیاتو کا قطرہ قطرہ بجکولے قاتل
نہ شرمادو ہماری حسرتِ خاطر سے تم اتنا
ستم پر اس کے یہ نقشا ہے دم دیتا ہوں تا ہوں

خدا جانے دل شید کی حالت یہ کیا ہوتی
نہ تو اس ڈھنگ کا ہوتا نہ دنیا بستا ہوتی
نہ رہتی خاک میری تیرے کوچے میں تو کیا ہوتی
اگر مجھے نہوتے تم خفا یہ کیون خفا ہوتی
تو جان نا تو ان کیون آرزو مند خفا ہوتی
صفائی کے لئے منت کش اعدا بلا ہوتی
ادھر شکر جفا ہوتا ادھر مشق جفا ہوتی
تو استقبال کو تیار آؤنا سا ہوتی
اندھیری کو ٹھری میں نورِ عارض کی ضیائی
تمہاری طرح میری جان بھی مجھے خفا ہوتی
ہماری داستانِ غمِ عس و کا تذکرہ ہوتی
ہماری حسرتِ دل مدعی کا مدعا ہوتی
ترسے ہاتھوں مری گردن اگر تن سوجدا ہوتی
اسے ہم دلیں کیون رکیتے اگر نا آشنا ہوتی
غضب ہوتا جو اس ظالم میں کچھ بوی وفا ہوتی

وہ تن لیتے ہیں دشمن کی زبان سے اپنی سچائی اگر تم ولین چاہتے تو سب کچھ ہم ہی بھر پاتے مرا نہ تو تاکہ ہم کرتے شکایت تو بگڑ جاتا یہ جان نا تو ان جسکو بڑے ناز و نسو پا لیا تھا ہمیں بھی آسرا ہوتا کچھ اپنی زندگانی کا دیا ہے جسے دل حسرت ہی ہر وقت تہی نہ میں تیری دی ہوئی گالی جو دھڑکا ہوا ہوتا	ہماری لہجہ ابھی کاش دشمن کا گلیا ہوتی پشیمانی ہماری جان دینے کا صلہ ہوتی قیامت اک نئی میدانِ محشر میں باہوتی اگر تو معر بان ہوتے تو جسے کیون خفا ہوتی اگر اس دارِ فانی میں حب ہو نہ کو تھا ہوتی کسی صورت سے میری جان ہی نذر دہوتی زبان میری تری باتوں سے لذت آتا ہوتی
--	---

نہ آنے کی جب آنے کی شکایت ناز سے بولے
ترے وحشت کدے میں لے کر میری بنا ہوتی

آرزو کیوں کر نکالی جائیگی مجھ سے جب بخش بڑھالی جائیگی پوچھتے کیا ہو کر دگے جو جفا اپنے دل میں جو گرہ ڈالو گے خود تو اکیلا جائیگا کیوں تیرے ساتھ کیا نہ بیٹھے گی جگر میں جتنے تیرے شیخ جی تو بہ ہی کوئی چیز ہے جادہِ ذلت مری ہو گی وہی آرزو اور آرزو سے دلربا بعدِ مردن منہ مراد کیہیں گے وہ رجہ آرائش سمجھ میں آگئی بات دشمن کی ہماری موت ہے	تین تے کیا سنبھالی جائیگی پھر منت کیا نکالی جائیگی جس طرح ہو گی اٹھالی جائیگی وہ بھلا کس سے نکالی جائیگی میرے چہرے کی جالی جائیگی کیا نظر کی چوٹ خالی جائیگی میکدے سے یہ نکالی جائیگی چین ابرو میں جو ڈالی جائیگی کس طرح دل سے نکالی جائیگی کب مری حسرت نکالی جائیگی غیر کی حسرت نکالی جائیگی نہ سمجھتے ہو اٹھالی جائیگی
---	---

<p>بات توجہ ہے کہ دل سے کیا ترے کوچے سے میری لاش بھی وہ گمراہ دل سے کھل سکتی نہیں</p>	<p>آنکھ تو سے بلائی جاگلی اب اٹھا کر دور ڈالی جاگلی جو مری جانب سے ڈالی جاگلی</p>
<p>پوچھتے کیا جو خدا جانے تشریف کب مری آسمان سالی جاگلی</p>	
<p>میں سنی میں بھی تو ہنس کو خواہش پیدا ہے غیب کی خاطر ہمارے سامنے کرنے لگے پہلے دشمن سے لڑائی آنکھ پھر دیکھا اور باہان نام بھر رہی ہیں کسکا بلغہ دہریں نیغ جب قاتل نے کھینچ جھاک گئی گردن می ہاتھ سے میری سخت جانی اور سسکی ناز کی آج اے جوش تمنا اُنسی اُنکا کھڑے تو قبر پر آئے تو یہ کھلے جھلا یا جی مرا میں ہوا کے ساتھ اڑتا ہوں برا ہونے کا نیز راتوں کی اڑاوی خاک ایسے عشق پر میں تنہا کیوں بہلا کر تاکیکے وصل کی میرے ہر ہر لفظ پر دیتے ہیں وہ طعن مجھے</p>	<p>یہ گھر و ندون کا مٹا نا جو رکی بنیاد ہے یہ نئی طرزِ ستم ہر یہ نئی سیداد ہے یہ نرالی صبر بانی اور ستم آجیاد ہے ایک سا نالہ ہو سب کا ایک سی فیاد ہے دیکھنا کیا اتنا دلہل و جہلاد ہے ہائے کھنسا اسکا یہ گردن ہے یا فواد ہے جو کہا تھا کم سنی میں آپ کو وہ یاد ہے چپ پڑے ہو گور میں اچھی ہماری یاد ہے زندگی میری بگولے کی طسج براد ہے کہتے ہیں وہ یہ کوئی فساد میں فیاد ہے یہ بھی اسے چاہت تری ڈالی ہوئی یاد ہے میری ہر بات کو یا شکوہ بیداد ہے</p>
<p>انقلابِ دہر کے مضمون نہ کیوں باندھوں شکر گر دش قسمت میں میرا آسمان آسائے</p>	
<p>تسلیں سننے نہیں جب سے پوری گفتگو کی وہاں تنہا دی خاک میں جب آرزو کی</p>	<p>اب ایسا کون ہے جس سے کہ نہیں آرزو کی وہاں پیش خدا کیا خاک ہو گی آرزو کی</p>

و بان پہنچے تو رعبِ حسن سے سکے کا عالم
 مٹا یا دعویٰ اخفا سے رازِ عشق گر یہ نے
 تمہارا کیا بکڑتا بان ہمارا کامِ خجباتا
 ہمیں شک ہو تمہارے گیسویں پر بیچ میں ہوگا
 مری فریاد بے تاثیر سے موتی بڑی ذلت
 محبت میں اسی سے سرخروئی ہو جو حاصل کر
 یہ میرے دل کی حسرتِ غیر کے دل کی نہ تھی حسرت
 کسے چوری لگھاؤ لگنا تمہیں کیوں کر بچاؤ لگنا
 یونہی سب وصل کی شبِ کٹ دی بیکار باؤ لگنا
 تمہارا مال تھا پامال کر ڈالا تو کر ڈالا
 یہ کب کتنا ہونین جو کچھ کمون وہ مان ہی لیا
 خدا کی شان ہے یہ کسنی اور ایسی چال کی
 دمِ آخر زرا تم دیکھ لیتے مرنے والے کو

بڑا دل کر کے ہم کھنے گئے تھے آرزو دل کی
 بھگلا آسودن نے آج کھودی آبرو دل کی
 جو آنسو پونچھ لیتے تم تو رہتی آبرو دل کی
 اگر ہکوا اجازت دو تو کر لیں جستجو دل کی
 مرے ضبطِ نفعان نے آج رکھ لی آبرو دل کی
 بڑبا دی آپ نے پامال کر کے آبرو دل کی
 بجا ہے آپ مجھے پوچھتے کیوں آرزو دل کی
 اگر محشر کے مجمع میں پھڑی کچھ گفتگو دل کی
 نہو چہا بد حال کا نہو چہی آرزو دل کی
 یہ کوئی بات تھی شہرت ہوئی جو کو بگو دل کی
 یہی ہو آرزو دل کی کہ سٹنلو آرزو دل کی
 کہ نظریں تازہ جاتا ہے سمجھ لیتا ہے تو دل کی
 یہی تھی تجبِ دل کی یہی تھی آرزو دل کی

بچھو پھلو میں دیدی دل سمجھ کر تیرے پیکان کو
 شر کر کو کیا غرض اب کیوں کری وہ جستجو دل کی

ہے وفا جس دلو تیری آرزو پیاری لگی
 موت کا کیا یہ تو رکھی ہے سہی کیواسطے
 تیری نظروں میں سبک ہو کر میں گریزا جان
 عشقِ ابرو میں مرا مرنا ضروری امر تھا
 مائے تیری حسرت دیدار جبکی ذات سے
 بول اٹھی میری حالت دیکھ کر صورت تری

اسکو گویا یاس و ناکامی کی بیاری لگی
 میں تو اس تلوار پر مرنا ہوں جو کاری لگی
 بے وفا پھر مجھ کو میری لاش کیونکر لگی
 موت اسکو کیا کرے تلوار ہی کاری لگی
 بیٹھے جھٹلائے مجھ رونے کی بیاری لگی
 کھو دیا ایمان اُس نے یہ جسے پیاری لگی

جھکو میری آرزوؤں نے نکٹا کر دیا دستِ نازک دلی نازک چیز سے نہ کنٹھ لگتا کیا بلا ہے عشق کر دیتا ہے دو بھر زندگی وہ بیان جب آتا ہے اسکا آپسے چاہے جو تم	حسرتوں کے ساتھ ہی رہتی ہی بیکاری لگی پھول کی اک نیکڑی وہ بھی انہیں بھاری لگی موت پیاری ہے انہیں جھکو دا پیاری لگی یہ تو اچھی حضرت دل تکو پیاری لگی
---	---

اگر گئی نوکِ مرثہ تلوار کا کام اسے شہرہ
اک زراسی پھانس تھی لیکن بہت کاری لگی

شانِ حسدِ ہمیں تو دفا پر سزا ملے میرے لہو سے ہو نہیں سکتا جتا ملے جو دلِ بلا وہ ہمیں بے وفا ملا شمن بھی اُنکے ساتھ تھا دُعا کی بھی ملنے ہی اُنکھ دل نہیں ہم اندر پہنچے اس دیکھے ہاتھ سے یہ مصیبت کین کی ہوئی وہ آپ ہی تو ہیں کہ جنہیں قدر مری مجھے سوالِ وصل پہ تبور بدل کر وہ خلوت کن خیال کا آباد ہی رہا کس روز سینے سے کسی دل کی آرزو میرے دل اسیر سے کہنا سلام شوق لو اب تو خوش ہو مجھے برباد کر چکے	اور تم جو توڑو عہد بھی داد وفا ملے یہ ہو تو پور پور کٹین اور سزا ملے سب آشنا کے ہیں میں نا آشنا ملے یون بار بار ملے بھی تو کیا بار بار ملے اب دیکھنا ہو اس کے عوض ہو کیا ملے تجسا اگر جان میں کوئی دوسرا ملے وہ آپ ہی تو ہیں جو مجھے با وفا ملے کہتے ہیں کس ادا سے کہ میری بلا ملے وہ غیر کے خیال سے ہو کر جدا ملے جب کچھ خطا انہیں تو مجھ کو یوں سزا ملے اُن گیسو دے تو جو کہی اے صبا ملے کہتے تھے تم خاک میں اُسکی دغا ملے
---	---

سرمہ بناؤن خاکِ دربار کا شہرہ
آنکھوں سے میں لگاؤں اگر نقشِ پائے

کہتے ہیں خلقِ حسدِ اہوگی تماشا فی مری	حشر کے دن دیکھ لینا جسلوہ رانی مری
---------------------------------------	------------------------------------

تیری حسرت کی طرح یہ بھی ہر شے کی مری
 ہائے مقتل میں مجھے اُس دم تھلا لائی مری
 کام دست کی حشر کے دن باد پہلانی مری
 ناز کرتی ہے مری آنکھوں میں بینائی مری
 میرے کام آتی بڑی مدت میں سوئی مری
 تیرے ہاتھوں سے گئی افسوس امانی مری
 ساتھ اپنے اس لئے تھوڑے کچھ ائی مری
 اطفِ دل سوزی نے کب تقدیر چمائی مری
 کنج تربت میں ہر میرے ساتھ تنہائی مری
 دیکھنا روز قیامت بان ہمسائی مری
 ایک دن رُسوا کر گئی محکومِ عنائی مری
 سامنے اُنکے جوا ترائی شکیبائی مری
 صاف کھد ونگا یہاں جب کو تھلائی مری
 کیا کون مجبور ہوں تقدیر سے آئی مری
 ہائے جوشِ آرزو اور خامہ فرسائی مری

ساتھ آئی کچھ مرستہ میں بھی تنہائی مری
 تھک کر جب دستِ قاتل کر گئی جب تیغِ
 کون ایسا ہو جو ہو گانجہ سے ستوائے کے سر
 تیری صورت دیکھ کر کچھ اور نقشے جم گئے
 میری ذلت کا وہ مجھ سے کہ ہو میں نہ کرو
 اے محبت کہتی ہے نادان کہ دینا مجھ
 انکی یہ صورت یہیں چاہیں۔ خدا کی شان
 آگیا اُنکو خیال پاساری بعدِ مرگ
 کیوں میں یہ سمجھوں کہ تنہا گوشہِ مرقد میں جو
 ساتی کو تر لب کو تر پلا میں گئے مجھے
 کھ رہے ہیں آسنے میں اپنی صورت دیکھ کر
 شوخی انداز نے بڑھ کر مجھے تر پا دیا
 وہ اگر پوچھیں گے در پر میری کیوں بیٹھا ہوں
 کیا مجھے پیاری نہ تھی یہ جان کیوں آتا ہوں
 آو یا بس نامہ ہرادر طرز استغنائی مری

یہ دن پوٹھی جسکا شیوہ ہی شہرِ محشر میں آج

کیوں گوارا اُسکی رحمت کو ہو رسوائی مری

بولے جہنجا کر کہ ہاں اچھے رہے
 اور سب آکر یہاں اچھے رہے
 دل کے ہاتھوں ہم کہاں اچھے رہے
 ہو کے ہم بے خانان اچھے رہے

جب کہا اے مہربان اچھے رہے
 ابک میں ہی تھا رہا جو نامراد
 دین و دنیا ہو گئی دونوں خراب
 پاسبان کی اب یہیں حاجت نہیں

دل میں نام دم ہو عدو کی چاہ ہے	اور کہتے ہو کہ ہاں اچھے ہے
پیس ڈالا ہو داسنے کی طرح	اور ساتون آسمان اچھے ہے
ست نازک میں ہنچ کر ہین عزیز	آپ کے تیر و کمان اچھے رہے
درو دل پھلے تو مشکل سے سنا	بولے سکر داستان اچھے رہے

اسے شہر رہم قبر میں ترپا کئے
خاک ہو کر بھی کہاں اچھے رہے

دیکھ کر بے مروت جو کرنا چاہے	میری حالت پر زرا تو غور کرنا چاہے
میں نے تجھ سے کب کہا کچھ غور کرنا چاہے	جو ٹھنی ہے دل میں وہ نے غور کرنا چاہے
بام پر پھیر و زرا دم بھر خدا کے واسطے	میری وحشت کا تماشا اور کرنا چاہے
روز لازم ہے تصور ہر کوش رخصا کا	ایسے مصحف کا ہمیشہ در کرنا چاہے
ہم کو کہنے بتایا ہے محبت چھوڑنا	آپ سے کہنے کہا ہی جو کرنا چاہے
مرگ دشمن پر تاسف استغرا لا نہیں	اپنی حالت پر زرا تو غور کرنا چاہے
آپ ہی انصاف کر لو آپ ہی تم چلیں تو	اپنے جانبازوں پہ اتنا جو کرنا چاہے
کون کتا ہے کہ لکھو تم جواب خط مجھے	ہاں مرے لکھے ہوئے پہ غور کرنا چاہے
مار ڈالا جان سے بیزار تھا اچا کیسا	جو رہ ہرگز نہ بھتا کچھ اور کرنا چاہے
اور کچھ کیجے نہ کیجے آپ کو ہے اختیار	میری ناکامی پہ تھوڑا غور کرنا چاہے
یہ بنا دیجے ہمیں انسان کو انسان پر	لطف کرنا چاہے یا جو کرنا چاہے
جوش وحشت پاؤں ٹوٹیں یا رہیں پہوٹیں	طوف کو سے دلربا کچھ اور کرنا چاہے
انکی آنکھوں سے گرا نا غیر کا ممکن نہیں	اسکی اب تدبیر کوئی اور کرنا چاہے
اے جنون کب تک پھر ایسا مجھ کو گل میں تو	جس سے کچھ راحت ملے وہ طور کرنا چاہے
جب مصیبت آپڑے انسان پر مضطرب نو	کچھ تحمل چاہئے کچھ غور کرنا چاہے

کس طریقے سے ملے گا وہ بہت پریشان لے دل ناشاد ہیں غور کرنا چاہیے	
لذتیں دنیا کی سننے اور سب لوٹ میں اب خدا جس سے ملے وہ طور کرنا چاہیے	
شہر آہ سے چرخ کن میں آگ لگی جو ضبط ناکہ کب جل گیا جسک میرا یہ بعد مرگ بھی ہے آتشیں کا اثر ہزار حیف پیچا نہ کچھ دل لیس خبر سنائی جو قسمت نے مرگ شیریں کی مجھے جلایا تو خسام کے تن میں آگ لگی جو آہ کہی تو فوراً دھن میں آگ لگی کفن پہن کے جو لیٹے کفن میں آگ لگی کیا جو قبس نے نالہ تو بن میں آگ لگی تو سوز غم سے تن کو دھن میں آگ لگی	
شہر عجیب تماشا دکھا یا غیرت نے ملا تو اُن سے عذر میرے تن میں آگ لگی	
جنتا ہے جس سے ہم وہ حدت نظر میں بارب ہو غیر آج ادھر آ رہا ہے یوں رحم تما جسا و فساد اور دوسرا بھانپتے ہیں خوب نشیب و فراز دھر اک برق شعلہ بار ہمارے جگر میں ہے تلوار اُسکے ہاتھ میں خنجر میں ہے سیری نظریں ہو نہ تمہاری نظریں ہے ہر ایک اوچ نیچ ہمارے نظریں ہے	
کیا بات ہو شرر کہ ملائے نظر نہیں ہم تو سنین وہ کوئی صورت نظر میں ہے	
ہم پین گئے تری تلوار کا میٹھا پانی یہ جوانی کا زمانہ تو ہے بہت پانی تم نہاؤ تو اچھالے ابھی دریا پانی دیکھ جاؤ کہ مرے سر سے ہے اونچا پانی گرم اشکوں کا ہوا آنکھ میں ٹھنڈا پانی	شہادت ہیں ادھر لا پانی پانی بے فائدہ کرتے ہو غور وہ اٹھ کے بنے جاؤ انداز حجاب بہار یہ نے ڈبو یا مجھے دریا ہو کر ہری بست کا فر کی عجب کام آئی

ایک کمال حال میں آپ کا اندازِ بستم غیر کا بھی تو ہوا آج کیلجیا پانی

بہ شہرِ تر دین پر غم نہیں جینے دینکے
وہ بحث کرتے ہو اس برتے بہ تپا پانی

سول لذتِ عمر دوام کر لیں گے
بڑی گلی میں اگر ہم قیام کر لیں گے
ہم آپ جاگے کسی کو سلام کر لیں گے
کبھی عسد کی بھی وہ رو کر تھام کر لیں گے
ہم اپنے ہاتھ سے قصہ تمام کر لیں گے
وہ دن تو آنے یہ خود اظن نام کر لیں گے

اے میرے مرے اپنے میں نام کر لیں گے
بہشت تو سوسے میں کہا بگڑتا ہے
کسے غرض جو خدا کرے تیری قاصد
خدا کے واسطے اتنا بتا مجھے امید
ہم اپنا آپ گلا کاٹ لیں گے بہشت میں
بوجہ شہر کے وعدے کا ذکر بول تھے

شہرِ غرور نہ کرنا اگر اُدھر سنبھلے
اکسی ادا کے کرشنے عنام کر لیں گے

اچھی نکالی طرز یہ تم نے خرام کی
یہ بات کام کی ہے نہ وہ بات کام کی
جسے تڑپ تڑپ کو شبِ غم تمام کی
جب طرزِ زیاد آئی کیلے خرام کی
شاید ہے اس میں روحِ کشتی شہ کام کی
تدبیر کیا کروں میں پیام سلام کی

ہر ایک خوش نام کی ترکی تمام کی
بیدا و مجھ پہ اور عسد پر ترا کرم
کھیا پوچھتے ہو حال تم اس بیقرار کا
مشرکے فتنے میری نگاہوں میں ہر
شیشے میں آج سے جو ابلتی ہے خود بخود
قاصد کہا ہوا گا گر ہر دو بالِ حال

اسناد کے طفیل سے رتبہ ہوا بلند
اب ہو چلی ہے وہوم شہر کے کلام کی

شاہِ معنی کو بھلو میں ہش کرو دیکھئے
لڑ گئی قسمت مری حسنِ معترف دیکھئے

دل کے آئینے میں مکس روی و لبر و بیکس
پہیرتے ہیں وہ مری گردن پہنیں شہر کے پھری

<p>حال عاشق کا ترے کیا خاک پتہ دیکھے رفصہ سبیل کا تماشا اور دم جو دیکھے ماہِ نوابر و کا دیکھا ہے تو خجہ دیکھے</p>	<p>ہے پہاڑوں پر کہی اور ہر کہی صحرانورد یہ شکایت ہی عبت دوران سر کی آپکو مقل کو آئے ہیں وہ اور منہ کے فرماؤ ہیں یہ</p>
<p>جان پڑ جائے ابھی اٹھ کر پڑتے کدہ شہر اک ذرا سینے پر اس کے ہاتھ رکھ دیکھے</p>	
<p>اور سے غلامِ خدا سے ڈر خدا سے خداوند اسیجا ناما سس بلا سے نہیں ہے کہ گئی بیری دعا سے بلا میں تم پہنچے میری بلا سے مرادول کم نہر چین، ماتم سرا سے پھر ابھی دل و راز لعل و آ سے</p>	<p>خدا کے واسطے بار آجفا سے مرادول پہنچتی ہے زلف کافر غم و اندوہ میں درد و مطلق میں سُنی تعریف کا کل کی تو بونے نزارون حسرتیں سبیشی ہیں ہو آتی زل بلا افسوس مجھ پر</p>
<p>شہر کا دل کہیں ابھی ہوا ہے نظر آتے ہیں ہر کو ہتلا سے</p>	
<p>نہ نکلی ہے نہ نکلی گی یہ لیے اپنے محل سے پڑے گی آہ دشمن پر جو نکلی گی منزل سے یہ گھر روشن رہے یارب چراغِ ماہِ کامل سے بڑی مدت میں نکلی آج لیے اپنی محل سے نہ آؤ گے تو نکلی گی ہر ساری جان شکل سے چمن میں ہنس رہی ہیں بھول فریادِ غدا سے لپٹ جاتا ہے جب کوئی بگولا آ کے محل سے مرے پھلو سے اٹھ سکتے ہو جا سکتے نہیں دل سے</p>	<p>سی ورت نہ جائیگی غلش غم کی منزل سے نہا سکتے ہو داں میرا مگر خوش ہو گی مشکل سے نہ جائے وہ بیان اُنکے عارض پر نور کا دل سے لے وہ آ کے دل سے آرزو نصرت ہوئی دل سے تسنا آتی ہوئی ٹل جائے یہ ممکن نہیں لیکن ہستانِ جہان میں خاک ہو امید ہڈی جان ہوتا ہے لیلی کو غبارِ قیس مضطر ہی تے کیا ہو جانے سے مجھے اتنا سمجھ رکھو</p>

غریب راہ گم کردہ ہوں میں راہ محبت میں مرے دل کی تفتاب میں بلا دیں خاک میں نہ منے اتنی خاک ہے کہ یہ شہید تیغ حسرت کیا ہے بے بکرم نہ کر دہنی عنایت بھی اثر اتنا تو ہو جو شش ہفتن میں تیرا مجھ کو خاک کے فضل سے تشویش خاطر گنتی جاتی ہے	نہیں ہر کوئی رہبر منزلوں میں اور منزل سے مجھے ارمان کو بدلے نکالا اپنی محفل سے جدا ہوتی نہیں کیوں دامن شمشیر قاتل سے مرے پھلوں میں آمبیہ کہ نکلے آرزو دل سے نکل آئے تماشا دیکھنے لیے ابھی محل سے نہیں ہر اب مری کشتی کچھ ایسی دوسرا حل سے
---	--

رہ خوش پھرتے ہیں محشر میں نہیں غم جو رہی کا
سمجھتے ہیں شہر رشکوہ کر گیا میرا کس دل سے

نفس بر غزل جناب فتحنا الشعرا سید فتحنا حسین صاحب مضطر خیر آبادی
استاد بندگان حضور فرماؤ آریاست لونک

ریخ غربت ہو نہ فکر راحت مکن میں ہوں دام کیو میں پھنسا ہوں بچہ رہزن میں ہوں	عاشق ابرو نہ میں یاد رخ روشن میں ہوں حشر کے دن بھی خیال کا کل پرفن میں ہوں
---	---

ہو گئی کا یا پلٹ لیکن اسی کہن میں ہوں

دالتی ہے آنکھ جیسے برق اس خرم میں ہوں میں برنگ نقش یا ہر کوچہ و بزن میں ہوں	صورت خاشاک جلنے کو ہر اک گلشن میں ہوں خار بن کر باد کا رگل ہر اک گلشن میں ہوں
--	--

ایک ہی کا شاہوں لیکن سیکڑوں میں ہوں

غنیہ پر مردہ اک اُجڑے ہوئے گلشن میں ہوں و اے ناکامی فنا کے بعد بھی شیون میں ہوں	جنس ناکارہ ہوں اور لوٹے ہوئے خرم میں ہوں ہاے قسمت خاک ہو کر بھی اسی کہن میں ہوں
--	--

آپ کے ہاتھوں نشا اور غیر کے دامن میں ہوں

داع کل بہن آہ تمہیں میں ہوں سامانوں کو ستا قبر میں تنہا نہیں آیا ہوں مہمانوں کو ستا
--

مٹ گئے پر بھی ہے رشتہ سیکڑوں جانوں کا	سورہا ہوں زیر تربت اپنے ارام نو کون
میرے ساتھی بھی اسی میں ہیں میں جن میں ہوں	
تنگ ہوں جینے سے حسرت ہو کہ اجاڑ چل	درود سے عمر بھر اپنے بھی پانی نہ کل
پڑ گیا تقدیر سے آرام خاطر میں خلل	اکچھ نہ پایا آج تک سینے وفا دار کا چل
فصل گل جس میں نہیں آئی میں اس گلشن میں ہوں	
درود کلفت کا نمونہ ہوں نگاہ غیر میں	جو شبنم حشمت کا نمونہ ہوں نگاہ غیر میں
اپنی قسمت کا نمونہ ہوں نگاہ غیر میں	تیری جاہرت کا نمونہ ہوں نگاہ غیر میں
تیری حسرت کی کشک بک کر دل دشمن میں ہوں	
میں نہ مانو نگاہ شوق رگرتی ہے کہیں	دیکھنے والے نہ دیکھیں یہ تو ممکن ہے نہیں
ہوش سیر اکو بکھلائی ہے پردہ نشین	اسکے جلوے کے مزے میری نگاہیں نہیں
جسکی صورت کو یہ دعوے تھا کہ میں چلن میں ہوں	
پوچھتے کیا ہو بسردہ تھی ہے کیونکر زندگی	کیا تاؤں ہی شر تر کس درجہ دو بھر زندگی
سوت کی حسرت میں ہوں ہر خاک شہر زندگی	زخم کھانے کے لئے پانی ہے مضطر زندگی
دل نشانہ ہی مرا میں یا د تیرا کھن میں ہوں	
خمسہ دیگر	
نرا دل برسہ لو فہر آلودہ نظر کر لو	میری قسمت بُری ہی جیسی چاہو شب بھر کر لو
ماہی غصہ ہے الگ زانو سے سر کر لو	لڑائی ہے تو اچارا ت بھر بوہنی بسر کر لو
میں اپنا منہ ادھر کر لوں تم اپنا منہ ادھر کر لو	
یہ کس نے کہا یا تم سے کہ اپنی آنکھ تر کر لو	اگر منظور ماتم ہے تلاش نو حد کر کر لو
جو تہا میں یہ آنکھیں تم بھی پتھر کا جگر کر لو	دیم آخر الگ چشم محبت کی نظر کر لو

	بہارِ آدم نکلتا ہے تم اپنا منہ اُدھر کر لو	
خدا جانے ہو کیا انجام تیرا زبانی کا دیا ہے انگوشتِ مخی نے سبقِ جاہ و بیانی کا	جگہ میں چپکیاں لیتا ہے نغمہ لن ترانی کا جو کتا ہوں کہ بھوکا ہوں میں تیری مہربانی کا	
	تو کتا ہی کہ بھوکے ہو تو غم کما کر بسر کر لو	
وفا داری کو بیگانوں کی خاطر آزمائے ہو پرانی آگ میں ناحق مرے دل کو جلاتے ہو	رقیبِ روسیہ سے ملے بھپہر قہر ڈالتے ہو غمِ عشقِ عدو میں کیوں برا حصہ لگاتے ہو	
	مجھے کیا خاکِ دو کے پہلے تو اپنی بسر کر لو	
خدا مُنصف ہی جانے کیا کہو اور تم سے کیا پوچھو نہ جانے بھپہ کیا گرز نہ جانے تپہ کیا بیچو	میں گہریا ہوا ہوں جانے میری منہ سوسیا قیامت میں شنے کا کون طولِ سحر کے قصے	
	یہیں دنیا میں تم ملِ جل کے قصہ مختصر کر لو	
نصیبو نے حصولِ مدعا پر پڑ گئے پیچھے میری ناکا سیوں کا آج کل ہی آج پر ختم	حصولِ نہما کیسا کہ جب نہا ہو گیا وہ بھر کفایتِ دیکھنا وہ غم ہی دیتے ہیں تو کیکر	
	کہ لیتے ہو تو اتنا لو کہ جتنے میں بسر کر لو	
ازل سے گیسو و شگون کا سودا ہو میری تمہارے دیکھنے کی آرزو ہی قلبِ مضطرب	کبھی راحت نہیں پاتا وہ گردشِ ہر تقدیر میں خدا کے سامنے دیدار کا و عینِ ہر محشر میں	
	کہیں ایسا نہو اُس روز بھی تم منہ اُدھر کر لو	
کہو کچھ مکر تم روزِ جزا کی حضرتِ زاہد بھلا چاہو تو مانو رے میری حضرتِ زاہد	نہ کام آئیگا یہ زہرِ ریائی حضرتِ زاہد قیامت میں بڑی گرمی پڑے گی حضرتِ زاہد	
	یہیں سے بادِ گلزنک میں دامن کو تر کر لو	
ستا نا یا جلنا یہ نہیں اللہ کی عادت بتو تو بہ کرو تو بہ بھلا مالک پہ یہ تہمت	وہ بے پرواہ ہو مطلب کسی سے ہی نہ چھتا یہ کیوں بدنامیِ حشرِ عدو سے شکوہ قہمت	

خدا رسوا نہیں کرتا خدا کا نام ذکر کر لو	
زبان پر ایسی باتیں جس سے دل ٹوڑ نہ سکے لڑائی رات بھر کی تھی وہ رخصت تو منجائو	بائیگا خدا تو پھر ملین گے کیوں قسم کہا اشھو ویکھو اذان ہوتی ہر چادر منہ سے سرکا
سویرا ہو گیا رشتہ اب تو منہ ادھر کر لو	
ہجوم غم سُٹاتا تھا کسی جانی پر کی جواب خانہ آنے پر جو ٹھانی جانی پر کی	شبِ فرقت تھی گویا اک لٹانی جان پر کی ہوئی ناکامیِ تقدیر بانی جان پر کی
تو بولی انس ٹھیر وٹھیرا نہ بر کر لو	
چھپے بھیدوں کی صورت نکلو آنکھوں سے کہنگی ہمارا حال آپس کی محبت خود بتا دیگی	گھڑی بھر میں ابھی دلی گرہ پر وہ اٹھا دیگی تمہاری دلی دھڑکن خود تمہیں سارا پتا دیگی
ہماری کچھ نہ پوچھو اپنی حالت پر نظر کر لو	
ستم ہے گلبنِ ماتم کی کلیاں ایسے دشمن بڑی افواہ پر کیوں بیٹھے ہو سوگ دشمن ہیں	غضب ہو غم سے جوش گر یہ ایسی چشمِ بزمین ابازت و دمہجور میں دیکھ آؤں اسکو مدد فرمیں
خدا کے واسطے تحقیق یہ اڑتی خبر کر لو	
تپ سوزِ درد کا بوجھ اک مجھ پر ہی کیوں کہو یہ مانا مینے دردِ دل تو تم میری طرف کرو	محبت نے دیا جو کچھ ہے حصّے اسکو دو کر لو مناسب ہو کہ تم بھی تلخ کامی کا مزا چکھو
اور اسکے ساتھ ہی اپنی طرف سوزِ جگر کر لو	
کہ یہ اچھی محبت ہو کہ دل انکا بھی گہرا ہے کسی کا نالہ ہائے شامِ فرقتِ نازکہ جائے	ابھی سے جھکو طغے دی رہی ہیں میری ہمت کہیں ایسا نہواں کسی چاہت ٹھوکر بن جائے
تہیں جو کچھ اثر کرنا ہے وہ مجھ پر اثر کر لو	
شہیدانِ محبت کو ہے جنتِ قبر کا گونا غلوں نیک میں داخل ہو رسمِ جو رکھا ہونا	مناسب ہو ستم سے میری حق میں ہر نہی وہی آخر میں غمِ خوش ہوتی ہیں پڑتا ہی نہیں

جنا کو تے مجھ پر ہو نہیں سکتی مگر کرلو	
ہمیشہ کو پہنے یوں ہی باتوں میں اڑایا ہو فقط اک جوش آنے کو انہیں غصہ دلا یا ہو	غرض کے واسطے اکثر قیسوں نے لڑا ہے یہ کھکھر محبت پر سینوں کو رہایا ہو
کرنا ممکن ہے میں کچھ شرط بدتا ہوں اگر کرلو	
دوا کے واسطے محتاج یہ بیمار عارض ہیں ہمیشہ سے یہ دونوں آئندہ بردار عارض ہیں	دل و جانے شاعر سے لہ انوار عارض ہیں یہ دوا انکھوں کے اندسے طالبِ یادِ عارض ہیں
لبِ بامِ آ کے تم نطاشِ شمسِ قمر کرلو	
گرم کی کھوٹ کے شکوی ہیں اور تقدیر کا رونا سببِ اللہ نے دی تھی تمہیں پھر کیوں کیا کیا	کہا کس نے کہ تم بے رہبری کے یوں چلو رستا یہ بُت پھر ہیں تم سے حضرتِ دل انکو کیوں چاہا
کہا کس نے کہ خیرِ عیش کا وقفِ شر کرلو	
محبت کے مزے اب آخری ٹھوکریں کہیں گے نتیجہ حسنِ الفت کا خدا کے گدہیں دیکھیں گے	فغانِ لب پر نہ آنسو اپنی چشمِ تریں دیکھیں گے وفا و جور کی نیک سی بدی محشر میں دیکھیں گے
یہاں دنیا میں جی بھگر نہ بڑے خیر و شر کرلو	
تمہاری خوبی حسنِ او اس وقت تنہا ہے اکیلے جب رہی دونوں تولذت کا مرا کیا ہو	اسی باعث سے بختیاری کا دنیا بھر میں چرچا ہے جنا کا رنگ بے رنگ وفا نظروں میں پسینا ہو
مزا جب ہو کہ حسن و عشق کو شیر و شکر کرلو	
آنخون نے وصل میں کروٹ بدل کی شہنشاہ مگر ہم نے بڑی ترکیب سے طے کر لیا جھگڑا	کہا خارت ہو یہ ارمان جھکا یہ مزا دیکھا یہ مکہ وصل کی شبِ انکھانہ اپنی طرف پھیرا
لڑائی ہی تو اچھا پیٹہ بھی اپنی آؤ ہر کرلو	
تمہارے ہاتھ کے رقبے اگر دشمن کو پہنچیں گے عزیز و اقربا درپردہ لاکھوں نام رکھیں گے	تو جانے دشمنوں پر کیا سے کیا طوفان جوڑیں گے یہ پرچے اک نہ اک دن چاہ کا دفتر آٹ دیں گے

	مقرر کوئی آپسین پیامی معتبر کرلو	
خدا کے واسطے مانو کہ مجھ کو نہ ترپاؤ کوئی تلو نہیں دیکھے گا پردی سے نہ گہراؤ	مرے گھر شوق سے آؤ مری مہمان ہو جاؤ یہ اچھی کوٹھری خلوت کی ہی اسین چلاؤ	
	جگہ آنکھوں میں تم کیوں ہونڈتے ہو لیکن کرلو	
تشنہ وید کی ہر کہ صفت عشرہ میں لے آئی قیامت میں قیامت اور یہ کیسی نئی پائی	مقدر سے یہاں بھی شکل ارک بگڑی ہوئی اتھی کون آتا ہے کہ یہ آواز آ پانہی	
	کہ تم لے لے ملے شراپے اپنے منہ اوہر کرلو	
رہی تھے عالم امکان میں برسوں غم کی ہوا تعلق رکھتے تھے دنیا کے ہر گھر کو خیر دنیا سے	ہزاروں جی دکھاتے تھے ہمیشہ جو رہی جا قیامت میں بچو تم دعویٰ خون تشنا سے	
	حسینوں میں توجب جانوں کہ یہ میدان سر کرلو	
ستم چرک و ستم ایسا کہ صد ہا کی تائیدین وفا اور پھر وفا کیسی کہ پھر دن جسکی تردیدین	جفا اور پھر جفا ایسی کہ لاکھوں کی تائیدین ستم دیکھو جفا دانی اور پھر اسپریتا کھیدین	
	ون کھتے ہیں ہمارا نام جب لو آو بھر کرلو	
محبت ہی نہ چاہت ہی شکایت ہی نہ شکوہ ہے بس اس بات کی باقی مری دل میں تباہی	زبان پر اسکو کیا لانا جو ہونے سے سوہو ہے زرا میں پھر بھی پوچھوں کہ لذت موت کی کیا ہے	
	ذرا پھر تم یہی کھد و مزاجینے کام کرلو	
اسی کی جستجو میں چہاں ڈالے کون اور صحرا نہ جانے کیا ہوئی ہے کھوج تک سنگا نہیں پانا	اسی کی فسکرنے مجھ کو بنا رکھا ہی دیوانا جو کتنا ہوں پست تیری مکر کا کچھ نہیں ملتا	
	تو کتنا ہے عدم آباد کا پہلے سفر کرلو	
ستم بھی جیل لینگے آرزو کا وقت تو آئے تری چاہت میں ہم بیٹھے ہیں اپنا نام لکھو آئے	فاق بھی دل میں بھر لینگے وفا کا ابر تو چھائے جفا میں ہی اٹھالیں گے تعلق پہلے ہو جائے	

دفا ہم ہی دکھا، بیگے عبت پیشتر کر لو	
شہر کی طرح حسرت کسلے چھاتی کا ہوتہ	بتوں کے غم میں اپنا حال کر رکھا ہو کیون
ہماری رائے گرا نا تو بھر خالق کبیر	تم اپنی زندگی کو ختم کرو عشق میں مضطر
خدا سے لو لگا کر عمر دنیا مختصر کر لو	
نفسہ بر غزل جناب صاحبزادہ سید حسن رضا خان صاحب در سابق کرنل افواج مسیح	
غم نہیں ہو جو نہ کوئی شہستان آباد	تیری خوبی کا رہے تان گلستان آباد
کیون نہوتا کہیں یہ بے سرو سامان آباد	بیکسی سے جو ہوا حسناء ویران آباد
ترے وحشی نے کیا جا کے بیابان آباد	
اپنے گہر میں ہو کبھی غم کبھی حیران آباد	اک نہ اک روز نیا ہوتا ہے مہمان آباد
جوش اندوہ سے ہے یہ دل ویران آباد	جب قریبوں سے ہوئی انکی شہستان آباد
ہم ہی یہ کہ کے اٹھے خانہ احسان آباد	
کیسے شاہوں کو کیا نیست اپنی ہستی نے	گھر دے رہے کو اک اُجڑی ہوئی ہستی نے
سارے سامان چشم میٹ دے پستی نے	سال کو لایہ سکندر کی تہیدستی نے
کہ غریبوں ہی سے ہے شہر خوشان آباد	
روز دیتا ہے نیا بیج مجھے چرخ کہن بے	دل کا داغون سے کھلایا ہے غضب گلشن
لطف دیتا ہو قیامت کا ہر اک در و دمن	یون ترے غم سے مرا خانہ دل ہو روشن
جیسے یوسف سے ہوا خانہ زندان آباد	
پھونکے دیتا ہے جو سینو میں ہو سوز نہان	جس سے جی بھلے میسر نہیں ایسے سامان
رنگ لائی ہو عجب گردش چرخ گردان	تو نے کانٹوں میں گھسیٹا ہو سوا و غزل
اندر آتے تھے جو پھولوں سے گلستان آباد	
نور کے شعلے ہیں یا بہن تری جلو دل میں	آؤ گئے ہوش مرے آ کے جو ٹھیر دی دل میں

تو نے لوٹا غرور و صبر کون کے دل میں	ہے مکیں تیرا تصور مرے اُجڑے دل میں
تری صورت سے ہے یہ خانہ ویران آباد	
صرف جانے کے لئے لوگ یہاں آتی ہیں	جوش فزا ندوہ کو خود ساتھ لگالاتے ہیں
چار دن زسیت کا آرام کھان پاتے ہیں	روز گھر سیکڑوان ویران ہو جاتے ہیں
رہنے دیتی ہی نہیں گردش ویران آباد	
وہ ہی وقت دیر جو مدت پہنچی سوتی ہے	حسرت و وصل دو عالم سے مجھے کھوتی ہے
چشمِ خوبا کو روئے دو اگر روتی ہے	میری بیتابی میں کا ہے کو کی ہوتی ہے
تیرا انکار سلامت ہر ارمانِ آبا	
میری دشت کا بڑا زور ٹھہرنا کیسا ہے	ہمدون آپکا بیکار ہے کنا سنا
چلہ یا گھر سے غریبوں کا ہی ساتھی بولا	بھر گئی ہے دل و حشی میں ہواے صمرا
ہے بجا لوگ کہیں اسکو جو ویران آبا	
کون کتا ہو کہ ہیں تیری جلتے ناغوش	یہ نہ ہیں زسیت سے راضی نہ قضا سو ناغوش
ہائے تو انکی ہوا اتنی خطا سے ناغوش	باغبان کیوں ہے غریبوں کی صدا ناغوش
بلبلین جاتی ہیں لے تیرا گلستانِ آبا	
جسکو دیکھو وہ کہا کرتا ہے فریاد و فغان	اُنکے ہاتھوں سے رہا کرتا ہے عالمِ نالان
نکلی بے وقت چلا کرتی ہیں قینچی سی زبان	گھر کے گھر پر ہمیں و شیخ کرینگے ویران
اگر یہ دنیا میں رہی دستِ گر بیانِ آبا	
اسے واقف ہیں شہر تیری جو مہرِ ناز	میرے باعث سے ہوا یاس کا دنیا میں ظن
میرے آنے سے ہوئی رونق کجِ مدفن	جکو آغوش میں لے کیوں نہ مری قبر حسن
میرے ہی دم سے تو ہے گورِ غریبانِ آبا	

خمسہ دیگر

کوئی دم میں سہل ہو جائیگی دشواری مری	گردش ساغر کیگی بڑھ کے دلدار مری
سیٹ ریگی یہ سہی غم ایک سرشار مری	سکدے میں مجھ کو لیجاتی ہے سنجواری مری
رہنمائی کر رہی ہے رحمت باری مری	
حسرت بیکار تھی کہ تا کون غمخواری مری	ہاں مری ناکا ہیوں نے کی طرداری مری
چلے گئے سب تول کے نظر و بین ناداری مری	اٹھ گیا بازار عالم آئی جب باری مری
ہائے ٹوٹے میں رہی رسم خریداری مری	
یہ زبان دی تھی رہو نگاہ میں ثابت ام	پھر ترے کہنے سے کہانی تھی تری سر کی قسم
اب نہیں ممکن کسی صورت ہو رسم عشق کم	تیری نظروں سے اتر کر بھی تیرا بھرتا ہوں م
خود تو میں ہکا ہون لیکن بات ہو بھاری مری	
سانے اللہ کے کیا کام قیل و قال سے	اسکی رحمت پر ہو تکب فائن کیا چاہے
خود اسے واقف کنو تیا ہوں اپنی حال سے	شعاع دوزخ لرزتا ہے مرے اعمال سے
حشر کے ماتھے کا ٹیکا ہے یہ کاری مری	
میں جیا بیتک رہن ناکا مسیان میری عزیز	اُس سے تم باتیں بناؤ بات ہو چکی عزیز
ہاں بجا ہے تمنے کی اور ہو بھی جائیگی عزیز	جاؤ بھی بس ہو چکی تے مری مٹی عزیز
جتنے تم نازک ہو اتنی نفس ہو بھاری مری	
میٹھے ہیں خاموش شان دلبری کرناڑے	بل جبین پر ہے خریدار و کئے سوز سازے
آپ تو کہتے نہیں کچھ بھی کسی جانناڑے	اُنکا جلوہ کہہ رہا ہے پردہ انداز سے
حسن پوست خود کرے اگر خریداری مری	
کیا کون کیسی ہے اس دم کس طرح کی نبض	درد دل کی چان سازی کر نیوالی نبض ہے
لاکھ جانین ہوں فدا اس وقت ایسی نبض ہے	جانکشی کے وقت اُنکا ہاتھ میری نبض ہے

ابو آسانی سے بھی اچھی ہے دشواری مری	
صبح بھی کرتی ہو مضطر صورت شاہ فریق کیا کسوں ڈھاتے ہیں کیا کیا قہر آلام فریق	بات جب تھی بوشس میرا لوٹتا جا فریق بیخودی میں کاش کٹ جاتے یہ یا فریق
سہری غفلت کو کمان چوڑائی ہشیاری مری	
میں وہ رسوا ہوں زمانے بھر میں شہرہ ہوا کوئی سن سکتا ہیں جبکہ وہ قصت ہو مرا	کچھ کا ایسا ہے طوفان ایک شعبہ ہو مرا انکار ترکتا ہے دریا ایک قطعہ ہو مرا
سو زول کہتا ہے داغ ایک چنگاری مری	
بہر اہباب ہی آئے تو مجھے لڑ گئے بات ایسی کہ گئے نوار کو یا جڑ گئے	میا کہ میں مرنے پر آخر حضرت دل آڑ گئے ایسے بے ڈھب گیسو کر پڑ گئے پھندے پڑ گئے
اب بلا بین بھی نہیں کرتیں طرداری مری	
کچھ نہ بن آیا مجھے ناکام ناکار را رہا جوش وحشت میں فقط میں ہی نہ آوار را رہا	بکڑا دن جیلین بلا بین در بدر پھر تارا رہا اب اس سے تو اس صورت میں ہی چلا رہا
تیری شہرت کو بھی کھر کھر لے پھری خواری مری	
کس لئے صورت دکھائی اپنا شہد کیوں کیا اک جہلک تنے دکھا کر پھر یہ پردا کیوں کیا	کس لب مطلب تھا یہ ربط پیدا کیوں کیا میں ہو کر بھلا خون متا کیوں کیا
اب کسے ڈھونڈنے کمان جائے طلبکاری مری	
پاس اک دل سوز بھی میرا ہے درد بھر میں چین کا باعث یہی ہوتا ہے درد بھر میں	محبوب کو یہ نہنا ہے درد بھر میں نار دم کے گکار کہتا ہے درد بھر میں
جب تڑپتا ہوں تو غش کرتا ہے غنوار مری	
کر نہیں سکتیں دل ناشی کو بہاری۔ لبتین یاد رہ جانے کے قابل ہیں یہ ساری حاشیہ	روز رہتی ہیں نئی قسمت سے طاری لبتین دل مرا بلا مار ہی ہیں ایسی پیاری لبتین

سیرتیری - غم مرا - ہنسنا ترا - زاری مری	
کوئی دم میں زندگانی کا اُجڑتا ہے چمن	جامدہ ہستی کے بدلے اب ہنستا ہوں کمن
حال سیر وہ ہے جس سے ہے شہرِ محو چمن	دیکھنا مقصود ہے اُنکو دم آخر حسن
سوت ہی کے بھیس میں لے آئی بیماری مری	
خمسہ بر غزل جناب ذوالفقار علی خان صاحب کے ہر سابق سپرنٹنڈنٹ ابکاری ریاست مٹو	
جو دل ٹھہتا ہے بچنے دے بکھرتا ہی بکھر دے	قضا کے گھاٹ سیری زیت کی کشتی اُتر دے
انہیں اغیار کے پھل میں ہی دے سنو رُڈ	مجھے لے ضبطِ غم سر بھوڑنے دے شور کر دے
مجھے رو رو کے مرنے دے مجھے رو رو کر مرنے دے	
کبھی تو میرے داغ آرزو کو بھی اُبھرنے دے	کبھی تو جو مرے دل میں ٹھنی ہو کر گزرنے دے
نہیں سُنتا تو اس جینے سے بہتر ہو کہ مر دے	جنہیں پیارا ہو تو ظالم انہیں تو پیار کر دے
ذرا تو چین لینے دے ذرا تو دل ٹھہرنے دے	
مجھے دنیا میں رُسو کر کے مکر میں آپ لاکھوں	جو بس ہو قیل میرا کر کے مکر میں آپ لاکھوں
ہزاروں جو جیسا کر کے مکر میں آپ لاکھوں	میرا خون تبتا کر کے مکر میں آپ لاکھوں
اگر یہ آپ کا اندازِ غارت کر مکر نے دے	
اگر کھلیں کسی کے حسرت و ارمان اچھا ہو	ذرا انصاف تو کر اس میں تیرا کیا بگڑتا ہو
یہی تو دلبروں کے حسنِ آفرین کا صدقا ہو	کسی پر شوق کو لینے دے بوسے ہرج ہی کہا ہو
ترے رخسار کا جو بن بکھرتا ہے بکھرنے دے	
کہہ دیا ہے محبت نے ہزا لاکھ اثر اپنا	خدا کی شانِ قیمت کہ گہرا کٹا گزرا اپنا
کُل مقصود چن - تھامے ہو ہی کیوں جگر اپنا	یہی موقع ہے لے دستِ تنہا کام کر اپنا
وہ ہیں مصروفِ آرائش انہیں بننے سنو رُڈ	

نہج کیون نہ وہ اور سر ہو گھر میں نہ ہاں	ترا گردن میں گو پڑنا تو ہو گا خارج از اسکان
کئے جا کام اپنا خوف سے ہو کس کو لرزان	بلائیں تو لئے جا شوق سحر دست پر اربان
بکھرتی ہیں اگر زلفین تو زلفوں کو بکھرنے دے	
وہی ہے آنکھ شوق دید کی جس میں ادا کئے	وہی ہے دل اگر چلے بھی ہو یو فائے کئے
اگر وہ مصیبت ہو تو ہو۔ اُسکی بلا کئے	دل بیمار تیرے حلقہ گیسو سے کیا کئے
یہ ہے قسمت کا پہنچا جو نہ جینے دے نہ مر دے	
مری حسرت سحر تو باقی اس قابل تو کب نہیں	مگر ہو یا س کیون امید واپس بل ب نہیں
مجھے جلدی فنا کا جام دے تیار اب نہیں	کی کرنا نہ تو لئے آبِ خنجر تشنہ لب جو نہیں
مرے سر سے اگر پانی گزرتا ہے گزرنے دے	
غورِ حسن مانع ہو کسی کیون نظر آئین	بڑی دشوار بان ہیں آپ کیا آئین کد آئین
اگر قدرِ نظر آنا بھی ہو کیون کر او ہر آئین	اترنے کو تو چرخِ نمکنت سے آپ آئین
مگر جب آئینہ ہی آپ کو نیچے اترنے دے	
چلی لیکن ذرا چلکر طبیعت ہو گئی پتھر	ارادہ تھا کہ چمکاتے مگر چپکے نہ کچھ ہو
شر تر یہ شعر اپنے دوست کا چپ ہو گئی پتھر	مرے ارمان تو لا کون میں بھرن لیکن ہو گئی پتھر
ہجوم یاس ہی جب ان عربوں کو ابھرنے دے	
قطع	
دورِ صبا کے سخن خوب چلا مصل میں	شب بخیر آج رہا صبح کا تر کا ہو کر
اس لئے میری تمنا ہے کہ کل آٹھ بجے	آئیں سب لوگ مرے دل کی تمنا ہو کر

قطرہ فستح مشاعرہ آثار صبح و تصویر کستہ

شکر مدہ شکر بہین جبکی تنہا تھی شرار
یہ وہ ہے بزمِ جہان اہل سخن بیٹھے ہیں
انکی خاموشی پہ بہن گوہرِ نایاب نشا
آنکے ہر شعر سے اک بات نرالی پیدا
کہیں نیرنگی افلاک کے جلو میں عیان
درِ جانان پہ شہیدوں کے سرو نکا انبا
وصل کا ہے کہیں مذکور کہیں خلوت کا
بزمِ عشرت ہو کہیں محفلِ ماتم ہو کہیں
ہمیں ہر چاہ ہے کہ نالے میں بلا کا ہو اثر
کہیں دعوئے ہے دہن اُسے کہاں پایا
تذکرہ ہے کہیں عارض پہ فانی جاوین
کہیں یوسف کی کہیں عشقِ زلیخا کی پیکا
لا یقین نہ کہ کہیں رنج و فاکارِ عشق
کہیں صحرا میں خلش کرتے ہیں پیدا
شام سے صبح کے آثار کہیں پیدا ہیں
کہیں کچھتی ہے ادبھی کسی تصویر کے سقا
کہیں تنہائی میں ہے ذوقِ تصویر کا
کہیں خمیازہِ آفت کے نتیجے پیدا
الغرض جمع احباب میں ہے رنگِ عجب

ن گھڑی غریب تفتیر سے آج آئی ہے
جن کے اشعار کی خلوقِ تنہائی ہے
بلکہ صدقے اسنین لوگوں پہ تو گویائی ہے
آنکی ہر بات میں اک طرزِ سیجائی ہے
اور اس پر فلک کی کہیں انائی ہے
پھر اُسی دور پہ کہیں ناصیہ فرسائی ہے
کہیں فرقت ہو کہیں انجمن آرائی ہے
پائے انداز نے تربت کہیں ٹھکرائی ہے
کہیں چرچا کہ اثر نکلے عسائی ہے
کہیں دعوئے کہ کے ہاتھ کس آئی ہے
کہیں مذکور کہ دل زلف کا شیدائی ہے
قیس و دوق کی کہیں بادِ میپائی ہے
قابل ذکر کہیں حسن کی زیبائی ہے
صحن گلشن میں کہیں بادِ خزان چھائی ہے
کہیں نہ یاد بلائے شبِ تنہائی ہے
کہیں اندازِ خوشی میں بھی گویائی ہے
کہیں غالب شبِ اندوہ پہ تنہائی ہے
اور کہیں دور میں حجامِ مینائی ہے
بزمِ گلزار میں گنگوہر گشت چھائی ہے

ایک مطلب کی بھی سن لیجئے میری بقوت
مرض مطلب کے لئے اس سے کہاں بہتر وقت
شاعری سے مرا مطلب نہیں شہرت اپنی
میرا مقصد ہے کہ اُردو نہ مٹے دنیا سے
شاعر سچی نہیں بڑا کر ہے وسیلہ اس کا
اسکی فغوار بھی بزم سخن سے گویا
نہ جگمگائیں گے اگر آپ تو سو جائیگی
جتنے احباب ہیں اُن سب نے براہ الطاف
بعض خود آئے ہیں اکثر نے ہیں بھی غریب
اپنے الطاف و کرم سے مجھے ممنون کہا
شکر یہ لکھا ادا کرتا ہوں سر لکھنؤ نے
خاص اُن لوگوں سے شکون جو جنون کو کچھ بھی
میرے آقا کا تصدیق کر کہ اس جلد کی
کیا حقیقت تھی مری ایسی جو ہمت ہوتی
سایہ چختن پاک ہو اُسکے سر پہ
دل میں سن کے یہ آتی ہو کہ با صد آواز
آپنے جھکوازا ہے تو ارشاد بھی ہو

استعد آپ نے تکلیف تو فرمائی ہے
گو کہیں لوگ کہ بے وقت کی شمنائی ہے
یہ مرا شوق ہے وہ شوق جو آ رہا ہے
جو کلاموں کے لئے زیور پیریا ہے
چشم اُردو کے لئے سرمہ بینائی ہے
اُسکی ہمدردی بھی انجمن آ رہی ہے
اُسکی تفتیر کی آنکھوں میں بھی بینائی ہے
دو ڈریسٹون میں غزل شوق سو فرمائی ہے
ہو سکے شکر کہاں ایسی زبان پائی ہے
اسے تقدیر مری تھریر کی بن آئی ہے
جو بیان آئے ہیں یا جنکی مسئل آئی ہے
میرے لکھنے پہ توجہ نہیں فرمائی ہے
ہر جگہ دھوم ہے اک حلق تماشا ہے
میرے سرکار نے ہمت مری بند ہوئی ہے
جسکے صدف میں تمنا مری بر آئی ہے
یوں کروں عرض کہ آج انجمن آ رہی ہے
وہ سخن جگا ہر ایک شخص تنائی ہے

قلعہ تقرب تشریف آوری استاد ی فتنار الشرا حضرت مضطر ظلمہ لکھا

بے نیلگی عالم کا نہ پوچھا حوال
بات کی بات میں بگڑی ہوئی ہر بات

آ کے دنیا میں عجب بہنو تماشا دیکھا
اور بنی بات کو اک بات میں بگڑا دیکھا

رات بھریش رہا صحبت پر لطف ہی
 سامنے آئے نہ ہیر کا رکھا لیکن
 نہ ہوا سی سے کچھ کہیل جو بگڑا بنکر
 میری خواہش تھی کہ آجائے جناب مضطر
 کوششیں کیں گا اندر ہی میری شوخی ت
 کے پلے مرے گھر سے مری قسمت کی طرح
 کیا کمون میں کہ جو حالت ہوئی میری لکی
 لاکھ سمجھا یا مگر ایک نہ مانی دل کی
 آتش شوق لگا کر گئے ایسی دل میں
 جقدر صبر مجھے دیتے تھے وعدے آنکھ
 کشش دل مری آخر انہیں لے ہی آئی
 میں نہ کہتا تھا مرا شوق نہیں لایا لگا
 کہنے اب تو کشش شوق کو کامل پایا
 ہاں شراب یہ دعا ہے کہ جناب مضطر
 لطف سرکار کے سامنے میں رہیں شاد و مدام
 اپنے میں صبر کے صدقے کہ مری کام آیا

جب ہوئی صبح غم و یاس کا زخا دیکھا
 شاہد شوخ تمنا کا نہ چہرا دیکھا
 ہاں کیا صبر تو دل خواہ متعجباً دیکھا
 غصہ سے اور بھی اس شوق کو دونا دیکھا
 سید ہی باتوں کا ہی اٹھا ہی متعجباً دیکھا
 پیش دل کا ان آنکھوں سے تماشا دیکھا
 کیا بتاؤں جو دل زار کا نقش دیکھا
 میرے دل کا بھی گھڑی بھر نہ ترپنا دیکھا
 جسکے بچنے کا نہ کچ اور طریقتا دیکھا
 اُس سے بڑھ کر دل مضطر کا ترپنا دیکھا
 صبر کرنے کا کچھ اچھا ہی متعجباً دیکھا
 ہمدون ابو محبت کا تماشا دیکھا
 کہنے اب تو اثر جو شش تمنا دیکھا
 مجھے فرمائیں تجھے بات کا پورا دیکھا
 یہ زبان پر ہو یہاں غم کا نہ کشکا دیکھا
 کہنے والوں کا زمانے نے تماشا دیکھا

قطع

لذتِ عشق مرے دل نے عجب پائی ہی
 سر مرا کاٹ کے شوخی کو حیا آئی ہی

قتل کر کے مجھے یہ خود ہی تاشائی ہی
 دیکھتے ہیں وہ تاشائے تپش شرما کر

قطرۂ حینیت غسلِ صحت کر لے صاحبزادہ حسن صاحب خان صاحب بھادر

کہتے ہیں دنیا جسے وہ اک تماشا گاہ ہے
شہر کے دن سے نہیں ہوتی جو کم غم کی گھر کی
کون ہر وہ جو رہا محروم اسکو فیض سے
بعض کو پھلے کیا اندوہ لگین پھر خوش کیا
جو چتے ہو سچ اگر مجھے تو وہ اچھا رہا
مجھ پہ گیزی ہے یہ حالت اس سر ہوا گاہ
اپنی شاہِ جمِ شہم کے جشن میں مصروف تھا
یاب بیک تیری علالت کی خبر پہنچی حسن
روحِ قالب میں تھی میری تری گھر تک گیا
تیرے دشمن پر بھی اب دور و دُحمت نہو
اس طرف آزار جسم زار سے کرتا تھا شہ
تیری حالت دیکھ کر ملتا تھا دل سب کا حسن
جو کہنے والوں کو دیتی تھی تسلی و مہم
ہو گئی صحت تجھے اللہ نے اچھا کیا
بزمِ عشرت میں ہمارے ساتھ تو بیٹھا آج
کو عجب منحوس تھا وہ وقتِ وحشت ناک تھا
یہ علالت کا شغف رمزِ حقیقتِ بنگلی
عرشِ پہنچدین ہانسے اور بھی آگڑہین
شہر سارا ہل گیا کچھ ایسی حالت تھی تری
دوستوں کا ذکر کیا دشمن بھی تری ہر گھڑی

عیب ہیں اس میں اگر لاکھوں لاکھوں غیب
آنکھ کیلئے ہی گزرتا ہے راحت کا سال
کون ہے وہ جسکے دل میں لین نہ آؤ چکیا
بعض کو خوش کر کے اسے غم کی مایہ میں قبیلا
دی خوشی پھر غم دیا اور پھر عطا کی شان
مجھ سے پوچھو حال مجھے اسکی سُن دہشت
بزمِ عشرت سے طبیعت تھی نہایت دل
کوہِ غم ایسا گردل کی آرا دین و حیا
دیکھتا گیا ہوں وہاں دشمن پری ہرین
بنگیا تھا دشمن آرام و راحت آسان
دل پھٹا جاتا تھا حالت دیکھ کر اپنا
ایسی حالت میں بھی تیری ہو گئی جراعیا
یاس کا اک حرف بھی لب پر نہ لاتی تھی
لاؤن اسکے شکر کے قابل کھانے میں نہ
ایسی قسمت تھی کہاں ایسا مقدس کہاں
ہاں مگر کہو نے کرے کا ملکیا پورا نشاں
دوستوں پر دشمنوں کا کھل گیا راز نہاں
جا کے صحت کی دعاؤں نے ہلایا آسمان
سنئے دیکھا ہے دعا کرتا تھا ہر پہ و جوان
ہیں ترے اخلاق کی توصیف میں طالبِ لسان

ہر کسی میں بات بہ تیرے سوا پاتے نہیں
تیرا سچا وصف جب بتا ہی لکھ سکے نہیں
اے حسن تو ہے مری نہیں دیر آسرا
اے حسن میں آنکھ ہوں اور آنکھ کی تیلی ہو تو
اے حسن تیرا سہارا دھڑکیں ہے ہر
سیری الفت کی ترازو میں اگر تولیں تجھے
تو ہری آنکھوں کا مارا تو ہر اور نظیر
اے حسن تو ہے مری نہیں کار و روشن چراغ
صاف کہتا ہوں کہ جیسا تو ہر ایسی ہر
دوڑیری ہو گئی صدقہ ہی میرے شاد کا
یہ دعا ہے اسکے سایہ میں رہے آباد تو
اے حسن لاکھوں برس نیا میں تو زنج ہے
آج وہ دن ہو کہ طے ہیں خوشی کے ہر جگہ
تم مبارکباد دیتے ہو حسن کو ای شہر تر
جس خوشی کی بزم سے اندو گین نکلا تھیں

ایک ہی انسان میں ممکن ہوں اتنی خوبیاں
پھر کسی سے شاعرانہ ہو سکے کیونکر بیان
اے حسن تو ہے مری قوت ہر آرام جان
اے حسن میں جہم ہوں تو ہے مری روح روان
تیری قوت سے ہونیں نظر و بین اب کو کون
اے حسن تو اک طرف ہوا اک طرف سارا جہاں
تو سرور دل مرا تو تاب جان ناما توان
اے حسن تو ہے میرے بھائی کا اک چھانسان
ایسے لوگوں سے نظر آتا ہے خالی خاندان
جسکے غل ماطفت کا ہے بہان پرسان
جسکے صدقے میں نظر آتا ہے دیکھش بہان
اے حسن بخشے تجھے اللہ عمر جادو ان
خصل صحت کی منائی جا رہی ہیں شادیاں
اور تیرے کو لوگ دیتے ہیں مبارکبادیاں
آج بیٹھا ہوں اسی صحبت میں ہو کر شادیاں

قطعہ تاریخ دیوان مولوی حسن رضا خان صاحب حسن بیگ شاگرد نواب صاحب ملک خان

یہ مضمون ہائے دلکش و حسینانہ نہیں
مشام جان معطر ہے عجب گلہاؤں معنی ہیں
نہ کیوں ارباب معنی دم بھرین حسن نہیں کا

ادائیں جنگی جان پرور ہیں جگہ بانگین اچھا
صفا مصطفیٰ میں کہل رہا ہو اک چمن اچھا
مصنف شاعر شیریں بیان لطف سخن اچھا

شرارتیں بھی کہیں خوب سال طبع کا مصرع

چہا ہے نعت سرورین یہ دیوان حسن اچھا

قطعہ تیاری طبع دیوان سید الشعر اصیم صاب

کچھ عجب پر لطف مقبول جہان بر یہ کلام
لے شہر رکیا واقفی یہ مصرع تیاری ہے

قطعہ تیاری سیلاب عظیم حیدر آباد دکن (جو ۲۵ ستمبر ۱۹۰۸ء کو آیا)

آنے دن جوش ہو حادث کا
ماجرائے دکن پہ غور کرو
پہلے روزے کو آیا اک طوفان
ایک نالی سی رو دھوئے ہے
ایسی بارش ہوئی قیامت کی
پندہ انچہ چند گھنٹے میں
بند سے اونچا ہو گیا پانی
اٹھ کھٹا بڑی حقارت ہو
وہ قیامت کا زور تھا اس میں
جو بنائے تھے ایک مدت میں
مال کا استدر ہوا نقصان
جستدر رہو گئیں تلف جانیں
بھاگ کر جو بچا کے لایا جان
تھا زور و نعت کا جسے لالچ

آہ عبرت سرا ہے یہ دنیا
حیرت انگیز ہے یہ افسانہ
حیدر آباد میں قیامت کا
جس سے چوتھائی شہر غرق ہوا
جکے طوفان نے غضب ڈھایا
پانی بادل نے لاکے برسایا
آگیا جس سے اک بڑا اٹھلا
کھٹا طوفان نوح ہے زیبا
سانے ایک بھی نہ گھر ٹھیرا
چند ساعت میں اٹھ کھٹا
غیر ممکن حساب ہے جس کا
اٹھ کھٹا انداز بھی تو ہونے کا
رہ گیا وہ کہ جو بدن پر تھا
وہ زرو مال اُس کو لے ڈوبا

<p>کیسی عبرت کی بعض ہین تہین قرب دریا محلے تھے جتنے جیف صد جیف موت یوں آئی روے خود دیکھ کر نظم کن اپنے سب قصر وقت کر ڈالے جتنے طوفان زن تھے اُنکے لئے جستدرہین ملا زمان جنور الغرض وقت وہ مصیبت نک کس غضب کا تہا زور پانی ہین اس مصیبت کی داستان مشک اسی غم میں مجھے یہ فکر ہوئی</p>	<p>تذکرہ جھکا سنے دل دہلا مٹے طوفان سے کوئی گنہگار مرنے والوں کا کچھ بہت یاد کیا برا وقت تھا مصیبت کا کہا نا لاکھوں کی واسطے بیجا منہ خزانوں کا شہ نے کھول دیا کام سب نے کیا بہت اچھا ایسا تھا جو نہ دیکھا اور نہ سنا شاہ تصف کا بھی تو بس چلا دل پر غم شرر کا بھر آیا لکھوں میں سال عیسوی اچھا</p>
<p>بجھ سے دل نے کہا شرر کدو ایزد پاک کا غضب دیکھا</p>	
<p>قطعہ تاریخ انتقال اہل خانہ جناب مضطر مدظلہ</p>	
<p>افسوس صد افسوس کہ مخدومہ کی رحلت تاریخ کی جب فکر شرر کو ہوئی ناگاہ</p>	<p>بدبختی تقدیر نے بے وقت کھائی ویرانی مضطر کی صد غیب سے آئی</p>
<p>تاریخ طبع دیوان سوم تسلیم لکھنوی</p>	
<p>سلیم مخور کا دیوان چپا جدم کھڑا رقصاحت کا اک سرو ہے ہر مصرع</p>	<p>ہر نقطہ یہ بول اٹھا ہوں خالی مخ و لہر قربان بلاغت ہوا الفاظ و معانی پر</p>

حیرت ہر ہمیں کیونکر اشعار کے ایسے اس عمر میں یہ شوخی اللہ کی قدرت ہر حیرت میں شراب پر یہ مصرع سال آیا	مضمون و معانی سب ہیں ایک ہر اک کیا سحر سیانی ہے ہر شعر ہے اک نشتر تسلیم باندان تو بس چنے کی باتیں
---	---

قطعة یارِ خ طبع دیوان جناب شمس العلی مولوی نواب سید امداد امام صاحب
رئیس عظم ٹپنہ متخلص بہ اثر

یہ دیوان وہ باغِ معنی ہے جسکا کہلائے ہیں گلِ طبع نگینے کیا کیا ہر اک غنچہ ہر اک دلِ حیرت آگین بخشبِ ثانی ہر چشمِ زکس کی شوخی حیدون کی ساعد ہیں گلین کی شان فصا و کثا ایسی دیکھی ہے کسے صبا ہر جگہ پہنچی ہے لیکے نکمت ادھر آئے جسکو ہر شوقِ نفاں لڑی ہر یہ آنِ قیمتی موتیوں کی یہی ہے حیدانِ عالم کی محفل ہر اک لفظ ہے دفترِ شوقِ بہان ہر اک شعر مقبولِ اربابِ دانش زبان صاف اعلیٰ خیالات ایسے عجب حسن بندشِ نزلے معانی شرر مینے یہ واقعی سال کھتا	خیال جناب اثر باغبان ہے ہر اک گل سے رنگِ نزاکت عیان ہے قدِ دلہ با ہے جو سروِ روان ہے زبان برگِ سوسن کی جادو بیان ہے محبت کے شعلوں کا سنبل دیوان ہے بہارِ دلاویز ایسی کسان ہے تاشے کا مشتاق سارا جہان ہے نظارے کے قابل یہی بوستان ہے ہر اک جھکا کاہک ہر اک قدر دان ہے حسین ایسی جنگی اوداستان ہے ہر اک بیتِ حیرت بھری داستان ہے ہر اک طرزِ مطبوع ہندوستان ہے کہ جسے زمینِ شعر کی آسمان ہے ہر اک جنسِ حیرت فزا ارمان ہے انوکھے مضامین پیاری زبان ہے
---	---

متفرقات

<p>تو جو عہد وفادار بنا کرتا تیرا غمزدہ اگر مسیحا بھتا اپنے در سے اٹھا دیا اُس نے جب ہوا سامنت او عائن دین تم اگر میری بات سن لیتے جوئی لغت چسپی نہیں رہتی مار ڈالا جدا کے خاک کیا بہ سہی اور کپہ یہی ہوتا تم نسلی بھی کر دیا کرتے کیا مزا ہوتا وہ شکر بھی پسح ہے ہوتا وہی جو ہونا تھا تم تو کرتے مری دوا مانا جان کیا شے تھی جی چڑاتا کیوں تو نے گونگٹ الٹ دیا ہوتا</p>	<p>جان سو بار میں فنا کرتا دل ہمبار کی دوا کرتا چپ چلا آیا اور کیا کرتا جان تھی عرض مدعا کرتا اور کیا ہوتا میں دعا کرتا مدعی پر جو توجہ نہ کرتا اور کیا اس سے تو سوا کرتا تو ستم اور میں دعا کرتا جو ر سے دل اگر دکھا کرتا غم خوشی کا مری دیا کرتا تنے چان تو کچھ کیا ہوتا وہی ہوتا جو کچھ نہ کرتا مجھے ہوتا اُسے خفا کرتا ہوش کو تا میں اور کیا کرتا</p>
--	---

اے شہزاد تجھے مناسب تھا

کچھ دنوں یاد کبہ پایا کرتا

<p>تمہارے درد نے بچپن ہکورات ہر کہا فقط اُسے تصور میں تعلق عمر بھر کہا تری چشم فونگو کے کرشمے مختلف دیکھے ترے ارمان رستے درد کہا حشر تین کہیں</p>	<p>کبھی تکیہ او ہر رکھا کبھی تکیہ او ہر رکھا نہ میں خود اُسکے گھر ٹھہرا نہ اُنکو اپنے گھر رکھا کسی کو ہوش میں رکھا کسی کو بے خبر رکھا ذرا سے دل کے گہر میں پہنچے تیرا گھر گھر رکھا</p>
---	--

وہ تیری ہی لگی ہر جسے دل میں اک جلن ہوئی گھٹان پر پیردین پھر یا ان نگاہ ناز و جفا سے وہ نعل آرزو ہون حسین کو پہل تک نہیں چھوٹی لو کہین کی ادا دیکھو مرا سر کاٹ کر اسے تمہاری چاہ کا صدف تھا ایذا کسی پار تھی نہ جنگل میں نہ گھر بسے دیا کبخت وحشت نے	وہ تیری ہی لگی تھی جسے ہنر میں شرر کہتا گھٹکارانِ لغت نے جو ان قدون پہ مگر کہتا ہر ہی تقدیر نے جسکو ہمیشہ بے ثمر کہتا ادھر پہنکا اُدھر پہنکا ادھر کہتا اُدھر کہتا لگا کر دل سے بنے عمر بھر درجہ گر کہتا گلوے کی طح آؤں جسکو عمر بھر کہتا
---	---

جا یا جرخ ظالم کو نہ کھ پھونکا قیہون کا
شررتنے تخلص کس لئے اپنا شرر کہتا

سحرہ بقرب ختنہ صابران سید ساجد علیخان بجا و عرف سلطان صبا

بڑی نسید کا سحر اُڑت ارمان کا سحر پیرین جب شوق کی نظریں تو بوز دیکھنے والے تماشا ہے نظر آتے ہیں اس میں پھول حسرت کبھی کس شوق سے رخسار پر قربان ہوتا تنتا ہی نگاہوں کی بنین ہم تار لڑیوں کے طریق پیروی سرورِ عالم ہر یہ ختنہ ترقی عمر میں ہو علم کی دولت میسر ہو اسے سنتے ہیں جب سلطان جہاں کے کتھر	خدا نے آج دکھلایا مجھے سلطان کا سحر فرشتوں نے بنایا ہے یہ اک ان کا سحر اسے کہتی ہے دنیا سون حسان کا سحر کبھی کچھ جو مگر لیتا ہے بوسہ کان کا سحر کبھی دیکھا نہیں نظروں نے ایسی شان کا سحر نہیں جیسا اگر کہتے اسے ایساں کا سحر یہ سحر ہوا اتمی شیش کے سامان کا سحر بہی سحر و نئے پیارا ہے یہ نانا جان کا سحر
---	---

شررت سرکار کے صدقے میں یہ سکی زبان پر ہے
انوکھا رنگ محفل ہر نرالی شان کا سحر

رباعی

شہر ہوں میں اس دہرین جلنے کے لئے
چمکا ہوں بزرگ مہر ڈہنے کے لئے
تخنمون میں بزرگ شک پائی ہے جگہ
آباد ہوا ہوں میں کھلنے کے لئے

رباعی

کیا جشن ہے کیا سا لگہ آئی ہے
دل جوشِ رست کا تماشا فی ہے
یہ بن در جس کو شہر رکھتے ہیں
اک چشم عنایت کا متنا فی ہے

قطعات تیارخ دیوان ہذا

طراوش طبع گوہر بار جناب منشی واحد علی صاحب بزرگ اندر سکرٹری دربار رامپور

سکے کلام شرر و جد میں ہیں نکتہ سنج
جموم رہے ہیں ادھر ادھر ادھر بان نوش
نظم شرر نے کیا۔ سبکی نظر میں عیان
گوہر معنی کی آب بحر مضامین کا جوش
جام سخن ہے کہ ہے جام ہے خوشگوار
حسن بیان کی صفت کون کرے کسکو ہوش

دل ہی کیا ابر کا سنکے یہ تیارخ طبع
تارن کلام شرر ہے سب گلفروش

نتیجہ فکر فصاحت اب جناب سید عابد حسین صاحب اوج مشیر سخن

شرر کی نظم و لکش کیون نہ ارباب نظر
زبان پیاری ہو بندش چست ہضم و عانی
جو دیکھا اوج نے دیوان سال طبع یہ لکھا
عجب گلزار معنی ہے عجب نازک خیالی ہے

دیکر

وہ شوخی الفاظ ہے۔ ہوتا ہے گمان یہ
لے اوج قیامت ہی بیانِ مطلق و غم

اندازا ڈایا ہے حسینوں کی نظر کا
اک نالہ و سہ یاد ہے ہر شعر شر کا

نتیجہ فکر جناب لوی و سیم الدین صاحب علمی کا کوڑی رشتہ اصد و منصرف مطبع پٹو

نام نبی و وصی جانم و جاننا خدا
کز کرم کبریا بر سر او مصطفیٰ
نہ چہ خمنائے او گفتہ گو ہر ہفت
لطف کلام خوشش مست طرب ساختہ

یاد بدل آمن نام مصنف کہ خواند
جائے دل آملی خان پایش بام
گوئی سلک در اہل ہزارہا
چرخ برین بر سرش عقد شر تافشا

گر می بازار او دید چو احقر بگفت
جز بکلام شر گر می آتش نماند

دیگر

نوید اہل بصیرت چہا کلام شر
ہمارے حضرت ساجد علی ذیشان نے
کہ جستجو سے کیا جمع سب کلام نفس
شر کے ہیں یہ نواسے نیکون چون ہی است
ہے اسین کو شش صادق ہئی بلین
عجیب نظم شر ہے زبان پیاری کہ
ہر ایک شعر فصیح و بلیغ ہے احقر
ہوئی جو فکر لکھون اسکا عیسوی سنہ بھی
ہی۔ کلف و شش شر۔ نام و سال تریبی

اثر میں دروہر شاعر ہے ہر اک جس کا
برائی جس سے تنائے دل وہ کام کیا
گہر جو بکھرے ہوئے تھے کیا انہیں کجا
اقتی اور بھی ہو اسکا مرتبہ اعلا
انہیں ہے سچی عقیدت ہو ذہن انکار
یہ سب کلام ہے اچھا چہا ہی اچھا
لکھو۔ کلام فصیح و بلیغ۔ سال اسکا
تو میری طبع روان نے یہ شاد ہو کر کہا
وسیم۔ بلغ سخن۔ ہے سال چہا کا

دیکر

حسن لیس پان سجن ہوا بے سگفتہ مثل گل	گلشن عالم میں نکلا کفر و شر گل نشان
حسن معنی ہوئے عربی سے وہ گل شاہین	نارہ جتنے چشم دل ہوا وہ سطورت بیان
دل لیا جب طبع کہ تو مایہ آ یا سال طبع	ہے یہ دیوان تہہ نہ کیا گلستان بولینا

نتیجہ فکر سرشار صبا کے سخن جناب محمد علی خان صاحب فاضل انجمن تہذیب و تاریخ

یہ اک دلکش مرقع ہے پر دیوان معنی کا	شر کے گلاب کے کہن میں ہے تصویریں لکھی
عجب اشعار ہیں سچو دیہ کیا دلچسپ دیوان	یہ کیا رنگیں جفل ہے حسینان فصاحت کی

نتیجہ فکر سا جناب زانا صاحبہ نقب قرلباش ریس لکھنؤ۔

طبع دیوان سے باغ باغ ہر ل	ہر زبان پہ آج نام شر
پے تارخ یوں کہو ثاقب	نرہت اندوز ہے کلام شر
	سال ترمی ۳۶ ۱۳

نتیجہ فکر جناب منشی محمد علی خان فدوہا خان الخاطب خوش رقم کتاب دیوان ہذا

پڑا شرکاء جو دیوان تو پڑا اثر پایا	کلام خوب ہے وہ جس سے دل ہوا بیتا
جو فکر سال ہو وہا تو یہ لکھو مصرع	کہ ہے - خزانہ اشعار بے ہا کیا ب

نتیجہ فکر سا بطر میرا اثر جناب منشی احمد علی صاحب شوق - قدوائی

جو شخص اس کو دیکھے وہ ہو اسی کا عاشق	صفوں سے اس کے ہنسا ممکن نہ ہو نظر کا
اے شوق تم یہ کہ دو تارخ طبع اسکی	دلکش کلام سے ہے دیوان یہ شرکا
	۳۶ ۱۳

نتیجہ فکر جناب قاضی خلیل الدین صاحب حافظ وکیل انزیری محبٹ سیل بہیت

نقش نگین چاپ ہوا ہوا بتو نام نظم شر	چھپنے سے پہلے ہی سنا تھا شہرہ عالم نظم شر
بہر سال سہمی آنی چرخ چارم سے یہ صد	کمد و حافظ - طبع ہوا ایک ہزار کلام نظم شر

نتیجہ فکر بلبل تسلیم محمد اسماعیل خان صبر راہ پوری

شکر ہے چاہ چپ یا ہر وہ کلام پر شل	جلوہ آرائے زمانہ ہو گا مثل آفتاب
استغفر کیونکر ہو تاریخ کی صبر خیز	کمد و - اچھا ہے کلام بے نظیر لا جواب

نتیجہ فکر جناب حافظ مرزا نیر الدین صاحب ضیاء دہلوی خلیفہ صاحب عالم شہزادہ نظام الدین صاحب

یکانہ اہل سخن مصطفیٰ علی خان تھے	دور و شنی طبیعت آہر طرح بہتر
چہا صحیفہ دیوان - ضیاء سال کو	چک دیک سے ہوا گشت زمانہ کلام شر

نتیجہ فکر جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز رئیس لکھنؤ اشرف آباد

ہو چکا طبع جب کلام شر	پڑ گئی قالب سخن میں جان
طبع کا سال لکھ دیا مینے	شر پختہ ان کا دیوان

نتیجہ فکر جناب مولوی مرزا الطاف حسین صاحب عالم لکھنؤی راجہ کا لکھنؤی صاحب

قابل قدر این اضافہ شد کہ دیوان طبع گشت	ورنہ بار و زودت بود احسان شر
گفت عالم مصرع تیار و سال طبع آن	فرح اسنہ جلوہ گاہ حسن دیوان شر
سجھا بہار اپنی دکھاتا ہے شر کا دیوان	غنیہ گل بہن مضامین یہ لکھنؤ گویا
لکھ دیا مصرع تیار و اشاعت عالم	زلف سلاست مضامین ہر دیوان گویا

نیتجہ منکر صاحب لوی محمد عالم صاحب قتیصری کا لوری

چو گفتہ مصطفیٰ علیخان شنید وقتِ شناگری شد
 آب یاری ہمین طرازی بہ بوستانِ سخنوری شد
 ز رصلت او چنانکہ دانی سخن گرفتارِ بوسری شد
 صلا کہ این نامہ گرامی نمونہٗ حسنِ شاعری شد
 بعرفِ اخلاق ہست سلطانِ کفر قتیصری شد
 بوصفِ این کانِ اعلیٰ مرجان کہ ہم زبانِ گل ہری شد

ہر آنکہ آمد ز کتہٗ سخن شناسانِ قدردانان
 بسرودی پیر سر فرازی بعمدہ داریِ میناری
 برفت آفخ ز دایہ فانی بجانبِ ملکِ جاودانی
 بخوبی سعی پور نامی کلامِ اوطبع شد تہائی
 ہنر شناس ہست در امینِ کرمی ساجد علی
 کلامِ مرغوب دیدہ حیرانِ بندم ہوشِ بیابان

نیتجہ منکر جناب حکیم عابد علی صاحب کوثر خیر آبادی

جسکے تھے مشتاق سب پیر و جوان
 بند شین سب چست شحمالی زبان
 منظرِ صبق و صفائیں بیان
 ہو گیا دم بھر میں تاراجِ حنّان
 ہین جو اعلیٰ مرتبت ارفع مکان
 حشر تک روشن رہے نام نشان
 لکھا سالِ طبع با صد زیبِ شان
 زیبِ گل رنگین تانِ بوستان
 جوشِ گل رنگین و خندانِ بوستان

چپ گیا صد شکر دیوانِ شہر
 دلربا الفاظِ معنی حبانِ شہر
 تھے شررِ بحرِ عطا وجودِ فیض
 و ادنیٰ گلشنِ اقبال و عمر
 ساجد و الا گھرِ مسترخِ تبار
 یا اتھی انے انسِ مرحوم کا
 کوثرِ تشنہ نے اُنکے حکم سے
 سالِ ہجری یا ہزارِ نظم ہے
 پھول بھولے ہیں سہی سال کے

نیتجہ منکر جناب منشی سید عبد الہادی صاحب - ہادی رامپور

سب ہی ہے سطر وں کی نورِ نظر

چپا خوب دیوانِ نئی طرز کا

جو دیکھا تو ہادی کا عقل نے	کلام فرشتہ ہی یا ہے بشر
دل شوق کیوں اسکا شید ہو	بہت عن پائیا کلام شر
معنا میں دیوان عجیب و سزب	دربے ہٹا یا زلف مستدھج
سین طبع ہادی جو پوچھے کوئی	کہو یہ - سدا بیل نفسہ سنج
تفہیم ترانہ پروفیسر ڈاکٹر محمد قبال صاحب اقبال از صنف دیوان	
آفاق میں لقب تھا فخر زمان ہمارا	تھا غلغلہ زمین سے تا آسمان ہمارا
باقی ہر کل زمین پر اب تک نشان ہمارا	چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جان ہمارا	
تھسلی کے جانے والو تھسلی میں جب گزرا	سوئی عمارتوں سے حالت ہماری پوچھو
اور یہ بھی پوچھ لینا اسپین سے جو لپٹو	اے گلستاں زندہ سن وہ دن ہیں دیکھو
اتھا تیری ڈالیوں میں جب اشیائے	
اے نہر نیل بیشک تو مانتی ہے ہکو	اپنا حریق آفت گردانتی ہے ہکو
پانی پیاسے تیرا تو جانتی ہے ہکو	اے موجِ دجلہ تو بھی پچھانتی ہے ہکو
اب تک ہر تیز دریا افسانہ خوان ہمارا	
احدا کی سرکشی سے ہرگز نہیں ڈری ہم	ہمت بھری تھی ہم میں ہمت سوتھو بھری ہم
اپنی ہتیلیوں پر پھرتے تھے سرد ہری ہم	اے ارض پاک تیری حرمت پہ کٹ مڑی ہم
ہے خون کی کون میں اب تک دوان ہمارا	
قریاد جا رہی تھی تا آسمان ہماری	حدِ حرا تھی گویا آہ و فغان ہماری
سب جا نہیں پکاری اسکو زبان ہماری	مغرب کی واویوں میں گونجی اذان ہماری
تمنا نہ تھا کسی سے سیل روان ہمارا	

ہمت کا دودھ پکے طب اللسان ہو گیا	غیرت کا جوش لیکر پروان ہو گیا
نیز و نکاح ختم کما کر کشورستان ہو گیا	تیغون کے سائے میں ہم ہلکے جان ہو گیا
الخبر ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا	
بیٹے ہو کر ہیں اپنے اللہ کے سہارے	ہیں سب ہاتھ کیچے ہیں سب پہ لات مارے
سر سے کلاہ کثرت پھرتے ہیں ہم اتارے	توحید کی امانت سینوں میں ہی ہمارے
امکن نہیں ہٹانا نام و نشان ہمارا	
موقع پر منہ کو موڑیں ایسے جوان نہیں ہم	زنتار سے غرض کیا محبوبستان نہیں ہم
حق بات لیون نہ کہیں کچھ زبان نہیں ہم	باطل سے دبے والے اے آسمان نہیں ہم
سوار کر چکا ہے تو اسخان ہمارا	
کاشانہ پرستش کسا بنا ہمارا	پو جا خدا کو کسے پہلے ہمیں نے پوجا
اس امتبار سے ہم کرتے ہیں اب یہ عمو	دنیا کے بتکد و بنین پھا دے گھر خدا کا
ہم اُسکے پاس بان ہیں وہ پاس بان ہمارا	
سرخ جاک رہا ہر دم وقت نماز اپنا	اُس بے نیاز کے ہم وہ بے نیاز اپنا
جاتا ہے سوے طیبہ اب تک جہاز اپنا	سالار کاروان ہے میر جہاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جان ہمارا	
دو دن میں دیکھ لینا اللہ نے جو چاہا	چلے گا از سر نو اسلام کا نصیب
تم اسکو یاد رکھنا یہ قول ہی شرر کا	اقبال کا ترانہ بانگ در اسے گو
ہوتا ہے مادہ ہمیا پھر کاروان ہمارا	
خیر و شکر و اجاب ہو لوی محمد عالم صاحب اخلص کلین کا کوئی	
اب جان مانچم سوز و فزائش سا جھلک جان سا	کہ بہر سال مبارک و برگین رہا چین بخت
نہیں ہے سن باز دل سنبھالے ہیں شیر ختم	لبش ہے تم و سوز دل شیر دل سے سخن
چرخ و آند جان جانان ہیں ان نشان جان	کہ جام و مناش جانان سے لے لے لے

اطلاع

جملہ حقوق دیوانِ ہذا بحق جناب صاحبِ اہل و عیال
ساجد علی خان بھسادر عرف سلطان صاحب
محفوظ ہیں۔ کوئی صاحبِ طبع فرمائے گا
قصد نہ نہر مائیں

<p>انساں بنا کے تاج کراست عطا کیا بد شبہ بے نموں پر چھون دیچکوں ہے فیض عام اس کا غلاموں کے واسطے ہم تو زباں کو روک بھی سکتے ہیں شر میں</p>	<p>میں نے حال پر ہو کر مژدہ بھلال کا اسٹن کیا کہ وصف ہو اس بھلال کا باللبہ باد غلاموں سے تہہ بلال کا رحمت سے انتظار نہ ہو گا سول کا</p>
---	--

میچو تو اپنے وقت کا منصور بن گیا
 آتا ہے ایک رنگ نظر حال و قال کا

<p>والہ و شیدا، دیوئل صاحب لولاک کا المدولے الفت گیسوے احمد الممدو میری محبت یکے جا نیکی مدینہ تک مجھے عشق احمد نے ہلکے دل کو روشن کیا حیطہ تقریر سے باہر ہے وصف و وصف الاماں لے سوزن رخ جدائی الاماں عشق حضرت سے گلستان بھی نہیں خالی ہا ذات باری کی طرح یکتا ہر ذات مصطفیٰ</p>	<p>سات دن پڑتا ہوں کلمہ سول پاک کا حال اب دیکھا نہیں جاتا دل غمناک کا خوف کیا گردش نہ وہ کو گردشِ فداک کا بن گیا ہے نور کی تبدیل کو زہ خاک کا دل میں مضمحل پہر رہا تو سچ چلاک کا آفتابِ حشر ہے ہر ذرہ میری خاک کا رنگ ہر گل میں نظر آیا دل صد چاک کا در حقیقت نور تھا سایہ بھی جسم پاک کا</p>
---	--

آپ کے دامنِ محشر میں لپٹ جاؤں گا میں
 قول تھا پہ مرتے دم تک میچو و غمناک کا

<p>دینے لگا ہے کام تصور نگاہ کا کرنا بیان سب مرے حالِ تباہ کا خادم ہوں بارگاہ رسالتِ تباہ کا</p>	<p>پہناں ہے دل میں عشقِ حبیب الہ کا باد صبا جو روضۃ الورد پہ ہو گذر کہتے ہوئے سنا نہیں کیا جب سبیل کو</p>
--	---

<p>غافل نہیں وہ است عکس نیزہ کرن کا لیکے جو نکلا ہے آفتاب مختار کا رخا نہ قدرت میں مصطفیٰ اٹھ جائے پر وہ نرخ اسرار معرفت گستاخیاں معاف ہوں از حبیب ب بہکد وہاں ہے جلوہ دیدار کی تلاش اندسے تمہاری غلامی کا مرتبہ</p>	<p>ہر وقت سامنا ہو کرم کی نگاہ کا اک لشکر ہی یہ بھی اس انجم سپاہ کا ہے اُن کو اختیار سپید و سیاہ کا سرمہ ملے جو آنکھ کو اس گرد راہ کا اس ل کو پڑ گیا ہے مرا تیری چاہ کا بے نور ہے چراغ جہاں مہر و ماہ کا ہے عرشوں کو رشک مہر و ماہ کا</p>
--	---

بیخود کی لاج شافع محشر بھی کو ہے

تیرے سوا نہیں کوئی اس رو سیاہ کا

<p>نہ ہوا ہائے پشیاں وہ ستمگر نہ ہوا عشق کے درد سے آگاہ ستمگر نہ ہوا اشک وہ اشک ہو جو آنکھ سے باہر نہ ہوا عجز سے گردن تسلیم ہوئی حنم ایسی ضبط فریاد پہ میں داد طلب ہوں کس سے کوئی پہلو دل بیتاب کی تسکین کا نہیں آج چاہتا کسی نے کہ مجھے قتل کرے آنکھ وہ خیرہ ہے جس آنکھ نے دیکھا تجھے کیا کہا آپ نے انصاف تمہارا کیسا دل کا سودا تو نگاہوں میں پٹار کہا تھا</p>	<p>کیل ٹھہرای کوئی عرصہ محشر نہ ہوا اُس کے پہلو تمہارا دل مضطر نہ ہوا دل وہی دل ہے جو بیدار مضطر نہ ہوا حشر کے روز بھی دیدار میں نہ ہوا وہ تو الزام یہ رکھتے ہیں کہ مضطر نہ ہوا تو نے وعدہ وہ کیا جو مجھے باور نہ ہوا ہاتھ میں خوبے تھدیر سے خنجر نہ ہوا دل وہ تھیرے کہ جس دل میں تر گز نہ ہوا آپ کی بزم ہوئی عرصہ محشر نہ ہوا وہ غمیدار ہی کچھ دل میں سمجھ کر نہ ہوا</p>
--	---

پاس خاطر دل بیتاب کا لہو ظر ہا
 دیکھ لو کون یہ بیٹھا ہر مری پہلو میں
 چشم بہ دور وہ بھولے بھی ہیں ان بھی ہیں
 طول کینچا ہے بہت عشق کے افسانے
 مضطرب ہو کے تنہا گزرنے کا خیر تو ہے
 بن نہ آتی کسی کا فر کو بھی بے بوسہ دیتے
 راز و اں حال شب وعدہ کہیں کیا تھے

دل ہمارا کبھی لوٹن جو کبوتر نہ ہوا
 یہ وہ دن ہو کہ جو بھلو بھی میسر نہ ہوا
 ظلم بھی مہمہ کبھی سوچ سمجھ کر نہ ہوا
 ترک گئے ہونٹ مگر ختم یہ دفتر نہ ہوا
 دل ہمارا کبھی بیتاب جو دم بہر نہ ہوا
 سنگ سود تیری دلیہز کا ہتھر نہ ہوا
 ہم تو جاگا گئے بیدار مقصد نہ ہوا

کس نے لکھی ہے غزل داغِ بڑے طرہ بخود
 اُس کا شاگرد ہوں جس کا کوئی ہسر نہ ہوا

دل ہے مشتاق جدا آنکھ طلبگار جدا
 کچھ کٹرے جھومتے ہیں لب ویدار جدا
 زراہدوں سے نہ بنی حشر کئے دن بھی یاد
 جی جلانے کو تانے کو مٹانے کو مجھے
 تیغ و خنجر بھی ہیں انداز واد بھی موجود
 کعبہ ہو آتے ہیں دل تک ہر سانی مشکل
 باغ میں یادِ ناس کی مجھے ٹھکنے دیا
 ہر قدم پر ہے مری خاک سو کٹکا اُن کو
 بجلیاں حضرت موسیٰ پر گریں دواک بار
 ہمسری قال سے کب حال کی ہو سکتی ہو

خواہش وصل جدا حسرت ویدار جدا
 اینڈ تے پرتے ہیں کچھ خلد میں میخوار جدا
 وہ کٹرے ہیں تیری جنت کو طلبگار جدا
 وہ جدا غیر جدا چرخِ ستمگار جدا
 سر کے گاہک ہیں الگ الگ خریدار جدا
 سارے رستوں سے ہو یہ منزلِ خار جدا
 چٹکیاں لینے لگے پتوں جدا خار جدا
 ہاتھ دامن سے نہ ہو گا دم رفتار جدا
 شعلہ شوق جدا شعلہ ویدار جدا
 خالقا ہوں سے بنے خانہِ خمار جدا

دستِ حیا د میں ہو خاک اُڑوں کیا بولوں
 ہو گئے وہ سحر وصل یہ کمرِ خضت
 دل میں الفت بھی ہی شک کے کانٹے بھی رہے
 قتل کرتے ہی مجھے جلوہ نائی بھی ہوئی
 سختیاں عشق کی جیلوں سنوں میں دل کی
 حالِ یعقوب کی کیونکر ہو خبر پوسٹ کو
 زارہوں کی تیری رحمت پہ چڑھائی ہوا لگ

قینچی گردن میں جدا چنگی میں منہ ہار جدا
 تیرے سر پہ ہے بوجھِ چرخِ سہرا جدا

اُن سے سوار ملے ہم ہوئے سوار جدا
 در پہ ہنگامہ الگ ہی پس دیوار جدا
 کہاں جاتا ہے محبت میں یہ غوار جدا
 کوچہ عشق سے ہے حُسن کا بازار جدا
 ٹولیاں باندھ کر آئے ہیں گنہگار جدا

وضع کا پاس بھی ہے تیرا ویتوار ضرور
 کاگ بوتل سے نہ کیجئے سر بازار جدا

ارمان اگر مکھلے ارمان کا کیا کہنا
 معشوق سہی پریاں مشہور سہی حویریں
 اُس بات کی ضد کیسی جو سن نہ سکے کوئی
 پوشیدہ رہا دل میں اندے تیرا پر
 ہے جان کا غم زار اُس بت کی محبت میں
 میں خاک میں مل کر بھی پاتا ہوں دل میں
 خط میں مجھے لکھا ہے دشمن سے ملو جا کر
 میں اُن سے شب وعدہ دیوانہ بنوں کمر
 کیا بات ہے اُن دل کی تھیں میں سما جائے
 چنگی میں ہے تیرا بت تک چنگی سے نہیں چھوٹا

احسان کرو دل پر احسان کا کیا کہنا
 انسان سے کیا نسبت انسان کا کیا کہنا
 ارمان ہی چڑان کی ارمان کا کیا کہنا
 ہر شے میں نظر آیا اس شان کا کیا کہنا
 ایمان سلامت ہو ایمان کا کیا کہنا
 اجڑے ہوئے گھر میں ہو ہمان کا کیا کہنا
 قسمت کا نوشتہ ہے فرمان کا کیا کہنا
 جب یاس گلا گونٹے ارمان کا کیا کہنا
 قربان ہو جو تجھ پر اُس جان کا کیا کہنا
 آنکھوں میں کٹکتا ہے پیکان کا کیا کہنا

بیخود کی دلیری سے گم ہوش ہیں قاتل کے
قدموں ہی پر دم تڑا اوسان کا کیا کنا

نہ پہنچا عرش تک بے بال پر کیا
جیسا کیا برم ہر دشمن کا ڈر کیا
تمہیں ہم چاہتے تو ہیں مگر کیا
یہ سو جھی ہے تجھے اے چشم ترکیا
یہ سب ہیں تجھے بڑھ کر دل کے طالب
مری قسمت تو پلٹو دل تو پھیرو
پتھری جب پھیر دی گردن پر میری
نہ سمجھے ہم تو راز کعبہ و دیر
وفا کا نام تو پیچھے لیا ہے
ہزاروں بار بگڑے مات بہر میں
نظر آتا نہیں اب اُن کا ثانی
جلاؤ چہین لو ٹکڑے کرو تم
محبت چار دن کی چاندنی ہے
راتی نہیں اُتتی نہیں آنکھ
یہ پتلی انگلیاں نازک کلائی
ہاں کا قول کیونکر ہیج سمجھ لیں
ادھر تصویر رکھی ہے عہد کی

رہے دب کر فرشتوں سے بشر کیا
جو جنت تک بھی نہ آئے وہ نظر کیا
محبت کیا محبت کا اثر کیا
پسیجے گا ہلا وہ فتنہ گر کیا
ادا کیا ناز کیا تر چھی نظر کیا
کرو گے تم اکیلے روٹ کر کیا
وہ اب کرتے ہیں پہر پہر کر نظر کیا
خدا جانے ادھر کیا ہے ادھر کیا
کہا تھا تم نے اس سے پیشتر کیا
نبیہ گی تم سے اپنی عمر بہر کیا
وہیں ٹھہرے گی ہر پہر کر نظر کیا
ہماری جان کیا دل کیا جو کیا
رہیگی یاد تیری عمر بہر کیا
کوئی پوچھے کہ ہے بد نظر کیا
بند ہے گی قتل دشمن پر کمر کیا
کسی کے دل میں ہو اب کیا خبر کیا
وہ اب دیکھیں ادھر مونہ پھیر کر کیا

چہے سہتے ہیں جلوے تیرے گل میں | اکرے گی دیکھ کر تجھ کو نظر کیس

شکایت سن کے وہ بیخود سے بڑے
تجھے اے بے خبر میری خبر کیس

ترے تم کا مرے ضبط کا جواب نہ تھا
نہ تھی تمہاری محبت نو کچھ عذاب نہ تھا
نہ تھی دل پہ کچھ ایسی کہ اضطراب نہ تھا
یہ حسن من ہے کہ بیخود کبھی خراب نہ تھا
سوال وصل کا پہلو تھا شکوہ دل میں
ہماری آنکھ سے تم دیکھتے تو کُل جاتا
جناب شیخ نے کیا وجہ کیوں بنایا مونہ
نشانہ مجھ کو بنایا تھا چشم ساتی نے
غشی نے جان بچالی جناب موسیٰ کی
عدو کی بزم میں یوں سرنگوں بیٹھے تھے
شرر کی طرح سے اک حسرت میں تھا قصہ پیا
جو کچھ گذرئی تھی ظالم گند گئی دل پر
مزے اڑائے جوانی میں وصل کے زاہد
ہم اے چہرہ کو کیوں تم نے غور سے دیکھا
تمہاری وعدہ خلائی کی وجہ بھی تو کُلے
سحر کو جیسے ستارے نظر نہیں آتے

چہری گلے پہ چلی دل کو اضطراب نہ تھا
جلکہ میں درد نہ تھا دل کو اضطراب نہ تھا
غشی کو آپ نے سمجھا تھا خواب نہ تھا
کس تھی اتنی کہ آلودہ شراب نہ تھا
جواب دیکھے وہ سمجھے کہ یہ جواب نہ تھا
کہ آئینہ میں بھی اس شکل کا جواب نہ تھا
شراب ناب کا ذکر کچھ شراب نہ تھا
کہ چور دل کی طرح ساغر شراب نہ تھا
حجاب اٹھنے نہ پائے وہ حجاب نہ تھا
کہ دیکھنے کو کہیں آنکھ میں حجاب نہ تھا
کشش یہ موت کی تھی مجھ کو اضطراب نہ تھا
ہم اے پاس کھانے کا اضطراب نہ تھا
تمہاری طرح اچھوتا مرا شباب نہ تھا
یہاں تو ڈہلتی ہوئی وہو پ تھی شباب نہ تھا
اندھیری رات نہ تھی گرم آفتاب نہ تھا
نقاب اُس نے اُلٹ دی آفتاب نہ تھا

انقلاب زمانے کا انقلاب نہ تھا
 وہاں تو کالی کا دینا بھی بھیا نہ تھا
 کہ صرف قتل ہی کرنا مرثوب نہ تھا
 بہا کو اور مرے ساتھ کچھ عذاب نہ تھا
 زبانیں کے فوسے سیوہ وہ کہ نہ تھا
 جب آنکھ کھل گئی غنچہ کی پہ شہاب نہ تھا
 زمانہ صہین سے سوتا تھا ہکو خواب نہ تھا
 مرے خیال میں تو بھگو اعدا طرب نہ تھا
 کہیں جواب نہ نکلا میں جواب نہ تھا
 انہیں یہ ناز مری بات کا جواب نہ تھا
 کسی کا جلوہ رخسار کیا نقاب نہ تھا

اعدو سے روٹھ کے تم مجھ دل گئے جوتے
 شمار بوسہ لب میں معاف لطف کیسا
 ہوئی ہے فوج کے ہمراہ شہر بھی مال
 ہزاروں دل بے آرزو ڈھانے تم
 نہ پوچھیں دل بریاں کی ہم سے کیفیت
 یہ بے شہابی باغ جہاں تماشہ ہے
 تڑپ تڑپ کو گزاری میں جگر کی راتیں
 شب فراق کی بیتابیوں کو سن کے کہا
 اک آئینہ کے سوا ان کے حسن دلکش کا
 مجھے یہ رشاک کہ دشمن کا ذکر کیوں آئے
 نقاب اٹھنے نہ پانی جھپک گئیں آنکھیں

یہ بت سمجھتے تھے بخود کو بار خاطر کیوں
 کسی کے دل میں تو وہ خانماں خراب نہ تھا

وہ کیا منہ کا زوالہ تھی جو کوئی اُس کو کہ جاتا
 نہ کہتا تا دم خنجر کا تو کیا میں زہر کہا جاتا
 مری بالیں یہ وہ میری طبیعت بن آ جاتا
 وہ کیا معشوق تھا خالی جو یہ تیرا جاتا
 خاک کیسا تھ ہاتھوں میں جو میرا دل ملا جاتا
 کوئی تیرا کلامتا کوئی شکوہ بڑا جاتا

شب فرقت میں آجاتی اہل تو اُس کا کیا جاتا
 چرائی جان مرنے سے طعنہ کب سنا جاتا
 نہ جاتا ساتھ میت کے گر مجھ کو مٹا جاتا
 سنا کر آسمان مجھ کو بڑے چکر میں آ جاتا
 قیامت تک نہ جاتا پہر کہیں نگ نہ جاتا
 نہ دیتا دل تجھے تو جیتے جی تو مجھ کو کہا جاتا

اکیلا بیٹھا اُس کو وہ خالی ہاتھ کیا جاتا
 اگر وہ آدمی ہوتا تو کچھ اُس سے کہا جاتا
 کوئی دن اور رہ جاتا تو یہ دل کو بنا جاتا
 انہیں نہ اعذار نے میں پلٹ کر دم تو آ جاتا
 بھڑک اٹھتا جو یہ شعلہ کلیجہ مونہ کو آ جاتا
 اڑا نا خاک سر پر جب ہاں پیک صبا جاتا
 قیامت کا نو وعدہ میرا جگر اسی چکا جاتا
 قیامت تک نہ یہ انداز تسلیم و رضا جاتا
 ہماری جان لے کر بھی نہ انداز حیا جاتا
 جو وہ آتا تو کیا آتا جو میں جاتا تو کیا جاتا
 جو ان میں سے کوئی ملتا مجھے پہلے ملتا جاتا
 کہ ہر قتل میں پچکارم سے یہ تیر قضا جاتا
 قیامت میں کوئی مل کر قیامت اور جاتا
 وہاں جب ایک مر رہتا یہاں دوسرا جاتا
 نہ مجھ سے کچھ سنا جاتا نہ مجھ سے کچھ کہ جاتا
 خدا کے سامنے کیا خان بک پاسا جاتا

نہ کیونکر نذر دل ہوتا نہ کیوں کرم مر جاتا
 شہا بہت حور کی تھر کا دل شعلہ کی صہیت
 مٹا دی مٹ کے داغ آرزو نے عشق کی آست
 وہ دم بہر کو چلے آتے سیحانی دکھا جاتے
 خدا نے شرم رکھ لی مرغی میں ضبط الفت میں
 خبر سن کر مرے مرنے کی ہڈی وہ بھی جلاتے
 تھماے سہم فردا نے تو برسوں جان بلب کر
 کہاں تک تم جلاتے تم کہاں تک سر جہا کرتے
 جنازہ پر بھی وہ آتے تو منہ کو ڈھانک کر آتے
 نزاکت اس قدر اتنی نقاہت اور پیر ایسی
 تمہاری یاد میرا دل یہ دونوں چلتے پر رگیں
 تیری جوتوں کے بل کو ہم نے قاتل تاک کہا تھا
 نہ آیا وہ ادھر شرم ستم سے خیر ہی گذری
 پیامی جمع کر لینے تھے اے دل تجھ کو پہلے ہی
 وہ کافر بد زباں میں وضع کا پابند دل مضطر
 لڑا کی ان تبوں سے کچھ دنیا میں با جب تک

مرزا جب تھا قیامت نہ آتا ہوش سچو و کو
 پلائی تھی جوئے ساتی نے اتنی تو پلا جاتا

یہ وہ نشان ہے تمہیں بے حجاب کو دیکھا

حجاب دور تمہارا شباب کر دے گا

مرا خیال مجھے کامیاب کر دے گا
 مری دعا کو خدا استجاب کر دے گا
 یہ داغ کھائے ہیں جسکے فراق میں ہنسنے
 کیا ہے جس کے لڑکپن نے دل مر سڑے
 سنی نہیں یہ مثل گمر کا ہیدی نکا دہائے
 نہ دیکھنا کبھی آئینہ بھول کر دیکھو
 کسی کے بھر میں اس درد سے دعا مانگی
 غم فراق میں گر یہ کو شغل سمجھا تھا
 کے خبر تھی سرے ظلم کے لئے اللہ
 اٹھا نہ فتنہ محشر کو چال سے ناداں
 وہ گالیاں ہمیں دیں اور ہم دعائیں دیں
 جواب صاف نہ دے مجھ کو یہ وہ آفت ہو
 کہیں چھپائے سے چھپتا ہے لعل گدڑی میں
 تیری نگاہ سے بڑھ کر ہے چرخ کی گردش
 ڈوبو گی مجھے چشمِ رحمت میں
 رقیب نام نہ لے عشق کا جتا دینا
 وفا تو خاک کرے گا مرا عدو تم سے
 عجیب شخص ہے پیر مغاں سے لزاہد
 بڑوں کی بات بڑی ہی نہیں باور

خدا اسی کو زلیخا کا خواب کر دے گا
 سرا غرور مجھے کامیاب کر دے گا
 وہ اک نظر میں انہیں آفتاب کر دے گا
 کلیجہ خونِ آب اس کا شباب کر دے گا
 تجھے تو دلِ کنبر اضطراب کر دے گا
 تمہارے حسن کا پیدا جواب کر دے گا
 نہائیں آئیں خدا کامیاب کر دے گا
 خبر نہ تھی مری مٹی خراب کر دے گا
 مجھی کو روز ازل انتخاب کر دے گا
 تیرے شہید کا لطفِ خواہ کر دے گا
 خجل انہیں یہ ہمارا جواب کر دے گا
 مرے سکون کو بھی اضطراب کر دے گا
 فروغِ حسن تجھے بے نقاب کر دے گا
 مجھے تباہ یہ خانہ خراب کر دے گا
 خراب کام مرا اضطراب کر دے گا
 یہ شعلہ وہ ہے جلا کر کیا کر دے گا
 وفا کے نام کی مٹی خراب کر دے گا
 نشے میں چور تجھے بے شراب کر دے گا
 جو آسماں سے نہ ہو گا جواب کر دے گا

بھلائی اپنی ہے سب کی بھلائی میں بخود
کبھی ہیں بھی خدا کا میاب کر دے گا

وہ تیرے پہلے کی کہے کہ چکا
یہ چوٹیں وہ نازک ہے سہ چکا
بغل میں تیرے دل سے رہ چکا
وہ کیوں اس سے آگے کہے کہ چکا
نیچھے کوئی اچھا کہے کہ چکا
ستم آج تک جو سے سہ چکا
کہ اب چاند پہ کیوں گئے کہ چکا
سلامت یہ پردہ ہے رہ چکا
جو شکوہ پہ ہنسر کہے کہ چکا
یہ کیا دل میں ٹپک کر رہ چکا
کوئی تم سے کیا کیا کہے کہ چکا
جو ہوں گے سہوں گا سے رہ چکا
رقیبوں سے مل کر رہ چکا
جو کنتا تھا میں بے کہے کہ چکا
سُنئے چکا کچھ کہے کہ چکا

عدو دوست بن کر رہ چکا
برائے کو دشمن سے کہے کہ چکا
وہ کہتے ہیں یہ ہے ہماری جگہ
بیاں کچھ وفا کا ادھور رہا
میں عادتیں ہیں تو ممکن نہیں
مجھے رشک دشمن گوارا نہیں
دوبارہ شب وصل زلفیں نہ کھول
نظر رخنے گر اس سے برق جمال
وہ جھپٹی خوشامد سے پگھلے گا کیا
ہوائی ہے دیدہ سرے تیر کا
زباں ایک ہے دل میں ارمان سو
تیرے جو تیرے ستم تیرے ظلم
یہ انداز تمکین یہ طرز حیا
نگاہوں میں مطلب ادا کر دیا
وہ میری مصیبت وہ دشمن کا راز

زمین غزل اتنی بخود کس
کہ مضمون کا دریا ہے بہ چکا

یہ کیا کہا کہ شب بیل بے قرار نہ تھا
 اب اس سے کیا تمہیں تھایا امیدوار نہ تھا
 نہ تھا وہ دوست تو دشمن بھی نہ ہا نہ تھا
 عدو کی بزم میں وہ شوخ زینہار نہ تھا
 تمہارے کوچہ میں کس دن یہ جانشا نہ تھا
 وہ کوئی اور تھا بندہ و غاشعار نہ تھا
 تمہارے تیر کی جلدی نے دل کو ٹہرایا
 مرے کہے سے وفادار وہ مجھے سمجھے
 یہ اُس کے وعدہ دیدار نے ستم ڈھایا
 جھکا کے سرے پہلو میں وہ جو آئیٹھے
 ہر ایک کام پہ تھی شرط اُس کی منظوری
 وہ اُس کا روٹھ کے جانا تھا جان کا جانا
 شب وصال بھی دل ان سے بدگمان رہا
 خیال یار نے دھوکا دیا ہیں کیسا
 سنا زبان سے اُس بت کی بارہا ہم نے
 اٹک اٹک کے بڑی مشکوں سے دم کھلا
 شراب پیتے ہی وہ کھل گئے وہ کھل کیلے
 یہ شوخیوں کی ادائیں تو بڑھ گئیں مجھ سے
 گئے تھے آپ جہاں شب کو فاتحہ پڑھنے

زبان کہنے میں تھی دل پر اختیار نہ تھا
 تمہارے صل کا تم سے تو خواستگار نہ تھا
 کہا وہ اُس نے مجھ کو دل کو ناگوار نہ تھا
 ہمارے پاس تھا گو ہم سے وہ چور نہ تھا
 ہوا تھا دفن جہاں وہ مرا مزار نہ تھا
 جو آپ مجھے سمجھ تل میں وہ زینہار نہ تھا
 یہ بے قرار سے بیٹھا تو بے قرار نہ تھا
 کچھ اعتبار کے قابل یہ اعتبار نہ تھا
 جب اکھ ہم کو ملی تھی تو انتظار نہ تھا
 یہ اک غور کا پہلو تھا انکسار نہ تھا
 یہ اختیار کی تہمت تھی اختیار نہ تھا
 پلٹ کے اُس نے جو دیکھا یہ جانشا نہ تھا
 یہ لطف دیکھ رہا تھا پھر اعتبار نہ تھا
 جسے سمجھتے ہے یار ہم وہ یار نہ تھا
 وہ دل کا راز جو ہم پر بھی آشکار نہ تھا
 گلا بھی خشک تھا خنجر بھی آبدار نہ تھا
 شب وصال میں کچھ لطف انتظار نہ تھا
 یہ بے قرار بھی اتنا تو بے قرار نہ تھا
 وہ حسرتوں کا مری ڈھیر تھا مزار نہ تھا

یہ خیر تھی مری الفت کا اعتبار نہ تھا
یہ کوئی اور بلا تھی یہ انتظار نہ تھا
جو بے چلے بھی ہمارے جگر کے پار نہ تھا
نظر سے دور تو رہتا تر اشعار نہ تھا
بگڑ گئی تو یہ جانا کچھ اختیار نہ تھا
وہ کون تھا جو کرم کا امیدوار نہ تھا

وہ حشر تک مجھے زندہ نہ چھوڑتا ظالم
نہ چپکلی جب شب دعدہ پلک تو ہم سمجھے
وہ تیر آپ کے ترکش میں کون سا نکلا
پڑے ہیں اپنی ہی آنکھوں پر بے غفلت کے
جو بن پڑی تو یہ سمجھے کہ ہم ہی سب کچھ ہیں
تیرے کرم نے قیامت میں دل دی لچل

وہ مر گیا ہے تو کیا ہے ہمیں بھی مرنا ہے
خدا گواہ ہے بچو و شراب خوار نہ تھا

تیرے ہوتے اس صفت کا دوسرا ہو جائیگا
خاک میں مل کر تو حاصل مدعا ہو جائیگا
ہچکیوں سے شکر قاتل کا ادا ہو جائیگا
کیا خبر تھی تیر بھی تیری ادا ہو جائیگا
آپ لے لیجئے اسے یہ آپ کا ہو جائیگا
صبح سے پہلے روانہ قافلہ ہو جائیگا
یاد رکھ پھیکا اگر رنگ حسا ہو جائیگا
تیغ کا منوخ سارا فیصلہ ہو جائیگا
کیا خبر تھی ہنستے ہنستے وہ خفا ہو جائیگا
گھر میں سمجھو تا ہمارا آپ کا ہو جائیگا
تم زباں سے اپنی کہہ دو گے تو کیا ہو جائیگا

بیوفا کہنے سے کیا اسے بیوفا ہو جائیگا
شرط کر لو پھر مجھے برباد ہونا بھی قبول
سر نہ ہو گا دوش پر تو کیا نہ ہو گی گفتگو
سینہ تو طوادل میں چپکلی جگر زخمی کیا
میرے کہنے میں ہے دل جنتک مگر پہلو میں
ساتھ ان کے جان بھی ارمان بھی جائینگے آج
میں ملوں تلوؤں سے آنکھیں وہ کیسے سمجھو گائیں
پہرہ ہی جھگڑے کا بھگڑا ہے اگر تم کہہ دیا
کس خوشی میں ہائے کیا رنج پہیلا کیا کر دل
حشر تک کیوں بات جائے کیوں ٹپے غیر و منہ
آنکھ سے ہے صول کا اقرار دل دگدا میں ہے

تعلیم سے لڑدینج بھی کرو مجھے پرہائیں
اُس نے چھیڑا تھا مجھے تم جان دو کب ہمیں
یہوں سوال وصل پر ملا کیا برسوں کوئی
لاکھ دنیا میں حسین ہوں لاکھ حویں خلیہ میں

لطف سے ڈرتا ہوں یہ میری قضا ہو چکی
کدیا میں نے بھی جب وعدہ وفا ہو جائیگا
صبر کرو مضطر نہ ہو تیرا کسا ہو جائیگا
جھک کر جو تو ہے وہ کوئی دوسرا ہو جائیگا

تو بہ بھی کر لی تھی یہ بھی نشہ کی تھی اک ترنگ
آپ سمجھے تھے کہ بچو و پارسا ہو جائیگا

فیض سانی سے کوئی خالی نہ بیٹھنے میں تھا
ہجر سانی میں دہرا کیا خاک بیٹھنے میں تھا
تم نے دیکھا شمع کے دل میں لگا دی جس آگ
زندگی کا لطف زاہد عمر رفتہ کا نشان
میں تو سر ہٹوڑا کیا تڑپا کیا وعدہ کی شب
دم نکلنے تک رہی اک آگ دل میں مشتعل
اپنی قیمت خود گستاخی تو نے اس کا کیا علاج
موت سے بدتر تھی جھک کر تو قفس میں زندگی
عمر بھر میں تو نے دیکھا بھی اُسے زاہد کبھی
تم عبادت کو نہ آتے تو دہرا کیا تھا یہاں
تیراں کا انگٹا دل سے جگر گٹکا رہا
فصل گل کیسی کہاں کی سیر کس کی دل لگی
وکیس سے آئے ہونگے میں نے دیکھا تھا نہیں

چشم حاسد کے لئے بھی بال پیلنے میں تھا
خون میری حسرتوں کا میری پیلنے میں تھا
عشق کا وہ شعلہ اس کجخت پڑانے میں تھا
تیرا قسمت میں نہ دیکھا میری پیلنے میں تھا
اُس کی جھک کر کیا خبر وہ اپنے کاشٹانے میں تھا
قبر میں جب رکھ دیا پہر میں تیرے خانے میں تھا
دل بھی کوئی مال تھا جو تیرے بیٹھنے میں تھا
دانہ کیا کھاتا بھلا میں زہر ہر دانے میں تھا
جس کی قدرت کا تماشا روزِ نیاخانے میں تھا
کوئی دم کا اور وقفہ دم نکل جانے میں تھا
اُس اپنے میں نہ پایا وہ جو گھٹانے میں تھا
باغ میں بھی کوئی ہو گا میں تو دیرانے میں تھا
مٹے بھی کچھ جھکا ہوا تھا رو بھی شانے میں تھا

میں جہاں سمجھا تھا دل میں وہیں نکلا مقیم وہ نہ کعبہ میں نظر آیا نہ بتخانے میں تھا

بچھو و میخوار کی دیکھی کرامت تو نے شیخ
صبح کو مسجد میں نکلا شب کو میخانے میں تھا

غم میں ڈوبے ہی ہے دم نہ ہلدا نکلا
آکے چٹکی میں نہ امن کا کسارا نکلا
ہاجر میں موت بھی آئی تو بڑے وقت آئی
کیا سبب دل کے ٹڑپنے کا ہوس بھی تمہوں
نہ عبادت نہ عداوانہ جنازہ کی مساز
چار عنصر سے ہے انسان کی تخلیق غلط
موت آتی ہی نہ تھی جان کو قربان کیا
کان ہیں میرے گنہگار سنا تھا میں نے
آگ بہر دی ہے محبت نے مرئی گدگد
میں فقط دل ہی پہ سمجھا تھا تمہارا قبضہ
بیکی میری قیامت میں قیامت ہوگی
نہ دبا غیر سے باتوں میں بڑی بات رہی
تیرا صدقہ ہے جو دنیا میں ہوا ہے مشہور
اپنی زلفوں کے تصور کا اثر دیکھ لیا

۵
۴
۳
۲
۱

بحر ہستی کا بہت دور کنسارا نکلا
دم بھی قدموں ہی پہ قاتل کے ہلدا نکلا
جان کب نکلی ہے جب صبح کا تارا نکلا
تو نے دیکھا تیری آنکھوں کا اشارا نکلا
جاؤ بھی تم سے نہ کچھ کام ہمارا نکلا
میرے تو دل کی جگہ سینہ میں پلدا نکلا
وصل اس کا مرے مرنے کا سہارا نکلا
میکدہ سے کوئی امتد کا پیسا نکلا
میرا تو خون بھی دوزخ کا شرارا نکلا
خط تقدیر میں بھی نام تمہارا نکلا
داؤد حشر اگر وہ ستم آرا نکلا
گودہ نازک ہے مگر دل کا کرارا نکلا
فتنہ حشر سے تیرا کا اتارا نکلا
میری آہوں کا دھواں غبر سارا نکلا

چار غیروں میں تو بچھو و اُسے بد نام نہ کر
پہر دی نام تیرے منہ سے دوبار نکلا

اجل کا خوف غیب وصل یار میں بھی تھا
 نصیب داغ جگر لالہ زار میں بھی تھا
 ملے وہ جہمک کے مگر ہٹ کر دور جانے لگے
 ترے کرم کے بہرہ سپہ زندگی گزری
 ہجوم حسرت و اراماں و فوریاں و امید
 نہ آیا تو تو قیامت کی ٹھوکریں کہاں
 عجیب چیز ہے یادِ سنِ خیر درو ترا
 قرار کب دلِ مشتاق دید کو آیا
 اٹھانہ کب مرے سیلِ سرشک و طفل
 ہمیں وفا سے نہ تھے شرمسار کچھ دل میں
 انہیں خیال کچھ اپنا نہ پاس کچھ میرا
 ہر ایک پھول میں اُسکی جھلک نظر آئی
 جگہ ملی مجھے مر کر جو رحمت میں
 کیا جو قتل بھی اُس نے تو دم نہیں مارا
 گرا جو آنکھ سے آنسو وہ بن گیا موتی
 وہ دل کو لے کے یہ فراتے ہیں یا تو نے
 کسی کے قبر میں بھی تھی لحاظ کی شمرکت
 بدتم نے کیا تھا کرم نہ کیا کیسا
 نہ تھا جوانی و پیری میں فرق کچھ بخود

خزاں کا رنگ بہاری بہار میں بھی تھا
 فسردہ غنچہ خاطر بہار میں بھی تھا
 غر و کبر و ہاں انکسار میں بھی تھا
 ترے کرم کا بہرہ سہ مرا میں بھی تھا
 فراق میں بھی رہا انتظار میں بھی تھا
 مٹا ہوا کوئی تجھ پر مزار میں بھی تھا
 کبھی یہ میرے دل بیکرا میں بھی تھا
 ادھر زمین سے پہلو مزار میں بھی تھا
 یہی نصیب کا رونا بہار میں بھی تھا
 حجاب چشم تغافل شعار میں بھی تھا
 یہ بات بات پہ غصہ ہزار میں بھی تھا
 جمال یار کا پر تو بہار میں بھی تھا
 نسیم خلد کا جھوکا مزار میں بھی تھا
 وہی سکوت کا عالم مزار میں بھی تھا
 یہ ضبط گریہ بے اختیار میں بھی تھا
 یہ نامراد ترے اختیار میں بھی تھا
 عتاب کچھ نگہ شرمسار میں بھی تھا
 حساب میں بھی نہ تھا پریشانی میں بھی تھا
 یہاں تو نشہ غفلت خمار میں بھی تھا

<p> مے پلا کر آپ کا کیا جائے گا میرے گرتک اُن آیا جائے گا دیکھ کر مجھ کو وہ شرابا جائے گا جلوہ اُس کا خود نظر آ جائے گا روزِ لڑتا مجھ کو کیا معلوم تھا موت سے رہتا ہر دل کٹکا ہوا جاؤں تجا نہ سے کیا کعبہ کو میں سہنے بھی دو دل بھی کہتے ہیں وہ بات بھی اس ڈر سے ہم کرتے نہیں پی بھی لے دو گوشتِ ناہد پی بھی لے وعدہ دیدار کی مدت ہو کم قتل کی دی اُس نے جب تک مجھے بوسہ دیکر جان کے طالب ہیں دیکھنا اُس کا قیامت ہو گیا داغِ الفت کی چاکِ مٹی نہیں یہ سمجھ کر گایاں دیتے ہیں وہ </p>	<p> جا بیگا ایمان جس کا جائے گا دردِ دل کیونکر خدا یا جائے گا یہ تماشا کس سے دیکھا جائے گا دل سے جب اپنا ہلایا جائے گا منتوں سے یوں منایا جائے گا دیکھئے کس دن یہ کٹکا جائے گا ہاتھ سے یہ بھی ٹھکانا جائے گا ایسی کیا جلدی ہو دیکھا جائے گا وہ ہمارا مدعا پا جائے گا میسکہ سے تو پیسا سا جائے گا حشر تک ہم سے نہ جا گا جائے گا کس دیا میں نے بھی دیکھا جائے گا اب کوئی اُن کا تقاضا جائے گا کیا خبر تھی ہم کو دل آ جائے گا قبر تک اس کا اجالا جائے گا بہولی صورت پر پیار آ جائے گا </p>
--	--

دختِ رز کو منہ لگانا ہی نہ تھا

اب کہ سینِ بخود یہ چسکا جائے گا

میں گر پڑا وہ دیکھ رہا ہے جھکا ہوا

دونوں طرف نظر کا اثر ایک سا ہوا

تو ہزار باتوں میں تو وعدہ کا کس ہوا
 جب کا نظر چرائی ڈر آیا خفت ہوا
 میری تو ایک بات کا اتنا گلا ہوا
 غصہ ہے بات بات پر کیا خاک کھ کھوں
 تیرے گلے ہارے آئی وفا کی بو
 یوں آپ مجھ سے وصل میں روٹھیں ہزار بار
 ہے دل کیسا تھ دل کی تمنا کا خاتمہ
 باہم ہنسی مذاق میں کیا کام رنج کا
 جب دیکھتے ہیں آپ کن نگہیں کسی غیر کو
 اے چارہ ساز یہ تو بتا اس کا کیا علاج
 جیلے سے اٹھائے وہ صدمے فراق میں
 ہستی کا اپنی وہم بھی دل سے مٹا دیا
 چٹکی بھی دل میں لیتے ہیں پہر پوچھتے ہی ہیں
 کوئی تو سیکسی میں ہو پر سان حال بھی
 دنیا سے ہاتھ اٹھا کے اٹھا دیں ہم نے ہا
 حسرت کو غم کو رنج کو کب تک رکھیں عزیز
 مشکل ہے التفات ادھر ہوا دھر نہ ہو
 میں صلح کل ہوں مجھ کو عداوت کو واسطہ
 یہ کہکے اپنی بزم سے دشمن کو مایہ

اُلٹے وہ مجھ سے روٹھ گئے فیصلا ہوا
 کن شوخیوں سے وصل میں تو عطا ہوا
 کچھ آپ کو بھی یاد ہے اپنا کس ہوا
 کل تک تو یہ مزاج نہ تھا آج کیسا ہوا
 پھولوں میں کوئی دل تو نہیں ہو گندہ ہوا
 میری خوشی سے رنج ہوا یہ بُرا ہوا
 چھوٹے گی تیغ یار نہ تسمہ لگا ہوا
 بھولے سے کدیا جو کوئی لفظ کیا ہوا
 کہتی بنے گاہ نشانیہ خطا ہوا
 آنسو تھے تو درد جگر میں سوا ہوا
 ناخن سے گوشت گوشت کو ناخن جدا ہوا
 جب جد کے آشنا کوئی نا آشنا ہوا
 فرمائیے بتائیے کہدے مجھے کیا ہوا
 ان کو مال ہے تو قیامت کو کیا ہوا
 مرجا میں گے جو تیرے عانا رسا ہوا
 یہ ہم سے پھر پیچھے اپنا دیا ہوا
 بیٹھا ہے غیر بھی تو برابر لگا ہوا
 دشمن تو مدعی کا مراد عسا ہوا
 آیا تھا کوئی شخص تجھے پوچھتا ہوا

بیٹھا ہوں دور سب کی نظر سے بچا ہوا
میں نقش پائے یار ہوں لیکن مٹا ہوا

مجھ کو تو بزم یار بھی خلوت سے کم نہیں
مدفن میں اپنی خاک سے آئی صدا مجھے

یہ سچو و کو اب نصیب کہاں بادہ طرب
برسوں میں مل گیا کوئی ساغر تو کیسا ہوا

ہماری جان جاتی ہو دل تیدا نہیں جاتا
چھپا کر لپچلا ہون ل میں میں تنہا نہیں جاتا
جد ہر وہ دیکھ لیتے ہیں دہر دیکھا نہیں جاتا
نظر کوئی نہیں جاتی ہو دل باندہا نہیں جاتا
۲ جہن تو وصل میں بھی موت کا کشکنا نہیں جاتا
کسی کھلی صورت سے تو یہ پایا نہیں جاتا
حفاظت تیری نہیں مٹی تم تیرا نہیں جاتا
وہ جب بے پردہ ہوتے ہیں پھر کچھ نہیں جاتا
۴ مگر اب تک تمہارا بیوفا کسنا نہیں جاتا
گئے سب چلے نواے درد ہی دل کا نہیں جاتا
اُسے تو نے نہیں آتا وہ اب تک نہیں جاتا
ہم اسے ساتھ دنیا سے کوئی اپنا نہیں جاتا
کہ ظاہر میں تو اچھی ہے مگر بولا نہیں جاتا
۶ کہ اس جھوٹی زباں کو کاٹ کر پہنیکا نہیں جاتا
منانے بھی تو کیا وہ گھر نہیں جاتا نہیں جاتا

قیامت تک تو اب صد مہ پھرنے کا نہیں جاتا
۲ اکبلا بزم دشمن میں اُسے چھوڑا نہیں جاتا
بہری محفل میں ہوتا ہوتا شارقص بسمل کا
پڑے گی آنکھ بھی اچھوں پہ واعظ عشق بھی ہوگا
۴ ذرا چتون پہ بل آیا کہ ہم سمجھے اجل آئی
ستم ڈہائیگا دل لیکر بہلا کیونکر یقیں آئے
ہزاروں مٹ گئے لاکھوں چلے ناکام دنیا
تجلی ہوش کو دیتی ہر محوے کی طرح اپنے
۴ دئے ہیں کیسے کیسے امتحاں اک مرنے والے نے
وہ اپنے گھر سدہاے صبر و طاقت ہو گئے رخصت
نہ وہو کا فے اگر اک جذبہ دل ہوتا اثر تجھ میں
تمنا قتل کی ارمان تیرا شوق جنت کا
جدائی شاق ہو ایسی تری تصویر کو تیری
وہ جب قاتل ہوئے غصہ میں بہر کر مجھ سے دیا
اجل یوں کیا جدائی میں نہیں آتی نہیں آتی

غشی سے ہوا فاقہ بھی تو انھیں بند کر لیا ہمارا حال خود ہے بھی اب کچھ نہیں جانا

مناوہل کے پنجو کو نہیں وہ جان کہو دے گا
بُری حالت میں ہو بہت پہچانا نہیں جاتا

بڑا گنہ یہ رب غفور میں نے کیا
کہ اُس پہ تہو پدیا جو قصور میں نے کیا
تجھے تو حسن کے نشہ میں چور میں نے کیا
وہ جانتے ہیں اسے ناصبور میں نے کیا
جلا کے خاک تجھے کوہ طور میں نے کیا
تجھے تو خوار دل ناصبور میں نے کیا
تری قسم کا یقین اب ضرور میں نے کیا
یہ چوک تم سے ہوئی یقین میں نے کیا
کبھی جو خواب میں بھی ذکرِ تُو میں نے کیا
ذلیل و خوار مجھے اب دور میں نے کیا
اب اس سے کیا نہ کیا یا قصور میں نے کیا
مجلِ محل کے اسے ناصبور میں نے کیا
وہ خامشی سے یہ سمجھے غور میں نے کیا
تلاشِ ثبوت دور دور میں نے کیا
اس آفتاب سے سایہ کو نور میں نے کیا
جو پوچھیے تو بڑا یہ قصور میں نے کیا

سناہ کرنے میں اکثر قصور میں نے کیا
سلوکِ غیر سے امتیاز ضرور میں نے کیا
جتا جتا کے تری خوبیاں بگاڑی جو
یہاں تو دم پہ بہادی ہے رشکِ دشمن نے
ہر ایک فریے میں سو تجلیاں دیکھیں
کسی کے عشق کو الزام دے بلا تیری
لنگاہِ غیر کی جانب خطاب ہو مجھ سے
عدو سے راز کہا مجھے چپ رہا نہ گیا
وہ صبح سوتے سے اُٹھے تو بدگماں اُٹھے
نہلک کے شکوہ پہ کس شک سے کہا اُس نے
جہاں میں تم نے تو کیں تم نے تو غضب دہا
لگاؤ اگ مرے دل میں تم خدا نہ کرے
یہاں تو تاب نہ تھی غم سے لب ہلائی کی
کہیں سراغ نہ پایا کہیں پتا نہ ملا
مٹائی داغِ محبت سے تیرگی دل کی
عدو کی بزم میں پنجو نہ چہرنا تھا انہیں

کبھی خون جگر پایا کبھی بخت جگر پایا
خزاں آتے ہی گلشن کو بے انداز دگر پایا
اشارے بھی ہوئے آپس میں نظیر بھی تین باہم
گئے ناکام دنیا سے ہزاروں ہونڈ نیولے
عدو کے حال کی تغیش مجھ ہم نہیں کہتے
نئی یہ بات دیکھی ہم نے اُسکے راز و نمیں
نہ دیکھا چشم گردوں نے بھی سیا چاند چہرہ
مری بربادیاں اکثر میں بد نظر تجھ کو
اُدھر سے کوئی آئے پوچھ لینا فرض ہو ہم کو
اُسے دشمن کی چاہت بد گمانی ہو تری قاصد
ہزاروں خوبیوں کیساتھ تجھ میں یہ برائی ہو
لڑائی آنکھ کیا اُن سے صفائی ہو گئی سب کی
وفا بھی جرم ٹھہری قدر دانی اس کو کہتے ہیں

غم الفت نے اس گہر سے وظیفہ عمر ہر پایا
لگا کر گل سے دل کو تو نے بلبل کیا ہر پایا
تری تصویر کو تجھ سے بھی بہنے شونخ تہ پایا
وہ کب پایا کسے پایا کہاں پایا کد ہر پایا
فقط اتنا بتا دے ہم کو اُس کا رخ کد ہر پایا
جنہیں آگاہ کچھ سمجھا انہیں کو بے خبر پایا
بلا کا حسن کچھ تو نے تو اے رشک قمر پایا
مری خانہ خرابی نے تری آنکھوں میں گھر پایا
کیس جاتا ہوا تم کو ہمارا نامہ بر پایا
جواب صاف جس کے منہ سے بہنے عمر ہر پایا
ترے وعدوں کو جھوٹا بہنے ظالم بیشتر پایا
نہ دل پہلو میں پہر نکلا نہ سینہ میں جگر پایا
یہی اس کا صلا تا بندہ پرور بہنے ہر پایا

مٹائے سے کوئی مٹتا ہو قیمت کا لکھا بخود
وَعَا ہو یا بکا ہم نے تو سب کو بے اثر پایا

کئے گا اُس سے قاصدہ سنے گا نہیں سکتا
تمہارا بن نہیں سکتا ہمارا ہو نہیں سکتا
کسی کا خط مری قیمت کا لکھا نہیں سکتا
ترے رسوا کئے سے کوئی رسوا نہیں سکتا

بیاں ہم سے تو اپنا حال پورا ہو نہیں سکتا
ہوا جو وقف غم وہ دل کسی کا ہو نہیں سکتا
غلط ہوا قرابے جھوٹ ہو بے اہل ہو قاصد
سنا پہلے تو خواب وصل پہر ارشاد فرمایا

ہمارے فیصلہ سے طے یہ جگاڑا ہو نہیں سکتا
 تمہارے جھوٹے وعدے کی سدا ہو نہیں سکتا
 کے جانیں باں سے آپ یسا ہو نہیں سکتا
 سہارا ملت نہیں سکتا بہرہ و سا ہو نہیں سکتا
 لب پیمیاں شکن تیرا سیجا ہو نہیں سکتا
 تیری رفتار سے اب حشر برپا ہو نہیں سکتا
 لا کر دل اگر ملنا گوارا ہو نہیں سکتا
 بشر دنیا میں کوئی ہم سے اچھا ہو نہیں سکتا
 مثال داغ دل ہاتھ کا گنا ہو نہیں سکتا
 گراں پیاس کی باتوں کا بدلہ ہو نہیں سکتا
 تمہارے سنانے کوئی بھی سچا ہو نہیں سکتا
 ہماریں ہم آپ کی فرقت میں تنہا ہو نہیں سکتا
 مرے دل سے تیری تمنا ہو نہیں سکتا
 قیامت میں جو کل ہو گا وہ کیا ہو نہیں سکتا
 تمہیں قول و قسم کا پاس ہو گا۔ ہو نہیں سکتا

تمنا میں ہے دل یا تمنا آپ کا دل میں
 وفا کا امتحاں دو گے ہو جاؤ چلو بیٹھو
 حائے وصل سے ہم ہاتھ کینچیں نہیں ممکن
 لگاوت اُس کی نظروں میں بناوٹ لگی ہو نہیں
 تسلی و دوندوں کو تھم کر دے نہیں سکتے
 جوانی ساتھ لیکر آئی ہے شرم و زناکت کو
 اجاڑت ہو ہماری نیکی لہجے میں رخصت
 بگڑ کر منہ بنا کر ذکر لیلے پر وہ کہتے ہیں
 مجھے اُس کی طلب نہا بد تجھے جنت کی خواہش ہو
 و عا میں جس قدر دی ہیں و قیمت نمی کا ہوئی
 عدد و جھوٹا ہے ہم جھوٹے ہیں سچی نظر جھوٹی
 خیال غیر کو دل میں مقید کر کے رکھا ہے
 تمنا میں تری متجائے دلائل تو ممکن ہو
 بھل کر آپ پر مجھے ذرا باہر تو آجائیں
 وفا کے عہد پیمیاں کھیں ہم پہ نہیں سکتو

نہ فرصت ہے نہ راحت ہو نہ بخیر و وہ طبیعت ہو

غزل کیا خاک لکھیں شعر اچھا ہو نہیں سکتا

آپ کے کوچے میں تہنا ہو مشکل اپنا
 آئینہ بن گیا جب صاف ہو دل اپنا

سر گراضعف سے قابو سے چلا دل اپنا
 جلوہ دیکھے کوئی اب حور شامل اپنا

آئینہ دیکھ کے رڑتے ہیں لڑکپن دیکھو
 کبھی کچھ پیار کی باتیں کبھی کچھ ذکر و ن
 ناز و انداز زمانے کے اڑائے کو نے
 کر گئے چال قیامت کی قیامت میں ہم
 اب نہ وہ جوش تناس ہے نہ وہ شوق دل
 اک جہلکٹاخ جگہ کی جو دکھا دیں کبھی ہم
 ہاتھ لا خوب کسی نفس کشی کی ز ا ہ
 سرگیں چشم میں ظالم غضب آلودہ نگاہ
 دم نکلتے ہی ہوئے حسرت و اراں حسرت
 جب پڑی روز ازل جو رجوع جفا کی بنیاد
 سچ کہا ہے نہیں ہوتا کوئی بگڑا کلی شکر پ
 ہمتو خود چاہتے ہیں یہ کہ نچا ہیں تمہ کو
 کچھ خوشامد بھی ہے کچھ ظلم کا اندیشہ بھی
 کر گئی ناتھ میں بیتاب بنے مجنوں تا شیر
 خوب ہی ان کو لیا بزم میں اٹے ہاتھوں
 ترچھی ترچھی وہ نگاہیں وہ ادائیں بانگی
 فرد ہے ایک ہے بے مثل ہر کتا ہر د شوع
 آپ کے سر کی قسم ہم ہیں فاکے بندے
 ہم کو دشمن کی بھی ایذا سے ہے ایذا بخود

اپنے ہی عکس کو سمجھے ہیں مقابل اپنا
 اپنا معشوق ہر وقت میں ترمیلا اپنا
 اک نہ اک ان میں نکل آتا قاتل اپنا
 کر لیا غیر کو فریاد میں شامل اپنا
 تو نے اے عمد شکن توڑ دیا دل اپنا
 اس طرف منہ نہ کرے پھر مہ کال اپنا
 مجھ کو سودا نہیں خجاؤں جو قاتل اپنا
 کر لیا فتنہ کو اس فتنہ نے شامل اپنا
 قافلہ لئے لگا پہلی ہی منزل اپنا
 ظلم و بیداد کے سہنے کو نبول اپنا
 سانس بھی جبر میں آتا ہے مشکل اپنا
 ماننا ہی نہیں سنتا ہی نہیں دل اپنا
 کبھی اس شوخ کا بنتا کبھی دل اپنا
 دل سنبھالے ہے ابیلی محل اپنا
 ہو گیا آج تو میں آپ بھی قاتل اپنا
 دیکھتے ہیں نہیں بس لوٹ گیا دل اپنا
 جسکا ہر ناز ہر انداز ہے قاتل اپنا
 آپ فرمائیں تو اکھوں سے دل اپنا
 صاحب درد ہے بید و نہیں دل اپنا

اور غیروں کی تمنا کو نہیں جانتے کیا
میرے تکلیف کو ایذا کو نہیں جانتے کیا
ٹٹنے والے کی ترنا کو نہیں جانتے کیا
ورنہ ہم آپ کی کیا کو نہیں جانتے کیا
تیرے اس جھوٹے مسیحا کو نہیں جانتے کیا
دل میں میں دل کی تمنا کو نہیں جانتے کیا
آپ کے نقش کف پا کو نہیں جانتے کیا
یہ تمہارے قد زیبا کو نہیں جانتے کیا
اپنے حسن رخ زیبا کو نہیں جانتے کیا
ہم سرے وعدہ فردا کو نہیں جانتے کیا
اس اشائے کو اس ایما کو نہیں جانتے کیا

تم ہمارے دل شید کو نہیں جانتے کیا
آپ طول شب بیدار کو نہیں جانتے کیا
ایسے بھوئے نہیں ایسے بھی نادان نہیں
ہم کو آمد از تجاہل میں فرما آتا ہے
کہیں ہوتا بھی ہے جان بخش لب عمد شکن
حرف مطلب سے وہ آگاہ نہیں چھوٹ ہے یہ
بوسہ دیتے ہوئے کیوں جان نہ نکلے اپنی
سرو اس طرح سے گلشن میں اکترے کیوں ہیں
پہلے دل تمام لو پر آئینہ تم ہاتھ میں لو
کل کا وعدہ تو قیامت کا پتا دیتا ہے
آنکھ سے آنکھ ملا کر بھی تغافل کیا خوب

کر نہ دیں اُس کو مکدر کہیں آئیں بچو و
آپ اُس آئینہ سیم کو نہیں جانتے کیا

کیا مزاج یار بھی میرا مقدر ہو گیا
اے نگاہ یار اب دلیں ترا گھر ہو گیا
قیمتی شیشہ ہمارا بال پر کر ہو گیا
ہر اشارہ غیر کی محفل میں خجسہ ہو گیا
خود بخود اک جوش پیدا دل کو اند ہو گیا
دل بھی پتھر ہو گیا سینہ بھی پتھر ہو گیا

غیر سے ملکر بگڑ جانے کا خوگر ہو گیا
جو نہ ہوتا عمر بہر دشمن سے پھر کر ہو گیا
ٹوٹنے سے اور پیدا دل میں جو ہر ہو گیا
دوست دشمن بن گیا دل بے ہمت ہو گیا
کیا اسی کا نام الفت ہو کہ جب دیکھا اُسے
کیا غضب ڈھائے ہیں اُسے ہی جوانی نے تری

دوستی کا آپ کو ہر تاؤ کیا آتا نہیں
 روچکے بس غیر کو اپنی طرف بھی دیکھئے
 اس گراں بار محبت کو سبکہ وشی کہاں
 ہے سوال وصل کچھ آگیا ہوا مضمون نہیں
 ناپ لیجئے اپنے گیسو کی ورازی قد آپ
 عمر بہر کے واسطے کچھ صبر کا ٹھیکہ نہیں
 لوگ کرتے ہیں بسر فرقت میں کیونکر زندگی
 اے نگاہ حسرت آگیں تو نے کیا جا دو کیا
 ایسے ہی تو صاف دل ہو کیوں بناتے ہو مجھے
 وضع کا پابند ہو اُس کی بلا کو کیا غرض
 آپ کی الفت کہاں دشمن کا اتنا دل کہاں
 آنکھ کہتی ہے کہ اب برباد کرتے ہیں مجھے

یہ ہمارے ساتھ بھی ہو لے سو اکثر ہو گیا
 دشمنوں کا حال کیا غم سے بچ کر ہو گیا
 اُس نے مارا غیر کو احسان مجھ پر ہو گیا
 سوچتے ہی سوچتے تم کو پہر بہر ہو گیا
 اتنی یہ فتنہ قیامت کے برابر ہو گیا
 مجھ سے تو یہ بھی غنیمت ہے جو دم بہر ہو گیا
 ایک دن بھی کاٹنا ہم کو تو دو بہر ہو گیا
 تمام کر باتوں سو دل وہ شوق مضطرب ہو گیا
 غیر نے جو کم دیا وہ تم کو باور ہو گیا
 دو گٹری کے بعد ہر انداز دو بہر ہو گیا
 یہ تو مجھ سے ہی قصور اے بندہ پر ہو گیا
 منہ سے یہ ارشاد ہو دل میں تیرا گھر ہو گیا

کر لیا رندوں نے اُس کو بھی مسلمان کر لیا

آج بچو و بھی شریک دور ساغر ہو گیا

آنکھوں میں آنکھیں فل کے بوجے غضب کیا
 احسان جو کبھی نہ کیا تھا وہ اب کیا
 جو کچھ پڑھا دیا تھا ادا اُس نے سب کیا
 ہو لے جو اُن سے شکوہ رنج و تعب کیا
 بہنے خدا کی واسطے اقرار کیا

جب یہ کہا کہ ہم نے تمہارا ادب کیا
 وعدہ پر آپ آگئے یہ کیا غضب کیا
 قاصد کا کیا قصور جو چپ سا دل کوئی
 چٹو کے جوان کو راز محبت جتا دیا
 دل ہم کو دیجئے یہ تمہارا سوال تھا

<p>طاقت ہی کیا مری وہ عبادت کیا محی قیمت کو ہم تو روتے ہیں روئینگے عمر بہر اسے مل اگر وہ شوخ قیامت میں بھی ملے واعظ نے پہلے نہ ہر یہ اگلا نہ تھا کبھی دل کلپتا ہے یا رستہ کی ہے جب نگاہ درباں کی یہ مجال کہ یوں دک لے ہیں اعجاز لب میں آپ کے جادو شریک ہو تیری عطا کا تیری عنایت کا کیا شمار</p>	<p>میں جانتا ہوں قحنے کرم بے سبب کیا دشمن کا شکوہ کس نے کیا تم سے کیا کیا یہ جانتا کہ وعدہ وفا اس نے اب کیا کیا زہر مار سا غریبت العنب کیا میں جانتا ہوں وار کوئی اس نے اب کیا نہ ہنسنے تمہارا پاس تمہارا ادب کیا دشمن کو زندہ کر کے مجھے جان کیا تو نے وہی دیا ہے جو ہم نے طلب کیا</p>
---	--

بیخود کہیں خلل تو نہیں ہے دماغ میں
 آپ اور پہلے عذر جفا اس نے جب کیا

<p>کیوں پریشان اس قدر دل ہو گیا حُسن میں جب نازِ شال ہو گیا تھا بہت نادرا عرف سوال میرے سینے سے نکلتی ہی نہیں سامنے سے اب میں ہٹا کبھی کہتے ہیں عاشق نہیں گر کچھ کہے قید ہے زنداں میں ضبطِ عشق کی تھی نگاہِ حسرت آلودہ غضب عشق سے پہلے نہ تھا میں بے خبر</p>	<p>سوچتا ہوں کس پہ مائل ہو گیا ایک پیدا اور قاتل ہو گیا وعدہ کرنا ان کو مشکل ہو گیا ناوک سفاک بھی دل ہو گیا آئینہ بھی اُس پہ مائل ہو گیا بات کا کرنا بھی مشکل ہو گیا نالہ پابند سلاسل ہو گیا میں ترے بسل سے بسل ہو گیا آنکھ لگ جانے سے غافل ہو گیا</p>
--	--

اُن سے نازک پر نہ رحم آیا اسے سخت کیسا وصل میں دل ہو گیا

چاہنے والوں میں بسکے دھوم ہے
ہم میں بخیر و بد بھی شامل ہو گیا

ہر وقت فراج اُن کا ہم نے تو نیا دیکھا
شرمانے میں ظلم کے شوخی کا مراد دیکھا
فریاد جو کی میں نے دل نہام کے ہونٹھے
پہلے تو میرے آگے بے پردہ چلے آنا
جب صاف کیا دل کو عکس اُس کا نظر آیا
الفت اسے کہتے ہیں یہ جذبِ محبت ہے
اس پر بھی نہ رحم آیا اُس کو بھی غلط جانا
کیوں پہر تو نہ پوچھو گے کچھ حال جدائی کا
مطلب ہی نہیں کہتا ہر لفظ بے معنی
سب اُسکے ہوئے ساتھی اپنا نہ ہوا کوئی
دنیا سے الگ پایا عالم سے جدا دیکھا
خالی نہ شرارت سے انداز حیا دیکھا
عاشق کے تانے کا کچھ تم نے فراد دیکھا
منہ پھیر کے پھر کہنا کچھ کہئے تو کیا دیکھا
اس آئینہ کو ہم نے تصویر بنا دیکھا
بے آئے مے گھر میں تورہ نہ سکا دیکھا
حالت بھی دکھا دیگی قصہ بھی سنا دیکھا
افسانہ غم سنکر رونا ہی پڑا۔ دیکھا
خط آپ کا کیا دیکھا قسمت کا لکھا دیکھا
دُنیا میں بھی آدیکھا محشر میں بھی جا دیکھا

کیوں خیر تو ہے بخیر و کس فکر میں بیٹھا ہے
ایسا نہ کبھی تجھ کو اے مرد خدا دیکھا

ہر ایک حسین دیکھا ہر ماہِ الفت دیکھا
کیوں حضرت دل اُس پر مرنے کا فراد دیکھا
کچھ اُن کی تسلی سے تسکین نہ ہوئی دل کی
ناکامیئے عاشق نے مقتل میں کھلایا گل
اندازِ مگر سب سے کچھ تیرا جدا دیکھا
آغازِ ستم دیکھا انجام و فاد دیکھا
مدد اور سوا پایا غم اور سوا دیکھا
چاہا تھا جو کچھ تم نے وہ بھی نہ ہو دیکھا

میں نزع میں ہوں کل سے لی ٹو خبر تھی
تجھ پر نہ کریں نامے تاثیر تو حیرت ہے
پہر اپنی طبیعت کا زاہد ہے خدا حافظ
جب آنکھ پڑی اپنی اک بات نئی پانی

آئے بھی تو کیا آئے دیکھا بھی تو کیا دیکھا
بیٹھوں کو اٹھا دیکھا سوتوں کو جگا دیکھا
کعبہ میں کسی بت کو گر جسا رہ نہا دیکھا
ان دیکھنے والوں نے تجھ کو ابھی کیا دیکھا

پتیا ہے خدا جانے دن رات میں یہ کتنی
پہچانہ کے در پہ ہی سجھو کو پڑا دیکھا

کون سا ظلم اس کا اے شور فغاں باقی رہا
اب زمانے میں نہ کوئی خستہ جاں باقی رہا
ہم نے کیوں پوچھا ستم باقی رہا کچھ اور بھی
صاف میدان کر کے قاتل پہر بھی برہم مزاج
خوب گلشن کو کیا آراستہ صیاد نے
جان لیکر بھی وہ کہتے ہیں غضب تو دیکھئے
ہم تو پہنچنے کے نہیں اب تم کمی کرتے ہو کیوں
آج یہ مکہ مرے قاتل نے کینچی تیغ تیز
دل میں جو کچھ تھا ہمارے آپے سب کھیرا
اک ہماری سخت جانی نے کئے کیا کیا ستم
لوگ کہتے ہیں یہاں پہلے کسی کی قبر تھی

تو ہی جانے گا اگر اب آسماں باقی رہا
ہو چکا یا اور بھی کچھ امتحاں باقی رہا
اُن کو کتنا ہی پٹا مجبور ہاں باقی رہا
اس صفائی پر بھی بخش کا گساں باقی رہا
دیکھنے کو بھی نہ کوئی آشیان باقی رہا
بیوفانی کا ابھی تجھ پر گساں باقی رہا
ہو چکے وہ بھی کہیں جو امتحاں باقی رہا
تجھے سمجھوں گا جو کوئی سخت جاں باقی رہا
اب فقط کہنے ہی کو راز نہاں باقی رہا
وہ تہکے شمشیر توٹی امتحاں باقی رہا
مٹ مٹا کر بھی مرا تانا شاں باقی رہا

اب کسوتا کہیں کسے جھانکیں جوانی ڈل گئی
وہ دل پہاڑ زو سجھو و کہاں باقی رہا

۵	بھاری آنکھوں میں پہرنے سے تم جوت تک جا	۵	قدم قدم پہ ٹھہرنا مقام کر لینا
۶	بگاڑ میں بھی تو انداز ہے لگاؤ کا	۶	یہ دل بھی گھر ہے تمہارا قیام کر لینا
۷	گئے وہ صبح شب وصل مجھ سے یہ کسک	۷	نظر چڑا کے وہ اُن سلام کر لینا
۸	ہیں نے تم کو سکھایا میں سے سیکھے ہو	۸	مرے خیال میں رورو کے شام کر لینا
۹	دل رمیدہ ہوا وہ بھوکے یہ چرخ ہوا	۹	یہ بات بات میں کچھ اپنا کام کر لینا
۱۰	شراب پینے میں عذرنما کیا زاہد	۱۰	سنی نہیں ہے کچھ ایوں کارام کر لینا
۱۱	ہمارا خط انہیں دینا پیام بر پیچھے	۱۱	پڑا ہے وقت بہت یہ بھی کام کر لینا
۱۲	ملا کے خاک میں مجھ کو فلک ہو ابد نام	۱۲	اداز بان سے پہلے پیام کر لینا
۱۳	و یا جواب یہ اُس بُت نے آرزو کا مجھے	۱۳	نشاں ملا کے مرا تم بھی نام کر لینا
۱۴	سنبھال لینگے دل مضطرب کو ہم اپنے	۱۴	خدا سے طور پہ جا کر کلام کر لینا
			نگاہ شوخ کی تم روک تھام کر لینا

رہے نہ حضرت بخیر و کبھی بغیر پئے
گرہ میں دام نہ نکلیں تو وام کر لینا

کیوں سنیں حال اہل مطلب کا	جانتے ہیں وہ مدعاسب کا
دوست دشمن پہ کچھ نہیں موقوف	اک زمانہ ہے اپنے مطلب کا
بزم عشاق میں تعن فل کیسا	اک نظر میں ہے فیصلہ سب کا
شکوہ جو پرکھ اُس نے	ذکر کرتے ہیں آپ یہ کب کا
دل کے ٹینے میں ہم کو غد نہیں	آدمی مل گیا اگر ڈھب کا
کیوں کسی پر کسی کو رشک آئے	ایک سا حال ہوا اگر سب کا

<p>وعدہ اُن سے ہوا ہے پھر شب کا چٹکلا تھا یہ اک ترے لب کا حال کیا پوچھتے ہو تم اب کا کشتہ ناز ہوں تر ارجب کا نام ستار ہے مرے رب کا کیجئے آج فیصلہ سب کا ذکر کیا عاشقوں کے ہند کا</p>	<p>آج بنتی ہے دم پہ کیا بکھیں سحر بابل جو ہو گیا مشہور جو گذر جائے دم غنیمت ہو آئینہ دیکھنا نہ آتا تھا عیب پوشی اُسی کو زیبا ہے کل قیامت بھی آنے والی ہے اپنے معشوق کو خدا سمجھے</p>
--	--

بے جو بخود کو دعوئے اسلام
کیا یقین آئے رند مشرب کا

<p>دل جس سے ملائیں کوئی ایسا نہیں ملتا سب ملتے ہیں اک چاہنے والا نہیں ملتا اغیار سے دل جیسے ہمارا نہیں ملتا ہم کو تو ان اچھوں میں بھی اچھا نہیں ملتا غموار تو کیسا کوئی اتنا نہیں ملتا بے خرچ کئے دام یہ سودا نہیں ملتا ہم سے تو وہ خلوت میں بھی تنہا نہیں ملتا دنیا میں ہیں جوڑ ہمارا نہیں ملتا ڈھونڈے سے بھی اب داغ تنہا نہیں ملتا انداز کسی میں بھی تمہارا نہیں ملتا</p>	<p>معشوق ہیں بات کا پورا نہیں ملتا دنیا میں اگر ڈھونڈئے تو کیا نہیں ملتا عشاق سے یوں آنکھ تمہاری نہیں ملتی رہتی ہے کسر ایک نہ اک بات کی سببیں کچھ حال سنئے کچھ ہیں تدبیر بتائے کیا مفت میں تم دل کے خریدار بنے ہو جب دیکھیے ہمراہ ہے دشمن کا تصور دل کوئی ملاتا نہیں ٹوٹے ہوئے دل سے بر باد کیا یاس نے یوں خانہ دل کو جو بات ہو دنیا سے زالی ہے نئی ہے</p>
---	--

آنکھیں کہے دیتی ہیں کہ دل صاف نہیں ہے
کہتے ہیں جلانے کو ہم اغیار کے منہ پر
ظاہر میں ملاقات ہے باطن میں جدائی
افسوس تو یہ ہے کہ تمہیں قدر نہیں ہے
کہنا وہ شرارت سے ترا دل کو خرا کر
لتا ہے وہ اس رنگ سے گویا نہیں ملتا
ایسوں سے تو وہ رشک سے بچا نہیں ملتا
تم ملے ہو دل ہم سے ہمارا نہیں ملتا
عاشق تو زمانے میں بھی دھونڈا نہیں ملتا
کیا دھونڈتے ہو ہم سے کمو کیا نہیں ملتا

بچو دیکھ لطف پہ کڑا لیے دل کو

جو ملتا ہے سرکار سے توڑا نہیں ملتا

یہی نقشہ رہا کچھ دن اگر چشم ستار کا
یہ گردش ہے نصیب کی یہ چکر ہے مقدر کا
بہو پانی ہوا کیا کیا دل بیتاب و مضطر کا
بہت حسرت نصیب کا گلا کاٹا ہو قاتل نے
نہ جھپکی ہے پلاک اپنی قیامت تک جھپکے گی
کبھی مجھے بھی خلوت میں ہوا کرتی تھی چشم
شب وعدہ مرے پہلو میں کج بیقراری ہے
جفا سے ہے کبھی عبرت وفا پر ہی کبھی حیرت
تمہاری چال سے کچھ آج بڑے رشک آتی ہے
بھل سکتی نہیں آواز بھی اب داد خواہوں کی
کماں قاصد کہ ہر پیغامبر نامہ رساں کیسا
ساتا ہی نہیں جلوہ کوئی اپنی نگاہوں میں
نگاہ شرم بھی دینے لگے گی کام خنجر کا
کسی کو یا کیوں بنے لگا رستہ مر و گھر کا
مگر ارمان ابتک بھی نہ نکلا دیدہ تر کا
مجھے بھی دیکھنا ہے آج جو ہر اس کے خنجر کا
ترازا تو بھی بچا ہے اگر تکیہ مرے سر کا
کبھی مجھ پر بھی لطف خاص تھا کہ بند پیر کا
پڑا تم پر بھی پر چھاناں ل بیتاب و مضطر کا
دکھا کر حال لہنے بنایا اُن کو پتھر کا
عدو سے پوچھ کر آئے ہو کیا رستہ مر و گھر کا
کسی کی بیقراری نے مٹا یا رنگ محشر کا
کہو تو بھی ملا تقدیر سے ہم کو تو بے پر کا
تاشا جب دیکھا ہے کسی کے روزگار کا

کسی چمے سے اچھے کا کسی بہتر سے بہتر کا
چلے ہمراہ دور جام کے گز کر کوثر کا
سا جانا نکا ہوں میں کسی کے رونے نور کا
یہ دشمن اور پیدا کر لیا ہم نے برابر کا
قدم پیچھے کو کچھ پڑنے لگا کر میرے روبرو کا
بیتے ہی بیتے رنگٹ لے گا مقرر کا
بٹھا کر مجھ کو پہلو میں وہ دشمن کی طرف سر کا

مجسٹریٹ کو میری چوٹ پر دلائل تھا
ابھی تقریر واعظ کا اثر ہوتا ہی رندوں پر
مرا دیتے لگا ہی بھر میں بھی وصل کا مجھ کو
ادھر دل ہے ادھر بیکان تیریا سینہ میں
دکھایا چاہتی ہے اب مرا راہ طلب مجھ کو
کیا ہے اُسے وعدہ تو وفا بھی ہو ہی جائیگا
یہ شوخی تھی شرارت تھی کہ اُس کو وہم تھا کیا تھا



مجھے انجام الفت پر نظر ہو بھی کیوں نہ ہو
نہیں معلوم بخیر آدمی کو حال دم بہر کا

دل میں کہوں جو اے آپکا ارمان ہو کیا
واقف راز ہو چچو کو کوئی انجان ہو کیا
جو زمانہ سے نرالا ہو وہ سامان ہو کیا
ور کی جسکو نہ لذت ہو وہ انس ہو کیا
کیسی ترکیب ہے انداز ہو کیا شان ہو کیا
منہ سے بیاختہ نکلا کہ تری شان ہو کیا
وہ خدائی کرے اللہ تری شان ہو کیا
میرے سر پہ بھی کوئی آپکا احسان ہو کیا
غیر سے بات نہ کی تم نے یہ بہتان ہو کیا
میں تو واقف بھی نہیں اس کے ارمان ہو کیا

دو جگہ تیر کو سینہ میں مری جان ہو کیا
آپ کے دم میں آجائے وہ نادان ہو کیا
مجھ کو جنت کا نمونہ تو دکھا دیں واعظ
خون بہتا نہ ہو جس آنکھ سے وہ آنکھ نہیں
جس نے دیکھا ہو اُسے وہ بتائے مجھ کو
ہم نے اک بت کا جو انداز نہ لادیکھا
بہنگی کا بھی سلیقہ نہ ہو جس کا فسر کو
غیر دبتا ہے بے میری بلا دبتی ہے
اک ذرا میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو
آپ کے وصل کا ارمان کسی کو ہو گا

جان کی طرح سے یہ بھی کوئی جہان ہو کیا
خوشنودیکھیے دامن میں گریبان ہو کیا
شمع کو دیکھنے پر مولنے پہ قربان ہو کیا

ساتھ دل کا نہ چھنے کا غم الفت سے کبھی
دست و حشمت کو بھی آتی ہو عجب قطع و برید
آپ پروانہ کے جلنے پہ نظر کرتے ہیں

ان کی محفل میں جو بچو و کو کیا میں نے سلام
کس تعجب سے وہ بولے یہ مسلمان ہو کیا

اس سے پہلے جو دل میں تہا نہ رہا
بیو فاد دل کا بھی پستا نہ رہا
بات میں چہیٹر کا مزا نہ رہا
کوئی پسو جواب کا نہ رہا
وہ کسی کا خیال تہا نہ رہا
اب ٹھکانا ہی دوسرا نہ رہا
کام کچھ اس نگاہ کا نہ رہا
اب قضا کا بھی آسرا نہ رہا
وصل کے بعد وہ مزا نہ رہا
کیا کوئی اور مدعا نہ رہا
ڈھنگ ہی وہ نگاہ کا نہ رہا
آپ بخیر میں وہ مزا نہ رہا
حسن پردہ میں بھی چھپا نہ رہا
چار دن بھی وہ اٹکا نہ رہا

اب مجھے عشق آپ کا نہ رہا
میرے پہلو میں تو ہی کیا نہ رہا
ذکرِ شمع پہ کھوئے جاتے ہو
دلِ بیتاب نے کیا خیال
داغ بنکر جو دل میں رہتا تھا
جی قفس میں لگے لگے نہ لگے
دید کو چاہیے ہے دل کی آنکھ
کہتے ہیں مجھ سے پوچھ کر مرنا
دل میں تھی اک خلشِ تمنا کی
کیوں تمنا ہوئی اہل کی مجھے
خوب بدلے ہو بزمِ شمع میں
کہیں شمع کا سر نہ کاٹا ہو
اس کی شہرت ہوئی زمانے میں
جوش دیکھا شباب کا بچو و

<p>منتظر میں دل کے آنے کا رہا</p>	<p>آپ سے ملنے میں جو کچھ تھا رہا</p>
<p>حال میرا جسے بھی اخفا رہا</p>	<p>دل میں چھپکر وہ ستم آرا رہا</p>
<p>نام پر مرنے کے میں مرتا رہا</p>	<p>زندگی بہر عشق کا چسکا رہا</p>
<p>وصل کی شب موت کا لشکار رہا</p>	<p>ہجر میں مانگی تھی مرنے کی دعا</p>
<p>منہ میں جو کچھ آگیا بکتا رہا</p>	<p>رات بہرنا صبح نے کہا سے میری دل</p>
<p>ہر طرف تیرت زدہ تکتا رہا</p>	<p>نزع میں بھی تھا اسی کا انتظار</p>
<p>ویدہ و دل میں ترے کیا کیا رہا</p>	<p>کینہ و بغض و حسد شرم و حیا</p>
<p>بے محسوس وہ میں غیر سے کٹتا رہا</p>	<p>عشق کی نا اتفاقی دیکھنا</p>
<p>خون ہو کر بہ گیا اچھا رہا</p>	<p>سختیاں دل نے نہ دیکھیں جگر کی ۴</p>
<p>ہاتھ قاتل کا ذرا اچھا رہا</p>	<p>کی نہ تھی شوق شہادت نے کی</p>
<p>اُن کے پردے میں مرا پردار رہا</p>	<p>سامنے ہوتے تو کھلتا راز عشق</p>
<p>اب فقط آنکھوں ہی کا پردار رہا</p>	<p>بے حجابانہ وہ دل میں آگئے</p>
<p>مجھ سے پیچھے دو قدم سایا رہا</p>	<p>ساتھ میرا کون دیتا راہ میں</p>
<p>فیصلہ پہر کیا ہوا پہر کیا رہا</p>	<p>کچھ سناتے جو کچھ میں نے کہا ۵</p>
<p>کہہ چکے یا اور کچھ کہنا رہا</p>	<p>ہو چکی تعریف و دشمن یا نہیں</p>
<p>کن اداؤں سے ادا ہوتا رہا ۶</p>	<p>شکریہ میری وفا کا وصل میں</p>
<p>موت بخیر و کی فائدہ ہو گئی</p>	<p>شہر میں برسوں ہی چسپا رہا</p>
<p>اب کسی سے کیا غرض مطلب ہمارا ہو گیا</p>	<p>وعدہ جو برسوں کا تھا وہ آج ایفا ہو گیا</p>

دل جگر سب مٹ گئے اُن کی کشت کیا مٹی
 دل میں آجاؤ کہ ہے یہ گھر تو پر ہے کامکا
 یوسہ دیکر وصل میں کس ناز سے کہتے ہیں وہ
 تھا بہرہ رسہ مجھ کو دل کا دو گھڑی کی بات ہے
 دوست کے دھوکے میں اُس نے دیدیا کھنکھٹ
 پہلے تو مجھ کو اشا سے بلایا پھر کہ
 وہ عیادت کر کے لٹے تھے کہ نکلا دم مرا
 کر دیا شوق شہادت نے کچھ ایسا لوٹ پوٹ
 اس طرح غش کما کے کل میں نکی چو کھٹ پگڑا
 آٹھ گیارہ دنیا سے تم سننے ہی مرنا تھا مجھے
 تنہ نے دیکھی ہو کسی میں تو بتا دو تم مجھے
 مجھ کو دشمن سے لڑا دینا مجھے اک کیل تھا
 پیہر کر خنجر مری گردن پہ یہ ارشاد ہے
 آج مجھ کو لگئی میری وفاداری کی داد
 وصل میں مجبور ہیں وہ کیا کریں ہم کیا کریں
 عشق نے بھی اُس کے کیا کیا رنگٹے لے لیے
 رشک بھی کیا چیز ہے وہ بدگمان بنے گئے

اس صفائی میں بہرے گھر کا صفایا ہو گیا
 بننے آنکھیں بند کر لیں آؤ پردا ہو گیا
 اب خوشاد کس لئے جو مننے چاہا ہو گیا
 دیکھ کر اُس کو یہ ظالم بھی اسی کا ہو گیا
 نامہ برا ایسا مرا آنکھوں کا اندھا ہو گیا
 خوش نہ ہونا اپنے جی میں مجھ کو دہکا ہو گیا
 وقت پر آئی اہل بیمار اچھا ہو گیا
 میرے مرجا بیکا قاتل کو اچنبھا ہو گیا
 وہ بھی گہرا کر محل آئے کہ یہ کیا ہو گیا
 مفت میں بدنام اعجاز سیجا ہو گیا
 اس زمانے میں وفا کا نام غنقا ہو گیا
 دو گھڑی کے واسطے یہ بھی تماشا ہو گیا
 اب تو حسرت مٹ گئی ارمان پورا ہو گیا
 ان بتوں کے عہد میں انصاف میرا ہو گیا
 ایک ارماں دل سے نکلا اور پیدا ہو گیا
 اشک آنکھوں میں بنا دل میں تمنا ہو گیا
 اب انہیں بھی کچھ مری جانب کٹکا ہو گیا

یادگار خلق ہے بچو و ہماری سرگذشت
 جلد دن کی زندگانی میں بھی کیا کیا ہو گیا

<p>جو کچھ ہوا وہ عشق کی امداد سے ہوا پورا ادا نہ بخشہ فواد سے ہوا تم دیکھنا کہ کیا مری فریاد سے ہوا نامرہاں وہ شکوہ بیداد سے ہوا ایسا قصور کیا دل ناشاد سے ہوا کہتے ہیں حشر تیری فیما سے ہوا مجھ پر یہ ظلم آپ کے ارشاد سے ہوا جو لطف سے ہوا نہ وہ بیداد سے ہوا یہ قیس سے ہوا ہے نہ فریاد سے ہوا جو کچھ ہوا وہ میری ہی فریاد سے ہوا کس کس کو فیض حسنِ خدا داد سے ہوا اک درسا جگر میں تیری یاد سے ہوا</p>	<p>تمیشے سے کوئی کام نہ فریاد سے ہوا ایجاد جو ستم ستم ایجاب سے ہوا آنے تو دو آئے کہیں آئے تو روزِ حشر نکلی ہے تیغِ شوق شہادت کو دلوید میری طرف جو زلف سے پہینکا کال کہ اپنے خرامِ ناز کی آن کو خبر نہیں بے حکم یوں کسی کو ستا تا نہیں فلک اب اُن کی بات بات پہ جاتی ہو میری اس ظلم پر نباہ ہمارا ہی کام تھا بیچین کر کے غیر کو تم کیوں غفل ہوئے کافر بھی اس کی شان پر ایمان لائے ہیں جب آگیا خیال مجھے روزِ وصل کا</p>
--	---

بچو کی طرح کون تمہیں جان دے سکا
 یہ کام عشق میں اُسی ناشاد سے ہوا

<p>ہم نہ کہتے تھے کہ اس چور نے گھر دیکھ لیا داغِ دل دیکھ لیا داغِ جگر دیکھ لیا قہر کی آنکھ سے یہ کس نے ادھر دیکھ لیا کر چکے قتل مجھے جائے گھر دیکھ لیا ابھی اپنی بھی نہیں تم کو خبر دیکھ لیا</p>	<p>دل چرا لے گئی دزدیدہ نظر دیکھ لیا بندہ پرور غمِ فرقت کا اثر دیکھ لیا دم بے باقی نہ تغافل کا گلاب باقی قدیمی کم عمر بھی کم شوق ستم اور بھی کم غیر کی بزم میں میری تو خبر کیا لوگے</p>
--	---

یہ تو کمد و مرے نالوں کا اثر دیکھ لیا
میں نے بے پردہ انہیں غیر کے گہر دیکھ لیا
جب کہا کچھ تو کنکلیوں سے ادھر دیکھ لیا
صف کی صف لوٹ گئی سنے جد ہر دیکھ لیا
غیر کے قتل سے لے اور مکر دیکھ لیا
نہ ہوا ساجے مکظرف خبر دیکھ لیا
جھمک گئی بار نزاکت سے مکر دیکھ لیا

اپنی باتیں تو یہ گہرائی ہوئی سہنے دو
وہ فقط میرے دکھانے کے لئے چھپتا تھا
شکوہ کے ساتھ لگا وٹ بھی چلی جاتی ہو
داوخوا ہوں پنی حشر میں آفت آئی
وہ نظر آگئے دامن پہ لو کے دجے
ہانگے حضرت دل بات بھی کموئی اپنی
قتل عشاق پہ لو اور اٹھا و خنجر

نہ چھٹا تم سے یہ میخانہ کا رستہ بخود
منہ چھپائے ہوئے جاتے ہو کدھر دیکھ لیا

حشر کے دن آپ جیسا کیوں خدا ہونے لگا
حال دل کیا کیا نکا ہوں میں اہو نے لگا
اُس نے شر مار کر کسا سنبھلویہ کیا ہونے لگا
پھر کسی بد عہد سے عہد وفا ہونے لگا
تہر باں جب سے ہوا مجھ پر خفا ہونے لگا
لو مبارک ہو تمہارا ہی کہا ہونے لگا
حشر سے پہلے ہمارا فیصلہ ہونے لگا
مہکودیکھا جس نے وہ اُس پیدا ہونے لگا
چپکے چپکے منہ ہی منہ میں پھر کلا ہونے لگا
لب تک اگر حرف مطلب بھی کلا ہونے لگا

حسب نفاغیر کے کیوں فیصلہ ہونے لگا
اک تمبر سے جو اپنا سامنا ہونے لگا
وصل کی شب اچو وہ بند قبا ہونے لگا
پھر دکھائی گئی مزے مہکویہ نادانی مری
بات بھی کرتا نہ تھا جب تک خفا چھوئے ہا
اور بھی اک با وفا پر جان اب جانے لگی
کینچر خنجر وہ کتے ہیں تمہیں عوی ہے کیا
جلوہ گر ہے عشق کے پرے میں حسن و لہریب
دہ قسم کے بعد بھی شکوہ سے باز آتے ہیں
یاد آیا وصل کی شب کیا کوئی ان کا ستم

کس لئے روز جزا روز جزا ہونے لگا
اب رقیبوں کا بھی نالہ ناریا ہونے لگا
جب کوئی نظروں ہی نظروں خفا ہونے لگا
رفتہ رفتہ سامنے وہ ملتا ہونے لگا
خود ادھر سے اب تقاضا خفا ہونے لگا
بے سبب بیوجہ کوئی کیوں خفا ہونے لگا

کیا بگائنا ہے کسی نے اس دل بیتاب کا
بہر گیا باپ قبل ایسا مری فریاد سے
وصل کا ارمان کیا وصل کی کیسی خوشی
تہا فقط میرے کھانے کے لئے شرم و نٹی
عاشقوں پر ظلم کرنا بھی تو کچھ آساں نہیں
کچھ نہ کچھ تو دل کی بھی میری خطا ہوگی ضرور

تہا دکن کے ہر گلی کوچہ میں اک ماتم بپا
دل غم کے قدموں سے جب بیخود جلا ہونے لگا

ابھی ابھی ترے دل میں خیال کس کا تھا
یہ ذکر لب پہ ترے ہمہ جال کس کا تھا
فلک پہ جلوہ فگن یہ جہاں کس کا تھا
خط ہی جانے کہ دل میں خیال کس کا تھا
یہ دل فریب الہی جہاں کس کا تھا
جواب کس کو ملا ہے سوال کس کا تھا
بتا تو دو سب مجھے تم یہ خیال کس کا تھا
فریب کس نے دیا تھا یہ جہاں کس کا تھا
قدم قدم پہ یہ دل پامال کس کا تھا
یہ ذلے فیلے میں نور جہاں کس کا تھا
عجیب حال یہ روزِ وصال کس کا تھا

عیاں نگاہ سے رنج و ملال کس کا تھا
یہ نام بیخود و آشفہ حال کس کا تھا
شبِ فراق میں چمکی ہے رات نہرِ جلی
وہ یک بیک مری آواز سنکے چونک پرکا
تمام عمر رہا آئینہ کو سکتا سا
نظر کہیں ہے مخی طبع کسی سے ہن ملیں
سمجھ لیا تھا نہیں دل میں بیوفا کس نے
عدو کے دھوکے میں آکر وہ مجھے چھوڑا
یہ چال حشر کی کس نے تھیں سکھائی تھی
چمک چمک کے دکھاتا رہا مجھے جلوے
وہ ہونٹ خشک دُرخ پر عرق وہ دلِ بچا تم

<p>وہ بولے زلف میں لجا ہوا جود کھانل یہ کیا کمانے بچانے نہیں ہم تو</p>	<p>ہم اے سر جو پڑایہ وبال کس کا تھا وہ اب سے دور برا سب میں حال کس کا تھا</p>
<p>ملا کے خاک میں سرمایہ دل بچو دو وہ پوچھتے ہیں بتاؤ یہ مال کس کا تھا</p>	
<p>ان کے اگے دل ناشاد تجھے دیکھ لیا اکٹھ کتہ ہے وفادار سمجھتے ہیں تجھے اب تو یہ جی میں سمائی ہے وفاترک کریں یاد آتا ہے وہ منہ پیر کے کہنا ان کا امتحان اس سے بھی بڑھ کر زمانہ کئی نالہ کیا سانس بھی سینہ کارہا سینہ میں دل میں پہرتا ہے مرنا مزار باں پر نہ سی گل میں ہے جلوہ مارنگ ترا بوتیری</p>	<p>میرے دشمن مرے جلا دیتے دیکھ لیا منہ سے ہوتا ہے یہ ارشاد تجھے دیکھ لیا خوب ہم نے ستم ایجاد تجھے دیکھ لیا ہم سے ہے شکوہ بیداد تجھے دیکھ لیا جان دیکر ستم ایجاد تجھے دیکھ لیا حشر میں جب دم فریاد تجھے دیکھ لیا بھول جانا بھی نہیں یاد تجھے دیکھ لیا بلبل کس کرتی ہیں فریاد تجھے دیکھ لیا</p>
<p>ضبط الفت کا اسی منہ پہ کیا تھا دعویٰ بیٹھ بھی بچو و ناشاد تجھے دیکھ لیا</p>	
<p>ڈھنگ بدلا اس ستم ایجاد کا کنج عزت کا مزار جا تارہا بخودی میں بھی نہیں بھولے کہ تو کچھ سکتے نہیں وہ حشر میں کینچے کو آئے ہیں تصویر یار</p>	<p>رنگ کچھ جتنا چلا فریاد کا ہو برا اس عالم ایجاد کا واہ کیا کہنا ہماری یاد کا دل میں دھڑکا ہری یاد کا منہ تو دیکھو مانی و ہزاراد کا</p>

<p>آئے ہوتا مے ہئے ہاتوں کو دل ہے مری زنجیر کی جنکار میں سر سے پاک چہار ہی ہے یکی آپ کا دشمن وہ ایسا کون ہو دعویٰ عشق خدا کرنے لگا وہ لے جاتے ہیں دل کو چین کر کچھ پرو بازو کے کھلنے میں نمی رہ طور کا قصہ ہے سب پیش نظر اسے تمنا ہے شہادت دم تو لے اور بلجائیکا کوئی جاں نثار</p>	<p>تم نے کچھ دیکھا اثر فسیاد کا شور پیدا ہر چہ باد اباد کا دل نہ بہا آئے مرے جلا د کا نام تو بچے کسی ناسا د کا حوصلہ دیکھو تو آدم زاد کا بیکسی یہ وقت ہے ادا د کا رعب بھی کچھ چا گیا صیا د کا ذکر ہے یہ تو ہمارے یاد کا پینا کیوں پڑ گیا جلا د کا مشغلہ جاری ہے بیدا د کا</p>
<p>بات وہ بخو و سی کے دم تک ہی ذکر کیا اس خانماں بر باد کا</p>	
<p>حال دل کا بہت خراب رہا دل کو پہلو میں اضطراب رہا دیکھیے کیا قیامت آتی ہے راز الفت نہ چھپ سکا ہم سے دل میں جب تک رہا وہ پر دہیں وصل میں وہ کچھ ہے جسے دل میں رکھا چھپا کے توبہ کو</p>	<p>قبر میں بھی تو اضطراب رہا زندگی بہر بھی عذاب رہا اور کچھ دن اگر شباب رہا صبر کے ساتھ اضطراب رہا مجھ کو اپنے سے بھی حجاب رہا تہر بانی میں بھی عتاب رہا لب پہ ساتی پلا شراب رہا</p>

میرے ذمے ترا حساب رہا	خوب دل کول کر اڑا زاہد
	ہوئے جسکے ہوئے بخود
	یار اپنا تو یہ حساب رہا
<p>اُس نے دی آواز جھکو کیا چرا کر لیچلا</p> <p>یہ فرشتہ موت کا جھکو پچو کر لیچلا</p> <p>اچکے کوچے سے کیا کیا بندہ پرو لیچلا</p> <p>کہیں پکر دل کو کوئی سینے سے باہر لیچلا</p> <p>شوقی اُن کو لیچلا جھکو مقدر لیچلا</p> <p>اُس کے کوچے کی طرف خط کو بہا کر لیچلا</p> <p>نذر دلبر کے لئے دل لیچلا سر لیچلا</p> <p>جھکو اُن کے گھر میں دشمن کا مقدر لیچلا</p> <p>پیسر کر قتل سے اُن کو خوف محشر لیچلا</p> <p>پہر دل بیتاب جھکو اُس کے در پر لیچلا</p> <p>تخت سے یہ کیونکر چلا تو اُس کو کیونکر لیچلا</p> <p>ہم کو جنت میں ہمارا دامن تر لیچلا</p>	<p>میں تصور میں جو اُس کا روئے انور لیچلا</p> <p>اُس کی محفل میں بیتاب مضطرب لیچلا</p> <p>حسرتوں کی پوٹ سر پر داغ دل لیچلا</p> <p>یہ نظر ہے یا قیامت یہ ادا ہو یا غضب</p> <p>دیکھیے ہونا ہے کیا اغیار کی محفل میں آج</p> <p>جب نہ ہاتھ آیا کوئی قاصد تو جوش اشک اس</p> <p>اور تو سامان نہ کچھ مجھے فراہم ہو سکا</p> <p>موت لکھی ہے شب وعدہ مری تقدیر میں</p> <p>تین کچکر رہ گئی خنجر نکل کر رہ گیا</p> <p>پہر کوئی جا کر مرے غمخوار کو کرنا جس</p> <p>ایک تو دل مضطرب اُس پر گراں بارالم</p> <p>عمر بہر اشکِ ندامت سو جو تروا من رہا</p>
<p>وہ رہ رہ کے پھر مسکراتا کسی کا</p> <p>وہ نقشِ قدم کو مٹاتا کسی کا</p>	<p>وہ شرمائے گردن جب کا تا کسی کا</p> <p>وچھپ چھپ کے راتوں کو آتا کسی کا</p>

<p> مجھے دیکھ کر مٹ کر ناکسی کا نہیں کہیں دل سے بہلا ناکسی کا لگانا کسی کا جب ناکسی کا وہ ہنس ہنس کے مجھ کو رانا کسی کا وہ دل میں سا کر نہ جانا کسی کا مجھے راہ میں چھوڑ جانا کسی کا وہ پہلے پہل مل لگانا کسی کا وہ آنکھیں دکھا کر ڈرانا کسی کا وہ چلن سے جلوہ دکھانا کسی کا زباں پر ریگافنا ناکسی کا کہ منظور ہے دل جلا ناکسی کا </p>	<p> لگا ہوں میں وہ نا لجانا کسی کا رہا داغ اُن کا پس ترک الفت وہ غیروں کے چکے یارو کے چنیے وہ باتوں میں اک چہرہ ذکرِ عنک وہ دم بہر بھی پہلوں میں میری نہ تھمتا وہ دشمن کے گم کی طرف تیز چلنا وہ ارمانِ حسرت کی تازہ بہت وہ غصے کی صورت بنا کر بگڑنا وہ غور سے تھک کر مجھ جہانک لینا رہیگی دہن میں زباں اپنے جہنک رقیبوں سے گل کے باتیں نہ کیوں ہوں </p>
<p> نہ کر یاد بخو وہ عیشِ گزشتہ ہمیشہ رہا ہے زمانا کسی کا </p>	
<p> وصل کے بعد بھی اُن کو وہی انکار رہا یہ بتا دو مجھے اب کون وفادار رہا حیف اُس دل پہ کہ جو طالبِ دیدار رہا دو قدم مجھ سے بھی آگے وہ شہکار رہا میں تو اپنی ہی مصیبت میں گرفتار رہا میری آنکھوں میں ترسا یہ دیوار رہا </p>	<p> عمر بہر میرے ستانے سے سروکار رہا یہ تو تم کہہ چکے تجھے نہ سروکار رہا ہائے وہ شخص کہ جو مخورِ رخ یار رہا دل مرا حشر میں اُس کا جو طرفدار رہا بھر کی شبِ دلِ مضطر کی خبر کیا لیتا میں گرا خاک پہ اُس کو کبھی گرنے نہ دیا </p>

طاہر رنگِ خباہن کے گرفتار رہا
اپنے آپ میں اگر طالبِ دیدار رہا
منہ سے انکار رہا آنکھ سے اقرار رہا
رات بہ رخت مرا خواب میں بیدار رہا
کچھ عجب دہن میں ترِ طالبِ دیدار رہا
لطف کے ساتھ اگر کوئی دل آزار رہا
دل سے کشکا ہوا کچھ تیر کا سو فار رہا
کوئی تقصیر نہ کی اس کا گنگار رہا
پاؤں مالِ روشنی شوخیے رفتار رہا
ان کی محفل میں سبک ہو گے گرانبار رہا
دل کے پندے میں تر اگیسے خمدار رہا

مجھ کو صیاد کی شئی سے رہائی نہ ملی
شرط ہو جائے کہ ہم پہ نہ چھینکے ہرگز
اٹکے جانے نہ دیا ہاتھ لگانے نہ دیا
ان کے نیچے کوٹھے ان سے گلوٹے میں
اپنی کہنی نہ کسی سے نہ کسی کی سستی
دل دکھانے کے تم سے تو ہوتے ہیں بھیاں
دل میں قاتل کی طرف سے جو کہ ورت آئی
بے خطا بھیجے جو چاہیے مجھ کو تعذیر
نقدِ حشر تر نقشِ قدم تو گویا
نازدِ دشمن تو نہ تھا میں جو اٹھاتے وہ بٹھے
قید میں رنگ و فاس نے جمایا ایسا

راہ میں بچو و محمور ملتے ہی رہے
بند جب تک کہ درخانہ خستار رہا

نہ شتر تک دلِ مضطر کو پہر قرار آیا
سنبھاتا ہوا اپنے کو بے قرار آیا
جو ایک بار نہ آیا ہزار بار آیا
ہر اک ادا پہ تری دل جو با سار آیا
اگر تمہیں بھی ہمارے ہی طرح سے پیار آیا
ہیں تو دل کے تڑپنے ہی میں قرار آیا

پس فنا جو حمد میں خیالِ یار آیا
مکمل کے گہرے ترے غش تو لاکھ بار آیا
کسی کے وعدے و فاقہ خواب میں بجے اکثر
مجھے تو وصل میں بھی ہو گی زندگی و شوق
دکھا تو دیتے ہم آئینہ رشک تو یہ ہے
شبِ وصال جو وہ من گئے تو ہم دھٹے

کہ اس کی چال چمٹا ہوا غبار آیا
 فلک پہ جا کے بھی نالہ مرا پکار آیا
 ہماری خاک پر آیا تو اشک بار آیا
 تری قم کا بھی اس کو نہ اعتبار آیا
 نظر تجھے بھی کچھ سے چشم انتظار آیا
 اُدھر زمین سے اُن کا گناہ گار آیا
 ہمارے ساتھ لحد میں خیال یار آیا
 بنی نہ بات بگڑ کر وہ منہ ہزار آیا
 کہ دل کو تہے ہوئے کوئی بیقرار آیا
 پکار تہے ادھر سے دل فگار آیا
 کہ مونہ چھپائے ہوئے کوئی بیقرار آیا
 نہ بے قرار گیا میں نہ بے قرار آیا

ہماری خاک میں بھی دنگ ہے محبت کا
 شبِ فراق اثر کا پتا کہیں نہ ملا
 کہلائے ابر بہاری نے پھول گلشن میں
 خدا گواہ ہے دیکھا نہ بدگماں دل سا
 شبِ فراق بہت دل نے آفتیں دیکھیں
 خوشی نے قتل کی جمنے دیا کہیں نہ قدم
 سنا جو اُس نے کہ آتی ہیں قبر میں حویں
 سنائی میں نے بھی اُس کو پتہ کی کچھ سی
 ٹی جو آہ کی فوست کبھی دکھا دیں گے
 اُدھر کسی کی نگاہیں اشارے کرتی ہیں
 یہ کس نے داد تغافل کی حشر میں جا ہی
 چلا تو شوق میں بخود پھرتا تو مجھ سال

گستاخیں اُٹتی ہوئی آسماں پہ جب دیکھیں

پئے بغیر نہ بخود کو بیر قرار آیا

دل لگانے کا کچھ مزا نہ ملا
 کوئی معشوق با وفا نہ ملا
 ہم کو اُس کا کہیں پتا نہ ملا
 ہم سے وہ دشمن آشنا نہ ملا
 کیا کروں گا اگر خدا نہ ملا

دل ملا کر وہ بی وفا نہ ملا
 اب بتاؤں تجھے کہ کیا نہ ملا
 ڈھونڈ مارا تمام دُنیا کو
 ہم سکھاتے وفا کے ڈھنگ سے
 توڑ کر بت سے کعبہ جاتا ہوں

صلح کے بعد یہ ہوا معلوم ہو چکا بس ملاپ اب اُن کی کیا ہوا بن کے اُڑ گیا قاصد وہ ستمگار پر غنیمت ہے غم دیا بسم دیا بمقدار نے ہو چکیں بس مذاق کی باتیں بے نیازی کی شان تو دیکھو غم لکھا تھا مرے مقدر میں راز دشمن مجھ سے کتنا تھا جلو پیسے پہلے غش ہوئے مرے شکوہ کرنا نہ تھا بڑے چوکے حسن کیا ب تھا ہوا نایاب	اُن کو بھی مہربا دوسرا نہ ملا دل ہی تو ہے بلا بلا نہ ملا کیسے اُس کا نشانِ پانہ ملا کوئی اتنا بھی دوسرا نہ ملا نہ ملا تو ہم کو کیسا نہ ملا بیچ کو دل مرا ملا نہ ملا بندگی کا ہمیں صِلا نہ ملا نہ دیا آپ نے تو کیسا نہ ملا کوئی تجھ کو مرے سوا نہ ملا اک نظر بھی تو دیکھنا نہ ملا روٹھنے کا اُسے ہسانہ ملا ایک کے بعد دوسرا نہ ملا
---	--

اُس نے لاکھوں غلام مول لئے
کوئی بچہ دوسرا ہوا نہ ملا

اور تو تم سے کیا نہیں ہوتا جب خیال آپ کا نہیں ہوتا آپ لائے ہیں ہم پیام اپنا وہ خفا ہو گیا تو ہو جائے میری قسمت کو کیوں بُرا کہئے	ایک وعدہ وفا نہیں ہوتا درد دل سے مجھ انہیں ہوتا دوسرے سے ادا نہیں ہوتا بت کسی کا خدا نہیں ہوتا آپ چاہیں تو کیسا نہیں ہوتا
--	---

<p>شرم کا حق ادا نہیں ہوتا بے سبب وہ خفا نہیں ہوتا آپ سا بیوف نہیں ہوتا آج میرا رگلا نہیں ہوتا شرم میں کچھ مزا نہیں ہوتا ہر سخن مدح نہیں ہوتا ان میں چھوٹا بڑا نہیں ہوتا دل کسی سے برا نہیں ہوتا سب جہاں ایک نہیں ہوتا زہرا تانا برا نہیں ہوتا آدمی کام کا نہیں ہوتا نیچی نظروں میں کیا نہیں ہوتا مسکرا کر کس نہیں ہوتا دل تو کچھ بھی بڑا نہیں ہوتا</p>	<p>نہیں کہ شوق میں رہیں دل نے کچھ اُس سے کہ دیا ہو بے وفا ہے شہاب بھی لیکن غیر سے کیا بگڑ کے آئے ہو ہم سے دل کھول کر ملا کیجے بات سننے میں کیا قباحت ہو عشق کے داغ سب برابر ہیں مجھ سے میری ہی تجھ سے تیری ہی بیوفا کہتے ہو زمانے کو تلخ تر ہیں رقیب کی باتیں دروے آشنا نہ ہو جب تک کچھ ادا کچھ حجاب کچھ شوخی جب کما میں نے وعدہ ہو جائے تم ساتے ہو کس طرح اس میں</p>	
	<p>دل محبت سے بہر گیا بچو د اب کسی پر فدا نہیں ہوتا</p>	
<p>تارے گئے سے جفا دل کا شمار اچھا تھا اُس زمانے میں کچھ اپہوں کا شعرا اچھا تھا پڑکھنے کے لئے گنج مزار اچھا تھا</p>	<p>۱۷ مشغلہ دل کے لئے یہ شب تارا اچھا تھا ۱۸ اگلے وقتوں میں ہوتی تھیں جفا میں ایسی خلد میں کب وہ ملی خواب گراں کی رحمت</p>	

<p>پانالوں کے لئے کوچہ یار اچھا تھا جس پہ ترکش کئے خالی وہ شکا اچھا تھا اُس میں یہ بات کہاں وہ ہزار اچھا تھا چارہ گر سے تو وہی ظلم شعار اچھا تھا آج اس باغ میں کچھ جوش بہا اچھا تھا جیتی جی کام جو آتا کوئی یار اچھا تھا بیقراروں کے لئے صبر و قرار اچھا تھا</p>	<p>جان پڑ جاتی تھی ٹھوکر سے تن عیس میں تیر نظروں کے چلے غیر پہ زخمی نہ ہوا کوئی دیوانہ ہوں میں آپ کو یوسف جو کہل زخم دل کے لئے مرہم ہے نمک سے بربک سیر کو وہ دل پر داغ کی کاش آجاتے میرے حرفے پہ اُسے لائے بھی احباب کی جہاں نثاروں کو تیرے موت ہی کچھ بہتر تھی</p>
--	---

ابنی محفل سے ہلاکس کو نکالام نے
 چار غیروں سے تو پہر بچو دزار اچھا تھا

<p>ظلم کو ناز تغافل کو حیا سمجھے گا یہ نہ سمجھے تھے وہ اس کو بھی گلاب سمجھے گا قدر جس کو نہیں عاشق کی وہ کیا سمجھے گا یہ گنہگار تو اس کو بھی جفا سمجھے گا چار دن بعد بُرا اور ہسلا سمجھے گا وہ تراناز سے کہنا کہ خدا سمجھے گا تیری مٹھی میں جو یہ اپنی قضا سمجھے گا ان کنایوں کو ہمارے کوئی کیا سمجھے گا تیرے دل تیرے خنجر سے گلاب سمجھے گا یہ نہ جانا کہ کوئی روز جزا سمجھے گا</p>	<p>ہر وفا پیشہ بُرے کو بھی ہلا سمجھے گا عرضِ حال دل بیتاب سے تھی اور غرض اُس سے اظہار و عاشق میں نادانی ہے آپ کے لطف کو نادان ہو جو لطف کہے ہے ابھی چور جوانی میں مراد دل زاہد وہ مرا شکوہ بیداد خدا کے آگے طائرِ رنگِ خا دل تو نہیں کچھ اپنا بزمِ دشمن میں نہیں چہیرے خالی ہر بات کی اگر توڑ میں مہرِ شس میں کمی پیشِ عدو ایسے ہوئے کہ سمجھتے تھے بیداد کو داد</p>
--	--

وہ مرے خون کو بی رنگ بنا سمجھے گا
سوچ اب یہ کہ وہ دیکھنے کیا سمجھے گا

جس نے پامال کئے زیر قدم دل لاکھوں
خط میں لکھنے کو تو لکھ دی خوشکایت دل کی

یاد ہے حضرت یحییٰ و کا یہ کہنا بھکو
خوب سمجھے گا جو اپنے کو بُرا سمجھے گا

گریباں تک اب ہاتھ جانے لگا
جگر دل سے پہلے ٹھکانے لگا
طبیعت کوئی گدگد آنے لگا
تغافل میں بھی لطف آنے لگا
ستارہ سا کج لگا نے لگا
کہ ظالم خدا یاد آنے لگا
کلیجہ مرے منہ کو آنے لگا
مر اغم رقیبوں کو کھانے لگا
وہ چھاتی پہ چڑھک پٹانے لگا
مرا حال مجھ سے چھپانے لگا
کہ ہر فتنہ آنکھیں پھپھانے لگا
یہ اپنا ہی قصہ سنانے لگا
قدم خضر کا ڈنگا نے لگا
یہ داغ کفن گل کھلانے لگا
وہ ایسے کو کیوں مٹانے لگا

یہ جوش جنوں رنگ لانے لگا
لہو اشک کے ساتھ آنے لگا
محبت کا پیغام آنے لگا
وہ منہ پیر کر شکر آنے لگا
چھپاے سے چھپتا نہیں داغ لگا
مئے میں محبت میں تھے وہ رنج ۲
عدو نے یہ جس گھڑی اس کا نام
یہ رشک محبت بھی ہو یا دگار
دیا لطف تو بے نے مے سے سوا
یہ نوبت ہو میری کہ اب چارہ
الہی یہ محشر میں آتا ہو کون
کہا حال اُس کا نہ قاصد نے کچھ
رہ شوق میں جب چلے میرے ساتھ
ہو اتنا زہ جنت میں بھی عشق حور
عجب اُس کو بچھو و نہد نام کر

رنگ لایا شباب یہ کیسا
پوچتے ہیں جواب یہ کیسا
نظر آیا ہے خواب یہ کیسا
ہے دہن لا جواب یہ کیسا
شیخ صاحب ثواب یہ کیسا
بندہ پر در عتاب یہ کیسا
ہو گیا اتحساب یہ کیسا
ساتھ ہے اک عذاب یہ کیسا
گم ہوا ہے خراب یہ کیسا
بہول جاو حساب یہ کیسا

دل کو ہے اضطراب یہ کیسا
سوئے گالی وہ عرض مطلب پر
ہم کہاں اور بزم غیر کہاں
مجھ سے ہوتا ہے دل کا انکار
آپ کے بغور طاعت و زہد
دل کا دینا تو کچھ گناہ نہیں
شہر میں چپٹ کیا الگ کوئی
دل بیتاب چپ نہیں سکتا
عشقی نے کھوج کھو دیا دل کا
بوسے کن گن کے چمکوتے ہو

جان دینے میں عذر ہے مجھ کو

عشق خانہ خراب یہ کیسا

وہ کام بتاؤ گے جو امکاں میں نہ ہوگا
کیوں آپ سایہ سفید سحر زناں میں نہ ہوگا
یہ لطف تو قاتل ترسے پیکال میں نہ ہوگا
اب خیر کیا کیا شب بھراں میں نہ ہوگا
حصہ مرے زخموں کا نکلاں میں نہ ہوگا
عالم یہ کبھی سرو چر اغساں میں نہ ہوگا
کیا وہ مری فریاد کے ساماں میں نہ ہوگا

دل صبر سے خوگر شب بھراں میں نہ ہوگا
کیوں آپ کا نقشہ دل ویراں میں نہ ہوگا
دیتا ہے مزا خاتمنا کا کٹسکتا
پہلو میں ہے یہ دل بیتاب سلامت
محرومی تقدیر کا قاتل سے گلا کیسا
جو حال ہوا عشق کے داغوں سے ہمارا
تم جس کو سنا کرتے ہو ہنگامہ محشر

<p>یہوں تیرے چٹکی میں تری وقت نظارہ اُس گیسوئے پچاں کو صبا لکھ گاڑے مرجائے تڑپ کر دل مضطر تو بلا سے نے اپنے بھی حصہ کی پلا دی نگھے زاہد باقی ہے ابھی اس تن مجسروح میں قاتل کیوں مجھ کو مٹا کر وہ گریں اُس کی تلافی قاتل بھی مرے نام کی دیتا ہے نیائیں</p>	<p>جو اس میں ہے کین جنش مڑگاں میں نہ ہوگا شامل وہ مرے حال پریشاں میں نہ ہوگا نالہ تو ہوا ہے غم پنہاں میں نہ ہوگا اب نام مراد فتر عصیاں میں نہ ہوگا وہ دم جو ترے خنجر برداں میں نہ ہوگا اُلفت کا نشان ابلِ یں میں نہ ہوگا مجھسا تو کوئی گنج شہیداں میں نہ ہوگا</p>
---	---

باقی ہے ابھی وصل کی حسرت تجھے بخود
 مرنے کا ارادہ شبِ بھراں میں نہ ہوگا

<p>عالم وہاں بھی اُس کا خریدار ہو گیا مرنا فراق یار میں دشوار ہو گیا ساقی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا میں بیٹھ تو گیا تھا کلیجے کو تہام کر عالم کو انقلاب دمِ حشر بھی رہا محو خیال یار رہے ہم تو کیا رہے جب ضبط ہو سکی نہ خوشی جان چل بسی کیا کہد یا یہ آپ نے چپکے سِوکان میں سوتے میں آج اُن سے ملاقات ہو گئی احسان ماننا ہوں نزاکت کا آپ کی</p>	<p>میدانِ حشر مصر کا بازار ہو گیا پاس وفا بھی جان کا آزار ہو گیا زاہد سے مل کے میں تو گنگار ہو گیا اٹھنا تمہاری بزم سے دشوار ہو گیا میرا گواہ اُن کا طرفدار ہو گیا قسمت تو اُس کی ہے جسے یلدار ہو گیا اقرار وصل بھی مجھے انکار ہو گیا دل کا سنبھالنا مجھے دشوار ہو گیا میرا نصیب خواب میں بیدار ہو گیا جانا مرے خیال سے دشوار ہو گیا</p>
---	---

پہرے ہی ہے بل کی وہ زلف سیاہ فام
خلوت میں یا تو میں ہی تھا یا ایک آئینہ
پہر کوئی نامراد گرفتار ہو گیا
یا ان کا دیکھنا مجھے دشوار ہو گیا

• چو وہ دروغ عشق کا کیا ذکر ہوتا ابی

کیا تو بھی اس بلا میں گرفتار ہو گیا

زمانے میں جسے دیکھا اسی کا مبتلا نکلا
حسینوں میں حسین ایسا نہ کوئی دوسرا نکلا
نظر ملے ہی دل تڑپا زباں سو مرجا نکلا
الہی عشق میں یہ رشک پیدا ہو گیا کیسا
تمھارے ہاتھ خالی حجب خالی زلف خالی تھی
گٹری بہراونیک جاتا دم رخصت تو کیا تپا
زمین سے آسمان تک سماں سو عرش اعظم تک
یہاں سے تو بہت سمجھا تجھ کو اسکو بھی جانتا
مری نظروں کو وہ میرے ہی دلیر چھپ کے بیٹھیں
قیامت میں دل نشید بھی ان کی سی لگا کئے
سنائی کس کے آنے کی خبر بادِ بہاری نے
کرینگے ضبطِ غم کیونکر ابھی سے جب یہ حالت ہے
جسے ہم دل بھتے تھے خزانہ ہے وہ الفت کا

وہ اس بیگانگی پر بھی تو صوّتِ شناس نکلا
نہرا روں میں جو نکلا تو وہی کافرا نکلا
عدو کے گھر سے وہ نکلے کہ میرزا نکلا
کہ وہ آئینہ مورتِ آپ اپنا مبتلا نکلا
نہ تھے تم چورِ دل کے لودا ہر دیکھو یہ کیا نکلا
دلِ بیتاب تم سے بھی زیادہ با وفا نکلا
ہمیں ہم تھے جد ہر دیکھنا نہ کوئی دوسرا نکلا
خدا جانے وہاں پیغمبر کے منہ سے کیا نکلا
زمانہ سے نرالا ان کا اندازِ حیا نکلا
جسے اپنا سمجھتے تھے وہ پیہ سا خون کا نکلا
کہ ہر غنچہ کے منہ سے بے تکلف مرجا نکلا
لہو گر تم گیا آنکھوں سے اشکِ سوسا نکلا
جسے تم داغ کہتے تھے وہ اک نقشِ وفا نکلا

کیا ہے آج میخانہ سے عزمِ کعبہ بخیر و نونے

جسے سب جانتے تھے رندِ شرب پارسا نکلا

ساتھ ہی چشمِ تصور میں نگہبساں آیا
 کوئی جانے کہ بہت دل پریشیاں آیا
 ۱۵ نالہ کے ساتھ ہی باہر دلِ نالاں آیا
 دشتِ غربت میں مرے ساتھ گستاں آیا
 قبضہ بھی تو خیالِ رخِ تاباں آیا
 ۲۰ نہ کش کون سوئے گو غریباں آیا
 دلِ ربانی کا طریقہ نہ مزہاں آیا
 ۲۵ لوگ کہتے ہیں وہ عارتِ گریاں آیا
 میں سمجھتا تھا کہ اب گنہِ گرداں آیا
 آکھ کے سامنے کب جلوہ جاناں آیا
 شورشِ نجسِ مکر تا درِ زنداں آیا
 چاک ہو کر تو بڑے کام گریباں آیا
 ۳۰ یاد جس وقت عذابِ شبِ ہجراں آیا

دل میں چھپ کر بھی اُن کا کوئی ارماں آیا
 بزمِ دشمن سے ویوں سرِ گریباں آیا
 ۱۵ رنجِ وقت نے ٹھہرنے نہ دیا پہلو میں
 دل میں کراٹھ پہ اُس رنجِ رنگینِ خیال
 عشق نے کام دیا شمع سے بڑھ کر جھکو
 ۲۰ ہل گیا عرشِ زمیں کانپ گئی حشرِ آہٹا
 ساوہ دل ہوا بھی تم چہیتے ہو دل مجھے
 ۲۵ فتنہ برپا نہ ہو محشر میں الہی کوئی
 تم گیا نالہ دل سے مرے ہل کے فلک
 بیخودی پر وہ نبی اُس کا بجلی چلسن
 جوشِ وحشت میں کسی نے نہ دیا ساتھ اپنا
 اُس نچوڑا نہ سمجھ کر نہ کیا مجھ سے حجاب
 ۳۰ مہلکو جنت پہ بھی دوزخ کا گاماں گزیر گا

اُس کے وعدہ نے تو برسوں ہی گملائے بیچو
 ہم سمجھتے تھے کہ اب دم میں وہ ناداں آیا

غیر کا ذکر وفا و چمے کا احساں ہو گیا
 ۲۰ تیغ سے خنجر بنا خنجر سے پیکاں ہو گیا
 عمر بہرِ کارج و غم خواب پریشاں ہو گیا
 آپکا دامن بھی کیا میرا گریباں ہو گیا

سنتے سنتے وصل کی شبِ دل پر لپک گیا
 ۲۰ گنتے گنتے بھی تو ارماںِ فِتِ جان ہو گیا
 جب کبھی پورا کسی ظالم کا پمیاں ہو گیا
 چاک جب تک نہ جائے ٹپک نہ تپاں ہو گیا

یہ پریشانی بھی گویا اختیاری بات ہے ۴
 آدمیت جب نہ ہوا چھا ہوا کوئی تو کیا
 اُن کو گہر جانکی جلدی جھکمرنے کا خیال
 خود بخود دے سکتے ہیں دشمن یہ تماشا ہی نیا
 ناز کی نے کی ہے یہ ایک دائمی جال گسل
 بیٹھے بیٹھے دل نے جب چاہا پریشانی ہو گیا
 مجھ سے مل کر وہ پریوش اثر انساں ہو گیا
 صبح سے پہلے یہاں کچھ اور سناں ہو گیا
 رشک میرا کیا درجہ ناں کا درباں ہو گیا
 اب ہمارا تمل کرنا اُن کو آساں ہو گیا

میں خود وحشی سے یہ ہرگز نہ تھی ہم کو امید
 کس طرح سے جمع دیوانہ کا دیواں ہو گیا

آپ ہیں بے گناہ کیا کہنا
 اُس سے حال تباہ کیا کہنا
 حشر میں یہ انہیں نئی سوچھی
 عذر کرنا ستم کے بعد نہیں
 تم نہ رو کو نگاہ کو اپنی
 تجھ سے اچھے کہاں زما نہیں
 غیر پر لطف خاص کا اظہار
 غیر سے مانگ کر ثبوت و فا
 دل بھی لیکر نہیں یقین و فا
 بل بے چتون تری معاذا اللہ
 کیا صفائی ہے واہ کیا کہنا
 جو کسے سن کے واہ کیا کہنا
 بن گئے واہ خواہ کیا کہنا
 خوب آتا ہے واہ کیا کہنا
 ہم کریں ضبط آہ کیا کہنا
 واہ اے رشک ماہ کیا کہنا
 مجھ سے ٹیڑھی نگاہ کیا کہنا
 بن گئے خود گواہ کیا کہنا
 ہے ابھی اشتباہ کیا کہنا
 اُن سے ٹیڑھی نگاہ کیا کہنا

ان گنوں پر نجات کی امید
 بخود و سیاہ کیا کہنا

نامح سے جو نہ تھا فراموش ہو گیا
 کٹکا ذرا ہوا کہ مجھے ہوش ہو گیا
 وعدہ تو میں نہ تھا کہ فراموش ہو گیا
 سنہ ترقی گلی کا فراموش ہو گیا
 سننے کے واسطے ہم تن گوش ہو گیا
 دریائے مغفرت کو اگر جوش ہو گیا
 مطلب زباں پر آ کے فراموش ہو گیا
 ایسی ہی بات تھی کہ جو خاموش ہو گیا
 اب میں تو ہر طرح سے سبکدوش ہو گیا
 سن لینا حشر میں کوئی روپوش ہو گیا
 اک میں کہ تیرے دل سے فراموش ہو گیا

پھر دل ترے خیال میں مہوش ہو گیا
 تھی بخود دئے شوق شبِ عہ غش نہ تھا
 میں کیوں بتاؤں کون بولی تو پاؤں چھ
 کام آگئیں جنوں میں یہ آوارہ گردیاں
 کس کا فسانہ تھا کہ جن میں ہر ایک گل
 بہتی پہر گلی حشر میں کشتی گناہ کی
 تنہا تھی یہ کس لئے اب تم سے کیا کہنا
 وہ سو سنا کے بھی نہ مجھے بخشا کبھی
 سر کیا کٹا کہ عشق کا جگر ابھی چاک گیا
 لکھ لو ہمارے آج کی یہ بات ہمنشین
 اک وہ کہ جن کا ذکر ہے تیری زبان پر

بخود کو اور بات سے کیا کام بھر میں
 تیرا ہی ذکر نہ آئے جب ہوش ہو گیا

تم اسے اپنے نہ دل اپنا نہ مقدر اپنا
 یہ بنا غیر کو کریتی ہے کیونکر اپنا
 ذکر اس بزم میں رہتا تو جو اکثر اپنا
 اب جیواں میں بجاتے ہیں خنجر اپنا
 پہر چھپا لیتے ہیں وہ چہرہ انور اپنا
 جس کے قابو میں ہو دل پاس ہو بھر اپنا

تم ہی سوچو کہ بہلا غیر ہو کیونکر اپنا
 اور مطلب نہیں اسے چشمہ فسونگر اپنا
 نامہ بر یہ تو کسی بات پتے کی تو نے
 دل میں رہ جائیگی اب شوق شہادت کی ہو
 آئینہ دیکھ کے خورشید پر کرتے ہیں منظر
 قابلِ شک ہے اس شخص کی قسمت یا وجہ

اس میں نقصان سمجھتے ہیں سراسر اپنا
 حال گنلے نہیں دیتے میں کسی پر اپنا
 آج ٹھیرا ہوا ہے کچھ دل مضطر اپنا
 صلح ہوتی ہے جو لڑتا ہو مقرر اپنا
 منہ تو دیکھے یہ ذرا آئینہ لیس کر اپنا
 میں پشیمان ہوا حال سنا کر اپنا
 ڈھونڈتا پھر تا ہوں ملتا ہی نہیں گم اپنا
 ہم بُرا چاہتے تھے ہیں جو اکثر اپنا

پچھوڑ بیٹھیں اُسے ہم ناصح مشفق کیونکر
 دوست دشمن سے محبت میں ہو یکساں ہیں لڑ
 پھر کوئی تازہ قیامت نہ ہو ہر پایا رب
 کیا سنا میں انہیں ہے اتور مانہ الٹا
 اُس کے چہرے سے ہلکا ماہ کو نسبت کیا ہو
 آپ کو رنج ہوا آپ کے دشمن روئے
 اُس کے کوپے سے نکلتے ہی ہوئی ہوش یہ گم
 کیا اسی وجہ سے تم ہم کو بُرا کہتے ہو

دیکھ کر بخود دلی شوق یہ بخود دے کسا
 یہی حالت ہو تو چاہو گے میں سراپنا

ہم دینگے خاک میں تجھے اے آسماں ملا
 ہم جس کو ڈھونڈتے تھے وہ یوں ناگماں ملا
 مجھ کو مٹا کے کیا تجھے اے آسماں ملا
 ہم کو فنا گاہ دم امتحان ملا
 حلقوں میں لف یار کے دل کا نشان ملا
 سینہ سے سینہ اور زباں سے زباں ملا
 ہم کو پتا ہی تیرا نہ عہد رواں ملا
 بخت سیہ کو بھی مرے خواب گراں ملا
 تم یاد تو کر دکھ کوئی سخت جاں ملا

اب کے اگر رقیب سے وہ دلتاں ملا
 اُس بے نشان کا اپنی ہی دل میں نشان ملا
 پھر یہ ستم اٹھانے کو مجھسا کہاں ملا
 ہم نے کد یا تھا کہ دشمن ہے بے وفا
 زنجیر نے اسیر کا ہم کو پتا دیا
 نادان کچھ تو لطف شب وصل بھی ملے
 لاتے امید وصل پہ بھگو منا کے ہم
 اندر سے تصرف چشم سیاہ مست
 تلوار ٹوٹ جائے تھکیں ہاتھ تو سہی

بعد فنا بھی اُس نے تم میں کمی نہ کی اس جذب دل نہ کاوش زخم جگر مٹے جلگے جو آب نصیب مرا کیا بعید ہے کیوں نہ تڑپ کے سینے سے باہر نکل گیا	کس کس طرح سے خاک میں بے نشان ملا ہاں پہر وہاں زخم سے نوک سناں ملا سوتا ہوا کسی کا مجھے پاس باں ملا حیران ہوں یہ کون مجھے ناگمان ملا
--	--

ظالم کہیں وہی تو نہ تھا بخجود حزیں
تیری گلی میں گل ہن اک نیچاں ملا

منا ہے جب دُشمرہ یار کی جادو بیانی کا ستائے نہیں جب تک نہیں بچیں ہمت میں ابھی غم ہی ابھی شادی ابھی رونا ابھی ہنسنا نہ وہ دم غم نہ وہ کس بل نہ وہ تیزی نہ وہ ہنسن ہو جب ہم کو شوق دید ان کی چہرے تو دیکھو نراکت نے بھٹکنے دی نہ منہ سے بات بھی پور شب غم کے تصور ہی سے گہرا نہ لگا بھٹل ترمی الفت رفیق غم ہی میں بھی کتنا منفعل ہو مرے لب جو موزوں ہوئے بکھیرے دو نالے قدم اُس در پہ رکھا تھا کہ وہاں رشک نے چڑ ہوا خاموش کیوں ناصح کو جا کچھ نہ کہہ بیٹھے	دل بیتاب ہے مشتاق پیغام ربانی کا ادا کس منہ سے کیجے شکراں کی مہربانی کا تماشا دید کے قابل ہو اس نیاے فانی کا کیا دم بند اس ابرو نے تیغ اصفہانی کا سناتے ہیں ہمیں در پردہ نغمہ نسترانی کا کلا کرنے وہ بیٹھے تھے ہماری ناتوانی کا ابھی دُسا منا باقی بلائے آسانی کا کہ بخشا اُس کو عمدہ درد دل کی پاسبانی کا سخنور اُس کو مطلع سمجھے دیوان فغانی کا نہیں تھا تو بھی تھا دشمن علاج اس گمانی کا مرا آتا ہی ہلکے تیری باتوں میں کہانی کا
---	---

خدا نے اُس کی باتوں میں عجب تاثیر بخشی تھی
مرا بخجود ہی کدم تک رہا معجز بیانی کا

کیا بتاؤں تمہیں میں حشر کے دن کیا ہوگا
 میں نے پوچھا تھا مجھے وصل تمہارا ہوگا
 یا تو میں ہی نہیں یا وصل تمہارا ہوگا
 جلوہ عام سے کیا رشک نہ ہوگا ہوگا
 اُس نے نے پی بزم سے ہوش اتر جاتی ہیں
 یہ تو میں بھی نہیں کہتا ہوں کہ سننے میری
 لیجئے نتیجے دل آپ نہ بوسہ دیجئے
 روزِ کسمیۃ ہو تم آج نہیں کل آنا
 مہکوا تینا نہ شب وعدہ کے بجا بیتاب
 دل تو لیتے ہو مگر بھی سہ یا تمہیں
 پہر نہ دوں گا تمہیں لینا ہر تواسد ملیلو
 لاکھ تدبیر ہو تدبیر سے ہونا کیا ہے
 یوں ستا تھا مجھے یہ چرخ کی جہات کب تھی
 لہی جی جاہیگا وہاں بھی کوئی مرنے والا
 کچھ خدا کا ہیں دیدار وہاں ہوگا نصیب
 اپنے مطلب کا نہیں تو ہر انہیں کے ڈھب کا
 آپ وعدہ تو کریں حشر بھی کچھ دوزخیں
 لی اگر اُس نے شبِ وعدہ تلاشی دل کی
 سونگہ کر رہ گئے تو تل کو جناب زاہد

ہو میگامی قیمت میں جو ہونا ہوگا
 مسکرا کر یہ کہا تیرا کلیجہ ہوگا
 آج پورا مری تقدیر کا لکھا ہوگا
 کوئی تو حشر میں عاشق بھی تھا ہوگا
 کیا خبر تھے مجھے یوں نشہ دہلا ہوگا
 یہ بتا دیئے کب تک یونہی کیا ہوگا
 آپ نے مجھ کو بھی اپنا ہی سا بھیا ہوگا
 کل قیامت میں بھی کیا وعدہ فرما ہوگا
 دم تو لے کر دل مضطر کوئی آتا ہوگا
 جو ہمارا نہ ہوا کب وہ تمہارا ہوگا
 چاروں بعد اگر دل کا تقاضا ہوگا
 چارہ گردِ داغِ محبت کیسے ٹٹا ہوگا
 کچھ کسی اور کا بھی اس میں اشارا ہوگا
 ان کو جنت میں نہ کیا حسن کا دعوا ہوگا
 کچھ یہاں جلوہ کسی بتِ فاطمہ ہوگا
 تجھے ایدل نہ کوئی کام ہلدا ہوگا
 کل تو ہوگا یہ اگر آج نہ ایف ہوگا
 جا کے پوشیدہ کہاں دلِ غمنا ہوگا
 ہم تو بے تھے تھے کہ کچھ اور ادا ہوگا

ایک دل کتاب ہے وہ مفت میں سوا ہوگا
 جسے پہلے کبھی اس بات کا چرچا ہوگا
 کہتے ہیں عشق نہ ہوگا اُسے سودا ہوگا
 میں اُسے چاہوں گا دونوں میں اچھا ہوگا
 حشر سے شاد ہوں ویدار تمہارا ہوگا

ایک دل کتاب ہے ہاں حشر میں کیجے فریاد
 عشق کے نام سے بھی ہمتو خبردار نہیں
 قیاس کی دشت نوروی کا وہ قصہ سنکر
 اپنی تصویر بھی تم اپنے مقابل رکھ دو
 موت سے خوش ہوں کہ فرقت سے رہائی ملے گی

میں جو کتاب ہوں کہ بخود ہے تمہارا شیدا
 منہ بنا کر وہ یہ کہہ دیتے ہیں ہوگا ہوگا

میرا ہی جگر ہے کہ پریشاں نہیں ہوتا
 یہ کام میرے جان کچھ آسان نہیں ہوتا
 میں تو یہ کہے جاؤں گا ہاں ہاں نہیں ہوتا
 دشوار کچھ ایسا ہے کہ آسان نہیں ہوتا
 پورا ہی کسی بات کا ارادہ نہیں ہوتا
 ایسا تو کٹکتا ہوا پیکاں نہیں ہوتا
 وہ میں ہوں جو شرمندہ احسان نہیں ہوتا
 برباد ہوئے پر بھی یہ ویراں نہیں ہوتا
 انسان نہیں کہتے اُسے انسان نہیں ہوتا
 اتنا بھی بس انکار مری جاں نہیں ہوتا
 سینہ کی طرح چاک گریباں نہیں ہوتا
 دل میں بھی تو کوئی شب بھراں نہیں ہوتا

کیا کیا مرے دل پر شب بھراں نہیں ہوتا
 الفت کا ہر اک شخص کو ارادہ نہیں ہوتا
 ہاں آپ کیسے غیر بھی ہو جاتا ہے اپنا
 لگتی ہے زباں وعدہ پہ ہر بار کسی کی
 ناکام تمنا کوئی ہمسایہ نہ ہوگا
 آپ اپنی تمنا کی خلش پوچھئے دل سے
 دغیر ہے جس پر تری الطاف میں کھول
 مگر بھی تو ارمان ہے خانہ دل میں
 کچھ درد کی لذت سے نہ آگاہ ہو جب تک
 اتنی بھی کسی بات پر یوں ہمت نہیں کرتے
 ہے جوش جنوں میں بھی یہ اخفائے محبت
 دیکھی نہ سنی ایسی قیامت کی جدائی

جنت سے غرض کیا ہیں اعطایہ بتا دے انکار بھی دیتا ہے مزا عمد و وفا کا اجاب جدائی میں نہ دیں مجھ کو تسلی	ہوتا ہر وہاں کوچہ جاناں نہیں ہوتا کنا اسی انداز سے پہر ہاں نہیں ہوتا میں غیر کا منت کش احساں نہیں ہوتا
---	--

اب بھی تو یہ کجنت پشیمان نہیں ہوتا	میں بچو دے گناہوں کی تو گنتی ہی نہیں ہے
------------------------------------	---

آپ کا ارشاد یہ ہے دل ترا جاتا رہا ربط دشمن سے اگر اے دل رہا جاتا رہا آنکھ میں جیسا کہ جیا تھی آنے تھی چشم ہید غیر کے مرنے سے اتنا تو ہوا ہے فایہ کیا ہوا وہ آپ کا عمد و فایا دشمن خیر میں نے دل کو صبر کا خوگر بنایا جبر سے پوچھتے تھے روز مجھ سے عشق تیرا کیا ہوا تم وہی شوخی وہی چتون وہی صورت وہی چال ابھی چل گیا اُن کا لب پمیاں شکن مجھ کو مطلب اُن سے کیا میں وضع کا پابند تھا اپنی صورت سے ڈرے وہ حال میرا دیکھ کر ادھر سی دل سے وہ بن بیٹھے تم میری سوگوار ساتھ جائیگی ہمارے یاد اُس کی قبر میں اور کیا تھا دو گھڑی کا لطف صحبت اُن کا تھا	میں تو یوں سمجھا ہوں جیسے کافر جاتا رہا رنج کی کیا بات ہے جا تا رہا جاتا رہا وہ سہارا مل گیا وہ آسرا جاتا رہا وہ تمہارا ہر گھڑی کا روٹنا جاتا رہا یہ تو میرا دل نہ تھا جو مٹ گیا جاتا رہا آپ سمجھے درد اس کا بے دوا جاتا رہا آج اُن سے میں نے جل کر کہہ دیا جاتا رہا شرم آنکھوں نے چرائی اور کیا جاتا رہا دوہی باتوں میں وہ سب لکھا جاتا رہا بے غرض بے واسطہ بے دعا جاتا رہا بن سنور کر آئینہ کا دیکھنا جاتا رہا اُن کو یہ افسوس ہے رنگ حن جاتا رہا اور جو کچھ مل میں تھا اسکے سوا جاتا رہا غیر کے ڈرے وہ ہنسنا بولنا جاتا رہا
---	---

رہنہ رفتہ سوز الفت کم ہوا جاتا رہا	مٹتے مٹتے داغ حسرت دل کو آخر مٹ گیا
صرف اتنا ہی بتوں کا سامنا جاتا رہا	غم نہیں کہہ میں تم کو کچھ خدا کو فضل سے

سن کے وہ بچو دو کا مرنا پہلے تو چپکے سے
پھر یہ بولے بات کرنے کا مزا جاتا رہا

<p>ہم سے چلتے ہو واہ کیا کہنا آپ کی ناز کی کا کیا کہنا آگیا آپ کو بُرا کہنا یا دیا نہ مدعا کہنا ایسی باتوں کا اُن کو کیا کہنا آج پھر روٹھنا بُرا کہنا میں سمجھتا ہوں آپ کا کہنا نہ سنا اپنے مرا کہنا آگیا تم کو بیوفا کہنا نہیں سنتی ادھر فضا کہنا اُس ادا کو نہ تم ادا کہنا نہیں سنتا وہ بیوفا کہنا</p>	<p>پھر ذرا غصہ کو بُرا کہنا بارہے دل کی بات کا کہنا یہ نرالی ہے شوخیِ تفسیر کل ہوئیں اُن سے دیر تک باتیں فدا بھی عاشقی سے کیا واقف کل کا غصہ ابھی نہیں اُترا غیر پوچھ ہال کر نہ کچھ کہنے بزمِ دشمن میں جا کے دیکھی سیر غیر کی جان کو دعائیں دو وہ آدھر ہے روٹھ بیٹھے ہیں جس پر دشمن کی جان جاتی ہو کاٹ ڈالوں زبانِ خنجر سے</p>
--	--

قیس سے تم اگر ملو بچو دو
میری جانب سے بھی دعا کہنا

چلنا انہیں دشوار دمِ شمعِ ستم تھا	پڑتا تھا جہاں پاؤں دل زیرِ قدم تھا
-----------------------------------	------------------------------------

اُن کو بھی مری چاہ تھی یہ اور ستم تھا
وہ عہدِ وفا و صل کی شب عین ستم تھا
گو بند زباں تھی مگر آنکھوں میں تو دم تھا
شاکِ تری رفتار کا ہر نقش قدم تھا
جب ہوش ہوا پہر وہی ہم تھے وہی غم تھا
وہ ہم نے کیا عشق میں جو کام ہم تھا
ثابت یہ ہوا وہ بھی اک انداز ستم تھا
میرا دل بیتاب تھا جو نقش قدم تھا
یہ ہم نہیں سمجھے تھے کس بات کا غم تھا
آنکھیں ہمیں مری اور ترا نقش قدم تھا

دُہرا شبِ فرقت میں مجھ کو رنج و الم تھا
وہ دل کو لیا چاہتے تھے مگر وہ دغا سے
اجاب دم نزع اُسے لائے تو ہوتے ۴
دیگھی نہ سنی ہم نے تو یہ حشر خرامی
عشق تک تو رہا رنجِ جدائی سے افاقہ
یہ رتبہ کہاں کو کہنِ تیس نے پایا
کہو یا مجھے دیکھا تری آؤ بہگت نے
یہ کون کیا تھا سرے کو چہ سے نکل کر
افسانہ غمِ سن کے وہ فرماتے ہیں مجھ سے
جاتے ہی ترے پہر نہ رہا صبر یہ قابو

دل لے گئے وہ جھین کے بچو سے شبِ وصل
پوچھے کوئی اُن سے یہ ستم تھا کہ کرم تھا

حق تو یہ ہے بتوں نے کام کیا
آپ مارا قضا کا نام کیا
دوستی کو تری سلام کیا
پڑ گئی دہوم قتلِ عام کیا
جبر نے کام ہی تمام کیا
جان جو کہوں کا ہم نے کام کیا
ہم نے منہ پھیر کر کلام کیا

گھر میں اللہ کے قیام کیا
کم نگاہی نے اُس کی کام کیا
میرے دشمن میں قیوں سے
تین لیکر وہ گھر سے جب نکلے
وصل کی آرزو میں جان گئی
کدے اُن سے بہید بُل کے
غیر سے جب کبھی ہوئیں باتیں

کبھی دل میں مرے قیام کیا
 اُس نے جہاک کر مجھے سلام کیا
 تم نے اس خاص کو بھی عام کیا
 یا کہیں اور بھی قیام کیا
 سحر اُس نے دم خرام کیا
 اس نزاکت قتل عام کیا
 دہن زخم سے کلام کیا

کبھی پہرتے ہے وہ اکھوئیں
 دم رخصت یہ چھوڑ تو دیکھو
 شکوے غیروں سے ہیں محبت کے
 گھر سے چل کر ہیں تم آئے ہو
 چلتے چلتے اڑا لیا دل کو
 اس قندلم ایسی جیداری
 معجزہ تہا یہ اُن کے سبل کا

مے نہ پی بھریا میں بچو دو
 اور تو بہ کا تو نے نام کیا

وہ ہانکی ادا دل نہاتی ہے کیا کیا
 محبت ابھی گل کہلاتی ہے کیا کیا
 اہل جھگڑا کہیں نہ کہاتی ہے کیا کیا
 جوانی ادا میں سکھاتی ہے کیا کیا
 ہنسی اُن کے رونے پر آتی ہو کیا کیا
 نگاہوں میں یہ کہاؤ جاتی ہو کیا کیا
 تصویر میں نقشے جاتی ہے کیا کیا
 دلوں پر یہ سکے بٹھاتی ہے کیا کیا
 صبا دیکھیں گل کہلاتی ہے کیا کیا
 محبت تماشے دکھاتی ہے کیا کیا

وہ ترچھی نظر قر و ہاتی ہے کیا کیا
 وفا دیکھئے رنگ لاتی ہے کیا کیا
 یہ مرنے سے تم پر ڈراتی ہے کیا کیا
 وہ کچھ مسکرانا وہ کچھ جھپ جانا
 وہ گہرا کے جیتے ہیں جسم ستلی
 شکر غضب کی ہے تصویر تیری
 تمناسی شطرنج نہ دیکھی نہ دیکھس
 ہر اک گہریں ہیں تیری صورت کو چہچہ
 پیامی سے میرے تو ناخوش ہوئے وہ
 نہ دیکھا تھا جو بزم دشمن میں دیکھا

پس پر وہ شاید وہ بیٹھے ہوئے ہیں وہاں بات پر لب ہلانا ہے مشکل تسری پر وہ داری کے قربان جاؤں تسری ہوشیاری کا قاتل ہوں میں بھی نہ دنیا کا غم تھا نہ غصے کا کٹسکا بن نہیں کو تسری کوئی ہاں ہے پوچھے	صد انترانی کی آتی ہے کیا کیسا سخن میں زباں کچڑی جاتی ہو کیا کیسا یہ میری خطائیں چھپاتی ہے کیا کیسا ارادے مرے تاڑ جاتی ہے کیا کیسا جوانی مجھے یاد آتی ہے کیا کیسا یہ دکھتا ہوا دل دکھاتی ہے کیا کیسا
--	--

ابھی ابتدا ہے محبت کی بیخود
یہ آئندہ دکھیں دکھاتی ہے کیا کیسا

رویف بائے مودہ

گویا زبان حال سے ہر آپکا شباب آنکھوں میں نشہ حسن کا چھایا ہوا شباب انگڑائی لینے میں جو پڑی آری پانچھ وہ اپنے عاشقوں میں نہاں کسی سو کلو اتنی سی عمر میں تو یہ نقتے بپا کئے جواہرات تیرے حسن میں ہر لاجواب ہے وہ جوش مٹ گیا وہ ہنگامیں مٹ گئیں آنکھوں سے ہلکی پڑتی ہیں بہستیاں بجا	یہ شوخیاں حسن پہ نام خدا شباب ہو خیر اپنی جان کی دیکھا تر شباب کہتے ہیں اپنے عکس کو وہ دکھنا شباب اُن کو ہے یہ گمان کریگا وف شباب ڈھاتا ہے قہر دیکھے کیا آپ کا شباب اندازِ نازِ غمزہ کرشمہ ادا شباب تم کیا گئے کہ ہاتھ سے جاتا ہوا شباب اللہ رے ترا جوش پر آیا ہوا شباب
--	--

میری نگاہ میں ہر کسی شوخ کا شباب
اب تم حیا کو چھوڑ دو اب اگلا شباب
دولت مٹائی رنج سے۔ کموٹا شباب
آتا رہا وہ شوخ یہاں چل بسا شباب
سوئے سے آنکھ کے صبح جو دیکھتا تھا شباب
ارمانِ دل تو لوٹ کے سب گئے شباب
یوسف کے ساتھ قید زینچا کا تھا شباب
معتوق ہو فانی تو اس سے سوا شباب
کیا کیا بہارِ حسن و کما تار ہا شباب
ہم جانتے ہیں آپ کو تو نے تھا شباب
کیا بے ثبات عمر ہے کیا بیوفا شباب
جاتی رہی بہار ہوا ہو گیا شباب
آفت میں مبتلا ہے جب تک رہا شباب
میرے گلے کا ہار بنا آپ کا شباب

حوروں سے کون آنکھ ملاتا ہر خلد میں
ہر بات کے لئے ہر مریحان ایک وقت
اس عشقِ عاشقی کے حزمے سے پوچھتے
کہتے ہیں اس کو وعدہ۔ جوانی ہر اس کا نام
کیا خواب تھا خیال تھا آیا چلا گیا
اب کیا وہاں ہے مجھ میں تری یاد کے سوا
راز و نیاز عاشق و معشوق دیکھنا
وہ لو کا اعتبار مری آنکھ میں نہیں
لاکھوں حسین اپنی نظر سے گند گئے
اب چرخ پر دماغ ہر اب آنکھ کیوں ملے
ہر گل کی پنکٹری پہ یہ لکھا ہوا ملا
وہ رنگ۔ روپ ہونہ وہ خوش و خروش ہی
لاکھوں پہ دل بشار ہوا بے مبالغہ
رہتا ہے پیش چشم تصور میں رات دن

اپنی بھی شکل تم کو لڑکپن کی یاد ہے
دیخو وہ سے پوچھتے ہو ترا کیا ہوا شباب

مجھ سے بھی عشق میں کوئی ہو گا نہ نصیب
ہوتی اگر نصیب سے عمر ابد نصیب
ہو گا نہ حشر تک بھی پھر ایسا جس نصیب

مشکل سے بعد مرگ ہوئی ہر حد نصیب
پوری نہ ہو تیں جب بھی مری دل کی خواہشیں
آوارہ بوئے گل کی طرح سے رہیگی روح

<p>فرماتے ہیں وہ سروصنوبر کو دیکھ کر لازم ہے داغِ دل طلبِ وصل کے لئے کتے ہیں وقتِ نزع وہ پہلو میں بیٹھ کر جنت میں بھی مزارِ بنا ہے کہیں بہلا تائید ہے خدا کی جو وہ بت ہے ہر راں کیا کام فوجِ رنج و اہم کامِ ارمیں ڈوبے تمام عمر رہے ایک رنگ میں</p>	<p>ان کو بہلا کہاں ہو بڑا سا قد نصیب دولت یہ وہ نہیں کہ جو ہو بے نصیب تھک کر نہیں صال ہے تا ابد نصیب اُس کی گلی میں کیوں ہو کسی کو نصیب ہوتی ہے کس کو عشق میں ایسی نصیب منزل یہ وہ نہیں کہ جہاں ہو نصیب دریائے عشق کو نہوا جزر و نصیب</p>
---	---

میں جو ترے نصیب میں آرام گر نہ تھا
آئی نہ تھک موت بھی کجست بد نصیب

<p>لجائے تابے بخش کے لئے کوئی سبب کہنا ہی پڑا ند ہے تعریف پہ دل کی واقف نہیں کیا تیری بُرائی سے زمانہ جو عضو ہے بے مثل ہی سانچے میں ٹھلے بر بھی ہے کلجے کے لئے دل کیلئے تیر دل توڑ کے میرا مجھے دیتے ہیں تسلی یہ تو کہیں وہ اپنے کو سمجھتے کیا ہیں محشر میں کسی کی بھی نہ کچھ پیش چلے گی کی بات بھی ہے نہ کبھی آنکھ ملا کر محفل میں نیا کون ہو شرم آتی ہو جس سے</p>	<p>ہے روٹنے کا وصل کی شب آپ کو وہ خوب ہاتھ آیا ہے ظالم کے یہ اذاز طلبِ خوب کیوں شکل تری دیکھ کے کہتے ہیں خوب قد خوب مگر خوب دہن خوب ہر لبِ خوب کہنا وہ تمگر کا دم قر و غضبِ خوب آتا ہے انہیں رحم ستا لیتے ہیں جبِ خوب اس جو پر اس ظلم پہ ہر دل کی طلبِ خوب فریاد تم کیجئے دل کہوں کے اُجِ خوب ظالم کو سکھایا ہے کسی نے یہ دُوبِ خوب کُل کیلی ہے زاہد سے تو اب جنتِ خوب</p>
---	--

بیخود کا کبھی نام جو سنتے ہیں کسی سے
فرماتے ہیں دیوانہ نے پایا یوں لقب غیب

درد و فرقت سے ہے ہر عضو ہمارا بیتاب
دل ہو کچھ آج تو اندر سے ہمارا بیتاب
کہیں ممکن کی صورت کوئی آنا بیتاب
اُس نے غصہ سے کہا دیکھ کر اچھا بیتاب
مضطرب سینہ میں دل میں تنہا بیتاب
جسم میں تباہ توں تھی تو کبھی تنہا بیتاب
کس قدر ہے کوئی شوخ ستم آرا بیتاب
اُس نے شوخی سے کہا تیرا کلیجا بیتاب
ہو گیا دیکھ کر اُس کا رخ زیب بیتاب
چین کرتا ہر شب و روز وہ کسکا بیتاب
حیلہ جو آپ سا کوئی۔ کوئی ہمسایا بیتاب
میرے آگے کبھی بجلی کو نہ کہتا بیتاب
کوئی مجھسا تو زمانے میں نہ ہو گا بیتاب
اور کتنا وہ کسی شوخ کا اتنا بیتاب
اور کچھ پہلے سے تھے حضرت ہوئی بیتاب
آپ سا شوخ زلف نے میں نہ ہمسایا بیتاب
ہو گئے دیکھتے ہی سا غرو مینا بیتاب

اک فقط دل ہی نہیں جہر میں تنہا بیتاب
ہم کو دیکھا تھا کسی نے کبھی آنا بیتاب
بات کرتے نہیں وہ ہم سے سنہلنا نہیں دل
دوڑ کر میں جو شب وصل گرا قدموں پر
کیا کروں جہر میں کس کس کو سنبھالوں باز
ضعف سے اب تو ہو کر وٹ بھی بدلی دشوار
آنکھ میں دل میں نظر میں نہیں بچتا دم بہر
جب کہا میں نے کہ بیتاب ہو کتنے تم بھی
شوقِ نظارہ میں نکلا تھا فلک پر پتھر سید
غیر کے خط سے پریشان ہو تم دل میں
اُس کی قدرت کو تماشے نظر آتے ہیں نئے
انہیں باتوں سے تو لگ جاتی ہو دلیں و آگ
وصل میں چین ہے مجھ کو نہ جدائی میں قرار
وہ مرا تھام کے دل نرم عدو سے اٹھنا
کوئی بے برقی بجلی نے بھی کچھ ہوش محاس
دیکھے معشوق بھی عاشق بھی ہزاروں ہم نے
میکسو حضرت راہ کی ہر نیت میں فساد

ان کو بہلا کہاں ہے یہ بوٹا سا قد نصیب
دولت یہ وہ نہیں کہ جو ہو بے نصیب
تھک کر نہیں صال ہے تا با نصیب
اُس کی گلی میں کیوں ہو کسی کو نصیب
ہوتی ہے کس کو عشق میں ایسی بد نصیب
منزل یہ وہ نہیں کہ جہاں ہو بد نصیب
دریائے عشق کو نہوا جزر و بد نصیب

فرماتے ہیں وہ سرو صنوبر کو دیکھ کر
لازم ہے داغ دل طلب وصل کے لئے
کتنے ہیں قوت نزع وہ پہلو میں بیٹھ کر
جنت میں بھی مزار بنا ہے کہیں بہلا
تائید ہے خدا کی جو وہ بت ہے ہر باں
کیا کام فوج رنج و الم کام آریں
دوبے تمام عمر رہے ایک رنگ میں

بیخود ترے نصیب میں آرام گزرتھا
آئی نہ تھک موت بھی کجست بد نصیب

ہے روٹنے کا وصل کی شب پکوٹ و غیب
ہاتھ آیا ہے ظالم کے یہ انداز طلب غیب
کیوں شکل تری دیکھ کے کہیے میں خوب
قد خوب مگر خوب دہن خوب ہر لب خوب
کہنا وہ تھم کر کا دم قہر و غضب خوب
آتا ہے انہیں رحم ستا لیتے ہیں جب غیب
اس جو پر اس ظلم پہ ہر دل کی طلب غیب
فریاد تم کیجئے دل کہوں کے اب غیب
ظالم کو سکھایا ہے کسی نے یہ بد غیب
کسل کیلی ہے زائد سے تو اب جنت خوب

لجاتا ہے بخش کے لئے کوئی سبب غیب
کہنا ہی پڑا نذر ہے تعریف پہ دل کی
واقع نہیں کیا تیری بُرائی سے زمانہ
جو عضو ہے بے مثل ہر سانچے میں ٹھہلے
بر بھی ہے کیلجے کے لئے دل کیلے تیر
دل توڑ کے میرا مجھے دیتے ہیں تسلی
یہ تو کہیں وہ اپنے کو سمجھے ہوئے کیا ہیں
محشر میں کسی کی بھی نہ کچھ پیش چلے گی
کی بات بھی ہے نہ کبھی آنکھ ملا کر
مخل میں نیا کون ہر شرم آتی ہر جس سے

بیخود کا کبھی نام جو سنتے ہیں کسی سے
فرماتے ہیں دیوانہ نے پایا یقیناً

دردِ فرقت سے ہر عضو ہمارا بیتاب
دل ہی کچھ آج تو اندر سے ہمارا بیتاب
کہیں ممکن کی صورت کوئی آنا بیتاب
اُس نے غصہ سے کہا دیکھ کر اچھا بیتاب
مضطرب نہ میں دل میں تنہا بیتاب
جسمِ متناہ توں تھی تو کبھی تنہا بیتاب
کس قدر ہے کوئی شوخِ ستم آرا بیتاب
اُس نے شوخی سے کہا تیرا کلیجا بیتاب
ہو گیا دیکھ کر اُس کا رخ زیب بیتاب
چین کرتا ہر شب و روز وہ کسکا بیتاب
حیلہ جو آپ سا کوئی۔ کوئی ہمسایا بیتاب
میرے آگے کہنی بجلی کو نہ کہتا بیتاب
کوئی مجھسا تو زمانے میں نہ ہوگا بیتاب
اور کہنا وہ کسی شوخ کا اتنا بیتاب
اور کچھ پہلے سے تھے حضرت مہربان بیتاب
آپ سا شوخ زمانے میں نہ ہمسایا بیتاب
ہو گئے دیکھتے ہی سا غرو مینا بیتاب

اک فقط دل ہی نہیں جہر میں تنہا بیتاب
ہم کو دیکھا تھا کسی نے کبھی آنا بیتاب
بات کرتے نہیں وہ ہم سے سنہلتا نہیں دل
دوڑ کر میں جو شب و صبح گرا قدموں پر
کیا کروں جہر میں کس کس کو سنبھالوں یا نہ
ضعف سے اب تو ہر کوٹ بھی بدلنی دشوار
آنکھ میں دل میں نظریں نہیں ٹکتا دم بہر
جب کہا میں نے کہ بیتاب ہو کتنے تم بھی
شوقِ نظارہ میں نکلاتا فلک پر بخورشید
غیر کے خط سے پریشان ہو تم دل میں
اُس کی قدرت کو تماشے نظر آتے ہیں نئے
انہیں باتوں سے تو لگ جاتی ہو دل میں ہر آگ
وصل میں چین ہے مجھ کو نہ جدائی میں قرار
وہ مرا تمام کے دل نرم عدو سے اٹھنا
کوئی برقی تجلی نے بھی کچھ ہوش محاسن
دیکھے معشوق بھی عاشق بھی نہرا دل ہم نے
میکشہ حضرت راہ کی ہر تیت میں فساد

میرے ہمراہ تڑپتا ہے مرا سایہ بھی اور ہوگا شبِ فرقت میں کوئی کیا بیتاب

مضطرب دیکھ کے بچو و کو کہا ظالم نے
آج سے ہم نے رکھا نام تمہارا بیتاب

روایت بے فارسی

واقف نہیں بھی مر و دل کی لگی سو آپ
ملنے کو روز ملتے ہیں یوں تو سبھی سو آپ
سُن سب سے سب کی بات نہ کیجے کسی سو آپ
یہ دوستی سے کہتے ہیں یاد دشمنی سو آپ
دور تا ہوں اُڑ نہ جائیں کہیں نازکی سو آپ
لیتے خدا کا نام اگر عاشقی سو آپ
دل پر چھری تو پھر چکے بے رخی سو آپ
رستہ میں کل ملے تھے کسی آدمی سو آپ
ہوتے ہیں مستفیض مری زندگی سو آپ
پہلے چمن میں پوچھ لیں اتنا کلی سو آپ
میرا سلام لیجے ملیں اب اُسی سو آپ
اُس پر یہ طرہ سو بھی رہینگے ابھی سو آپ
اب تک مری نگاہ میں ہیں جنبی سو آپ

عاشق سمجھ سہے ہیں مجھے دل لگی سو آپ
دل بھی کبھی ملا کے ملے ہیں کسی سے آپ
سب کو جواب دی گئی نظر حسبِ مدعا
مر نامہ علاج تو بیشک ہر سوخ لوں
ہو گا جدایہ ہاتھ نہ گر دن سے وصل میں
زاہد خدا گواہ ہے ہوتے فلک پر آج
اب گم کرنے سے فائدہ بزمِ رقیب میں
دشمن کا ذکر کیا ہے جواب اس کا دیکھیے
شہرت ہو جسے حُسن کی ابر کا مجھے ہے شک
دل تو نہیں کسی کا مجھے توڑتے ہیں ہم
میں بیوفا ہوں غیر نہایت وفا شعار
آؤ ہی تو انتظار ہی میں شبِ گذر گئی
بدلایہ روپ آپ نے کیا بزمِ غیر میں

پر روئے میں دوستی کے ستم کس قدر ہوئے
اسے شیخ آدمی کو بھی وجہ ہیں مختلف
مجھ سے صلاح لی نہ اجازت طلب ہوئی
۵ میں کہا بتاؤں پوچھیے یہ اپنے ہی کو آپ
انسان میں ضرور مگر واجباً ہی کو آپ
بیوجہ روٹھ بیٹھے ہیں اپنی خوشی کو آپ

بیخود وی تو عمر ہے عیش و نشاط کی
دل میں اپنے توبہ کی ٹہانیں ابھی کو آپ

لب کو جنبش ہوئی کچھ سبھی بلا آپ کو آپ
ہات وہ دل کی مرے تاڑ گیا آپ ہی آپ
تیرے ویدار کو آنکھیں تو ترستی ہی رہیں
اُس بُرے وقت میں کئی بھی پہلے کا قریب
نہ مرے دل کا اشارہ نہ صبا کی تحریک
دیکھ کر اُن کو مری شکل ہنسی آتی ہے
باریابی سے مری خاک تو محروم رہی
غم جاوید نے دوزخ کو بھی حصہ نہ دیا
غیر کا خل نہ تہا نیند کو آنے نہ دیا
لے یہاں لے مسلسل کا کسی کی بوسہ
چوتھویں سال میں کہتے ہی قدم نام خدا
بادہ عیش کے ساغریں ہوئے غیر شراب
بدگماں حسن کی جانب سے بھی رہنے لگے
دین خالی ہے نہ ہے آپ سے دنیا خالی

اپنی باتوں کا وہ یستے ہیں مزا آپ ہی آپ
بے کہے عشق کا سب بید گلا آپ ہی آپ
دل نے تو ماتر و جلوہ کا مزا آپ ہی آپ
عصہ حشر میں ہونگے بخدا آپ ہی آپ
بڑھکے قدموں پہ گرنی لے سا آپ ہی آپ
کیا سبب بن جا چو چھا تو کما آپ ہی آپ
کو چھ یار میں ہو آئی صبا آپ ہی آپ
زہر مارا اُس نے مرے دل کو کیا آپ ہی آپ
رات بہرہ مری آنکھوں میں پڑا آپ ہی آپ
کیا کر دل کیل گئی سر پہ قضا آپ ہی آپ
شوخیاں کرنے لگی اُن کی حیا آپ ہی آپ
جام الفت تری عاشق نہ پیا آپ ہی آپ
اڑتے دیکھا ہے جو کچھ نگہا آپ ہی آپ
جس طرف دیکھیے ہیں جلوہ نما آپ ہی آپ

دل میں بخود کے ہمارا ہر طریقے ملال
ابو اڑتی ہے مے روح فرا آپ ہی پ

ردیف تمامے فوقانی

بات کرنے میں گذرتی ہر ملاقات کی رات
اس شب تاریک جان کی اجازت کیا خوب
نیکہ خشیت خم مے فرش زمیں بستر خواب
عالم نور بنا کلبہ احساں اپنا
سرو مہری نے تری مجھ کو رلا رکھا ہو
یوں وہ قابو میں نہ آئینگے شب وصل کبھی
حور کے شوق میں مٹ پائے ہم تو واعظ
غیر کا ذکر بھی ختم ہی ہو گا کہ نہیں
تھی شب بھر بلا جان بھی لاکھوں پائے
ذکر تقصیر گذشتہ نہیں تعزیر سے کم
عیش و عشرت بھی نچ مہصیت ہے کبھی

بات ہی کیا ہے جو رہا وہیں رات کی رات
اور پھر اس پر یہ طرہ ہے کہ برسات کی رات
چین سے کٹی ہو زندانِ خرابات کی رات
یہ شب قد ہے یا ان کی ملاقات کی رات
کبھی چاٹے میں بھی آجاتی ہو رستا کی رات
تم ذرا اے دل بیتاب ہو گھات کی رات
کہیے کس طرح کٹی قبلہ حاجات کی رات
یہ شب وصل ہے یا عرف و حکایات کی رات
خیر سے کٹ گئی صد شکر یہ آفات کی رات
یہ ملاقات کی شب ہو کہ مکافات کی رات
کوئی اس کا کام دن ہو کوئی اُن رات کی رات

اور مہمان ہے دو چار گھڑی کلیم بخود
آپ آرام کریں آج یہیں رات کی رات

گفتار قیامت تری رفتار قیامت

برپا نہ ہو کیونکر سیر بازار قیامت

<p>ڈاٹینگے ترے طالبِ دیدار قیامت دشمن ترے ہمسائے میں اگر نہیں ٹھہرا جب فاتحہ کو آئے وٹھکر گئے مدفن شوخی تری دم لینے کی فرصت نہیں تھی پامال وہ کرتے ہیں اگر حشر بپا ہو اچھا نہیں اُس شوخ کا بازار میں آنا آئینہ تو خادم ہی سے ہانٹ گیا تھا مرتا ہوں جدائی میں خبر تک نہیں ہوتی تو گوشہ و امن میں بھی جمع کئے جب تو حشر اٹھائے گا یہ ہم جان چکے ہیں انصاف کبھی ہم نے تو ہوتا نہیں دیکھا</p>	<p>نالوں سے اٹھائینگے یہ سوار قیامت اب رہنے لگی ہے پس دیدار قیامت آئی مرے مرقد پہ کئی بار قیامت ہے کیسی مصیبت میں گرفتار قیامت چلتے ہوئے ہیں فتنہ رفتار قیامت اک روز دکھائیگا یہ بازار قیامت معلوم نہ تھا توڑینگے سرکار قیامت تم سے بھی زیادہ بد دل آزاد قیامت ہو جائیگی فتنوں کی خریدار قیامت ہوگی تری ٹھوکر سے نمودار قیامت دیکھی ہے ترے کوچ میں بار قیامت</p>
---	--

دل خاک ہوا حسرت دیدار میں بجو
 آئی بھی اگر اب تو ہے بیکار قیامت

<p>مری نظر میں ہے ولی کا ہر مکان جنت بنا ہے رشکِ جنان اس کا ہر گلی کوچہ یہاں کی نزہت و رفعت کا پوچھنا کیا ہی بتاؤ ماہِ چین اور چاؤڑی بازار ہوئی ازل میں جو دنیا و دیں کی زربائش جو دوزخی بھی یہاں آئے جنتی نجائے</p>	<p>کہاں یہ شہر بہلاوا عطا کس جنت دکھا رہی زمیں زیر آسماں جنت ہر ایک نخل ہے طوبے ہر اک مکان جنت یہ بالیقین ہیں حویں یہ بے گمان جنت یہاں یہ شہر بنایا گیا و ہاں جنت اسی جگہ تو ہے بس زیر آسماں جنت</p>
---	---

<p>یہی تو مسجد جامع ہے دیکھ اے گردوں یہاں کے شوق میں ہوتے ہیں لوگ آواہ جو بھول جاتے ہیں رستہ تو خضر کہتے ہیں نہیں زمانہ میں اس شہر کا جواب کہیں مکان مکان پہ فدا ہو مکین مکین پہ نثار دکھاتے سیر تھے ہم بتوں کے کوچوں کی</p>	<p>اسی کے گرد تو پہرتی ہر زمان جنت کہ ڈھونڈتے ہیں مرے کے لئے جہاں جنت چلو دکھائیں تمہیں حل کے مہر ہاں جنت اگر ہے جو ہسری اسکی تو ایک ہاں جنت مقابلے میں اتر آئے گرہیاں جنت ترے نصیب میں زاہد مگر کہاں جنت</p>
--	---

انہما کے ہاتھ خدا سے دعا کرو بخود
صلے میں پائے الہی یہ مدح خوان جنت

<p>نہ پہ انکھیں نہ یہ نقش نہ یہ بھولی صورت کس کی قسمت میں ہو تم یہ تو بتا دو مجھ کو کیوں بگڑتا ہے وہی صبر مجھے بھی دیگا وہ مجھے بھول گئے اور یہاں ہی یہ حال میں تو انسان ہوں دی کوئی فرشتوں کو فریب بنائے دیکھ کر آئینہ مجھی سے تم بھی ہنستے دشمن سے جو اُس غنچہ دہن کو دکھا میر سی صورت سے ہو آپ کو گسبات نکال آئینہ رکھ کے مقابل یہ ہو اس کم مجھے دل کے ہمراہ مری جان بھی مدد یابیں اکہ یاد دیکھ کر اُس شوخ نے لیلیٰ کی شبیہ</p>	<p>مجھے ملتی ہی نہیں حور و پرہی کی صورت کس کے کام آئیگی دنیا میں پیاری صورت جس نے دی ربیت کا فرج مجھے ایسی صورت ہر گز مری سامنے انکھوں کے بے اُنکی صورت گوری نگت پہ قیامت ہڑے بھولی صورت سچ تو یہ ہے کہ بری ہوتی ہی اچھی صورت بندہ نے لگا دل اپنا کلی کی صورت مسکرا کر جو ابھی آپ نے دیکھی صورت اس پوچھو کہ یہ کیوں تنکنا ہو میری صورت سوچتا ہوں نکل آئے کوئی ایسی صورت جس سچ دیوانہ تھا مجنوں وہی بھی صورت</p>
--	---

دل تو کیا عشق میں ہستی بھی مٹا بیٹھے ہم آئینہ میں نظر آتی نہیں اپنی صورت

اُن کو بچو دے جو چھوڑا تو وہ ہنس کر بولے
ہم سے کیا ہنسنے کا منہ ہو ترار و تی صورت

رویت نامے ہندی

ہو گیا عشق کا بیمار یہ اچھا جھٹ پٹ
اڑ گیا دیکھئے تو رنگِ حنا کیا جھٹ پٹ
مریوا لے کو کہیں بھول جانا جھٹ پٹ
اُس نے گہیر کے مری فضل کیجھا جھٹ پٹ
رقصِ بمل کا ہو ختم تماش جھٹ پٹ
دل اڑا لیگی پہلو سے یہ کیسا جھٹ پٹ
اُگیا سامنے تقدیر کا لکھ جھٹ پٹ
میرا افسانہ غم ختم نہ ہو گا جھٹ پٹ
دوب کر سینہ سے پیکان نکال جھٹ پٹ
ہو چکا ہم سے مریضوں کا مداوا جھٹ پٹ
میری قسمت کہ مرے منہ سے نکلا جھٹ پٹ
بنگلی رخ کی ضیا بیچ میں پردا جھٹ پٹ
ہو گیا آج تجھے نہ صہب جھٹ پٹ

اُگیا دم میں جو وہ رشکِ سیجا جھٹ پٹ
اور ملے کفِ افسوسِ عدو کے غم میں
نزع میں چھوڑ کے جاتے ہو مجھے یاد ہے
جب کہا میں نے ہنسی سے کہ مراد مٹکلا
ذبح کے بعد یہ افسوسِ با قاتل کو
ہولتا ہوں کوئی وزیدہ نظر کی شوخی
نوجوانی میں بہت عشق و نفرت تھی مجھے
نیرے غمخوار کی کچھ عمر بڑا دے یا رب
دل پر سوز میں جہان کو راحت نہ ملی
ہے محبت میں سنبھلنے کو زمانہ و رکاوٹ
اُس نے پوچھا تھا تسلی تجھے کب ہو رکاوٹ
اُن کے چہرہ سے صبا نے تو اٹھائی تھی نقاب
وہ یہ فرطے ہیں بچو دے بچے کی سنکر

روایت ثنائے مثلثہ

جلنے والے کو فرجان جلاتے ہو عبث
 قیدِ صیاد سے اچھوٹ کجاتے ہو عبث
 نقشِ پا جان کے ٹم ہو مٹاتے ہو عبث
 تم کو تو اس کا فراہ کہ ستاتے ہو عبث
 جاؤ بیٹھے رہو بس جان جلاتے ہو عبث
 پھر جہلاک اپنی یہ ہر شے میں دکھاتے ہو عبث
 سیر کے واسطے گلزار میں جاتے ہو عبث
 یہی کہنے کیلئے روز تم آتے ہو عبث
 اتنی سی بات پہ تم روٹھ کے جاتے ہو عبث
 چٹکیاں نیلے کلیجے میں ہنساتے ہو عبث
 تم دُعا کیلئے لبِ ہاتھ اٹھاتے ہو عبث
 جب گڑ کر وہ کہیں بھکو بناتے ہو عبث
 کسماتے ہو عبث زور جاتے ہو عبث
 میری تقدیر کے لکھے کو مٹاتے ہو عبث

عشق میرا مرے دشمن کو جتاؤ ہو عبث
 بمصفیہ ان نفسِ گل کا وہ جو بن نہ رہا
 ہم تو پیدا ہی ہوئے چال پہ مٹنے کیلئے
 کوئی تقصیر مری کوئی سبب نہ کچھ بھی نہیں
 ذکرِ دشمن کا شب و صبح کوئی موقع تھا
 چشمِ مشتاق سے جب تک نہیں پردہ منظور
 تم سے بہتر ہے کہاں باغِ جہانیں کوئی گل
 پسند گو میں بھی سمجھتا ہوں کہ ہے عشق بُرا
 جانِ قربان ہو تم پر ابھی مرجاتا ہوں
 گدگد اؤ نہ مجھے چھیڑ کے تم ذکرِ عدد
 ہاتھ اب اس سے اٹھاؤ نہ بچے گا بمبار
 کسی طاقت جو کرے ناز و ادا کی تعریف
 حلقہ زلف نہیں حلقہ آغوش ہے یہ
 تم کو دنیا میں ہے انکار وہاں مل جانا

بند انکسین ہیں بچو و ابھی مکاری سے
 اس کے قدموں پہ ہے سر اوش میں تیری عبث

رویف جیم تازی

کس کے آنے کا انتظار ہو آج ظلم سے لب پہ جان زار ہو آج حالت شوق کیا بیاں کیجے کسائے جاتی ہو ہر نگاہ کرم زندہ کرتا ہے پھر کوئی مجھ کو کل کی باتیں وہ کل کے ساتھ گئیں روزِ در میں گز گئیں آنکھیں ضبطِ سنخ و الم کئے نہ بنی ہے خبر گرم آمدِ گل کی کون آیا ہے فاتحہ پڑھنے	کہ نظر در پہ بار بار ہے آج تم پہ قرباں یہ جاننا ہو آج وعدہ کل کا تھا انتظار ہو آج اس ستم کا بھی کچھ شمار ہو آج اک قیامت سیر فرار ہو آج بات کرنی بھی ناگوار ہے آج کس بلا کا یہ انتظار ہے آج نالہ پھر لب پہ بار بار ہے آج ترزباں باغ میں ہزار ہو آج روشنی کچھ سیر فرار ہو آج
--	---

اب وہ غفلت نہیں رہی بچو و کو
کل کی نسبت تو ہوشیار ہو آج

مجھے خفا میں کیا مرے اک مہربان آج آیا ہے میری قبر پہ وہ بدگمان آج بر سوں کے بعد وہ جو بٹے مہربان آج ہے موت جوش شوق ہوا امتحان آج ملنی ہے کل تو حشر میں اس جھوٹ کی سرا	یا رب نہ وہ زمیں ہو نہ وہ آسمان آج کل میں مٹا تھا مٹتا ہی میرا نشان آج میں دیکھتا ہوں سر پہ نیا آسمان آج وعدہ ہو کل کا اُن سے نکلتی ہو جان آج تم وعدہ کر کے اور بدل لوزبان آج
---	---

<p>ہو گا ضرور قتل کوئی نو جوان آج ہونا ہے کل جو حشر میں ہو تیرا جان آج یہ تو سنا فی تم نے نئی داستان آج تم ڈھونڈتے ہو سینہ میں سکا نشان آج ہو جائے ناز کی کا میں امتحان آج اپنے پہ ہو گیا مجھے اُس کا گمان آج ہے رشک کے طور مبارکمان آج مجنوں کا جذب شوق بنا سب ان آج مجھ کو بلا نصیب سے یہ قدردان آج میری طرف سے مر گیا سارا جہان آج ابھی طرح سے کو لد وغیرہ دکان آج میرے لئے زمین بنا آسمان آج وہ لے گئے ہیں کاٹ کا گویا زبان آج</p>	<p>پہلے پہل بند ہی ہو تمہاری کمر سے تیغ پر وہ اٹھا کے سامنے آجا وید ہرک دشمن کے راز دار ہو تم اب گملا ہیں برسوں گند گئے ہیں کہ دل کا تپہ نہیں دیکھو کو بزم ناز سے مجھ کو اٹھا و مضم اکل تک تو مجھ کو تنہا گملا نہیں بید کس نے نقاب رخ سے اُلٹ دی ہو کھلیا لے آئی گا یہ ناقہ یسے کو راہ پر خنجر کسی کا مدح میں ل کی ہر ترزاں جب تم سے واسطہ نہیں پہر کیا کسی دکا جو ہم کو کچھ کہے گا بہت کچھ سنے گا وہ پہنچا ہوں میں فلک پہ کسی کی تلاش میں میں نامراد جھریں کیا بات کر سکوں</p>
--	---

میچو و کہیں نہ شب کو سدہاے ہوں خلیدیں
پیر مغان کی بند ہے اب تک دکان آج

کب میچا سے ہوا میرا علاج
ہم کریں گے آج سے تیرا علاج
دل کی بیتابی کا پوچھتا علاج
وہ تو سنتے ہی نہیں اسکا علاج

موت ہے اس در وقت کا علاج
کہتے ہیں سُنکر میچا کا علاج
کیچ مارا تیرا کس سفاک نے
لاکھ کیچے اُن سے عرضِ مدعا

آپ کی تنوخی کا لیکن کیا علاج
چل بے کس کی دوا کس کا علاج
کوئی دنیا میں نہ تھا اس کا علاج
تہا دل مضطر ہی تیرا علاج
عشق میں کسی دوا کیسا علاج
یہ نکالا ڈھونڈ کر اچھا علاج
اب ہمارا موت ہو گا علاج
یہ ہماری جان ہی لیگا علاج

دل مر مضطر نہ ہو ممکن ہے یہ
سیکڑوں بیمار غم بھرا نصیب
زہر غم نے کر دیا مجھ کو تمام
وصل کی شب روٹھ کر وہ چلے
مر گئے تقدیر سے یا جی نیچے
زہر کھلوا یا فلک نے عشق میں
چارہ سازی کی عہد تکیف ہو
موت کے سامان میں عہد کی شب

اُن سے لانا تو بچو دوسل تہا
آپ کی اس بخود کی کا کیا علاج

ردیف حیم فارسی

میرے گلے کا ہار ہیں تشویش فکر سوچ
ایک روز میں اریں تشویش فکر سوچ
کیا کیا تہ مزار ہیں تشویش فکر سوچ
اب میرے غم گسا ہیں تشویش فکر سوچ
یار و کج یا ہیں تشویش فکر سوچ
اس لکڑی جانتا ہیں تشویش فکر سوچ

وقت کی شب ہزار ہیں تشویش فکر سوچ
عاشق کو بیشمار ہیں تشویش فکر سوچ
اُن کا خیال حشر کا کہن کا وفا کا غم
اب وہ خفا ہیں مجھ سے اب اُن کو گہلی
کل اُن کے قہقہے تھے خوشی تھی سرور تھا
پہلو میں ہو اور وہ ہل س کے آس پاس

<p>اُس سے امید کہہ وہ بڑا کار ساز ہے مجبور ہوں نصیب سے کچھ بس نہیں مرا اکلفت میں اُس کی ان سونہ ب کر ہو گائیں زخمی کیا رقیب کا تم نے نظر سے دل مٹتے نہیں مٹائے سے کوشش ہزار کی فرقت میں اُس کی میرا پہننا محال ہے برسوں سے ہوں فراق میں آشفقہ حائل ہستے ہیں اندن جو دل داغدار میں</p>	<p>بیوجہ جان ناریں تشویش فکر سوچ گو مجھ کو ناگوار ہیں تشویش فکر سوچ گردن پہ کیوں ہیں تشویش فکر سوچ میر و جگر کے پار ہیں تشویش فکر سوچ کس وجہ پار ہیں تشویش فکر سوچ دشمن یہ تین چاہیں تشویش فکر سوچ مدت کیا غار ہیں تشویش فکر سوچ اس باغ کی بہار ہیں تشویش فکر سوچ</p>
--	--

بیخود شراب پی کے خدا سے بگاڑ لی
اب کیوں سیاہ کاریں تشویش فکر سوچ

ر دیف ہائے حطی

<p>روٹھتے ہی اُن کے پیدا ہو گئے آثارِ صبح کینوں ڈرے جاتے ہو کہہ ہیں کہاں آثارِ صبح بھر ساقی میں صبحی رنگ لائی ہے نیا زلف کے پندے سو کھلا دل تو عارضِ دنیا وہ عنایت کی نظر وہ لطف کی باتیں کہاں کس کا یہ دست دعا دست زلیخا بنگ</p>	<p>تیغِ بران کو زیادہ تیز تھی رفتِ ابر صبح نورِ عارض سے تمہارے سرو ہو بازارِ صبح ساغرے بنگیا ہو دیدہ خوبسارِ صبح تمامِ ریشِ شام پہلے اب ہو پڑھیا رِ صبح اُن کے چہرہ سے عیاں ہونے لگے آثارِ صبح چاک کس نے کر دیا یہ دامن زرتارِ صبح</p>
--	---

دیکھنی ہر حشر کے دن گرمی بازار صبح
 یاد رکھے شام تک ان کی بلا اقرار صبح
 دیکھنا یہ ماہ ہر یا خنجر خو نچوڑ صبح
 منعقد ہونے کو ہے گلزار میں دربار صبح
 اب نہ ہو گا حشر سے پہلے مجھے دیدار صبح
 شام کی جست کچھ بڑھنے لگی تکرار صبح
 شام پر تالیف مجھ کو کر کے وہ اقرار صبح
 یاد آئے گا قیامت تک یہ استفسار صبح
 مست دن بہر کے لئے تو ہو گئے میخوار صبح
 میری آہ نیم شب ہر غارہ رخسار صبح
 مونس شب ایک ہر ان میں تو اک غمخوار صبح

تیرہ نختی بھی ملی ہے مجھ کو آہ سرد بھی
 وعدہ کرنا سہل ٹھہرا ہو بجا نا سہل تر
 وہ دم خصت شربت و نچوڑ کے کنگے
 کر رہی ہے خواب کی بیدار غنچوں کو نسیم
 وصل میں کہتے اُس فو ڈال لی منہ پر نقاب
 پہلے آئیگی ثم نمی اب سبق جانیکا ہے
 کیا خبر تھی رنگ لائیگی سنیمت مری
 چلتے چلتے پوچھنا مطلب ترا حاصل ہوا
 دیکھ لی ہے زکس مخور ساقی خواب میں
 میرے داغ دل سے حاصل ہے ضیا خورشید کو
 چاند سورج دو مجاور ہیں ہماری قبر کے

چین سے گندی محبت میں نہ بخیر و ایک شب
 ہجر میں تھا وصل کا غم وصل میں افکار صبح

پاؤں میں چکر تھا میرے آسمانوں کی طرح
 مٹنے والا ہے یہ دل بھی پائنتوں کی طرح
 اپنے گم میں تھے ہیں وہ میہما نون کی طرح
 کون جی سکتا ہے جسے سخت جانوں کی طرح
 کس سے سیکو ہو یہ چلنا ناتوانوں کی طرح
 عشق اب بنے لگا سینو نی جانوں کی طرح

رات بہر گردش تھی ان کے پاس بانو کی طرح
 بے نشان سمجھے ہو تم اپنا دہن اپنی کمر
 دل میں ہیں لیکن انہیں دل سے غرض طلب نہیں
 نام پر مرنے کے مئے ہیں مگر مئے نہیں
 بیٹھے جاسے تھوئے دل کی طرح ہر گام پر
 کون ہے وہ جو نہیں ہے چاہنے والا ترا

ہو الگ دنیا سو ان بانسے جوانوں کی طرح
وہ چلا آتا ہے قاصد شادمانوں کی طرح
یسکے دل سمجھا ہے ہیں مہربانوں کی طرح
پوچھ جاتے ہیں وہ مجھ کو بدگمانوں کی طرح

کچھ نئی ہے حسن دلوں کی بھی لربا بن
سے دل انگیز وہ آئیں گے مہاک ہونجھے
دل کے دینے کا کیس جچا نہ کرنا دیکھنا
حال پر ہی پریش روز جزا سو کم نہیں

دل کچھ کہتا ہے کرتے ہیں وہی سچو و گر
سُن لیا کرتے ہیں سب کی بے زبانوں کی طرح

پہرہ دیکھنا ستاؤں گائیں بھی اسی طرح
میں کیا کروں کہ نہیں سنتا کسی طرح
بتیاب و بیقرار تھے وہ بھی مری طرح
کرتا ہو ظلم وہ بُت کافر نئی طرح
پیسچھے پڑی ہیں اس کی نگاہیں بُری طرح
مجھے خطا ہوئی مجھے بخشو کسی طرح
میں جانتا ہوں جانِ ظالم دی طرح
خوب آزمائی وضع تری دیکھ لی طرح
امید زندگی کی ہے بس ایک ہی طرح
یہ جرم پہر معاف بھی ہو گا کسی طرح
کرتی نہیں خطا یہ کبھی تیر کی طرح
الفت میں زندگی تو ہے دوبہر ہی طرح
پہر ایک بار دیکھ لو مجھ کو اسی طرح

آہ تمہارا دل بھی جو مجھ پر مری طرح
جاہل ہو دل بھی ناصح شفق تری طرح
آنکھوں میں پتلیوں کی طرح رات پہر پیسے
لیتا ہے دل میں دستِ نسی سے چٹکیاں
یار بھمائیے دل کو بچا ناشپ وصال
اب نام بھی وفا کا نہ لوں گا تمام عمر
یہ ہے غلط گمان کہ شکوہ سنا نہیں
دشمن نے پاس رہ کے بگاڑیں سعادتیں
وصل آپ کا نہیں تو مری جان بھی نہیں
کیا قہر ہو گیا جو کہیں ہاتھ چھو گیا
آس کی نگاہِ ناز کبھی چوکتی نہیں
دشمنِ زمانہ - یارِ مخالف - فلکِ عدو
پہر آگیا قرار دل بے قرار کو

تصدیق اس کی آپ سے کرنی ضرور ہے | میں نے سنا جو قصہ دشمن گئی طرح

بہ بخود فراق یار میں آئی نہ موت بھی
تجربہ یہ بھی ٹال گئی دے گئی طرح

ر دیف خائے مجرمہ

جس پر نگاہ کیجئے ہر لاکھ من کی شاخ
مقتل کو جانتا ہوں تری ٹہن کی شاخ
ڈھونڈی عنذیب کو اک اک چمن کی شاخ
نازک کھائی اسکی بنی یا من کی شاخ
تھی شاخ اشیاں مٹی نخل کن کی شاخ
مجنوں میں بگٹی دیوانہ پن کی شاخ
مشتاق دیدہ کسی نازک بن کی شاخ
بل کہا رہی ہر شاخ کے یکا یکا ہر گئی شاخ
کس رخ کے یہ پھول بیت کن چمن کی شاخ
نکلی ہے ساوگی میں نئی بانگین کی شاخ
غنچہ تراوین ہر زباں ہر دہن کی شاخ
پیدا ہوئی کجی کے لئے کر گدن کی شاخ
غربت میں گل کسماتی ہر یاد وطن کی شاخ

بہ بھولوں سے لدر ہی ہر اک یا من کی شاخ
سمجھتے ہو تیغ کو اک بانگین کی شاخ
حیاد کوئی دن کے فقط ہیں یہ چھپے
گھبرگ بنگیں کف رنگیں کی مچلیاں
بجلی نے مجھ پر گر کے چمن کو جلا دیا
دیتے ہیں عاشقوں پہ وہ زچ قیس کو
موجہ مال ہیں کسی گل پیر ہن کے گل
دیکھی ہے جب سے کاکل خمدار یار کی
یو لے وہ میری آہ شرر بار دیکھ کر
ٹیڑھی نکالی۔ مانگ نکالی جو زلف میں
کیونکر نہ مونہ سے پھول جھڑنات بات پر
ہوتا ہے بانگین کی اد اطالوں کو چرخ
آنکھوں سے اشک سرخ پتکتے ہیں اتدن

سر سبز پہر ہوئی مسرخی وحن کی شاخ
 میلے کے حن میں یہ کہاں بانگیں کی شاخ
 میری نظر میں ہوا بھی اک اک چمن کی شاخ
 گل س سلیقہ کے ہیں ہوا چمن کی شاخ
 ہر لطف بار و رہو فریب و فتن کی شاخ

پہرول میں یاد یار سے اک آگ لگ اُٹھی
 تجھ پر ہر ایک تیری ادا ختم ہو گئی
 گنتا ہوں میں قفس میں قفس کی جوتیلیاں
 رکبین بچا کے باو غزان سے بہا حسن
 پہا نسا ہے سہرا باغ دکھ کر قریب کو

بیخود پیسا ہے خون جگر اس زمین میں
 کس طرح بار ورنہ ہو نخل سخن کی شاخ

ردیف وال مہملہ

پیتا ہوں میں شراب بھی خون جگر کے بعد
 میں ہونڈ نے چلا ہوں دُعا کو اثر کے بعد
 آنا تو سو جہتا نہیں کوئی بشر کے بعد
 مہمان کوئی دم کا ہر دل بھی جگر کے بعد
 باندھی ہوا اس نے قتل پہ بہت کمر کے بعد
 راحت ملی ہے آج مجھے عمر بہر کے بعد
 آنا تھا اے اہل تجھے اُس بے خبر کے بعد
 پڑتی ہوا ان کی آنکھ ادھر بھی ادھر کے بعد
 آئیگی یہ بلا بھی تو اُس فتنہ گر کے بعد

آنکھوں کے بوسے ملتے ہیں چھی نظر کے بعد
 مل جائے وہ تو اُس کی بلا میں ضرور لوں
 روشن ہے جسکے جلوے سے تبدیل عرش کی
 وہ تیر سے چمدا تو یہ خنجر کی نذر ہے
 پہلے ہوا ہے مجھے نزاکت کا امتحان
 نکلی یہ جان یا کوئی کانٹا نکل گیا
 نازل ہوئی ہے وعدہ کی شبِ شام ہی تو
 پہلو میں ہم کٹرے ہیں مقابل ہے آئینہ
 تربت میں اب مجھے ہے قیامت کا انتظار

میں اپنے گھر کو جاؤں سدھاریں وہ اپنی گھر
 پریم خلش وہ خارِ تمنا کی اب کہاں
 بیش آئیں اہِ عشق میں وہ سخت منزلیں
 ان میں کہاں یہ نازیہ شوخی یہ بانگین
 سب حسرتوں کا آگے ہیں جب گستا ہوا

کس کام کی ہو موت جو آئی سحر کے بعد
 آہستی ہو دل میں ہوک پہرہ پہر کے بعد
 رہن کی سب تلاش مجھے راہبر کے بعد
 حوروں سے کیا ملے کوئی اس سہجر کے بعد
 آباد اپنا گوشہ تربت ہو گھر کے بعد

بیچو و وضع دار کہاں اب جہان میں
 مجھے بھی ملے آئے تھے کچھ پہر کے بعد

اپنا تو چارہ گر سے گیا ہی نہ جائے درد
 جو زندگی میں تھے وہی مر کو بھی پائے درد
 دل میں نہیں کسی کا گذار سوائے درد
 ناصح خدا کے واسطے میری نہ جان کہاں
 میں قدر دان درد ہو تو مجھے پوچھیے
 کیا کبھی دل میں ضبط کی طاقت نہیں ہی
 سننے کے واسطے کوئی ہمدرد چاہیے
 آنکھیں نکالنے نہ دل بے قرار پر
 برسوں کے جو رفیق تھے وہ بھی کام آئے
 آنے نہ دی کبھی جگر و دل پہ کوئی چوٹ
 دم بہر میں بھول جائے یہ ساری سرائیں
 رہبر کی ٹوکروں کی بھی کہانی ہو دل کی چوٹ

سر مبتلائے درد ہے دل مبتلاؤ درد
 چھوڑا نہ ساتھ درد نے دیکھی فائے درد
 آباد ہو فراق میں مہمان سرائے درد
 دیوانہ ہوں جو تجھ سے کہوں جبراً درد
 انسان نہیں ہو وہ جو نہ ہوا شنائے درد
 بے اختیار منہ سے نکلتا ہی فائے درد
 کہنا ہے ہجر میں مجھے کچھ ماجرائے درد
 انصاف شریک کوئی کتب چھپاؤ درد
 اپنا ہوا نہ ہجر میں کوئی سوائے درد
 جیل میں اپنی جان پہ ہمنے پائے درد
 اگر صل ہو نصیب تو قابو میں آئے درد
 حاصل ہوا نہ عشق میں کچھ بھی سوائے درد

مرگاہ کی یاد اور ہی کچھ رنگ لایگی	کدو کہ ہاتھ اب مر و دل سے اٹھائے درد
دل میں بجائے دلخ کوئی آرزو رہے	پہلو میں ہو کوئی تم آرا بجائے درد
وہ زار ہوں کہ جسکو صبا کرویں بوائے	وہ ناتواں ہوں جسے اٹھ کر اٹھائے درد

یہ بخود شب فراق شب وصل تو نہیں
آجائے تجھ کو نیند جوائے مبتلائے درد

ہو رشکے دل مضطر سنگ آمد سخت آمد	یہ بوجھ اٹھے کیونکر سنگ آمد سخت آمد
ہو چھ جو وہ بت ہنس کر عاشق ہو کو کس پر	کیا حال کہوں پتھر سنگ آمد سخت آمد
گردن نہ کٹی پوری القدر سے مجبوری	چلتا ہی نہیں خنجر سنگ آمد سخت آمد
چاہت بھی بُری تیری فرقت بھی بُرقعی	تو سبے بڑا خود سر سنگ آمد سخت آمد
قسمت کی شکایت پر دشمن کی حکایت پر	منہ پھیر لیا ہنس کر سنگ آمد سخت آمد
اُن کا تو کہاں آنا قاصد بھی نہیں آتا	کر صبر دل مضطر سنگ آمد سخت آمد
اظہار محبت بھی سمجھا ہے غلط کوئی	یہ بھی تو نہیں باور سنگ آمد سخت آمد
سمجھے جو مرا مطلب اُس شوخ کو کیا مطلب	آیا بھی یہ دل کس پر سنگ آمد سخت آمد
آتی ہر اُسے کیسی برہمی سی جیہو و مہنی	ہر بات میں ہر پہر کر سنگ آمد سخت آمد
انکار محبت سے کہنا یہ شرارت سے	ہم کو تو نہیں باور سنگ آمد سخت آمد
جو ہے وہ ترا شاکی اس طرح کی سفاکی	جاری ہر زبانوں پر سنگ آمد سخت آمد
وینا میں جسے دیکھا روتا ہی ہوا پایا	کٹا ہی سنا اکثر سنگ آمد سخت آمد

تار و زجر ایچو و ہو دیکھئے کیسا ایچو و
ہر دور بہت محشر سنگ آمد سخت آمد

یا و مرغیاں میں تڑپتا ہوں نہیں آتی ہر نیند
 دل کو مضطر دیکھ کر آنکھوں سے آنسو جاتی ہر نیند
 اس کا شکوہ کیا شبِ عہدہ جواز جاتی ہر نیند
 تیرے کشتے پاؤں پسلا کر نہ سو میں کس طرح
 دیدہ دل میں نہیں ہر خواب غفلت کو جبکہ
 بیٹھے بیٹھے جو شبِ عہدہ چپک جاتی ہر آنکھ
 بزمِ دشمن میں نہیں جا کے قسم کھاتے ہو تم
 وصل میں عرض مصائب پر ملا الزام یہ
 عشقِ دشمن میں بنے تھے ہم تمہارے راز دار
 سوتے سوتے آگیا ہر کس کی شوخی کا خیال
 کوئی مشتاق تمنا ہو تو کوئی حیلہ جو
 آگے ہر جاتی ہر پلکوں تک نئی شوخی ہر
 سو گیا وعدہ کی شب میں سو گئی میرے نصیب
 ہو طلب اسکی تو بہر انسان چوکتا رہے
 ہجر میں کیا کیا ٹرپ کر جاگ کر گذری ہر عمر

میں تو سنتا تھا کہ سولی پر بھی آجاتی ہر نیند
 لاکھ دلوں کر دس فرقت میں کب آتی ہر نیند
 تم نے ترسایا ہر جھک تو تم کو ترسائی ہر نیند
 تیغ اٹھنے بھی نہیں پاتی کہ آجاتی ہر نیند
 بند ہیں آنکھیں مگر آنے نہیں پاتی ہر نیند
 ان کے آنکلی خبر دینے مجھ کو آتی ہر نیند
 ہیں خمارا و دہ آنکھیں تم کو جھٹلاتی ہر نیند
 آپ کی باتوں سے میری تو آزی جاتی ہر نیند
 تم کو جسے پوچھنا تھا کیوں نہیں آتی ہر نیند
 دل تپاں سینے میں ہر آنکھوں میں گہرائی ہر نیند
 جھک کو پسلاتی ہر قسمت ان کو بہلاتی ہر نیند
 بحر میں معشوق بن کر جھک تو ترسائی ہر نیند
 زندگی بہر اب نائیگی تم کھاتی ہر نیند
 ہر قدم پر نہو کریں طالب کو کہلاتی ہر نیند
 موت سے مجھے حجل آنکھوں سے شرماتی ہر نیند

آنکھ لگنی جب میں بخیر بہت دشوار ہے
 ان کی آنکھوں کے تصور میں آزی جاتی ہر نیند

دونوں ہیں خود غرض مجھے دلوں ہیں تانا
 معشوق کر چکے ہیں جسے بار ہا پسند

بھمکو نہ دل پسند نہ وہ ہو فاپسند
 یہ دل وہی تو ہے جو تہیں اب ہر ناپسند

<p>دشمن کو کیا تمیز ہے دشمن کی کیا پسند دنیا میں مجھ کو ایک پریزا د تھا پسند نہی زندگی میں مجھ کو جو بے حسا پسند قسمت تو اُس کی ہے جسے تو نے کیا پسند ہے اس لئے انہیں دل بے درعا پسند دم بھرتیں تو پسند جو دم بہر میں ناپسند زاہد کسے خبر کہ خدا کو ہو کیا پسند تو ہے اداس تاس تو میں ہوا داپسند فتنہ کو کرتی ہے نگہ فتنہ زاپسند دنیا میں کب ہوا کوئی مجھ سا جفا پسند یا تو یہ ناپسند ہوا اُن کو یا پسند جو ڈوب پڑ چڑ گیا وہ انہیں آگیا پسند آنکھوں نے دیکھا آپ کے دل کو کیا پسند مٹا نہیں کوئی تو ہے بے فائدہ پسند</p>	<p>جنس وفا کو کرتے ہیں اہل وفا پسند جنت کی کوئی حور نظر پر چڑ ہی نہیں روندی کسی نے پائے حنائی سو میری نعلین وہ بد نصیب ہو جسے آیا پسند تو چڑتے ہیں وہ سوال سے یہ ہم سمجھ گئے صورت بھی پیش چشم ہے سیرت بھی پیش چشم تجھ کو غور و زہد ہے شرم گنہ تجھے ہو طین جلیں گی خوب برابر کی جوڑ ہے ہر پہ کے اُن کی آنکھ عدو سے نہ کیوں لڑے میں خود بسکھا رہا ہوں ستم کی ادا انہیں رکھ دینگے آئینہ کے برابر ہم اپنا دل کس درجہ سادہ لوح ہیں عاشق مزاج بھی میرا ہی کیا قصور یہ مجھ پر ستم ہو کیوں انکار سن چکے ہیں طلب گار کیوں بنیں</p>
---	---

بیچو دو تو مر مٹے جو کما اُس نے ناز سے
اک شعر آگیا ہے ہمیں آپ کا پسند

<p>کل سے ہے اس غریب مسافر پہ راہ بند رہتا ہوا رات دن جو در خانقاہ بند کچھ بات کی تو ہو گئی دم بہر کو آہ بند</p>	<p>سینے میں ضعف دل سے ہوئی میری آہ بند کیا محتسب کے ڈر سے ہوئے ہیں گناہ بند وہ چھپے کہاں کہاں ابسا ط دل</p>
---	---

آنکھوں کے ساتھ کبیر ہماری نگاہ بند
 دل کے لئے بے حلقہ زلف سیاہ بند
 کرتا ہوں جو کب فلک کینہ خواہ بند
 ہے تیرے عہد میں تو ہر اک جلاہ گاہ بند
 رکھیں یہاں زبانِ مشت پینا ہ بند
 کب تک یہی شیشہ میں ہے بے گناہ بند
 کیونکہ ہواں تبوں سے مرئی ہم درہ بند
 کب تک یہی شرم و چشم سیاہ بند
 رکھتی ہے میرے منہ کو یہی خیر خواہ بند
 برسوں ہوئے کہ دیر و حرم کی گواہ بند
 ہو جس طرح سے قلعہ میں کوئی سپاہ بند

پاس اپنے خواب میں بھی سو دیکھتے ہیں ہم
 مڑ گاں ہر اس کی تیر کیلجہ کے واسطے
 تمت ہماری وصل میں سنکر جگڑ گئی
 سنان بتکدہ بھی ہے ویران طوبی
 یہ مدرسہ نہیں ہے یہ رندوں کی بزم ہر
 اے محتسب ہر دختر رز کا قصور کیا
 میں تو خدا گواہ ہے بندہ ہوں عشق کا
 آنکھیں تو کہو لو دیکھ تو صبح ہو گئی
 سنوار ہی ہے میری وفا گالیاں مجھے
 تیری گلی میں کا فردیندار جمع ہیں
 یوں دل میں آہ و نالہ و فریاد بند ہیں

یہ سچو جو تو ہنس بھی تو آئسو محل پڑے

رونا کبھی ہوا نہ تزار و سیاہ بند

تماعش پہ بھی جلوہ رخسار محمد
 کانوں کو لے لذت گفتار محمد
 دیکھے کوئی یہ وسعت دبار محمد
 کس شان کی سرکار ہے سکار محمد
 جبریل ہیں پروانہ رخسار محمد
 ہو جائے اگر خواب میں دیدار محمد

اللہ رے وہ بے پرا نور محمد
 آنکھوں کو بستر ہے دیدار محمد
 ہیں دین کے سامان بھی دنیا کے بھی سب
 شاہوں کو شرف ان کی غلامی ہر حال
 اک شمع تجلی ہے سراپا قد زیا
 اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے

اعجازِ مسمیٰ کا یہاں حسل نہیں ہے
طوبے کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھوں
دیدِ اِرخدا کا ہوں محمدؐ سے طلبِ گار
اب تک بھی تو باقی ہے مدینہ میں وہ خوشبو
آتی تھی صدِ پار وہ سے معراج کی شبیں
اعجاز ہے دیتی ہے فنا کامِ بعت کا
سایہ تور ہا عرش پر حضرت تموزیں پر
کیا تاب بشر کی ہر جو پہر عرض کرے کچھ

اچھا نہ ہو عیسیٰ سے بھی ہمایہ محمدؐ
لجائے اگر سایہ دیوارِ محمدؐ
الند سے ہوں طالبِ دیدِ اِرخدا
تھے مشکِ فشاں گیسوؤں خمدِ اِرخدا
یہ رُتبہ عالی ہے سزاوارِ محمدؐ
مر کر بھی تو مرتا نہیں ہمایہ محمدؐ
دیکھے کوئی یہ تیزنی رفتِ محمدؐ
جب خالقِ اکبر ہو خسرِ دیدِ اِرخدا

سجھوں کی طرح اس کا بھی لڑ جائے مقدر
بیخود بھی بنے شاعرِ دربارِ محمدؐ

رویتِ دالِ ثقیلہ

تمغ پر ہے نازِ قاتل کو جوانی پر گمنند
حضرتِ زاہد کو ہے تسبیحِ خوانی پر گمنند
پتو تھا ہے کس لئے دم بہر کی ہو تیری نمود
آج دیکھیں غیرِ اٹھیں بزم سے پہلے کہ ہم
ہے ابھی سب کچھ ابھی جھپکی ہلک کچھ بھٹن
خالیِ عارض کا ممتہ بھی نہ تم سے حل ہوا

۳ سامنے آئے جسے ہو سخت جانی پر گمنند
ہم گنہگاروں کو تیری ہمدانی پر گمنند
۳ اے حبابِ چھا نہیں اک بوندِ بانی پر گمنند
اُن کو تجھ پر ناز ہم کو ناتوا فی پر گمنند
۳ کیجئے کیا خاک اس دنیا سے فانی پر گمنند
بس اسی منہ سے کیا تھا نکتہ وانی پر گمنند

دودن کی سینے لگے سب کی بزم میں	ہو زبان شمع کو بھی گفتگونی پر گھنٹہ
عیش دنیا کے نگاہوں میں ملتے ہی نہیں	جھک ہو کیونکر نہ سنج جاودانی پر گھنٹہ
بہول کر بھی اب کسی سے بات وہ کر نہیں	بڑھ گیا ایسا وہن کی خوشی پر گھنٹہ

پیری صد عیب تو بچو و مثل مشہور ہے
اور کر لیجے ابھی کچھ دن جوانی پر گھنٹہ

ردیف ذال معجمہ

جیب میں رکھ لیا اس شوخ ڈیڑھ ہلکا کاغذ میں نے کتنی ورق دل پہ تمہاری نقو خط میں لکھی ہے جہان لطف سیہ کی تعریف مدعا یہ ہے کہ دل کو ترے پا مال کریں اب وہ اخبار کا پرچہ بھی جلا دیتے ہیں نامہ آیا تھا ابھی ان کا ابھی ہمار آیا خط کی تحریر ہے فتنہ اٹھانا منظور خط کتابت نہ ہو غیروں سے لیکن نہیں دل کو زخمی کئے دیتی ہے کسی کی تحریر باتیں تحریر میں ہوتی ہیں خریداروں سے یہ تنگ آئے ہیں اب وہ مری تحریروں سے	کاش ہوتا میرے خط کا دل مضطر کاغذ میرے نزدیک تو ہر سب سے بہتر کاغذ سادہ چھوڑا نہ وہاں بال برابر کاغذ اُس نے بھیجا ہے جوشی میں مسل کر کاغذ اب انہیں خط ہی مرا سو جتنا ہی ہر کاغذ چلے آتے ہیں بلائے کے برابر کاغذ عطر فتنے میں جو بھیجا ہے بسا کر کاغذ اڑتے پھرتے ہیں ترے کوچہ میں اکثر کاغذ بن گیا آج تو میرے لئے خنجر کاغذ پاس محفل میں بھی رکھا ہے وہ خود سر کاغذ کوستے ہیں کہ نہ ہو جھکو میرے کاغذ
--	---

<p>ڈریہ ہے توڑ نہ دے بال کبوتر کا غنڈ</p>	<p>خط میں تحریر ہے کچھ حال گراں جانی کا</p>
<p>لکھدیا اُس نے اگر وصل کا وعدہ بیخود لطف دے گائے انکھور سے بڑھک کا غنڈ</p>	
<p>پچھیکا نہ شکر کی نظر سے تعویذ مجھ کو خالی نظر آتا ہے اثر سے تعویذ باندھ لے ناکہ ہمراہ کمر سے تعویذ باندھ جاتا ہے کوئی پردہ در سے تعویذ لکھ کے لایا ہوں یہ میں خون جگر سے تعویذ جا پڑا اڑ کے کہیں بادِ سحر سے تعویذ کم ہے تاثیر میں اُس شعبدہ گر سے تعویذ تول کر باندھتے ہیں وہ گل تر سے تعویذ</p>	<p>میں نے باندھا نہیں مجھ کا اسی ڈر سے تعویذ غیر کی بزم میں مجھ سے نہ ملی آنکھ آنکی نامہ ہر مان کہا تیرا جگر آتا کیا ہے اب کئی روز سے اس بات کا چرچا ہو رہا ڈال لو اس کو گلے میں نظر بد کے لئے سبز تہنی میں جو میں شام کو باندھ آیا تھا نقش ہے دل پہ ہر اک شخص کے صوتِ حبی شوقِ تسخیر بھی ہے پاس نزاکت بھی نہیں</p>
<p>شب کو بیچو دیہ نئی سیر نظر آئی ہے بن کے پروانہ جلا سوز جگر سے تعویذ</p>	
<p>رویف لائے مہملہ</p>	
<p>خار کماے ہوئے ہیں پھول چمن میں ہر روح کو چین نہ تھا میری ہڈن میں رہ کر بے وطن ہم بچے جاتی ہیں وطن میں رہ کر</p>	<p>دور ہیں تجھ سے جو تیرے وطن میں ہر فکر تھی ترک وطن کی جو وطن میں رہ کر محبتِ گل سے کمال نے چمن میں رہ کر</p>

آپ کچھ خوش بھی ہوئے غیر کہ دم بہر نہ بنی
 جھمک جھمکائے بہلا میری باں کی یہ بساط
 کشتہ دستِ حنائی تو ترلائی گارنگ
 فکرِ گلچینِ خلشِ خارِ خزان کا کہن کا
 دور سے کنج کے لئے آتی پر دانوں کو
 اے زباں تو بھی طرفدارِ انہیں کی نکلی
 سختیاں بخشِ احباب کی دیکھیں میں نے
 قیس کو مکتبِ یلے میں سبق مل جائے
 تیرے غصے کو ابھی غیر نے دیکھا کیا ہی
 لوٹ کر خاک میں جڑتے ہی کہا ہوں
 گلفشانی کے وہ انداز جو دیکھنے نہ سنے
 واہ اس نقطہٴ مہوم سے کیا بھول جڑے
 خوش ملی بھی ہے زمانے میں کہ فی شتی یاز

رات کو دیکھ لیا میری جلن میں رہ کر
 شوخیاں سیک گئی تیرے دہن میں رہ کر
 رنگ دیکھا یہ کفن کو بھی کفن میں رہ کر
 چین دم بہر نہ ملا گل کو چین میں رہ کر
 شمع نے پاؤں نکالے ہیں لگن میں رہ کر
 پاس میرا نہ کیا میرے دہن میں رہ کر
 قدرِ غربت کی ہوئی خم کو طن میں رہ کر
 پہر بڑا نام اچھالے گا یہ بن میں رہ کر
 تیغِ بختا ہے اتنے کی شکن میں رہ کر
 اپنی ہستی کو نہ ہو لینے چین میں رہ کر
 شمع نے سیکھ لئے بزمِ سخن میں رہ کر
 معجزہ بن گئی گالی بھی دہن میں رہ کر
 اس کو ہم بھول گئے رنج و محن میں رہ کر

یہ غزل گوئی اسی کا تو صلا ہے پیچو د
 کی ہے استاد کی خدمت جو دکن میں رہ کر

چڑھتے ہیں پھول شمع کے میرے مزار پر
 دہلی چلی گئی نیچے مشر مسار پر
 آنکھیں نکالتے ہو دل بے قرار پر
 لئے رہے وہ ہاتھ مرے اضطراب پر

مرتا رہا جو عمر بہراک گلزار پر
 منہ آئے جس قدر وہ مرے رازدار پر
 بھلا کبھی نہ حرفِ تسلی زبان سے
 افسوس تھا کہ قہر تھا کیا تھا کسے خبر

رکتا ہوں بعد مرگ بھی الفت کے دو گو
 صیاد دیکھتا ہی نہ رہ جائے تو سہی
 شمر کے نوکر غیر پہ پیسا کئے وہ دانت
 شوخی نگاہ میں ہے شرارت مزاج میں
 اُس سنگدل کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے
 قسمت کے رنج کیا ہیں ستم آسماں کے کیا
 مارا ہے مجھ کو شوق شہادت نے جان سے
 ہم اُن کے پیسے کی ادا دیکھتے رہے
 کیا خاک فصل گل میں اُٹھے کو ہمارے
 ہم وہ شہید نازیہیں حیریں بہشت سے
 تیشہ نے کوہکن کا بہایا نہیں لہو
 شوخی سے یہ ملا طلب وصل پر جواب
 میں دیکھتا ہوں دام کے پندوں کو بلبا
 ڈبوٹے سے بھی ملی نہ وفاجیب کیل نہیں
 غافل نہ مجھ کو چاک گریباں سے جاننا
 آنکھوں میں دم ہو ہاتھوں میں دل میں اضطراب
 دی اُس نے اپنے ہاتھ سے مٹی پس وفا

حسرت فرار میں ہو اوداسی فرار پر
 کیسا تفس تفس میں کہلیں ایک بار پر
 کچھ بھی نہ بس چلا بنگہ شرمسار پر
 گرتی ہیں بلیاں دل اُمید وار پر
 رحمت کا ہے نزول ہمارے فرار پر
 بہاری ہے ایک عشق تہہ راہ ہمار پر
 بے قتل کے بھی خون رہا تیغ یار پر
 آنکھیں گڑی رہیں بنگہ شرمسار پر
 پتھر پڑے ہیں دامن ابر ہمار پر
 آتی ہیں فاتحہ کو ہمارے فرار پر
 کندہ کیا ہے نقش وفا کو ہمار پر
 تجھ کو زبان سے کوئی کس اعتبار پر
 صیاد دیکھتا ہے مرے بار بار پر
 اے چراغے کے ہمارے فرار پر
 وحشت میں بھی نظر ہے مری تار تار پر
 کیا تھر ہے نہ آئے جو اس انتظار پر
 یوں خاک ڈال دی مرے دل کے غبار پر

بیخود کو خوفِ نازِ جہنم نہیں رہا

بھولا ہوا ہے رحمت پروردگار پر

عشق نے اثر بخشا درد کی دوا ہو کر
 کیا مزے اڑائے ہیں جسم سے جدا ہو کر
 لوگ جیتے ہیں کیونکر آپ پر فدا ہو کر
 وہ بھی تیرے چہرہ پر چھا گیا ادا ہو کر
 پنہاس کے مصیبت میں قید رہا ہو کر
 حسرت کو بھی رہنا تھا آج ہی بپا ہو کر
 کو سنار قیوبوں کا لگ گیا دعا ہو کر
 رہ گیا غنیمت ہے شکر کا گلا ہو کر
 موت کی تمنا میں یار سے جدا ہو کر
 آپ ہی کہنا دے مجھ کو با وفا ہو کر
 یہ ستم نیا ڈھایا شوق نے سوا ہو کر
 ایک دن رہی گا یہ آپ کا کہا ہو کر
 کہو دیا مرزا سارا اپنے خفا ہو کر
 آئینہ کو چمکایا رنگ نے چلا ہو کر

مٹ گیا غم ہستی اُس پہ مبتلا ہو کر
 کس قدر ملی راحت عشق میں فنا ہو کر
 ملے ہی نگاہوں کے کام ہو گیا اپنا
 حسن تیری خلقت سنبھل رہا تھا کچھ باقی
 سو طرح کی آفت ہوا لاکھ طرح کی ایذا
 کم نہ تھا قیامت سے دن تری جدائی کا
 رنج بھرے ذہن صدمہ کے ہو گئی مجھ کو
 شکوہ کر کے کوئی نکتہ چیں کیا ٹھٹھٹ
 کیا خبر تھی یہ مجھ کو زندگی بسر ہو گی
 آپ کے ستم سہل کر میں تو بی وفا ٹھہرا
 دل رہا نہ قابو میں دیکھ کر انہیں تنہا
 جان سے گذر کر بھی آپ کو دکھا دینگے
 جرم کی خجالت سے بن رہی تھی کیا مہیر
 عشق کی کدورت نے صاف کر دیا دل کو

ظلم کا گلا بچو اس طرح نہ کرنا تھا
 بات کا مرزا کہو یا تو نے بے مرزا ہو کر

جس بھی تو روئی مری بیکیسی پر
 نظر حشر میں بھی پڑ گئی گھٹی پر
 اگر زورِ حلیت ہمارا کسی پر

خدا وقت ایسا نہ ڈالے کسی پر
 نہ دیکھا کوئی اور تجھ سا نہ دیکھیں
 خدا جانے دم بہر میں کیا کر گزرتے

مدار اپنا ہے سب تمہاری خوشی پر
مجھے رشک آتا ہے اُس زندگی پر
یہ بجلی تو گرنی تھی یارب مجھی پر
فرشتے بھی مرنے لگیں آدمی پر
گرے ٹوٹ کر آج اپنے دہی پر
کہ ہر دوست آمادہ ہے دشمنی پر
کہ ہم بھی تو مرنے لگے ہیں کسی پر
لگناں اُن کو مرنے کا گند اغشی پر

بناؤ۔ بگاڑو۔ ہنسناؤ۔ رُلاؤ
تری یاد تیری طلب میں جو گزرے
جلانا نہ تھا طور کو میرے ہوتے
اُٹھا دوں جو راز محبت کے پرے
تفس میں ہیں جن کا تھا کچھ بہرہ
عجب طرح پلٹا ہے اپنا مقدر
شب وصل کننا یہ اُن کا غضب ہے
مجھے دیکھتے وہ نہ یوں پاس اگر

نہیں لگتی دم بہر کی بھی دیر بچو
بُرا وقت آتے ہوئے آدمی پر۔

دام دیتے ہی نہیں آپ تو سودا یسر
دید یا غیر کو میرا دل شیدا یسر
آپ نے جسے بھی محبت کو کو یا یسر
بیٹھ جاتے ہیں وہ گشتے کا سہارا یسر
پچھوڑ دو ہاتھ کوئی نام ہمارا یسر
ضعف سے در بھی اُٹھتا ہی سہارا یسر
کیا کر و گے دل نا کام ہمارا یسر
حشر میں جائیں گے تقدیر کا لکھا یسر
جنت ہی نہیں دینا جو کسی کا یسر

نیچے آئے کوئی کیا دل شیدا یسر
خوب فیاض بنے مال پر یا یسر
چار دن بھی تو نہ رکھا دل شیدا یسر
قتل کے بعد نزاکت سے جو تھا جاتی ہیں
غیر کا قتل کچھ ایسا تو نہیں ہے مشکل
سانس کے ساتھ جو ہوتی ہو کشائیں میں
غیر سے لو جو محبت میں تھیں کچھ کام بھی دے
وہ شتم کیش وہاں کیا نہ ملے گا ہر کو
ہم سمجھتے ہیں اُنہیں دوست کو ہیں کہے

کوئی کچھ لیکے چلا ہے کوئی کچھ کعبہ کو وہ گر انبارِ محبت ہوں نہیں چل سکتا لڑکھاتے ہیں قدم دم بھی چڑھا جاتا ہوں آسماں خاک ہی میں کیوں نہ ملائے ہم کو آگیا مجھ کو نظر اپنی وفا کا انجام	جائینگے ہم ترے ملنے کی تمنا لیسکر دو قدم بھی تو مری خاک بگولا لیسکر گر نہ پڑنا کیس دشمن کا جنازہ لیسکر ہم رہیں گے دل مرحوم کا بدلہ لیسکر میں نے تلوار کو قاتل سے جو بھیا لیسکر
--	--

ابو بچھو کو یہ دعویٰ ہے بقول استاد
آدمی عشق کرے نام ہمارا لیسکر

بخی تصویرِ راتم کی خوشی بے انتہا ہو کر ہے غیار کے حلقے میں تسمامہ لقا ہو کر کیا ہے عرض جو کچھ وہ بیگا دیکھنا ہو کر نہا ہی ہم نے تم سے بیوفا سا باوفا ہو کر مریضِ غم کو ہے اے ناتوانی آسرا تیرا وہ میری التجا میری خوشامد میری یوسی محبت کے قدم آئے تصور کے جمے نقشے مٹایا نقشِ پاکی طرح اُس نے میری ہستی کو مری میت پہ وہ آئے ہیں یہ الزام دینے کو قیامت کیا نہ آجائے قیامت کیا نہ ڈھائے رگ گردن سے تڑبڑکے دلِ نساںِ تمام کا مٹے جاتے ہیں ان کے دیکھنے پر دیکھنے والے	وہ آئے اپنے وعدے پر مگر میری قضا ہو کر چلو تیر قضا بن کر کچھ تیغ ادا ہو کر تمہاری بزم سے اُٹھتے ہیں ہم شہوٹا ہو کر دکھاف اب کوئی دنیا میں ایسا دوسرا ہو کر رہی جاتی ہے اب آہ رسا بھی نارسا ہو کر وہ مجبوری سے اُن کا سُکرا دینا خفا ہو کر ریگلی اب مرے دل میں نئی دنیا بنا ہو کر ہمیشہ جس کے قدموں میں رہا رنگِ حنا ہو کر وفا کا تو نے دعویٰ کیوں کیا تھا بیوفا ہو کر نکل آئے جو وہ پرے سے میرا تذعا ہو کر وہ کب بند کرے اپنے دورِ تہاؤ خدا ہو کر بھلتی ہو نظر بھی آنکھ سے ناز و ادا ہو کر
--	---

<p>بگوانا اُس کا غصے میں بھی شوخی ہو نہیں خالی وصال و ہجر و دنوں ایک ہیں اہل بصیرت کے اُسے ملنے میں کیا ہے دوست دشمن سے ملنا ہی خودی بھی اک ہوا اُسے خود نامی ہو حجابِ آسا وہ قابو پا کے میرا کینچنا آغوش میں اُن کو</p>	<p>۴ حُرے کی بات کہہ جاتا ہے ظالم بے مزا ہو کر سے تم دل کے اندر میرے پہلو سے جلا ہو کر کسی سے بیوفا بن کر کسی سے با وفا ہو کر جو عاقل ہے وہ اس ہندو سے ٹھیکہ کھانا ہو کر وہ چُپکے چُپکے اُن کا کوسنا نہ جکھو خفا ہو کر</p>
--	--

ہیں معنی تو سمجھا دے ذرا بخود کے اچے خود
یہ تو نے نام کیا رکھا ہے اپنا پار سا ہو کر

<p>دل بے آرزو میں عشق کا ارمان پیدا کر جوانی اُن کی کتنی ہوئی اک پشان پیدا کر مری محرومی قسمت کو تو واقف ہو تو یارب عدو کا حال کتنے ہیں پہ اُس پر میں تباہ کیا عدو کے دل میں کتنے میری کج بول میں تاجا بگڑنا نہ بننا بد روٹھ جانا اس کو کیا حاصل و کما نا ہے مجھے ایدل اگر نیز نگا الفت کا حیا غماز ہے رازِ محبت کہو لیتی ہے اکھی فصل گل پر بھی خزاں کا حکم جاری ہو کہشکلی ہے مرے سینے میں یارب آرزو اسکی نہ ہو جلے سے باہر واعظِ خود میں سے گدینا بتوں کو جب کتنے تھائے پیدا ہم کو کس تاہا</p>	<p>۳ مرے سینے میں یارب اور بھی اک جان پیدا کر نگاہِ شرم میں بھی تیر کا پیکان پیدا کر و میں پامال کرے دل میں اُن پیدار ہماری بات سنے کیلئے تو کان پیدا کر نگاہِ ناز میں یہ بات میری جان پیدا کر ادا دل چہین لینے کی کوئی نادان پیدا کر نرالا ساری دنیا سے کوئی ارمان پیدا کر نگاہِ شرم میں شوخی ترے قربان پیدا کر چمن میں پہول پیدا کر تو نافرمان پیدا کر محل جائے یہ دل کی پہاڑ سنا پیدا کر بنا ہو جس کی صورت پر اُسی کی شان پیدا کر بنائے آدمی ان کو انہیں انسان پیدا کر</p>
---	---

<p>لگی میں دل کی دوس شمع کی جھجک تھاوت ہے کسی کے حسن کی ہر آن دل کو چسپین لیتی ہے سوال وصل پر اس نے گم کر کر یہ کہا مجھے ہمارا دل ترا گم ہے اسے آباد رکھ یارب</p>	<p>تیسر عشق پر دلنے سے اسے نادان پیدا کر نیا پہلو میں دیار بیکٹل ہر آن پیدا کر سلیقہ بات کرنے کا درانا نادان پیدا کر یہ لڑتی ہر بتوں سے آنکھیں بان پیدا کر</p>
--	---

<p>زباں ستاد کی بچو تو ہو مضمون مومن کا بیاں غالب کا ہو اشعار کی یہ شان پیدا کر</p>
--

<p>نہ جانا حضرت زبید کبھی ترک عجاوت پر عدو کے قتل کا بیڑہ تو تم سے اٹھ نہیں سکتا اگر میں چاہتا ہوں وصل کا وعدہ کبھی اٹنے کہیں ایسا نہ ہوا فلاک سے عیسے اتر آئیں کیا جو اپنے ہاتھوں سے بہلا افسوس کیا اس کا محبت کے اثر سے اکھا دل بھی اپنے خالی پتے کی سن کے مجھ سے گایاں ملو لکین محکوم کرے کیا کوئی اب ان کی شکایت شوخ چمکی سوال وصل پر ان سے نیا فقرہ چلائیں نے پہنسا گرد دل کسی سے پہنس گئے ہمت مصیبت جہاں اس بزم میں پہنچا نظر پڑنے لگی میری ترے آوارہ دشت طلقت بچھڑے ہیں زماہ حضرت بچو و کبھی یکساں نہیں رہتا</p>	<p>ہمارا بخشدینا منحصر ہے اس کی حرمت پر قیامت کے اٹھانیکا ہر دعوے اس اکت پر وہ کہہ دیتے ہیں یہ موقوف رکھ اپنی قیمت پر کہ اب مرنے لگا ہے اک ماہ تیر جی صورت پر وہ کیوں بیٹھ ہوئے ہیں سہر کا دیر تیرت پر ذرا سامنے کل آتا ہر فرقت کی شکایت پر تصدیق اس نجات کے پٹرہ خداست پر خدا ہیں اپنے جی سے وہ اپنی شرارت پر مسافر ہوں نظر کرنی پڑگی میری غربت پر کہ مرنا بھی ہی اپنا منحصر ان کی اجازت پر کہیں اپنے مقد پر کبھی غیروں کی قسمت پر مسیحا جان نیتے ہیں ترے ہمارا الفت پر کہیں گزری دو دنیا میں کسی کی ابک حالت پر</p>
---	---

ایسی اس قد مجبوریاں ایسی محبت پر
نظر کرتا ہوں میں گزری ہوئی جی پنی لٹا پر
ابھی اسے اہل محشر ہے کسی کا سامنا باقی
کہیں میرا نقد بخت دشمن سے نہ بدلا ہو
مجھے جب بکھڑا ہوں غیر سے ارشاد ہوتا ہے
وہ آئے تھے بہت ہی بن سحر کر فاقہ پٹنے
دعا کے ساتھ میرے لیے کیا کچھ نہیں نکلا
وطن کو چھوڑ کر میری طرح کیا یہ بھی نکلی ہے
بے تاکائے جہان کا ادھر دیکھا ادھر دیکھا
نہ چھوڑ دینے کے کہنے سے یہ بنتا ہوا سو دا
ہوا کرتی ہے اب مجھ سے شکایت و رافت
گسلا کر پہرہ ہی صحت بنا دی جوش گریہ نے

نہ اُن پر زور چلتا ہی نہ قابو ہے طبیعت پر
مے آنسو ٹپک پڑتے ہیں دشمن کی مصیبت پر
قیامت اور برپا ہونی والی ہے قیامت پر
وہ کہتے ہیں کہ رشک آتا ہوا ہم کو تیری قسمت پر
بہت رنجے ہوئے ہیں آج کل یہ میری صحت پر
گری بین بھلیاں کیا کیا ہمارے سنگتے بت پر
چڑبائی آج کس کس کی ہوئی باجی بابت پر
اُداسی کس قدر چھائی ہوئی ہوشام غربت پر
نظر کرتے چلو تم بھی نظروں کی شرارت پر
مے دل کو بھی تو دیکھو نظر کرتے ہنرمیت پر
نصیب تباہ عاشق ہوئے ہیں اپنی صورت پر
پہر اتھاگ ذرا پانی ترے بیمارِ الفت پر

ستم پہنے کی سحر و اب کوئی حد بھی رہی باقی
ملایا خاک میں پتھر پڑیں ایسی محبت پر

وہ بیٹھا ہوا تیری محفل میں سب سے دور
آئے مری زباں پہ کیونکر سوالِ وصل
جزت عطا ہو یا مجھے دوزخ نصیب ہو
آسودگی پسند نہیں اس کے بتلا
میں جا کے نرم یار میں تصویر بن گیا

وہ یقاریاں دلِ مضطر کی اب سے دو
اخلاق سے بعید ہے پاسِ اب سے دو
تیرے کرم سے دور نہ تیرے غضب سے دو
منزل کا ہر نشان ہوا راہ طلب سے دو
رکنا مجھے نصیب نے عیش و طرب سے دو

قمر سکوت تو ہو کہیں ان کے لب سودور
رکھا ہے ہم نے روز جدائی کو شب سودور
رہنے لگا ہے دہ بت مغر و جب سودور
بیٹھے ہوئے ہیں چاہنے والا ادب سودور

اتوار کی قسم ہے تو انکار ہی سہی
دلفیہ کی یاد کا فرقہ میں کام کیہ
آتا نہیں ہے ہوش مجھے چار چار دن
غیروں سے ہزم نازیں ہیں گرم چوشیاں

منہ سے نکل بجائے کوئی بات راز کی
بیخود کو چاہیے سب دنیا میں سب کے دو

کہیں دم آنجائے مجھ میں پہر ارمان بن بن کر
رہیں رمان بن بنکر رہیں یہ جان بن بن کر
رگوں میں دوڑتی پھرتی یہ شوخی جان بن بن کر
دہیوں میٹھے مے آگے خدا کی شان بن بن کر
ترے سینے پہ اُبھرے ہیں ارمان بن بن کر
مجھے چکا کوئی کرتا ہے کیا نادان بن بن کر
یہ کس کے واسطے جلتے ہیں آخر پان بن بن کر
کہ یہ کافر سائے ہیں مرا ایمان بن بن کر
بنا ناخوب آتا ہے تمہیں انجان بن بن کر
رہیں چھائے زباں میں خلعت کو درہان بن بن کر
ترخی لہیں بکھر جاتی ہیں کیون آن بن بن کر
اُترتے ہیں ملائک چرخ سے النان بن بن کر
رہیں دُخلد میں جاتا اگر سامان بن بن کر

یہ بیٹھاس طرح تم نقش پر ہر آن بن بن کر
ریشنگے دل میں کب تک تیرا پوہمان بن بن کر
نگاہِ شوخ نے کشتے کو بسل کر دیا دیکھو
نہ آتے ہوں جسے انداز پورے دلربائی کے
ترے دل میں مری جان بوجھنے بچ پنہاں تھے
یہ کہنا تو ذرا دیکھو اجی تم کس کے عاشق ہو
مجھے معلوم تو ہو کون بیٹھا ہے پس پردہ
نکلنا دل سے شکل ہی بتوں کا حضرت زاہد
عدو کے ذکر پر کہنا یہ کس کا ذکر کرتے ہو
نہ مکمل بات بھی منہ سے چمک ضبط الفت ہی
پریشاں ہو کے کس آشفٹہ سر کی لڑائی قسمت
ہلا مخافی میں نوع بشر کا کام کیا زابہ
ترقی اور ہوتی زیب و زینت اور ہو جاتی

انہیں گزری ہوئی باتوں کا بخود محکوم و ناہار
بگڑ جاتے ہیں کیل یہ بہت نادان بن کر

مولے تو جا کے بیٹھ ہے کوہ طور پر
وہ جیسے غدر کرتے ہیں میرے تصور پر
پڑتی نہیں ہوا کچھ شہیدوں کی حور پر
جلنے کی واسطے نہیں آئے ہیں طور پر
جیتے ہیں اس کو دیکھ کے مرنے ہیں حور پر
نازاں تھے آپ بھی بہت اپنے غور پر
ہنسی کی کہیاں ہیں شراب ٹھور پر
اکس کی نظر پڑی ہو دل ناصبور پر
اپنا بھی آگیا بول اک رشک حور پر
توڑ پا اگر نہیں تو رہینگے ضرور پر

کب تک کریں گے جبر دل ناصبور پر
کوئی مجھے بتائے کہ اب کیا جواب دوں
طالب ہیں جو ترے نہیں جنت کی عرض
جلوہ دکھائے ہیں بس عذر ہو چکا
زنا بھی اس زمانے کے عاشق مزاج ہیں
گھر کر گئیں نہ دل میں مری خاکساریاں
بغٹے گئے نہ ہمسے جو دو چار بادہ خوار
کچھ شوخیوں کے رنگ بھی بتایا نہیں ہیں
راہ کی طرح ہم کو بھی جنت کی ہے تلاش
رکے کہیں یہ شوق رہائی مجھے نہ قید

بچو نہ ڈھونڈ کوئی وسیلہ نجات کا
یہ منحصر ہے رحمت رب غفور پر

اب یہ ضد ہے دیکھیں بوسہ ترک ایاں پر
ہے تعجب جو نہ نہیں حل پتی تمہارے کان پر
کیل جاتا ہر کوئی ناشاد اپنی جان چر
زود چل سکتا نہیں انسان کا انسان پر
حسرتوں پر حسرتیں ارمان ہوا ارمان پر

دل کا سودا کیا ہوا ان سے بنی ہر جان پر
کا پتا ہے چرخ ہلتی ہے زمین فریاد سے
عشق کا صدمہ کسی کے دل سے اٹھ سکتا نہیں
ہم کسی کے واسطے اللہ سے کیونکر لڑیں
دل میں یہ مجمع سماء کس طرح وعدہ کی شب

جاننا ہوں وہ تم توڑیں گے میری جان پر
 دل کا آجانا غضب ہو آپ کا نادان پر
 اور ہی ایمان لائیں گے ترے ایمان پر
 کیا کروں میں پڑ گئے بتھر مری پہچان پر
 کیل جائیگے قیامت میں بھی اپنی جان پر
 ہوتی آتی ہیں کلیاں میں ابھی یجان پر

ہل میں ملنی ہے مجھ کو دامیرے صبر کی
 ظلم کرنا بھی تو پورا خیر سے آتا نہیں
 ہم نے زاہد مجھ سے دیکھے ہیں بہت جنت پر
 اس بت کافر کو اتنا سنگدل سمجھا نہ تھا
 واو محشر سے ہم لیکر رہیں گے آپ کو
 صبر کر اب حسرت پر داز کچھ دن اور بھی

دن دہاڑے پوچھتے پھرتے ہو مینا کی راہ
 بات یہ بہتی نہیں بچو و تمہاری شان پر

کسل گئے غنچے مرا چاک گریباں دیکھ کر
 ہم کو پہر کچھ بھی نہ سو جہاوار غنچاں دیکھ کر
 آدمی بھکھو سمجھ کر بھکھو اناں دیکھ کر
 بھکھو حیرت ہو گئی خنجر میں پیکاں دیکھ کر
 کان میں آواز اک آتی ہو ناداں دیکھ کر
 جی بہرا آتا ہے بلبل کا گلستان دیکھ کر
 تاڑیگا دور ہی سے مجھ کو دربان دیکھ کر
 آگیا کچھ صبر سا گور غریباں دیکھ کر
 دل زلیخا کا پٹا پوسٹ کا داناں دیکھ کر
 بھکھو دل یاد آگیا سونا بیاہاں دیکھ کر
 دل میں وہ اتر رہا ہے میں مجھ کو حیران دیکھ کر

فصل گل آئی مری وحشت کا ساں دیکھ کر
 چاک سینہ کر لیا دل کو پریشان دیکھ کر
 دل دیا تھا ہمنے تو اسے سنگدل آتش مزاج
 اُس نے ابرو کے اشائے سو لگایا دل تیر
 جب اُٹھا کروادنی الفت میں کتا ہو قدم
 دل میں بہا لے بنکے چبتی ہیں نفوس کی تیلیاں
 کشنہ دیدار لاکھوں میں بھی چھپ سکتا نہیں
 زندگی میں دل کے مرجلے کا غم جاتا رہا
 شرم ناکامی نے آخر کو تراشا اتھام
 عشق میں ویران سا ویران تھا یا توں خیر
 حش بھتا پر انہیں کیونکر نہ ہونا ز و غرور

تیر بھی اپنا نہ کہیںچا اس بت کیش نے اُس کے جلو کو دل مشتاق ادنیٰ ہر یہ وصف پہنچی نظریں تھیں توشتاقوں میں کچھ بگڑا تھا	ڈر گیا وہ میرے دل میں نہ لایا دیکھ کر آدمیت سے گزرتا ہوا نساں دیکھ کر غم نے یہ نقشہ اُٹھائے میں ہی جان دیکھ کر
---	--

جام و مینا پر سنبھلا بچو و میخوار نے
تو بہ رخصت ہو گئی ابرہہ راس دیکھ کر

ہر بات مرے لب پر آتی ہر بجا ہو کر پہرہ و محبت کی ریتی یہ خلش باقی اغیار کے کوچہ میں دیکھا نہ مجھے اُس نے کیا کیل ہی سمجھا تھا وعدے سے پلٹ جانا جو بات نہ کہنی تھی غصے نے اگل وادی پہلے ہی قدم پر ہے انداز قیامت کا ہر شے میں نظر بکھو آتی ہے جہلاک اُس کی تم مجھ میں رہو ہر سیکر میں تم میں رہوں نہاں اس طرح سے لیتے ہیں جنت کو تری عاشق اس گلشن ہستی میں لگتا نہیں دل اپنا وہ بام پہ بھی اپنے اس ڈر سے نہل آئے	غم دل میں سلیا ہے کیا جائے کیا ہو کر منا تھا مرے دل کو قسمت کا لکھا ہو کر میں ساتھ رہا اُس کے نقش کف پا ہو کر دل ٹوٹ گیا اپنا پیمان وفا ہو کر شرائے بہت دل میں وہ مجھ پر خفا ہو کر آئینکے مے گزرتا کیا جائے کیا ہو کر چمپ جاتا ہی پردوں میں وہ جلوہ نما ہو کر آنکھوں میں نظر بند شوخی میں حیا ہو کر محشر میں دکھا دینگے ہم تجھ پر فدا ہو کر آئے ہیں خدا جانے ہم کس سے جدا ہو کر تو تیر نہ گھٹ جائی انگشت نما ہو کر
---	--

ہونے و دستم اُن کے کرنے و وجہ اُن کو

گہر تے ہو کیوں بچو و پابند وفا ہو کر

دے محبت تو محبت میں اثر پیدا کر	جواو ہر دل میں ہر یارب وہ ادھر پیدا کر
---------------------------------	--

دو دل غم میں تھا تو اثر پیدا کر

پھر ہمارا دل گم گشتہ بھی ل جائیگا۔

کام لینے ہیں محبت میں بہت سی یارب

تم ذرا لے عدم آباد کے جانے والے

جھوٹ جب بولتے ہیں وہ تو دعا ہوتی ہے

آئینہ دیکھنا اس حسن پہ آسان نہیں

صبح فرقت تو قیامت کی سحر ہے یارب

جھمکھو روتا ہوا دیکھیں تو مجلس جائیں قیام

مٹ کے بھی دور کی گلشن نہیں بہاتی یارب

شکوہ درد جدائی پہ وہ فرماتے ہیں

دن بچکنے کو ہے راحت سے گزر جائیوے

ہم نے دیکھا ہے کہ ملجائے ہیں لڑنیوالے

مجھے گہرانے کے وعدے پہ بھڑک کر بولے

مجھے کتنی ہر کڑک کر یہ کہاں قاتل کی

کیا قیامت میں بھی پردہ نہ اٹھے گا رخِ سی

دیکھنا کیل نہیں جلوہ دیدار مرا

دل میں بھی ملتا ہے وہ کعبہ بھی اُس کی ہر مقام

ضعف کا حکم یہ ہے ہونٹ نہ لپٹی پائیں

سر کٹے شمع کی مانند تو سر پیدا کر

پہلے تو اپنا دہن اپنی کسر پیدا کر

اور دل دے ہمیں اک اور جگر پیدا کر

رہ کے دنیا میں ابھی زرا د سفر پیدا کر

یا آئی مری باتوں میں اثر پیدا کر

پیشتر آنکھ مری میری نظر پیدا کر

اپنے بندوں کے لئے اور سحر پیدا کر

آگ پانی میں بھی اے سوزِ جگر پیدا کر

اپنی قدرت سے مری خاک میں پر پیدا کر

رنج سہنے کو ہمارا سا جگر پیدا کر

روٹھکر تو نہ قیامت کی سحر پیدا کر

صلح کی خوبی تو اے بانجی شکر پیدا کر

کمدیا غیر کے دل میں ابھی گھر پیدا کر

تیرنجائے نشاۃ وہ جس گھر پیدا کر

اب تو میری شب بیلدا کی سحر پیدا کر

پہلے مٹے سا کوئی اہل نظر پیدا کر

راہ نزدیک کی اے عزم سفر پیدا کر

دل یہ کہتا ہے کہ نالو میں اثر پیدا کر

تا بے بچو و کے قیامت ہیں تجھے یاد رہے

ظلم کرنا ہے تو پتھر کا جگر پیدا کر

رولیت اے ہندی

شب امید ہے ایدل نہ بیو فاسے بگاڑ
ہوا ہے جبے کسی زود آشناسے بگاڑ
وایک پل میں تباہ کروٹیں سو رسو
یہ کسی کی ادا میں بھی اک قیامت ہیں
عدو کو دیکھ کے تھنے راہر جو دیکھ لیا
روکھا کے آئینہ باہم لڑا دیا ہم نے
کبھی فساد فرما دے قیس ہم سے سُنو
بہارِ حسن کی اُن کے بہارِ مجھ تک تھی
اہل نہ آئیگی ہم جانتے ہیں دشمن کو
زباں بلانے میں بنگرِ بگڑ گئی قسمت
مرا نصیب نہیں کچھ یہ خال کا جل کا
بنی کسی سے نہ الفت میں ایک دن اپنی
ہمارا کون ہے اُس کے سوا زمانے میں
بگڑ کے آئے ہو اب تم مجھے بناتے ہو
اُسی کے لطف و کرم پہ ہے منحصر سب کچھ

جہلک رہا ہے مجھے اُسکی ہر ادا سے بگاڑ
مری اثر سے ہر اُن بن مرا دھما سے بگاڑ
ابھی سلوک ابھی زود آشناسے بگاڑ
ابھی ہے ربط حیات سے ابھی حیات سے بگاڑ
دلوں میں پڑ گئے باہم اسی ادا سے بگاڑ
کہ چشم شوخ کا اُن کی ہوا حیات سے بگاڑ
پڑے ہوئے ہیں محبت میں ابتداء سے بگاڑ
بناؤ سے انہیں نفرت ہوئی حیات سے بگاڑ
کہ اس نصیب کے بیٹے کا ہے قضا سے بگاڑ
کہ اُن میں مجھ میں پڑا حرفِ دعا سے بگاڑ
مری بلا سے بنا تو مری بلا سے بگاڑ
ہماری خاک کا بھی ہو گیا صبا سے بگاڑ
کہ اک اُسی سے تعلق ہے باسوا سے بگاڑ
ہو اتما را عدو کا مری بلا سے بگاڑ
تو کہ عشق میں پیچو نہ تو خدا سے بگاڑ

روایف زارے منقوطہ

آنکھوں میں شرم ہو نہ لبوں پر ہنسی ہنوز
 قاتل کہلی نہیں میرے دل کی کلی ہنوز
 لائی نہیں ہو رنگ مری عاشقی ہنوز
 مجھ کو مٹا رہی ہے میری زندگی ہنوز
 پردہ بنی ہوئی ہے مری بخودی ہنوز
 دیکھا نہیں ہے تو نے کوئی آدمی ہنوز
 ظالم بھی نہیں مرے دل کی لگی ہنوز
 سیدھی طرح وہ کرتے نہیں بات بھی ہنوز
 لیکن گئی نہیں مری خود رفتگی ہنوز
 شیدا میں اپنے حسن کے وہ آپ ہنوز
 کیا مجھ کو رو رہی مری سلیسی ہنوز
 و نظر ہمیں ہے تمہاری خوشی ہنوز
 نکلی نہیں ہے منہ سے تو دشمن کسی ہنوز
 میں ان کی آنکھ میں ہوں مگر اجنبی ہنوز

جو وصل میں بھی ان کی وہی بے رخی ہنوز
 موزنم کہا کے بھی ہو ہوس تیر کی ہنوز
 مجنوں کے حال زار پہ افسوس ہو نہیں
 وہ شمع ہوں کہ ختم ہو گئی گیس کے جس کی عمر
 اٹے ہوئے نقاب وہ بیٹھے ہیں دیر سے
 راہ ہے وصف حور کا تیری زبان پر
 یہ کیا تم ہے وصل میں بھی جل رہا ہوں میں
 کیسی اسید کی تمنا کہاں کا وصل
 مدت ہوئی ہے یار کا دیکھئے جمال
 حلاوت ہو آئینہ ہے نہ عاشق نہ غیر ہے
 آواز گو یہ آئی کہاں سے فرار میں
 اچھا مٹا کے ہم کو مٹاؤ ہماری قبر
 سمجھیں آپ تیر نظر دل میں چھد گیا
 روز ازل سے وہ مرے دل میں مقیم ہیں

دن زندگی کے چارہ و تدبیر میں کٹے
 بچو بچو کے دردِ دل میں نہیں ہو کی ہنوز

ساری دنیا سے نرالا ہے جھکا انداز
یہ قیامت کی ادائیں یہ بلا کا انداز
جینے دیگانہ مجھے دستِ دعا کا انداز
چالِ نقشہ کی آرائی ہے قصا کا انداز
تم نے دیکھا ہی نہیں اہلِ وفا کا انداز
کہے دیتا دوا بھی سے یہ صبا کا انداز
دیکھ کر خلد میں تیرے شہدا کا انداز
پہر گیا آنکھوں میں اُس شوخ ادا کا انداز
وہ بناوٹ سے بگڑنے میں حیا کا انداز
یہ چلانے کا طریقہ یہ قصا کا انداز
کس نے دیکھا ہے بت ہوشِ با کا انداز
وہیں کہہ دیتا ہر نقشِ کفِ پا کا انداز
چٹکیاں لینے لگا دل میں حیا کا انداز
جانِ مینے کا نیا ہم نے بھی تاکا انداز

کہہ رہا ہے یہ تری تیغ ادا کا انداز
سادگی میں یہ بہنِ شرم میں ایسی شوخی
تم دے نا مانتے ہو کیوں مری صحت کیلئے
یہ جبینِ لی حور کی آنکھ اُس نے پرہی کی شوخی
تم تو خگر ہو رہو توبوں کی دغا بازی کے
ہے نیا گل کوئی اس باغ میں کھلنے والا
جہان مینے لگیں حوریں یہ تماشا ہے نیا
آسمان پر جو کبھی ابر میں جلی چسکی
وہ لگاوٹ سے دمِ قمر و غضبِ نجی نگاہ
وعدہ وصلِ زباں پر ہے نظر میں غصہ
آنکھ ملنے نہیں پاتی جو غش آجاتا ہے
راہ میں خیر سے ٹٹ بیڑ جہاں ہوتی ہو
بحور پر اُن کی ندامت بھی تم ڈھاتی ہے
ظلم کی تم نے نکالی جو زالی ترکیب

زادوں میں ہے نہ رندوں میں تمہارا چوہو
کچھہ الگ ہے اس مرد خدا کا انداز

رویف سبین

پہلو میں ہر جوہر بھی دلِ بتلا کے پاس

برہمچی بھی ایک چاہئے تیغِ ادا کے پاس

کیا یہ ہے کان میں تمنے بلا کے پاس
 اک تمکنت کی شانِ بے خالی جیا کے پاس
 چھوڑ آئے آج دل کو ہم اک بیوفاکر پاس
 کس کا مزار ہی یہ ترے نقشِ پلکے پاس
 رکھا ہی کیا ہے اور دل مبتلا کے پاس
 آبیٹھے بزمِ غیر میں وہ مسکرا کے پاس
 اُس نے کہا اب اسکی دوا خود کے پاس
 اک دام اور بھی تو ہے زلفِ فنا کے پاس
 نکلی تری نگاہ کی برجھی قضا کے پاس
 کچھ اک گرہ سی اور ہی بندِ قبا کے پاس
 قفنۂ اٹھائے تم نے عدو کو بٹھا کے پاس
 یہ تیر اور ہے دل درِ دانشا کے پاس
 پہنچا دو یہ پیامِ بہار صبا کے پاس
 تصویر ہے ضرور کسی کی قضا کے پاس
 رکھا ہو کیا کرشمہ و ناز و ادا کے پاس
 کہتے ہیں مجھے وصل میں وہ منہ کولا پاس
 پہنکی نگاہ جا کے نہ شرم و حیا کے پاس
 دنیا سے تنگ ہو کے سد ہائے خدا پاس
 نہ لگا ہے جب کسی مہِ نقا کے پاس

جمع ہے حسرتوں کا دل مبتلا کے پاس
 شوخیِ نظر کے پاس شرارت ادا کی پاس
 جاتا تھا دوڑ دوڑ کے ہر سہ نقا کے پاس
 نکلی ہے کس کی حسرتِ پاؤں بعدِ مرگ
 مہموم سی ہو آپکے ملنے کی اک امید
 بجلی سی ایک کوند گئی میری آنکھ میں
 وعدے سے اُس کے جب تسلی ہوئی مجھے
 کشاکش ہو۔ دل نقاب کی جالی میں پھنس جئے
 جس کی مجھے تلاش تھی وہ آج مل گئی
 جوین ہے یہ ترا کہ مراد بتا بنجے
 پہلے تو بزم میں نہ قیامت تھی باریاب
 نامے تو بے اثر ہوئے کرتا ہوں اب دُعا
 اُس کی گلی سے چل کے ادھر بھی کرم کرے
 دکھوں جو روز مرتے ہیں اس کا سبب بھی
 جو لطفِ خاص ہیں وہ تری سادگی میں ہیں
 میرے لبوں کا بوسہ نہ لے کوئی نشہ میں
 جب چھا گیا شہاب تو بچی نظر کماں
 مرنے کا میرے اُسے کہا یوں عدو کی حال
 چوتھے فلک پہ ہے دل بیتاب کا دماغ

نہ ہمتھاری ہونے لگی ہے دُعا قبول
دلو! وہم کو ہو جو کوئی بت خلک پاس

مشہور ہے جہاں میں یحیٰ و کا افسانہ
کیا کام دخت زر کا ہر اس پاس کا پاس

نہ رہا کوئی مرا چاہنے والا افسوس
تم نے ہمکو نہ دکھایا یہ تماشہ افسوس
ہنس رہے تھے وہ ابھی غیر کیسا افسوس
مر مٹا آج ہمارا دل شیدا افسوس
بہول کر تم مرے مر نیکا نہ کرنا افسوس
آپ نے ہمیں لیا مال پر لایا افسوس
کھٹ افسوس ملین چمپہ سیجا افسوس
ڈھونڈتا ہی رہا دامن کل سہلا افسوس
کو دیا ہم نے ترے عشق میں کیا کیا افسوس
مٹلگی آج مرے دل کی تمٹ افسوس

آج پہلو سے مرے دل بھی سہارا افسوس
ہاتھ لے لے کے کیا مرگ عدو کا افسوس
اُن کو غم اُن کو قلق اور مرے مرنے کا
ہن سنو کر وہ تم کیش ادھر آ نکلا
آسمان روئیکا ہمکو مجھے روئیکا زمین
اتما مرے دل پہ بہت دن سوہ فا کا قبضہ
گہر میں بیٹھے رہو تم پاؤں میں ہمدی مل کر
ہمکو قاتل نے سنبھلنے نہ دیا قاتل میں
دل مٹا چین مٹا راحت و آرام مٹا
غیر کو قتل کیا آپ نے میرے ہوتے

حق خورک دست پر ہائے کس حسرت و افسوس سو دم کلا ہے
مردان مرد تھا مرنے دم تک ہمیں یحیٰ و کا رہیگا افسوس

ردیف شیلین مجھ

رہتی ہے ماہ رو کی ہیں ات بہر تلاش
کرتی ہر خواب میں بھی اسی کو نظر تلاش

جنس وفا کی جب نہ ہوئی بھول کر تلاش
کل تم جو پھول توڑ کے لئے تھے باغ سے
تو نے اگر دہائی کا یہ پردہ اٹھا دیا
پھر جھکو کچھ دُش کا بھی ل جائے گا پتہ
کیا پاسِ عشق جب تمہیں پاسِ وفاء ہو
انسوس تھا کہ آنکھ ملی دل نہیں ملا
طالب ہیں ہم تو اُس کے بھیج جستجو سے کام
میں مٹ گیا تو کیا ہو جو دل گم ہو تو کیا
غفلت تو دیکھئے کہ وہ دل میں چھپا رہا
زاد خدا سے آپ کو کچھ واسطہ نہیں
اب تک مجھے تلاشِ سحر ہے فراق میں
دل بیٹھا ہو تھا کہ تو کتنا ہون ل سو میں
پہلو سے کیا اٹھے کہ وہ دل میں بھی ہنرتھے
تم تم کے ذبح کیجئے پھر پھر کے دیکھئے
اے تیر عشق وہ تری کاوش کدہر گئی

بہر دل کی کیا کر گیا کوئی بے خبر تلاش
کرتی تھی آج اُن کو نسیمِ سحر تلاش
دیکھیں کرینٹے پہر کسے اہل نظر تلاش
تو پہلے میری نبض تو کیچہرہ گر تلاش
کر لینٹے اور ہم کوئی رشکِ قمر تلاش
مل کر بھی یاد سے رہی بد نظر تلاش
وہ جانے اب ملے ملے ہے مگر تلاش
اپنے دہن کو ڈھونڈئے کیجئے مگر تلاش
ڈھونڈا فلک پر اُس کو کیا عشق تلاش
یوں سین سے نہ بیٹھتے ہوتی اگر تلاش
دم بہر کے بعد مجھ کو کرے گی سحر تلاش
ہمت نہ ہار اور ابھی اُس کو کر تلاش
اٹھ اٹھ کے دردِ دل لے کیا رات تلاش
مجھ کو اسی گٹری کی رہی عمر بہر تلاش
دل ڈھونڈتا ہو کرتا ہو اُس کو جگر تلاش

بچو وہ اسی کے عشق میں آوارہ ہم بھی ہیں
دن رات جبر کرتے ہیں شمسِ قمر تلاش

یہ یاد رہے میں نہیں احسانِ فراموش
کر دیتا ہے تو وعدہ تو ناوانِ فراموش

کیوں بوسہ پہ کہتے ہو میر جانِ فراموش
کیا دل کی بدون تجھ سے میر جانِ فراموش

سو گئے میں بھی ہوتا نہیں ارمان فراموش
 انسان کو کر دیتا ہے انسان فراموش
 مر کر بھی تو ہو گا نہ یہ مہمان فراموش
 ہو گا نہ تری بزم کا سامان فراموش
 ہوتی نہیں یاد اُس کی کسی آن فراموش
 آواز کریں گے نہ کبھی کان فراموش
 کہنا وہ تڑا دیکھے مجھے پان فراموش
 ملتے ہی نظر ہوتا ہر ایمان فراموش
 پہر کہدے زبان سے ترے پنا فراموش
 کر دیتا ہے اپنے کو نگہبان فراموش

سے خواب میں بھی یاد سے ملنے کی تمنا
 خالق کبھی بند کو نہ ہولا ہے نہ ہو لے
 گم دل میں ترے تیر کے پیکاں ڈکیا ہی
 لینا ہے ہم چائز وہ اب خلد برس کا
 اک پہانس سی ہر وقت چہا کرتی ہو میں
 صورت تری ہو لے گی نہ اب میری نظر کو
 وہ وصل کی شب وعدہ مرا یاد دلانا
 کیا آنکھ میں اُس شوخ کی جادو کا اثر ہے
 پہر چین لے دل پہر مجھے دیو نہ بنا دے
 جب تم پہ نظر پڑتی ہے میں دیکھ رہا ہوں

رکھ لیتے ہیں وہ چاہنے والے کا نیا نام
 بچو دو کو کہا کرتے ہیں اوسان فراموش

سید

رویف صادق مہملہ

ہیں ترے ملنے کی راہیں خاص خاص
 عرش تک جاتی ہیں آہیں خاص خاص
 ہیں کچھ ایسی بھی نگاہیں خاص خاص
 لوگ کیونکر تجھ کو چاہیں خاص خاص

تجھ پہ پڑتی ہیں نگاہیں خاص خاص
 درد ہو دل میں تو ہوتا شہر بھی
 دیکھ لیتی ہیں پس پردہ تجھے
 تو تو ہر جانی ہوا شہور اب

وہ یہ چاہیں ہم کو چاہیں خاص خاص
دل میں ہیں پوشیدہ خاص خاص
ہیں مگر کچھ جسلوہ گاہیں خاص خاص
بنائے ہیں خافت ہیں خاص خاص
راز کبہ سنگی نگاہیں خاص خاص
اور بھی ہیں قتل گاہیں خاص خاص

حسن کا ایما کہ ہو دنیا فدا
آنکھ سے پردہ ہے چھپکر آؤ تم
یہ تو ہر شے میں اُسی کا نور ہے
ہستکدوں کی قدر زاہد نے نہ کی
وہ ملائیں آنکھ مجھ سے کس طرح
کوئی دشمن پر نہیں کچھ منحصر

دور ہے پیچو وہ کیا سمجھے اُسے
اُس نے دیکھی ہیں نگاہیں خاص خاص

خود بخود پھولا ہوا تھا کوئی شخص
زندگی میں مٹلیا تھا کوئی شخص
پوچھنے سے فائدہ تھا کوئی شخص
دوسرا اس نام کا تھا کوئی شخص
کس قدر نا آشنا تھا کوئی شخص
میرے دل کا نہ عاتھا کوئی شخص
مدتوں کا آشنا تھا کوئی شخص
ہائے کتابے وفا تھا کوئی شخص
مانگ کر دل لے گیا تھا کوئی شخص
کان میں کچھ کہہ گیا تھا کوئی شخص
زندگی کا اسرا تھا کوئی شخص

بے سبب مجھ سے خفا تھا کوئی شخص
یا وہ ہے تم پر فدا تھا کوئی شخص
دل چڑا کر لے گیا تھا کوئی شخص
تم نہ تھے جس نے مٹایا تھا مجھے
اوپری دل سے ملا جب تک ملا
دل میں وہ جب تک رہا بیخ شربا
آج کل کی دوستی کا ذکر کیا
جان ہنر میرے پہلو سے گیا
بہول جانے پر بھی اتنا یاد ہے
دیکھ خط دینا پتہ یہ نامہ بر
دیکھ کر جیتے تھے ہم اک شخص کو

ہائے وہ جذبِ محبت اب کہاں میرا سایہ بن گیا تھا کوئی شخص

کیا عجب وہ بیخود و میخوار ہو
راہ میں کچھ پی رہا تھا کوئی شخص

رذیفہ ضدِ مجسمہ

میری آنکھوں کو بیستہ ہے وصلِ عارض
یاد ہیں یاد ہیں مجھ کو خط و خالِ عارض
عارضی گل کی طرح سے ہے جمالِ عارض
آئینہ پسکے ذرا دیکھئے حالِ عارض
زلفِ شبرنگ کو حاصلِ چوہاںِ عارض
دل تری زلف میں ہو دل میں خیالِ عارض
ہم سمجھتے تھے انہیں ہونگے وہاںِ عارض
مرد کا بننے رہا آنکھ میں خالِ عارض
پہول گلشن میں نہیں کوئی مثالِ عارض
وصل میں بھی نہ ہوا لب کو صالِ عارض
مجھ پہ گرتی تھی ادھر برقِ جمالِ عارض

میرے دل میں ہو شبِ روز خیالِ عارض
بے تصویر میں مرے حسن و جمالِ عارض
چار دانِ اجریہ جو بن نہ رہیگا باقی
نیلِ بوسوں کہیں ہیں کہیں دانتوں کو نشان
مجھ سے بخت کو محروم نہ رکھنا دیکھو
قد میں بھی نہ گیا عشق کا چسکا دل سے
بالِ کبیرے ہوئے زلفوں کے دکھاؤ ہیں بہا
گنبد گئی نظروں میں کچھ ایسی وہ پیاری صورت
وہوم تھی فصلِ بہاری کی مگر دیکھ لیا
بوسہ لینے نہ دیا نیل کے ڈر سے اُس نے
گام کرتی تھی ادھر آہِ رسا بجلی کا

زندگی تک ہی نہیں عشق کا جہ گزرا بیخود
ساتھ جاتا ہے حسد میں بھی خیالِ عارض

شوقیوں سے کام اُن کو مسکرا نے سے غرض
 آپ کے بیمار کو کیا آب و دانے سے غرض
 بات سنتے ہی انہیں تو روٹھ جانے سے غرض
 تجھ کو تو ہے صرف میرے بول کھانے سے غرض
 جھکو ہوا دہاں تک ہر بہانے سے غرض
 ہے نقطہ اعطاکو تو نگین فسانے سے غرض
 تم کو ہم سے کام بزم کو زمانے سے غرض
 زخم تیغ یار کو ہے مسکرا نے سے غرض
 کام وعدے سے رکین باہو لجانے سے غرض
 جان کو جانے سے طلب لکھانے سے غرض

لطف سے مطلب کچھ میری ستی سے غرض
 جان کوئی نہ عا ہے جان جانی سے غرض
 بات کے پہلو کو سوئے سمجھ اب اُن کی ملا
 غیر کی تعریف تو دل سے کرے باور نہیں
 اُس گلی سے کام اُن کا سامنا ہو یا نہ ہو
 حورِ جنت پر مے کا خاک یہ سادہ مزاج
 شکوہ اغیار پر ظالم نے بول ٹالا مجھے
 اب نمک چمڑ کے کوئی یا اب کوئی مرہم بہر
 وصل کے اقوار پر یہ بات طے کر لیجئے
 مجھ پر کچھ نجائے الفت میں کسی کو غم نہیں

کوئی موسم کوئی دن ہو اس سے کچھ مطلب نہیں
 حضرت بیخود کو ہے پینے پلانے سے غرض

ردیف طائر مہملہ

آپ کی تحریر کا الما غلط انشا غلط
 آپ کا ارشاد سچا ہے مرا کنا غلط
 کس قدر بے جوڑ باتیں ہیں کتنا غلط
 کیا سزا تیری جو یہ ثابت ہوا قصا غلط

آپ نے لکھا ہر خط میں وعدہ فردا غلط
 حسن پر دعویٰ بجایا ہے عشق کا دعا غلط
 غیبت تم پر شیفہ تم کو ہماری آرزو
 حال دل مسکرا ارشاد فرماتے ہیں ہ

ناز کی کا قول آدھا ٹھیک ہو آدھا غلط
 غیر کی محفل میں جا کر غم غلط ہو گا۔ غلط
 وہ تراڑنا بگڑنا روٹنا۔ کتنا غلط
 میری سچی بات کو بھی آپ نے سمجھا غلط
 کہدیا میں نے بھی بس بیٹھے رہو کیسا غلط
 اُن کو بے سمجھ مری ہر بات پر کتنا غلط
 بندہ پروریہ نشانہ آپ نے تاکا غلط
 تو لُن کا جھوٹا کلا شربکا وعدہ تھا غلط
 کہہ رہا ہوں حال اپنا تم سے میں گویا غلط
 سوچکہ سے نامہ اعمال نکلے گا غلط
 اس کا مطلب کہ میں جھوٹا بیان میرا غلط
 کہتے ہیں انسان کو سب خاک کا پتلا غلط
 کیا ہی میں بھی سمجھوں اب کہ وہ سمجھا غلط

سمجھ نہ سکتی نہیں خیر نہ بھل سکتا نہیں
 اے دلِ کام کیوں تیار تو دھوکا ہیں
 وہ ہمارا چہیرے کو ذکر دشمن چہیرہ بنا
 اس میں میری کیا خطا ہے اس میں میرا کیا قصور
 وہ پتے کی سُن کے جب بٹے غلط کہتا ہے تو
 خدیجہ مجھ سے دشمنی مجھ سے عداوت مجھ سے ہے
 مضطرب دل پر نگاہِ قہر تھی عین خطا
 وہ نہ آئے ہیں نہ آئیں گے نہ آنے کی امید
 دل پہ لکھتے جاؤ لیکن آنکھ سے ثابت یہ ہو
 حشر میں کُبل جائیگا سب غیر کا مکر و فریب
 بات کا مطلب نہ سمجھے سر ہلا کر ہنسے
 ان پرئی ویوں کی کیا حوروں کم ہیں تیریں
 میں نے کیا لکھا تھا خط میں کون آیا لیا جواب

حضرت شیخ دوسے مل کر کہہ گئی وہ چشم مست
 پارسائی کا کیا تھا آپ نے دعوا غلط

پہینکتے ہیں روز کوٹے کی طرح مزدور خط
 خط نہ سمجھیں آپ اس کے ہر ابھی تو دور خط
 خونِ دل سے لکھنے میٹھا ہوں مجھے مجھو خط
 صبر کا نکلا نتیجہ ہو گیا منظور خط

اس قدر لکھتے ہیں اُن کو عاشقِ رنجور خط
 ہے غبارِ دل عیاں آئینہ رخسار سے
 اشک کی طغیانوں سے ہوئی ہسکی دوا
 حالِ دل لکھنے کی وقت میں اجازت ملگئی

عکس خسار و جبین سی ہو گیس پر نور خط
انگلیوں پر ڈال دیگا سحر بطور خط
اُس میں بھی یہ درج ہے لکن نہ نہا منظر خط
رخ جب حد سے بڑا لکنا پڑا مجبور خط
پوست پر آہو کے لکنا ہی وہ شیک حو خط
لکھے وہ اپنی قلم سے جھکو کیا مقد و خط
صبح یک روشن رہا، مثل شمع طور خط
ڈال دیگا غیر کے سینہ میں بے ناسور خط

پڑہ لیا اُس نے سینہ غمتی کا شکوہ شکیا
جام بہر کر دستِ نازک سی نیچے غیر کو
عمر بہر میں ایک خط لکھا ہے اُس غرور نے
خود ستانی پڑہ کے میری وہ بہت تر بہر ہوئے
جان کر جادو بہری آنکھوں کا شیدا نی مجھے
غیر کے خط میں کوئی فقرہ کبھی لکھو ا دیا
اُس کے جلوے کا لکھا تھا شب کے خط میں حال کچھ
خط وصل اُس نے مجھے ہیجا دیکھا کر غیر کو

دل شکستہ ہاتھ میں رعشہ حواس ہوش گم
خاک لکھے دوستوں کو بجو و مجبور خط

رویت ظار مجھے

تو نے دیکھا ہی نہیں حسنِ بتان ای و اعظ
ہم گنگار کہاں خلد کہاں ای و اعظ
ہے نہ ہے ہم کو تو بے نام و نشان ای و اعظ
اور باتوں کا تجھے پوشش کہاں ای و اعظ
اس سببہ بوجھ کا انسان کہاں ای و اعظ
ہم کو تجھ پر ہے فرشتے کا گساں ای و اعظ

سُن چکے بس صفتِ حور جنّاں ای و اعظ
یکجے ہم سے تو دوزخ کا بیاں ای و اعظ
خود بھی ممبر پہ پہل نام بھی تو اپنا اچھا
حور کا ذکر ہو جنت کا بیاں ہو تو ہو
جو تری طرح سے شیطان کا کماؤ نہ فریب
وضع سے تو نے ہماری ہیں کافر سمجھا

بنگنی تیر چہری تیری زبان ادا واعظ
 آادہر بھی تو کبھی سیر کنناں ادا واعظ
 مست ہیں بادہ عرفان سیہاں ادا واعظ
 کاٹے جاؤ نگاہیں تیری بیاں ادا واعظ
 تجھ میں پاتا ہوں محبت کا نشا ادا واعظ
 کہیں خالی ہی نہ جائے رمضان ادا واعظ
 بختے جاتے ہیں گنگار جہاں ادا واعظ
 تو نے بس گولہ یا آکے یہاں ادا واعظ

حسرت دل کامری خون بہایا تو نے
 باغ فردوس ہے میخانہ کا گوشہ گوشہ
 ہوں مبارک وہ مجھے کوثر و تسنیم کے جام
 پرکشش روز قیامت کا یہ سوچا ہے جواب
 حور کے نام پہ بہر آفتابیں آنسو تیرے
 روزہ کی جہانچ میں روزی کی بھی کچھ فکر ہے
 شوق مسجد کا مجھے ہم کو ہے اُس در کی طلب
 لطفِ میخانہ مثلاً آبِ طرب تلخ ہوا

بہول کو بیخود میخوار سے ملنا نہ کبھی
 وہ بناؤ گے گانے مجھے پیر مغاں ادا واعظ

ہم نے تو تیری آنکھیں دیکھا نہیں لحاظ
 بیاباں نظر میں کہیں ہیں کہیں لحاظ
 دامن کا چاہیئے تجھے اوستیاں لحاظ
 کرتی ہو تیرا ایللی محمل نشیں لحاظ
 کرتا نہیں کسی کا بھی وہ مہ جہیں لحاظ
 یہ شوخیوں کا وقت ہو ریا نہیں لحاظ
 قول و قسم کا چاہیئے اے نازیں لحاظ
 لازم ہے کچھ مکان کا بھی ابے کہیں لحاظ
 پردہ کا چاہیئے تجھے پردہ میں لحاظ

ہم کس طرح سے مان میں ہو دلنشیں لحاظ
 دل کش تری ادائیں ترا دلنشیں لحاظ
 وہ نئے تر ہے اشکِ ندامت و ہیگ تو
 اے ساربانِ ادھر سے نظر تو بھی بہیرے
 عاشق ہو بوالہوس ہو عدو ہو رقیب ہو
 گردن میں ہاتھ ڈال کے گردن نہ مٹوئے
 اپنا وقار کہو کے نظر میں سبک نہ ہو
 تو دل میں رہ کے اور نہ ٹوٹے ہو کو تو ٹوٹ
 برقِ جمال پہ کہیں چلن نہ پونکدے

وہ شوخ کیا کرے جو اٹھاویں ہیں لحاظ مینت کا میری کیا نہ کریگی زمین لحاظ رکتے ہیں اس کا عاشق اندوہ نہیں لحاظ زاہد کرے گی آپکا تو حور عین لحاظ کیا نا سمجھ ہیں جو ہونڈتے ہیں ہم کہیں لحاظ	چہ چہ چہ کر اے گستاخ کر دیا میں زندگی میں تھا ادب آموز آسماں تیری خوشی میں ہو خلل انداز کیا مجال ہم سے کہنے کی ہم سے لڑائی کی آنکھ وہ دشمن کی آنکھ کو بھی دیکھتے ہماری آنکھ
--	---

بیچو نے عاشقی میں گزاری تمام عمر ایسا بھی ہم نے وضع کا دیکھا نہیں لحاظ

ردیف عین مہملہ

اس کی نہ تھی ہمارے مقدر کو اطلاع ہم کو خبر ہے یا دل مضطر کو اطلاع جیداریوں کی ہوگی نہ خنجر کو اطلاع اکثر ہیں بے خبر ابھی اکثر کو اطلاع اس حادثے کی کب ہو گل تر کو اطلاع مرنے کی اپنے ہونہ بہرے گھر کو اطلاع جب تک کہ نہ لے وہ بہتر کو اطلاع افسوس ہے نہ تھی یہ سکندر کو اطلاع یارب نہ ہو چیشم فسو نگر کو اطلاع	ہوگی نہ شام وعدہ کی خود سر کو اطلاع الفت کی کب ہے شوخ شمر کو اطلاع قاتل سے لینے ہمت و جرات کی ادہم سب کو کہاں ہے ظلم شمر سے آگہی مبیل کے دل پر برقی گرمی غنچہ کیا کہلا ارمان دل میں چوڑے لاکھون چلو ہیں ہم ہلکا ہے غیر پیٹ کا پتی نہیں ہر بات مغرور ہوں گے آئینہ رو پا کے آئینہ جب تک نہاں ہے عشق جھمی تک ہر رنگ
--	--

جائے نہ پائے تھے وہ ابھی گھر قریب کے	پہلے سے ہو گئی دل مضطر کو اطلاع
اگر مرے مزار پہ ڈھائی گئے حشر وہ	اس کی کہاں تھی فتنہ محشر کو اطلاع
یہ کیا مزے کی بات ہے یہ کیا مزے کی سیر	تڑپے ہمارا دل نہ ہو دلبر کو اطلاع

بیچو دو سانشنہ کام کوئی حشر میں نہیں
کیا یہ نہ ہو گی ساقی کو شر کو اطلاع

جو حکم ہو بہتر ہے وہ سر کا بہر نوع	ہے طابع فرمان یہ گنگار بہر نوع
دشمن ہی کے ہمراہ وہ آئیں کہیں آئیں	بچ جائے تو اچھلے یہ بیکار بہر نوع
تو رشک میجاب میر جان تو کیا ہے	ہے عشق ترا جان کا آزار بہر نوع
کہتے ہیں تم نطف کے پرے میں وہ اکثر	افزار سے بہتر ہے یہ انکار بہر نوع
کس منہ سے کرو چرخ کا شکوہ تھے آگے	اچھا ہے بروں میں یہ تنگوار بہر نوع
جادو سے کرو قتل کہ اعجاز سے زندہ	راضی برضا ہے دل ہمار بہر نوع
تم جھک دو ہاں لیکے چلو یا اسے لاؤ	دشمن سے صفائی تو ہے دشوار بہر نوع
وہ رنج شب وصل جدائی کے وہ صدمے	تمت ہی مری درپے آزار بہر نوع
بس خیر ہمیں آپ وفادار نہ سمجھیں	ہیں جنس محبت کے خریدار بہر نوع
ہر چند ابھی عمر ہے کم شرم زیادہ	آنکھیں ہیں تری دل کی طلبگار بہر نوع
نازک ہی تو کیا ہے جو وہ کم سن ہی تو کیا ہے	اٹھیں گی قیامت دم رفتار بہر نوع
مٹجائے یہیں حسرت دیدار تو بہتر	آنی ہے قیامت بھی تو اکبار بہر نوع

بیچو وہی غافل سہی مدہوش سہی ہم
رہتے ہیں مگر آپ سے ہشیار بہر نوع

رویف غینِ حجم

ہوتا ہے ہر نگاہ پر اب تو گمانِ تیغ
دیگی مری طرف سے گواہی زبانِ تیغ
ہم کو ہلالِ عرصہ پہ ہوگا گمانِ تیغ
گردن سے مٹ نہ جائیگا ظلمِ شانِ تیغ
کبتِ کت ہوگے ظلم کے خوگر بسانِ تیغ
قاتل سے کر رہی ہے سفارشِ بانِ تیغ
یہ امتحانِ عشق ہے یا امتحانِ تیغ
سب کہہ چکا ہے مجھے لبِ پنجگانِ تیغ
یہ نازکی کا قصہ ہے یہ داستانِ تیغ
دشمن کو آزار ماؤ کر داستانِ تیغ

ہم سے کہتے رہو گے کہنا تک بسانِ تیغ
وہ حشر میں بھی قتل سے انکار ہی کریں
سامانِ عیشِ ہجر میں کٹواے گا گلا
مانا یہ ہم نے حشر کے دن سر بھی جڑ گیا
کب تک ہر ایک گام پہ ہو کر سونے ڈیر
رکتی ہوئی جو چلتی ہے مجھ بگناہ پر
سر کاٹنے سے پہلے تم اتنا بتا دو دو
میں ماجر نے ظلم و ستم تم سے کیا سُنوں
وہ تہاک گئے یہ ٹوٹ گئی ہم نیچے ہے
اُفت کی جانچ چاہیے جو ہر کا انکشاف

مجرورِ تیغِ عشق ہے تو ہم سمجھ گئے

پتھر و تری زبان سے سن کر بیانِ تیغ

لایا ہے رنگِ خونِ سر کو کہن کا داغ
میں ل میں لچلا ہوں کسی تیغِ زن کا داغ
سرمایہ بہارِ چمن ہے چمن کا داغ
بکبل کو جانتے ہیں چمن میں چمن کا داغ
شیر میں نے دھو دیا ہے لکڑی کا داغ

یہ کہہ رہا ہے لالہ خونی کفن کا داغ
بارِ جناں کا پھول ہے میری کفن کا داغ
تغربت میں گل کھلتا ہے کیا کیا وطن کا داغ
عاشق کے نام سے انہیں نفرت ہے اس قدر
کچھ ایسی پھوٹ پھوٹ کے روئی ہو نعرش بر

گردن میں بعدِ مرگ بھی ہو گارسن کا داغ
تو یہ بتا کہاں سے ملا اس پین کا داغ
ہم نے بدل لیا ہے وطن کو وطن کا داغ
ابن کے دل میں ہر سرخ و سبز کا داغ
مٹتا نہیں ہر اُلفت گل پیر بن کا داغ
بن جائیگا یہ نر شہادت کفن کا داغ
غماز بن گیا ہے تمہارے دہن کا داغ
اُٹھانہ مشیت پر سے بہا رحمن کا داغ
مٹتا چلا ہے دل سے کسی انجمن کا داغ
جھکوا نصیبِ وطن میں وطن کا داغ
ہے دل میں ماہتاب کے چرخ کمن کا داغ
جب تک عمر جگڑیں ہے لاکھ سن کا داغ

پہچان ہے گشتِ زلفِ سیاہ کی
وہ داغ دل کو دیکھ کے مجھ سے الجھوٹے
اب ہم کہیں نہ جائیں گے دلی کو چھوڑ کر
تا شیر عشق کی بھی ہیں نیز نیکیاں نئی
بہر تانہیں ہے خنجرِ شکبہ کا زخم
اکھار میرے خون سے ہو گا جو حشر میں
کچم کہ رہا ہے شب کی یہ کاریوں کا حال
پہلے خزاں کے آنے سے بلبل نے جادوی
جب سے سنا ہے یہ کہ وہاں غیر کا فضل
یہ مہرباں تھیں اہل وطن کی نصیب میں
تیروں سے ہم نے آہ کے چلنی بنا دیا
جب تک ہر میری کچھ میں آنسو کی قدر ہے

بیخود یہ کہہ رہی ہے مری گرمی کلام
ہے میرے دل میں داغ و گیسو کا داغ

ردیف فار معجمہ

آنکھیں سوئے رقیب ہیں دل یار کی طرف
جمع ہے حسرتوں کا طلب گار کی طرف

بیٹھا ہوں گو پہرا ہوا دیوار کی طرف
خلوت میں کوئی بھی تو نہیں یار کی طرف

فرصت کہاں کہ دیکھئے غمخوار کی طرف
چہرے پر کبھی نظر کبھی دیوار کی طرف
یہ محن و لغزیب کی چالیں تو دیکھئے
جس وقت آکے شمع سے ٹھہر اقبال
عشاق کے دلوں کی وہ بڑکار ہی ہیں
برسوں میں جا کے اب کہیں تے ہوئے ہیں
منظوریہ ہے بزم میں کھیں نہ وہ ادھر
حالی زبوں نے موت کو چپے پہنوائے
بے پردہ وہ کہہ رہے ہیں کوئی دیکھتا نہیں
نکھرے ہماری نعش کو جب ہونگا داؤد خوا
تیری بلاناگاہ کرے پامال پر
میرے قلق سے دل میں کچھ سہم گئے
معتوق ہیں وہ آئینہ رکھتے ہیں پیش چشم
دل آپ سے خلاف ہو آپ اس ہوئے
بخشش کی کیا خبر ہیں اتنی تو ہے امید
آس کا فروغ حسن تھا یہ یا ہماری آہ

انکھیں لگی ہوئی ہیں یہاں یار کی طرف
موقعہ ملا تو دیکھ لیا یار کی طرف
کتنی ہے آنکھ ہم ہیں خریدار کی طرف
پروانے ہو گئے آپ کے رخسار کی طرف
منہ کر کے بیٹھے نہیں بازار کی طرف
مخمل میں دیکھتے ہیں دو چاک کی طرف
ہم جاکے بیٹھ جاتے ہیں غیا کی طرف
بڑھ بڑھ کے رانگی تریمیا کی طرف
سب کی نظر ہے طالب ویدا کی طرف
شامت ہو دل کی ہو جو شنگار کی طرف
تو دیکھ اپنی شوخی رفتار کی طرف
ابھی نہ آنکھ دیدہ خونبار کی طرف
کیوں دیکھیں وہ کسی دلدار کی طرف
مجھ سے بگارتیں تو ہوس کا کی طرف
پہلے نظر پڑے گی گنہگار کی طرف
بجلی سی اب چمک گئی دیوار کی طرف

بچو وہاں ہم سے ہے مسجد کا کیا ضرور
جاتے ہو جاؤ خانہ خمار کی طرف

ان کی چالوں سے کوئی کیا قہقشت

حسن والوں سے کوئی کیا قہقشت

<p>ان خیالوں سے کوئی کیا قہقہہ خستہ حالوں سے کوئی کیا واقف مہ جمالوں سے کوئی کیا واقف اب سوالوں سے کوئی کیا واقف ان نہالوں سے کوئی کیا واقف بد خصالوں سے کوئی کیا واقف میسرے بہالوں سے کوئی کیا واقف تیسرے بالوں سے کوئی کیا واقف پامسالوں سے کوئی کیا واقف</p>	<p>وصل ہو عیش ہو فرے لوٹوں دل کے صد موسیٰ دل ہی ہوا گاہ عہد میں ان کے ہی بڑا اندھیر بے طلب جان دوزر ہاں جہاں پہوٹے پہلے تھے مے مے تھے مجھ سے پہر چوڑو دشمنوں نے چلا فتح آہوں سے دل پہ پانی ہر دل کے ڈنکے کو ہیں یہ ماسیاء چال پر مٹ گیا ہوا اک عالم</p>
---	---

لوگ بچو دو کو جانتے بھی نہیں
بالکالوں سے کوئی کیا واقف

<p>جلوہ فرمایا کی تصویر ہے چاروں طرف ہر یہ قیدی بیچ میں نہ خیر ہے چاروں طرف میسرے مال کی بھی کیا تاثیر ہے چاروں طرف صدر میں بیٹھے ہو تم تنویر ہے چاروں طرف اُسکے آئینہ پر یہ تحریر ہے چاروں طرف اک تمہارا عاشق دل گیر ہے چاروں طرف پہاؤں کنے کی مے تدبیر ہے چاروں طرف میسرے آسمان پر ہے چاروں طرف</p>	<p>حسن کی پہیلی ہوئی تنویر ہے چاروں طرف گیسو ہے پچاں میں نئے یوں بھینسا ڈل مل دوست غمگین شاو دشمن وہ خفا میں منجھل نور آگیاں بزم تم سے تم ہو رونق بزم کی ہے دل روشن کا حصہ حسن بختا کی بہار ہوش میں اب کون ہو محفل میں شراب و نہ تم وہ کہیں دشمن کہیں جو رہیں کہیں پریاں کہیں میں کہاں جاؤں کہ ہر کلوں جہاں سمت پہرے</p>
---	--

اک جھوم پاس سو ستیر ہے چار و نظر
کیا چکنے کے لئے شمشیر چار و نظر
آپ کے غصہ کی اک تصویر ہے چار و نظر
اُس کے کوچہ میں مری جاگیر ہے چار و نظر
ایک عالم کا پنجیر ہے چار و نظر
اتنے پروں پر تری تویری چار و نظر

شہرت میں کھڑی چار و نظر کتنی ہم
سئل گہ میں کوئی تو تقریر بھی چکے کہیں
میں کدھر منہ کے سوؤں کہ تو دیکھے وصل میں
میں کیا یہاں ٹھہرا کبھی ہم بہرہاں ٹھہرا کبھی
آپ کے تیر نظر کے ذکر سے چہرہ ڈھیل دل
ذرا درہ خاک کا اک آفتاب حسن ہے

آپ کی شہرت تو بچو و ہو گئی ہے دور دور
آپ ہی کے باب میں تقریر ہے چار و نظر

اُس کے دل کو نہ کیوں ٹایا صاف
پہر بھی اُس سے جواب پایا صاف
بدگمانی کو کیا مٹایا صاف
اپنے قاتل کو ڈھونڈ لایا صاف
اُس نے باتوں میں کیا اڑایا صاف
اپنا مطلب کہاں بتایا صاف
اور دشمن کو بھی بچایا صاف
تیر چنگی سے چھین لایا صاف
اُس کا جلوہ نظر نہ آیا صاف
یہ نہ تم نے کبھی بتایا صاف

چاند سامنے تو اُس نے پایا صاف
عرض مطلب پہ پیچ بھی کیسے
اس صفائی کے ہم تو قائل ہیں
میرے دل سا کہاں سراغ رہا
آچکا تھا زباں تک شکوہ
اک معصہ سا تہا بیاں اُن کا
خود بھی الزام سے بچا کوئی
تو نے دیکھا یہ جذب دل میرا
دیکھ لی اک جھلک سی ہوئی نے
بیوفانی سے مدعا کیا ہے

سب کو بچو و نے آزما دیکھا

کوئی بھی دل نظر نہ آیا صاف

ردیف قاف

پیتا ہوں دل کے جامِ نیک کر شرابِ عشق
کیا جانے رسمِ عشق وہ خانہ غرابِ عشق
اُس کا بھی کچھ خیال ہے اور زو و وصل
ان سب کی ایک اصل ہے ان سب کا کُن جو
عاشق تو ہم پر غیر تو مجھ کا سزا ہے
بنکارتا ہوں عشق میں جلتا ہوں جبر میں
پیر سے فروغ کے لئے بردی ہو مجھ میں آگ
وعدہ تو کر لو وصل کا ایفانہ ہو نہ ہو
دعاؤں کی اک بہارتھی دل میں ہٹ گئی
لیکنا او امیں تم ہو تو کامل و فائز مسم
لو میرے نامہ بر نے نئی آن سو چال کی
میں متحن ہوں باغ میں بخشے گی مجھ سے کیا
مشتاقِ دیدیوں تو ہزاروں ہیں آپ کے
میں تیری بزمِ ناز میں آیا نہیں ہوں آپ
میں تم سول لگا کے مصیبت میں پہن گیا

دیتا ہوں خودی میں مزا اضطرابِ عشق
مجنوں کو ہم پڑا بیٹنگے برسوں کا عشق
وہ بھی تو بقرار ہے اور اضطرابِ عشق
سوزِ فراقِ نازِ حیم التابِ عشق
ہوتا ہے بواہوس سے کہیں بکلا عشق
مستِ شرابِ عشق ہوں دل پر بکلا عشق
تو تاتابِ حن ہی میں آفتابِ عشق
آتا تو کامیاب ہونا کامیابِ عشق
افسوس ہے کہ تینے نہ دیکھا شبابِ عشق
پیدا جوابِ حن نہ ملن جوابِ عشق
وہ خط کو پڑھ رہے ہیں سہمکتابِ عشق
پڑھتی ہے عندلیبِ گلستا بکلا عشق
قسمت میں لکھ دیا ہے ہمارے غلابِ عشق
لے آئے ہیں لگا کے یہاں تاجِ عشق
مہکونہ ترکِ عشق گوارا نہ تابِ عشق

حوروں نے ہم کو آپ کا عاشق سمجھ لیا | جہنم میں ہم سے چپٹ سکا اضطراب عشق

الفٹ میں جیسے کیس کا مجنوں لقب ہوا
بیچو دو کو لوگ کہتے ہیں مسیت شراب عشق

ناصح نے اور جان جلائی شب فراق
بیچو وجد ہر کو انکھ اٹھائی شب فراق
پامال کر رہا ہے فلک حسرتیں مری
میں کیا بتاؤں تم کو کئی رات کس طرح
وعدہ ہے غیر سے مجھے دھوکہ نہ دیجئے
آفت وہ کون سی تھی جو آئی نہ ٹوٹ کر
اکھد کسی کی یاد سے آئے نہ میری پاس
مٹے ہیں سحر یار میں دو چار بے اجل
لمہ ہی گیا خیال کسی کا متاع صبر
بھوٹے ہی صبح ہو گئی رخصت ہمارے ساتھ
کیا کیا سنا سنا کے مجھے کہہ رہی موت
زلف سیاہ یا زہی دل سے اتر گئی ،
یہ بھی رہا نہ اُس بُتِ نا آشنا کی طرح

دیدیکے طعنے اس کی بن آئی شب فراق
ہم کو تو موت ہی نظر آئی شب فراق
میت ہے عمر بہر کی کمائی شب فراق
اکبخت موت بھی تو نہ آئی شب فراق
پہچانتا ہوں اپنی پرانی شب فراق
کیا کب نہ کی فلک نے بُرائی شب فراق
پہرہ نہ جاسکے گی جو آئی شب فراق
اُترنے لگی گہروں کی صفائی شب فراق
اکٹنی ہی ہم نے اکٹھ چرائی شب فراق
بتیابیوں کی تاب نہ لائی شب فراق
ٹٹلنے کے واسطے نہیں آئی شب فراق
ایسی مری نظر میں سمائی شب فراق
کی درد نے بھی ہم سے جدائی شب فراق

بیچو دو کو شام ہی سے کچھ ایسی لگی تھی چپ
اُس نے زبان بھی نہ ہلائی شب فراق

سامنا خاک کریگی دلِ ناکام سے برق | کانپ جاتی ہو فلک پر تو میری نام سے برق

گر پڑی سر چمری گردشِ ایام سے برق
جھکو ڈرے کہیں جاتی نہ رہی کام سے برق
کو نہ کر مجھ پہ گری زلفِ سیہ نام سے برق
تم نے دیکھا کبھی اتنی نہیں آرام سے برق
اور سبکی ہو تڑپنا دلِ ناکام سے برق
پہر کتنی نظر اتنی ہے مجھے شام سے برق
پہنسنی تیغِ بری ہو گئی الزام سے برق

دل میں رکھتا تھا بہت شوقِ تجلیِ حال
آشیاں پہونک چکی نالہ بیکل سے بچے
دیکھ کر آئینہ جب مانگ نکالی اُس نے
ابو شکوہ دل مضطر کا نہ ہو گا مجھ سے
چشمِ مجور سے بادل نے برسنا سیکھا
اُن سے پہر شام کے آنے کا ہوا ہے وعدہ
نام لو بے کا ہوا دمِ نظر نے ڈالا

چشمِ مجور سے ساقی کی چوٹم جیو جو
ہم نے دیکھی ہو گئی اس جام سے برق

میرے لئے پیامِ قضا ہی پیامِ شوق
قاصد کی کیا زباں سے ادا ہو پیامِ شوق
کیا کیا شب وصال میں ہو نظامِ شوق
اُن کی زبان پر آنے لگے ہیں کلامِ شوق
پہلے تو جانتا بھی نہ تھا کوئی نامِ شوق
سمجھو کہ خستہ کت ہے گا قیامِ شوق
بہرِ زہر ہو گیا تھا چمکتا ہے جامِ شوق
پہیلا دیا ہے باغ میں کس نے یہ نامِ شوق
اُلفت میں میرے دم سے ہوا اتہامِ شوق
اب خاک اُڑ رہی ہے کبھی تھا مقامِ شوق

دشمن کے خط میں اُس نے لکھا ہو سلامِ شوق
یہ لفظ یہ بیان نہ یہ اہتمامِ شوق
ارمان کا رکن ہیں تمنائیں حسدِ مستی
اتنا اثر تو ضبطِ محبت نے بھی کیا
بہر کی یہ آگ اس دلِ مشتاق دید سے
سوچو کہ چاروں ہیں بہاریں شباب کی
ویدار کے خیال میں آنسو ٹپک پڑے
تبلبل ہے نغمہِ بیخ تو قمری ہے نالہ کش
مجنوں کو کیا تمیز تھی۔ جاہل تھا کو بہن
یہ دل وہی ہے جس کو اجاڑا ہے اپنے

گندہ سے جو کوئے گم شد گھاں میں تیرا و صبا | کنا جنابِ خضر سے میرا سلام شوق

یہ ساز آج بچو و میخوار سے کسلا
تلخی میں جامِ عشق سے بڑھکاو جامِ غرق

ردیف کا فتاری

اب کے بعد دیکھئے کرتے ہیں کیا سلوک
مطلب ہمارا کافض مراد کیا سلوک
ہتے ہیں ایک حال میں کیا جذب کیا سلوک
وہ جانتے نہیں بھی ہوتا ہے کیا سلوک
یہ میسے ساتھ اپنے اچھا کیا سلوک
دشمن کے ساتھ دیکھ لیا آپ کا سلوک
ہم سے بھی بڑھتا کبھی ہم سے بھی تھا سلوک
پوشیدہ محتجب بھی کرتا رہا سلوک
پہلے ترے طریق میں تھا یا نہ تھا سلوک
انجام اس کارِ نجب ہے آغاز تھا سلوک
بے ہر تہم کو چاہیے آفت و فاسد سلوک
تیرے بگاڑ کو بھی تو یہ جانتا سلوک
بچو و سے آج کل تو ہو بے انتہا سلوک

باہم شب وصال تو ان سے رہا سلوک
ایسے سے کیا سلوک ہو میں ہو چکا سلوک
آتی نہیں ہیں ہم کو تلون مزا جیاں
ہے ان کو بغض کینہ و ظلم و جفا سے بط
کتے ہیں سن کے عشق میں سوائیاں مری
بجاست اب نباہ کی امید آپ سے
ہم بھی کسی کے چاہنے والوں میں تھے کبھی
پیر مغال کی ذات سے کس کو ہوا فیض
بیگانگی کی شان یہ دیکھی نہ تھی کبھی
حاصل کلام عشق کے افسانہ کا یہ ہے
ظلم و ستم سے بھی کہین ہوتا دل میں گھر
دشمن کے دل میں تجھ سے جو ہوتی نباہ کی
دم بہر بغیر اس کے نہیں چین آپ کو

ہم اور دیکھتے ہیں شبِ انتظار تک
میری تو زندگی ہے دلِ بقرار تک
بنتی ہے دم پہ دیکھے کیا وصلِ یار تک
لے آئیں شوخیاں اُسے میر فرار تک
باتوں میں میری لطف رہا اعتبار تک
بے اختیار یاں ہیں ہی اختیار تک
کر لینے توبہ پیتے ہیں فصلِ بہار تک
جب گڑے ہی ہیں مستی ناپائیدار تک
پہنچی نہیں نظر بھی انجامِ کار تک
امیدِ زندگی ہے مجھے وصلِ یار تک
ہیں بد گمانیاں نگہِ شرمسار تک
پہنچے نہ یہ خبرِ دلِ امیدوار تک

صدے فراقِ یاس کے ہیں جانِ زار تک
آفتِ جلا رہی ہے تیری ورنہ کہاں
وعدے سے پیشتر ہی قیامت بپا ہوئی
گہرے قدم بھی جس نے نکالا نہ تھا کبھی
ذکر و وفا پہ کہتے ہیں کیہ منہ بنا کے وہ
جب تک بدن میں جانِ ہر نالہ ہے آہ ہر
نہا ہر ہی نہیں ابھی نیتِ شراب سے
ریشکِ قیب کا شِ غم خواہشِ وصال
ہو کیوں نہ شاد و شادِ فریبِ فاسِ دل
خورشید سے ہے قطرہِ شبنم کا سامنا
اپنے خیال و وہم کا ممکن نہیں علاج
انکار کر رہے ہیں وہ اقرارِ وصل سے

بیخود کی قدر ہی نہیں پر مغال مجھے
روفت ہے میکہ کی اسی بادِ خوار تک

ریشکِ یاس ہے کہ بیٹھا ہوا ایک سے ایک
دیکھنا یہ ہر زالی ہے ادا ایک سے ایک
کون کہتا ہے کہ بڑھ چڑھ کر ہوا ایک سے ایک
وصل بھی عیدِ ہر ملنے کو بڑا ایک سے ایک
دیکھو سنبھلے ہوئے کہتا ہی ہوا ایک سے ایک

کیا ملے اپنی محفل میں بہلا ایک سے ایک
یوں تو ہر عضو مشابہ ہو کر ایک سے ایک
نہ ملا آئینہ میں بھی تری صورت کا جواب
دلِ بے ہاتھ ملے اٹھ کے نکالیں بھی طیس
اُس کے جلوے نے کسی کو بھی سنبھلنے نہ دیا

وصل کیا خاک ہو جب روٹھ گیا ایک سو ایک
ماہر و ہم کو تو اچھا ہی ملا ایک سے ایک
خواب میں بھی تو نہ ہوتا تھا بدل ایک سو ایک
تیری الفت میں مخالف ہی ملا ایک سو ایک
منتخب ہو ترا اندازِ محف ایک سے ایک
دستِ فی میں وہاں کہ نہ رہا ایک سے ایک
ہے رہا ہے تری باتوں کا مزا ایک سو ایک

وہ خفا مجھ سے ہوئے تان سے مراد دل بگڑا
ایسے دیسوں کو تو منہ بھی نہ لگایا ہم نے
اب نہ وہ عشق نہ وہ عاشق و معشوق رہے
دل بنا جان کا دشمن تو جگر تشنہ خوں
کبھی تو ابرِ ستم ہے کبھی انکار وصال
ناز۔ انداز۔ اداس۔ کرسش۔ شوق
کان سے دل نے لیا دل سو گوں نے جینا

طرف دیکھا یہ مے عشق سسرت۔ دل کا
بیخودی میں بھی تو بچو نہ کھلا ایک سو ایک

مرزا لا کوئی فرقت میں جسے گا کب تک
دل میں کہیں گے گا مریجان یہ کائنات کب تک
رنگ جسے گائے وہ گل رعنا کب تک
تیرے بیمار اٹھائینگے تقاضا کب تک
عرضِ مطلب پہ کہے جاؤ گے اچھا کب تک
دیکھیں بہر تہا ہو نا سو جگر کا کب تک
دیکھنا یہ ہے کہ وہ رہتا ہو اندھا کب تک
تم کو آجائے گا عجایبِ حاکم کب تک
کیا خبر طے ہو قیامت کا جہنم کب تک
بات پر اپنی مٹے گا دل شید کب تک

یہ تو سمجھو کہ سنبھالے گا سنبھالا کب تک
سچ بتاؤ کہ نکالو گے تمنا کب تک
غیر سے کچھ ہو اور ہر کچھ یہ تماشا کب تک
اب تو ہر وقت اہل سر پہ کٹری رہتی ہے
ٹالنا ہے مرا منظور تو دو کھل کے جواب
سرخ السو ہیں کہ آنکھوں سے بہے جاتے ہیں
اب تو دشمن کو نہ سونھے گی بُرائی تیری
زندہ کر دو گے دلِ مردہ کو کتنے دن میں
تا بہ کے حسرت دیدار میں مرم کے جین
ہو فاول سے ہے امید و فانا دانی

<p>پوچھیے اُن سے کہ ہاتھ اُٹھائے گا کب تک دیکھیے رہتا ہے پرے میں پردا کب تک دیکھنا چاہتے ہو تم یہ تماشا کب تک ہاتھ بجاے گا میرا یہ مینا کب تک شو کریں کہانی یہ زلف چلیا کب تک دلی دھوکا ہیں پرستی اشیا کب تک</p>	<p>اس معنی میں اشارہ ہے مگر کی جانب مُنہ تو کیا بات بھی گھٹنے نہیں پاتی اُن کی بھگو گئے دن کے لئے حکم ترپنے کا ملا آب کے وہ ہاتھ ملا میں تو یہ اُن درپوچھوں میں خطا وار ہوں پامال کئے جاؤ مجھے جب سمجھ لگی اتنی کہ یہاں کچھ بھی نہیں</p>
--	--

اب بڑباپے میں بھی تو یہ نہیں کرتا بخود
اس سے پوچھے کوئی کجست پوگا کب تک

رولف کاف فارسی

<p>گر دوں کوئے اُبر دل مضطر الگ تہلگ چٹکی میں تمام رکھا ہے خجہ الگ تہلگ یہ خوب لگیا ہے اُنہیں گمراہ الگ تہلگ بیٹھے ہوئے ہیں میرے برابر الگ تہلگ رکنا جگر کو ای دل مضطر الگ تہلگ ہستے ہیں اب وہ دل کو بھی اندلگ تہلگ پہلو میں میرے سنے وہ تنہا الگ تہلگ ہستے ہیں میرے نام کے چہر الگ تہلگ</p>	<p>چمائے کی طرح ہے ہوسگر الگ تہلگ بیٹھا ہے بہر فزع ستمگر الگ تہلگ عاشق کے دل میں وہ کے مشا ق میں لکھو پرہیز بھی ہے مجھ سے اُنہیں ناز کی کے ساتھ چملا لانا پھوٹ جائے کوئی زخم پیٹ نہ سکا ارمان و آرزو سے نہیں اُن کو کام کچھ سایہ بھی اُن کا تکیہ کی حد سے اُدھر رہا گرتے ہیں مجھ پر سنگ حوادث فلک و روز</p>
--	---

آئی ہزار دخترِ رزین گئی پری یہ تو نہی سکھائی نزاکت نے اُن کو چال امکان کیا کہ ہاتھ بھی چھو جائے ہاتھ سے چہرہ اور اکہ آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے	بیٹھی ہوئی ہے شیشہ کو اندر الگ تہلک سکتے ہیں اب وہ پاؤں میچ الگ تہلک ٹپتے ہیں دور ہی سے وہ ساغر الگ تہلک ہیں نیچے مژدہ میں یہ گو ہر الگ تہلک
--	---

وہ بچو و سا پار سا تو ہوا ہے نہ ہو کہیں
میخانہ سے گیا ہے محل کر الگ تہلک

وہ شوخی کہاں تک نہ لائے گی رنگ ادھر جس کی رات لائے گی رنگ انگاؤ حنف دست گھلوں میں تم مرے حال کو آپ سمجھے نہیں یہی چال ہوگی یہی شوخیاں تری زلف کی یاد کہتی ہے یہ یہ ترچھی نظریوں نہ ڈھائے گی قہر تری تیغ کا لال کر دوں گا منہ ان آنکھوں نے دیکھا ہی کیا ہے ابھی کوئی دن میں مہندی تیرے ہاتھ کی لے گل سے دل کہوں کر عندلیب	جوانی کسی کی دکھائے گی رنگ ادھر تیرہ جنتی دکھائے گی رنگ کہ یہ ادھر بھی کچھ بڑھائے گی رنگ مری بیقراری دکھائے گی رنگ قیامت تمہارا اٹھائے گی رنگ شب جس پر اپنا جھائے گی رنگ یہ بانگی ادا کیوں نہ لائے گی رنگ جو یہ کیلئے مجھ سے آئے گی رنگ ابھی تو یہ دنیا دکھائے گی رنگ مرے خون دل سے لائے گی رنگ سحر آکے کچھ اور پائے گی رنگ
--	---

یہی ہیں جو بچو و نظر بازیاں
تری پارسائی دکھائے گی رنگ

روایت لام

<p>دکھائے گا آگے تماشا تغافل مرحبان ایسا بھی کیا تھا تغافل ستم تم کو شایاں نہ ریب تغافل حیا کس کو کہتے ہیں کیا تغافل نگاہوں میں یہ شرم ایسا تغافل کہاں کا تجاہل کہاں کا تغافل نہ دیکھا مجھے اُس نے دیکھا تغافل وہاں تو ستم میں بھی ہو گا تغافل کبھی پیشتر بھی ہوا تھا تغافل نہ میں تم پر مرتا - نہ ہوتا تغافل مبارک رہے تجھ کو تیرا تغافل بنائے کی آنکھوں کا پردا تغافل وفا کی جگہ منہ سے نکلا تغافل</p>	<p>ابھی دل نے کیا اُس کا دیکھا تغافل تر پتے ہوئے مجھ کو دیکھا تو ہوتا بریں بات اچھل کو بہتی نہیں ہے انہیں شوخیوں سے نہیں چین دم بہر تیرے تیغ بھی تم نے مجھ کو نہ دیکھا انہیں تو ستم کا مزا پڑ گیا ہے رہیں خواب میں بھی تو نیچی نگاہیں غرض کیا انہیں وہ جو میری خبریں نئے ظلم ایجاب دیتے ہیں اب تو یہ سارے مرے عشق کی خوبیاں ہیں خرید اچشم عنایت کے تھے ہم وہ کافر نگاہیں کسی نے نہ دیکھیں وہ گنوا نے بیٹھے تھے اپنی وفائیں</p>
--	--

کوئی اور ہوتا تو ہم بھی نہ کہتے
نہیں تم کو بچو سے ریب تغافل

<p>آئی وہ پیش تھا مجھے جس بات کا خیال دل میں بسا ہوا ہے وہی رات کا خیال</p>	<p>فرقت کا غم نہ بھر کی کچھ رات کا خیال ہے روز بھر میں بھی اسی بات کا خیال</p>
---	--

اُن کو ستم کا پاس مجھے بات کا خیال
رہتا ہے اُن کو روزنی گہات کا خیال
اس بات کا مال نہ اُس بات کا خیال
زاہد کا در ہے پیرِ خرابات کا خیال
پہنہ گناہ سے بے مکافات کا خیال
اچھوں کو چاہیے نہ بُری بات کا خیال

مطلب نہ لطف سے نہ غرض التجا سے ہے
مکرو فریب میں بھی تو ایجا د ہے نیا
ظلم و ستم کا خوف نہ چشمِ عطا و لطف
تو بہ ہے لب پہ ہاتھ میں پیالہ شراب کا
ہے حسرت وصال میں لذتِ فراق کی
ارمانِ وصلِ غیر کو دل سے مٹائے

ناگاہ اُس کو دیکھتے ہی دم نکل گیا
دیچو کو تہا نہ مرگبِ معاجات کا خیال

یہ تیر تھا اسی خانہ خراب کے قابل
کہ اب سکت ہی نہیں اضطراب کے قابل
کہ جو اد اتھی تری انتخاب کے قابل
تمہاری آنکھ نہیں ہے حجاب کے قابل
لکھا تھا خط میں جو فقرہ جواب کے قابل
یہ شوخیاں ہیں تمہاری حجاب کے قابل
چھری کا زخم نہ تھا اضطراب کے قابل
تمہا حسن تو ہے انتخاب کے قابل
عدو کا منہ ہے سوال و جواب کے قابل
ربانہ دامنِ یوسف نقاب کے قابل
نہ تھی یہ دل کی رقمِ حساب کے قابل

یہی تو دل ہے نگاہِ عتاب کے قابل
یہ ضبطِ غم ہے مرا انتخاب کے قابل
اُسی ادا سے کیا قتل تو نے دشمن کو
اُسے تو شوخی و ناز و ادا کی دو تسلیم
قلم سے کینچید یا خط اُسی پہ ظالم نے
عدو کے ذکر پہ منہ گھل گیا خدا کی شان
وہ اک اد اتھی دمِ ذبح جس نے تڑپایا
خدا نے نور کے سہنچے میں تم کو ڈھالا ہے
سمجھ کے بات کہو کچھ سبب کے بات کرو
چہے گا چہرہ رازِ زلیخا اب کیونکر
پہر اپنے بوسہ لب کیوں شمار کرتے ہو

<p>مٹا دیا ہے فلک نے بنا کے سبزہ راہ سوال وصل تھا تم سے پٹ پڑی شہجے ترے غمید پڑے نور ہے میں مقل میں شکن یہ کیوں ہو تمہاری جبین روشن پر کہو نہ تم مجھے اپنی زبان سے عاشق گمہ نگہ نے پکیتی ہے شان معشوقی بھل کے ٹھیری ہے سینہ سورج اکھنیں</p>	<p>لی نہ عمر ہی ہم کو شہا کے قابل مرا گناہ نہ تھا اس عذاب کے قابل یہی جگہ تھی حقیقت میں خواب کے قابل نہ تھا ہلال یہ اس آفتاب کے قابل یہ نامراد نہیں اس خطاب کے قابل ادا ادا ہے تری انتخاب کے قابل جگہ یہ خوب ملی پاترا کے قابل</p>
---	--

بشر کو جامِ محبت عطا ہوا بخود
کسی کا ظرف نہ تھا اس شراب کے قابل

<p>کجغت دل خراش بہت ہو صدائے دل مرنے سے جو درے وہ کرے ٹٹے ہاؤل دل پر ابھی سے ہاتھ ہے لب پر ہاؤل پاس آ کے بیٹھو کان میں سن لو ہماری بتا تیرری نگاہ مہر بھی ظالم ہے قہر کی نیزنگ ساز دستِ حنائی ہو آپ کا کیوں لب پہ آہ سرو ہے کیونچ چشم اشکبار لے تو چلے ہو تم کہیں ایسا غضب نہ ہو سینے میں اب جگر کی جگہ جل ہی ہو آگ کاوش امید کی ہے تمنا کی ہے خلش</p>	<p>کانوں پہ ہاتھ رکھ کے سنو ماجراؤں آجائے موت آتی ہو جاتا ہو جاؤں تم نے سننا ہی کیا ہے ابھی ماجراؤں کیا خاک دور سے ہو بیٹھا عاؤں بر بھی جگر کے واسطے خنجر براؤں قاتل یہی ہے دل کا نیچہ نہماؤں کچھ اور سنئے اور کہوں ماجراؤں میں دل کو بھول جاؤں مجھے بھول جاؤں پہلو میں اب ہو داغِ محبت بجاؤں پہلو میں اور بھی تو ہیں کانٹے سواؤں</p>
--	---

لے لگا ہے بچہ وئی شوق میں مزا
بچہ خیالِ یار ہے راحتِ فرا و دل

ردیف

تو نہیں جو تجھے دیکھ کے بس تو نہیں ہم
سنی میں جو آجائیں تری تو نہیں ہم
معلوم ہوا عشق کے قابل تو نہیں ہم
دل سے مگر اس بات کو قائل تو نہیں ہم
آوازہ دم کر وہ منزل تو نہیں ہم
کیوں قتل کریں آپ کو قائل تو نہیں ہم
کچھ تم سے کسی بات کے سائل تو نہیں ہم
تیری ہی طرح سے کیوں بدل تو نہیں ہم
جائینگے اب اس بزم میں شامل تو نہیں ہم
ہم سے نہ کہو غیب سے مائل تو نہیں ہم
اس کام کو سمجھ اہی مشکل تو نہیں ہم
بیٹھے ہوئے دشمن کے مقابل تو نہیں ہم

بی تاب رہیں ہجر میں کچھ دل تو نہیں ہم
یہ یاد بہت مکر و فریب ایسے ہیں بھی
اب آپ کوئی کام سکھا دیجیے ہم کو
کئے کو وفا دار تمہیں لاکھ میں کہیں
کیوں خضر کے پیرو ہوں تری راہِ طلب میں
کہتے ہیں تمنا سے شہادت کو وہ سن کر
ہیں دل میں اگر طالب دید تمہیں کیا
وہ پوچھتے ہیں مجھ سے یہ مضمون نیا ہے
ہم جاتے ہیں یا حضرت دل آپ سدا ہین
ان آنکھوں سے ہنسنے بھی تو دیکھا ہر زمانہ
مرنے کے لئے وقت کوئی تاک ہے ہیں
کہتے ہیں تجھے دیکھ کے آتا ہر ہیں شک

ہر سانس میں رہتا ہے تری یاد کا کھٹکا
بچہ وہیں تو ہوں کام سے غافل تو نہیں ہم

مہمان ہیں فصل گل کی طرح اس جن میں ہم
 اسے خاک گو تجھ سے نخل ہیں کفن میں ہم
 تجھ سے ہنسے رقیب جنیں انجمن میں ہم
 ٹھہرے کہیں نگاہ بھی دل بھی کہیں گے
 رکھتا ہے کوئی شہنشاہ تو ہڑتاء کوئی گل
 داغوں پہ داغ جیسے ہیں خمون کماؤ زخم
 فریاد کا ہو خوف اگر ہم سے حشر میں
 جو زخم ہے بدن پہ وہ خنجر کی شکل ہے
 باتیں کہاں وہ تیغ ہیں کون قول سے
 پیدا ہوئے ہیں وہی تو عاشق بہا نہیں
 سارا یہ سیر گل کا مزا تیرے دم سے ہے
 معشوق سے تجھ کے بگاڑیں گے اس کا کیس
 قسمت جدا جدا ہے مقدر الگ الگ
 پروانہ بنے جلتے ہیں جب بھر پار میں
 کافی ہیں ہم فراق میں جلنے کے واسطے
 اڑتی ہے جیسے خاک دل بے غل میں ہو
 چہتے ہیں کوئی یار سے داغ دل و جگر
 آئینے سے خطاب ہو ترچھی نظر کے ساتھ
 ڈوگل کی شوخیاں ہیں نہ بیل کے پیچھے

اپنے کو جانتے ہیں مسافر وطن میں ہم
 برسوں کے بعد آئے ہیں وہیں وطن میں ہم
 فانوس میں یہ شمع ہے یا پیر بن میں ہم
 اس انجمن میں ہیں کبھی اس انجمن میں ہم
 قدرت کے کہیں دیکھ سبے بین جن میں ہم
 دولہا بنے ہوئے ہیں سراپا کفن میں ہم
 رکھ دیناں بان کاٹ ڈتیرے ہن میں ہم
 قاتل سے کم ہے نہ کبھی بانگین میں ہم
 ان کو مکر کا سوچ ہے فکرو ہن میں ہم
 گلشن میں عندلیب تری انجمن میں ہم
 تیرے بغیر آگ لگا دیں بہ جن میں ہم
 اپنا ہی ل جلا میں گے اس کی جلن میں ہم
 عیش و طرب میں غیر ہے رنج و محن میں ہم
 اک روح یہونک تی ہیں شمع لگن میں ہم
 جلنے نہ دینے شمع کو بیت احزن میں ہم
 آئے ہیں ساتھ لیکے بیا باں چمن میں ہم
 رکھیں گے مہرواہ کو کب تک گن میں ہم
 تو سادگی میں فرد ہے تو بانگین میں ہم
 کچھ آج فرق پاتے ہیں نگ چمن میں ہم

تیری زباں پہ تو ہے تُوں کے دہن میں ہم
 دیکھیں گے سیرِ چپکے عدو کے کفن میں ہم
 جا کر کبھی نہ آئے پہراپنے وطن میں ہم
 یہ کال لگائے کہتے ہیں زخمِ کهن میں ہم

بھمکو ہے گفتگو کا سلیقہ نہ غیر کو
 جب اُن سے ہو گا داؤدِ محشر کا سامنا
 آوارہ بوئے گل کی طرح عمر بہر ہے
 برسوں سے خون روتے ہیں غمگانی میں

بیچو وہیں ہے قدرِ کچھ اہل کمال کی
 افسوس ہے کہ جانے سکے پھر دکن میں ہم

صبح سے بند ہیں کیوں صبر کے بازار تمام
 تیری ہرات کے پہلو میں ل آنا تمام
 پردہ اُٹھتے ہی ہوئی حسرت دیدار تمام
 جمع ہو جاتے ہیں جب اُن کو خریدار تمام
 اپنی ہی گولوں کے ہیں معشوقِ طرحدار تمام
 بن گئے نور کے گویا درودِ دیوار تمام
 پیش ہوں پہلے محبت کے گنہگار تمام
 آنکھ ملتے ہی تو اعضا ہوتے بریکہ تمام
 یہ تو مٹی کے بھی ہوتے ہیں ستمگار تمام
 جھومتے آج چلے آتے ہیں میخوار تمام
 لوٹ لی تھنے مرے حسن کی سرکار تمام
 ہیں یہ کیوں خون میں ڈوبے معنے سوفا تمام
 لب ہلے تھے کہ ہو عشق کا مہربان تمام

ٹوٹے پڑتے بیت ہیں کس کے خریدار تمام
 ایک ہی سلو پہ نہیں شوخی گفتار تمام
 اب رہا کون جو دیدار تمارا دیکھے
 وہ بھی بازار میں م بہر کو چلے آتے ہیں
 دل بھی لیکر کبھی کہتے نہیں دل عاشق کا
 اُن کے آتے ہی ہوا گیر میں اُجالا کیسا
 بات رہ جائے اگر حشر میں آئے یہ نیدا
 عشق نے جان بچا نیکی کہاں سی ہمت
 سنگدل کیوں بت ماہر ہیں ہوں مشہور
 عید آئی ہے الہی کہ بہار آئی ہے
 اک جہلک دیکھ لی پڑے تو ظالم ڈکھا
 کہہ تو دو کسچ یہ بوجھاڑ ہوئی تیروں کی
 لفظِ رخصت بھی تو پورا نہ وہ کہنے پائے

حسن - انداز - ادا - ناز - ہنگامیں - شوخی

دل مرا چھین کے بن بیٹھے ہیں نختار تمام

اب بھی اپنا کوئی دیکھو دے مجھے سمجھا کہ نہیں

چھپ گئے اب تو مرے حال کے اخبار تمام

ناشق ہیں تو بن جائیں گے نقشِ کفِ پاہم
 دم بہر میں نمودار ہیں : م بہر میں فنا ہم
 دیکھو ہمیں آئینہ ہیں تصویرِ نماہم
 ستے ہیں بڑے شوق سے اظہارِ جفا ہم
 جگر اتوٹے صلح بھی ہو جائے گی باہم
 آگاہ کسی سے بھی نہیں تیرے سوا ہم
 قسمت ابھی خاموش تھی جو اس نے کہا ہم
 دشمن سے نہ اٹھیں گی اٹھائیں گے جفا ہم
 ہو سکتا ہو یہ ہم سے کریں ترک و فاجہم
 تعریف کو بھی اب تو سمجھتے ہیں گلا ہم
 خود منزل مقصود ہیں خود راہِ ناہم
 فرماتے ہیں ایسوں سے نباہیں گے ہلا ہم
 اس وقت کوئی غیر نہیں آپ ہیں یا ہم
 عالم تو اک آئینہ ہے ہیں عکسِ تراہم

مٹ جائیں مگر ساتھ نہ چھوڑینگے تراہم
 ہیں نگہت گلِ باغِ یں سے بادِ صبا ہم
 سمجھو ہمیں انسان کے پرے میں ہیں کیا ہم
 برسوں میں کہیں وصل کی امید بند ہی ہو
 تشہیفِ ذہن وہ روٹھے رہیں ہم سے
 ہم تیرے شناسا ہیں میں غیب سے کیا کام
 پوچھا تھا یہ میں نے کہ مٹا یگا تجھے خون
 وہ عیش کا بندہ ہے وہ آرام کا خوگر
 جو بات کے ٹوٹے ہیں وہنی پہ نہیں سکتو
 بیوجہ خفا ہو کے خوشا نہ کرو تم
 گہلِ پائیں یہ سب راز اگر فکریں لیکام
 ہوئے سے کہیں اُن کا گلا ہم نے کیا تھا
 فراموش کیا جی میں ہے کیا ثانی ہو دل میں
 عالم کو مٹا شوق سے ہم کو نہ مٹا تو

وہ کہتے ہیں دعویٰ ہے اسے ہوش و خرد کا

نہ بخود کو پلائیں گے نئے ہوشِ رُبا ہم

رویت نون

ورنہ ہر اک نگاہ میں جلسے اُسی کے ہیں
ظاہر کسی سے ملتے ہیں شیدائسی کے ہیں
کر ٹوت سب یہ حضرت دل آپ کے ہیں
ہر چند سینکڑوں ہی عدد آدمی کے ہیں
یہ درمیاں حجاب جو ہیں خودی کے ہیں
چپے بہشت میں بھی تمہاری گلی کے ہیں
پہانسیں نہیں ہیں ل میں بیگانگی کے ہیں
احسان آپ پر تو مری بخود کی کہیں

کچھ حوصلے ہی پست بہت آدمی کے ہیں
سب سے جدا طریق یہاں عاشقی کی ہیں
میں اور بزمِ غیر میں رسوائیاں مری
اس چرخِ کینہ ساز سے بڑھ کر نہیں کوئی
میں آپ میں نہ ہوں تو نظر آؤ نہ بے یار
حوروں کو بھی تو اس کی تمنا ہر رات دن
اے چارہ گر نہ بھول کر ان کو محالِ نفس
نا کام ریز و نسل رہا بھی تو میں رہا

بیخود یہ تم جو کرتے ہو کوششِ فضول ہو
گذریں گے ہر طرح سے جو دنِ زندگی کے ہیں

موت کو موت آگئی ہم کیس کریں
زندگی سے بیز ہے ہم کیس کریں
اس خوشی میں اب مرا غم کیس کریں
کھدیا اُس نے کہ پہرا ہم کیس کریں
کل نکر جاؤ تو پہرا ہم کیس کریں
اک خلش رہتی ہے پیہم کیس کریں
گردنِ تسلیم کو خم کیس کریں

مرگ کا ارماں شبِ غم کیا کریں
کس طرح کاٹیں شبِ غم کیس کریں
میرے پہلوں میں ملے دشمنِ سودہ
سُن کے ساری داستانِ رنج و غم
وعدہ کیس آج ہو جائے حوال
یادِ مژگانِ ل سے جاتی ہی نہیں
جلوہ گر ہے بامِ پرناؤ کس فنگن

<p>چارہ گر مرنا نہیں ہم کیا کریں اُس کو اب رُسوائے عالم کیا کریں چار دن کیواسطے کم کیا کریں</p>	<p>بے علائق درو دل ترک علاج جو ہمارے دل میں پہنچ کر لگیا بعد مرون آپ چٹ جائیگی</p>
<p>ذکر تو کر دیں ترا بیچو و مگر وہ خفا ہو جائیں تو ہم کیا کریں</p>	
<p>ہے امتحان عشق و ہوس اک نگاہ میں ہم اپنے گھر کو پوچھتے جاتی ہیں راہ میں سب ان کی شوخیاں ہیں ہماری نگاہ میں دینی تھی ہم کو جان تری جلوہ گاہ میں تہا کچھ نہ کچھ اثر مرے حالِ تباہ میں سچ کہتے ہو فتور ہے میری نگاہ میں آجاؤ بن سنور کے کبھی جلوہ گاہ میں یہ کیا کہلے نہیں دشمن سے راہ میں ڈر ہے کہ دیکھ لے کوئی کافر نہ راہ میں ایسا ہلا کہاں سے اثر میری آہ میں اتنی ہی تو کسر ہے دل داد خواہ میں سر نہ لگا گئی تری چشم سیاہ میں</p>	<p>تم تیغ لے کے آئے ہو کیوں قتل گاہ میں کیا دیکھتا ہوں کسی جلوہ گاہ میں پہنچے ہیں رستہ ہوتی ہیں جھوٹا کیاں رہے نہیں نکیم سے کم جان ہمار کا دار فطرت انہیں بھی ہوئی دیکھ کر مجھے تحم اور تم کو محض دشمن سے واسطہ بیٹھے ہوئے ہیں منتظرِ حشر سینکڑوں سب کا بیاں غلط مرو دل کا گمان غلط چوری چھپے جاتے ہیں مسجد میں شب کو ہم تم آپ آگئے ہو بیاں اس میں شک نہیں جس وقت اُس نے عذر کیا صاف ہو گیا مڑ کر کبھی جو آئی کسی لجلے کی خاک</p>
<p>گر دیکھنی ہے حشر کے دن شانِ مغفرت بیچو و کبھی قصور نہ کر ناگناہ میں</p>	

<p>یہ گرفتاری گرفتاری نہیں دشمنی ہے آج کل یاری نہیں دیکھنے میں کوئی بیماری نہیں مجھ کو تجھے جان بھی پیاری نہیں آنکھ ہے یہ کوئی بچہ کاری نہیں سہل کچھ دل کی گرفتاری نہیں کیا ہے یہ زرمردم آزاری نہیں نواب غنیمت ہے یہ بیداری نہیں</p>	<p>دل کو قید زلف کچھ بہاری نہیں دوستوں میں وہ فدا داری نہیں آنکھ کو بیمار کیوں کہتے ہیں لوگ بواہوس کو آبرو کا پاس ہے رکتے ہیں کئے رکیگا خون دل پیش آئیں گی بہت سی مشکلیں تم نے سرمہ سے کیا آنکھوں کو نسخ عشق میں کیا دین وہ دنیا کی خبر</p>
--	---

کیا ہو اچھو دیجے کچھ منہ سے پھوٹ
بے سبب تو گرہ وزاری نہیں

<p>کلیجہ تمام میں ہاتھوں سے جتنے مننے والے ہیں تمہاری دست و بازو تو ہمارے دیکھے بھالے ہیں ستم وہ کون سے ہیں جو زمانے سے نزلے ہیں انہیں کی اب نظیریں ہیں انہیں کب جو ادا ہیں قیامت میں الگ سب تمہارے منے والے ہیں کہا کن ناز سے ہنسر مے گیسو جو کالے ہیں زباں سوکھی ہوئی کانٹے گلے میں مٹھ چکے ہیں بہت جام مغالین کی طرح دل توڑنے میں پروں کے ساتھ بازو بھی تڑپ توڑنے میں</p>	<p>کہے دیتا ہوں یہ سبے بہت لکھن نوا ہیں ڈریں کیوں ہم اگر شمشیر نے جو ہر نکالے ہیں اٹھا رکھے ہیں کس دن کیلئے ہم بھی سنیں تو کھیں رقیبوں نے وفائیں کو سی کی ہیں کہ اے ظالم کسی کے نیاک بد سے کچھ غرض مطلب نہیں ان کو مرے بخت یہ کا مجھ سے شکوہ من کو ظالم ادھر دیکھو ادھر سوز محبت اس کو کہتے ہیں شک بن عہد و پیمان میں مزا آتا ہے ساتی کو نہیں جاتی قفس میں آرزو اب بھی تو گلشن کی</p>
--	---

<p>کہیں سے بھی نہیں اترے کہیں سے بھی نہیں گزرا رفاقت و کھلی میں نے محبت میں فیتوں کی مری فریاد سن کر حشر میں لے تو یہ بوئے نرالی خوشبویں میں منگیں کچھ نئی دل میں دل جان میں وایاں صبر و تاب ہوش لیتا جاتا</p>	<p>خدا نے دوست قدرت سے یہ بت سا بچو میں لادیں پڑی روان کو جینے کی مجھے مرنے کے لادیں قیامت میں غضب میں تہرہاں فت میں نالادیں نئے معشوق میں وہ ڈھنگ نیا سے نرالادیں بچھڑ جائیں نہ سستے میں سب تیر و حوالا لادیں</p>
--	--

نہ لینا نام دلی کا ہمارے سامنے بچو و
اسی اجر طے ہوئے گلشن کے ہم بھی ہے وادیں

<p>کیا کہوں : کہ جو دشمن کے مزا دیتے ہیں جان یوں عشق میں ارباب وفا دیتے ہیں پوچھو یہ خاتمنا کی خلش کو دل سے اسے ستم کیش و جفا کا تسری عمر دراز ایک بوسہ پہ تو سودا نہ بنے گا دل کا میری عادت سے ابھی آپ نہیں ہیں قاف دل کا سودا تو نگاہوں میں ہو ا کرتا ہے مانگ کر بوسہ رہا دل پہ نہ قابو اپنا میں نہ مانوں گا کہ وہ غیر کی سنتے ہونگے دیکھئے اُس وقت کوئی اُن کو مری آنکھوں سے کیا کیا کیا نہ کیا حشر نے برپا ہو کر دل کو مٹی میں شکر نے دبا رکھا ہے</p>	<p>یہ تو کج کو بھی مرے دل سے ہٹا دیتے ہیں یہ تماشا بھی تجھے آج دکھا دیتے ہیں یہ وہ کانٹے ہیں کہننے میں مزا دیتے ہیں مرنے والے مجھے جینے کی عطا دیتے ہیں سوچ کر دیکھو کچھ آپ یہ کیا دیتے ہیں وعدہ کے ساتھ مجھے یہ بھی سنا دیتے ہیں کس کو معلوم ہے کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں کس نے منہ پھیر کے چپکے سے کہا دیتے ہیں میرے کہنے کو تو باتوں میں اڑا دیتے ہیں گالیاں غیر کو جب ہوئے خفا دیتے ہیں آج ہی کل میں تمہیں بھی دکھا دیتے ہیں میں نے مانگا تو کہا ہنس کے ہٹا دیتے ہیں</p>
---	--

رات یہ اور بھی فرقت میں گزار دیجو
صبح ہو جائے تو ہم اُن کو بلا دیتے ہیں

وہ اپنے ساتھ لیکر میری نظر گئے ہیں
دامن مسک گیا ہے گیسو بکھر گئے ہیں
پوچھا ہے جب کسی نے ہم تو مار گئے ہیں
جلدی نہ کر گئے ہیں پیغامبر گئے ہیں
جوش بہار گل کو پا مال کر گئے ہیں
انکار سنتے سنتے برسوں گند گئے ہیں
ہر کرچمن کی جانب دو چار پگئے ہیں
اسان اب بہت سے سینے میں بج گئے ہیں
دشمن کے پیچھے پیچھے ہم اُن کے گھر گئے ہیں
تیو یہ کہہ رہے ہیں لیکر مار گئے ہیں
ہے زندگی انہیں کی جو بچھ رہے گئے ہیں

یہ اور وقتِ رخصت اند میر کر گئے ہیں
کہنا مرانہ کیجئے اپنی شبیر تو لیجئے
اقرار عشق و الفت ہو ہوا ہوس کا حصہ
اچھا نہیں ہے ایدل یہ اضطراب تیرا
جاتے ہی اُن کے گویا کچھ بھٹی تھا بن میں
نہوٹا ہی کیوں کیجئے وعدہ لومہ سے کیجئے
ٹر پی ہے جب ہمیں نونگ قفس میں بلبل
ہے خیر تو اسی میں لگ جاؤ دل ٹھکانے
ان بد گمانیوں پر ہے اُن کو بد گمانی
لاکھوں میں ل ہمارا نکلے گا پاس اُنکے
بے عشق گر جئے بھی کس کام کا دہ جینا

دم بہر کو بھی جو سجھو اُن کی نظر پیری ہو
صدے ہمارے دل پر کیا کیا گذر گئی ہیں

انظر کے واسطے بتلی تمنا کے لئے دل ہوں
کسی بہت کی نظیر کسی کی کچھ کا تل ہوں
اکہیں شوخی میں تکیں کہیں حسرت میں دل ہوں
اگر انصاف سے دیکھو تو پونہ میں کال ہوں

تمناش یا ر عشق یا راں دونوں میں کال ہوں
یہ کاروں میں شال ہوں سہ بختر میں دل ہوں
دکھاتا ہوں زمانے کی طرح نیزنگ عالم کو
مری نادانیاں بھی مصلحت آمیز ہوتی ہیں

گرہ بکرمے دل میں تمنا اس کی گنتی ہے
 تمہاری زلف پر خم سے یہ آتی ہر صبح بکھو
 نہ اٹھو یا خدا نے ناز بجا مجھ سے قاتل کا
 تمہارا تو یہ شیوہ ہے جسے ماکا اے مارا
 نہیں ممکن علاج نہ بدگمانی کا تری ظالم
 کوئی جائے وہاں میرا تصور ساتھ ہو سب کے
 برا تو مجھ کو کہتے ہو مگر اک دن اسی منہ سے
 سر بازار بکھتا ہوں خریدار و چلو و بکھو
 اسی آوارگی میں ام سفر پر عمر گزری ہے
 تجھے دینا پڑیگا شرط یہ کہ میں جو مانگوں گا
 مجھے تم جانتے ہو کون ہو کس ہوت پوچھا ہوتا
 کہا تھا خواب میں حج زدل مجھ سے وہ سن لیجے
 جو تو ہے حسن میں بختا تو میں ہوں عشق میں کامل
 کسی کی زلف کے سونے نے ایسے پاؤں پہلائے
 نزاکت مانع تیغ آزمائی ہو نہ مانوں گا

مجھے حل کر نہیں سکتا ہر کوئی میں اس حل میں
 رہا کرتا تھا پہلو میں کبھی سیے وہی دل میں
 کیا ہے خون اپنی حسرتوں کا میں وہ قاتل ہوں
 نگاہ طفت کی ہر دم میں میں ہی داخل ہوں
 اگر دشمن سے بھی تقصیر ہو میں میں مل ہوں
 نہیں اس بزم میں لیکن شریک الہی ہوں
 یہ سنا دوں گا میں تم کو وفا کا تیری قاتل ہوں
 زانیے انوکھا ہوں نہ لانا ہوں نیا دل میں
 ٹھہرنیکا پتہ کیا دوں کہ میں گم کردہ نہر میں
 کبھی جو بے لے ملتا نہیں ہوں میں سائل ہوں
 وہ کہتے ہیں ابھی تک میں تو اپنی سے بھی غافل ہوں
 نہ میں اس وقت غافل تھا نہ میں اس وقت غافل ہوں
 تیری صورت کا شیدائی ترانہ مقابل میں
 تقاضا ہو یہ وحشت کا کہ باندہ سستہ میں
 کھل کر تیغ خود چلنے لگے کہہ دو جو قاتل ہوں

وہی بچو ہوں میں سمجھے ہو بچو جس کو تم اپنا
 تمہاری یاد کسی میں تو خود اپنے سے غافل ہوں

مری فریاد کو ڈرنا کہ میں ٹوٹا ہوا دل ہوں
 کسی بیتاب کی حسرت کسی مجھ کو کا دل ہوں

سراپا درد ہوں بید پر جس دن کمال ہوں
 سڑپنے کیلئے پیدا ہوا ہوں میں وہ بیل ہوں

مرا منہ تک رہا، میں مجھ کو قاتل ہوں
 تیری محفل میں اگر بیٹھ جائے لے دل میں
 تمنا ہو یہ زاہد گو گنہگاروں میں داخل ہوں
 مجھے دیکھو کہ میں ن کے تغافل پر بھی غافل ہوں
 تعاقب میں واں عمر رواں کو چند منسل ہوں
 مری دیوانگی دیکھو کہ پابند سلاسل ہوں
 مجھ سے پوچھتے ہیں میں تائید کے قابل ہوں
 کبھی قرارِ واثق ہوں کبھی میں عبدِ باطل ہوں
 مگر میں وہ بلا ہوں تیرے ملنے سے بید ہوں
 مجھے تو مانگتا ملک بھی نہیں آسا وہاں ہوں
 خدا رکھے انہیں ان شوخیوں کا میں تو قاتل ہوں
 مرا غمخوار بن جائے جو دشمن سے مقابل ہوں
 کوئی دیوانہ ہوں نادان ہوں بھی جاہل ہوں
 مجھے دل میں جگہ دیجئے کہ میں کیلا محفل ہوں
 زباں سواج نکلی ہو کسی بت کے مشکل ہوں

شال چم خیراں تیج کا ہر حلقہ جو ہر
 تصور اپنا ہوں لے کر بھٹکے کپڑے تیرے
 منے سے شرمِ عصیاں کے اگر اکاہ ہو جائے
 انہیں دیکھو کہ غفلت بھی ہو کس ہوشیار بھی
 خدا جانے جوانی کی طرح پیر میں ہر جاؤں
 خیال گیسوے پر خم سے وحشت کام لیتی ہو
 عدو سے مشورہ کیوں ہو مردِ پامال کرنے کا
 سوالِ صل پر ان کی خموشی مجھ سے کہتی ہے
 امیدیں ٹوٹ جائیں آرزوئیں خاک ہو جائیں
 طلب کرتے ہیں کیوں کر اپنی دولت سے یہ پوچھو گکا
 اٹھایا بغیر کے پہلو سے فتنے کی طرح تم کو
 بگڑنے ہی نہیں دیتی کسی سے بیکسی میری
 مجھے مطلب کروں صبح سے جھٹا سکوں کو دو
 سا کر آنکھ کے پردے میں وہ پردہ نشین ہو لا
 خدا چاہا ہے تو اب ہوگی ہماری آرزو پوری

بقول حضرت استاد کس گنتی میں ہوں سچو و

کسی فن میں نہ لائق ہوں فائق ہوں کمال ہوں

ہر شخص جانتا ہے ادھر ہے مگر نہیں
 اک بات کا خیال ہو دل میں مگر نہیں

سب کی طرف ہو اور کسی پر نظر نہیں
 تجھ سے تو کچھ گلا مجھے بیدا کر نہیں

خوابت نہیں کسی پہ کہ ہر ہے کہ ہر نہیں
 سچ ہم فدا ہیں غیر پہ مجھ سے سوال ہے
 اُن سے فقط نگاہ کے ملنے کی دیر ہے
 اڑنا قفس کو یکے بھی دشوار کچھ نہ تھا
 آپ اپنی عرض وصل پہ نچوت تو دیکھیے
 اس سے غرض ہی کیا تھی انہیں کوئی کچھ کہے
 انشائے راز وصلی کہاں اور میں کہاں
 اکفت کا اپنی آج بہم ہم پہ کس لگیا
 سب کے دلوں کو ہے سری چٹیک لگی ہوئی
 مانا یہ میں نے آپ کی طینت ہو پاک صفا
 پچھلے پہر سے کیوں نہ بھل آئے آفتاب
 اُن کی طرف سے کہتا ہے کیا کیا جلی گئی
 دامن سے اپنے اس کو بھگا کر سدھارے

بجلی ہے ساعقہ میرے کسی کی نظر نہیں
 اللہ سے ہے خبر کچھ اپنی خبر نہیں
 میرا مال وہ بھی کسی بات پر نہیں
 مشکل یہ آپڑی ہے کہ بازوین کچھ نہیں
 انکار اور وہ بھی ادھر دیکھ کر نہیں
 اُن کی زبان پر تو رہی رات بہر نہیں
 اپنی نظر پر آپ کو شاید نظر نہیں
 نامے میں بھی دعا کی طرح اثر نہیں
 عاشق ترانہ ہو کوئی ایسا بشر نہیں
 کہ تیرے رقیب کے دل میں بھی بشر نہیں
 یہ صبح عیش ہے شب غم کی سحر نہیں
 میرے لئے رقیب کے کم نامہ بر نہیں
 جلے کوں ہوں بھروسے شمع سحر نہیں

بیخود و شراب چوڑ چکے ان سے چٹ چکی
 توبہ کے بعد پی گئے کتنی خبر نہیں

یہ راز وہ نہیں ہے جسے میں بیاں کروں
 پتھر بھی موم ہو وہ ستم کا بیاں کروں
 سنیے تو حال میں بھی کچھ اپنا بیاں کروں
 تنکو یہ ہٹ کہ میں کبھی سمجھ سے ہاں کروں

کیوں کہے دل کا حال اسے بدگماں کوں
 کعبے میں جا کے شکوہ جو رہتاں کروں
 اپنی تو آپ محکمہ کہانی سنا چکے
 محکمہ یضکہ وصل کا اقرار تم سے لوں

فرصت اگر حیا سے ملے شوخیاں کروں
میری مجال کیا ہو جو تم سے زباں کروں
کیوں کہ بیان لذت سوز نہاں کروں
میں بیوفائیوں میں سراپاں کروں
قاصد کے ساتھ کاٹ کر اپنی زباں کروں
گر ایک بات ہو تو کچھ اُس کا بیاں کروں
کس منہ سے شکوہ تھم پاسبان کروں
لوٹوں مرنے خبر بھی نہ اے آساں کروں
دل چاہتا ہے بیعت پیر مغاں کروں

یہ کہہ رہی ہے مجھ سے کسی کی نگاہ شرم
وہ بخودی کی بات تمہی اتنے خفا نہ ہو
ڈرتا ہوں پھوٹ جائیں نہ چہاں زباں کے
تو مجھ کو آزما کے وفاداریوں میں دیکھ
شاید مرا پیام یہ پورا نہ کہہ سکے
میں لاکھ غم نہراں گلے سوشکایتیں
میں کیا تم شعلہ تجھے جانتا نہیں
آج میں تیری ضد پہ اگر وہ تو لطف ہے
اگتا گیا ہے شرم کی پابندیوں سے جی

بیچو در فتنے ہے نہ کوئی ہم طریق ہے
دل پر جو کچھ گذرتی ہے کس سے بیاں کروں

کچھ سوچ کر سمجھ ہی کے تجھ پر مٹا ہوں میں
اُن کی نگاہ میں دل بے مدعا ہوں میں
اُس بیوفا سے دل کے بہت خوش ہوں میں
جو مجھ کو دیکھتا ہے اُسے دیکھتا ہوں میں
اُس سے غرض نہ رکھ کہ بُرا یا بھلا ہوں میں
انداز کہہ رہا ہے ترا دل رُبا ہوں میں
مٹ مٹ کے تجھ پہ فتنہ محشر بنا ہوں میں
برسوں تری نگاہ میں ظالم ہوں میں

نقش قدم نہیں ہوں رنگ حنا ہوں میں
ایسا ہجوم شوق میں ضبط آشنا ہوں میں
مرنے کی اپنے آپ دعا مانگتا ہوں میں
آئینہ بن کے چشم تمنا بنا ہوں میں
بیچو وہ تیری نام کا بھر پر قدا ہوں میں
دل لے کے میری جان مکر رہا ہے تو عبرت
قدتے میں میرے نام سے جتنے ہیں الہوس
ہے ختم امتحان وفا میری ذات پر

گستاخ ہو کے دست زلیخا بنا ہوں میں
 ان نار سائیوں پہ بھی کتنا رسا ہوں میں
 بندہ کی تھی مجال جو کتنا حسدا ہوں میں
 جانہیں مجھے ابھی تو نے کہ کیا ہوں میں
 مجھ سے جدا ہے غیر تجھ سے جدا ہوں میں
 کہتی ہے ہر نگاہ کہ نا آشنا ہوں میں
 ہر فتنہ کہہ رہا ہے ترا نقش پا ہوں میں
 اس اپنے چہرہ کے لئے خود رہنا ہوں میں
 ہر شخص چاہتا ہے کہ تجھ پر خدا ہوں میں
 پہلے سے تو نے کیوں کہ بے خطا ہو میں
 منہ پیر کر وہ کہتے ہیں بس بس خفا ہو میں
 مجھ کو بھی سا تھہر کہہ نہ شانہ ترا ہوں میں

اس شوقِ نامراد نے رکھا ہے نامراد
 نالہ یہ کہہ رہا ہے مرا اُن کے کان میں
 پہنچا نہ رازِ لغتہ منصور تک کوئی
 بولے سوالِ وصل پہ مجھ سے بگڑے وہ
 میری ہی یہ نمود ہے تیرا ہی یہ ظہور ماما
 تم دل ملا کے جسے لوگے غلط ہے یہ
 تیرے خرام پر ہے قیامت مٹی ہوئی
 دل کا پتہ بنگاہ کو اُس کی بتا دیا
 پیدا دلوں میں ہو گئے اُلفت کے دلوں
 تعذیر دیکھے اُس نے یہ ثابت کیا قصور
 میں اُن سے چاہتا ہوں صفائی جو دل میں
 یہ کہہ دل بھی تیرے ہمراہ ہو لیا

بیخود کا شب کو ذکر جو کچھ اُن سے آگیا
 شہرہ کے وہ یہ بولے کہ ہاں جانتا ہوں

دل جو کچھ کہتا ہے وہ اُن گماں سو کیوں کہوں
 آپ تم کہہ دو گے میں اپنی زباں سو کیوں کہوں
 بات اپنی دل کی میں اپنی زباں سو کیوں کہوں
 مجھ کو جو کہنا ہے وہ اُن گماں سو کیوں کہوں
 تجھ سے کہتا ہوں شکر آسمان سو کیوں کہوں

شوق اپنا آپ میں اپنی زباں سو کیوں کہوں
 بوالہوس و فتنہ کو پہلے انتہاں سو کیوں کہوں
 تم سمجھ لو۔ سوچ لو۔ تم ناٹ لو۔ پہچان لو
 حشر کے دن داؤدِ حشر سے ہوگی دو بدو
 نالہ اپنا ہے لب تک اب چلا یہ چند پیر

اپنی چوری کی حقیقت پاسباں کو کیوں کہتا
 تم سے کچھ کہتا ہوں میں سارے جہاں کیوں کہتا
 جو حقیقت ہو کہیں کی وہ مکان کو کیوں کہتا
 آپ کہتے ہیں جہاں میں ہاں کو کیوں کہتا
 پہرہ کہتی ہے اس کو سارباں کو کیوں کہتا
 بارخِ جنت کو خدا اس کا دل کو کیوں کہتا
 پوچھتے کیوں ہو کہ اتنے ہو کہاں کو کیوں کہتا
 کیا لیا مل کر کسی رام جاں سے کیوں کہتا

خواب میں لوٹی ہے میں اُن کے جوہن کی بہا
 کان میں سن لو ادھر اگر مری اک بات تم
 دل سے میں اُن کے تصوّر کی تکایت کیا کرو
 داستانِ اول سے سنئے میری سنی جو اگر
 جی میں بیٹلے کے یہ آتا ہو کہوں کچھ حال میں
 نیکیاں جو کچھ یہاں کی ہیں ہاں میں گئی بہا
 میں جہاں جی چاہیگا جاؤں گا کچھ مطلب میں
 آپ کی جانے بلا نا صحر محبت کا مزا

کان میں چپکے سے بخود جو کہا ہے یا رنے
 رشک آتا ہے مجھے وہ راز داں کو کیوں کہتا

چمک جاتی ہے بجلی آتشیاں میں
 لگا رکھی ہیں کیا چھریاں زباں میں
 بہت بھکلیں گئے سنے تھال میں
 اثر پاتا ہوں کچھ اپنی زباں میں
 لگاتی ہے یہ تھگی آسماں میں
 وہ سہتے ہیں نگاہ پاسباں میں
 یہ جادو ہے تمہاری تہی ہاں میں
 چھپی رہتی ہے کملی پریناں میں
 رہوں گا قید کب تک آتشیاں میں

بڑی گرمی ہے بلبل کی نغاں میں
 غضب ہو کاٹ دشمن کی بیاں میں
 نزاکت پہلے اپنی آرزو
 سنے گا کوئی میرا حال شاید
 بڑی مشاطہ ہے اُس کی نظر بھی
 پتہ فن کا یہ سن لے مجھ سے قصہ
 کیا اک بات میں ثابت دہن کو
 فقیری اہل دولت کی نہ پوچھو
 نفس سے کم نہیں خوفِ اسیری

<p>مقدار آج جاگے گا کسی کا خطر گچیں کا ہے صیاد کا ڈر خدا کی شان چمپسین زیب بیاں مٹتے ہیں مجھ سے راز دشمن</p>	<p>بہری ہے نیند چشم پاسبان میں بچمائے میں نے کھاتے آشیان میں کہاں پیدا ہیں تجھ سے اہل میں وہ کیا سمجھے مجھے اپنے گناہ میں</p>
<p>نہ سہی آپ ہمارے جو مقدر میں نہیں آج کیوں درد ہمارے دل مضطرب میں نہیں موت بجکر شب غم مجھ سے کہاں جا پہلی آپ کی بات کی وقعت نہیں اصلا دلیں ساتھ لے کیوں جفا میں ستمگراں کا خار بستر کے لئے خاک اڑانے کے لئے دوسرا کوئی نہ ہو میری مصیبت میں یک جس سے زخمی ہوں نہ رازوں ہاں کچھ نہ اپنی بانی سے نہ باز آئے نہ باز آئیں گے مجھ کو ہاں تو جب آئے کہ کچھ امید بھی ہو عمر جاوید شہیدوں کو ملا کرتی ہے میں نے پوچھا تھا کوا اور ستارے گئے بچھے یہ بھی کہتے ہو کہ پتھر ہے ترا دل کیا ہے</p>	<p>کہاں ہوتے ہیں بخود دل غم جیسے غنیمت ہر یہ دم ہندوستان میں</p>
<p>اب وہ پہلی سی ٹرپ بھی دل مضطرب میں نہیں کوئی ہمان تو ٹھہرا ہوا اس گھر میں نہیں یہ بھی کیا صیل ہو تیرا کہ مقدر میں نہیں آپ م بہر میں ہاں کرتے ہیں م بہر میں نہیں چرخ گردش میں آیا ابھی چکر میں نہیں مجھ کو جنگل میں وہ آرام ہے جو گھر میں نہیں بھگو دل کی بھی ضرورت غم دل بریں نہیں جس پہ ہمتے ہیں وہ بات تو خیر میں نہیں چوکتے وہ نظر آتے مجھے خشر میں نہیں لکھد یا خط میں وہ اُس نے جو مقدر میں نہیں آپ جیواں کا اثر کیا ترے خیر میں نہیں منستے نکلی ہو ستمگر کے گہری بہر میں نہیں یہ بھی کہتے ہو کہ یہ آگ تو پتھر میں نہیں</p>	<p>اب وہ پہلی سی ٹرپ بھی دل مضطرب میں نہیں کوئی ہمان تو ٹھہرا ہوا اس گھر میں نہیں یہ بھی کیا صیل ہو تیرا کہ مقدر میں نہیں آپ م بہر میں ہاں کرتے ہیں م بہر میں نہیں چرخ گردش میں آیا ابھی چکر میں نہیں مجھ کو جنگل میں وہ آرام ہے جو گھر میں نہیں بھگو دل کی بھی ضرورت غم دل بریں نہیں جس پہ ہمتے ہیں وہ بات تو خیر میں نہیں چوکتے وہ نظر آتے مجھے خشر میں نہیں لکھد یا خط میں وہ اُس نے جو مقدر میں نہیں آپ جیواں کا اثر کیا ترے خیر میں نہیں منستے نکلی ہو ستمگر کے گہری بہر میں نہیں یہ بھی کہتے ہو کہ یہ آگ تو پتھر میں نہیں</p>

آپ کیوں ذکر سے بخود کے نخل ہوتے ہیں
یہ تو وہ نام ہے جو آپ کے دفتر میں نہیں

شبِ عہد وہ دلیں دردِ فرقت بن گاتے ہیں
وہ بزمِ غیر سے عاشق کی صورت بن گاتے ہیں
وہ جب آتے ہیں ناکاموں کی تمت بن گاتے ہیں
مرے مرقد پہ وہ شاید قیامت بن گاتے ہیں
فرشتے قبر میں حوروں کی صورت بن گاتے ہیں
تری محفل میں ہم اپنی طبیعت بن گاتے ہیں
کبھی اسان دل میں حیرت بن گاتے ہیں
کہ جس کے سامنے آتے ہیں حیرت بن گاتے ہیں
جہاں تشریف لیجاتے ہیں حضرت بن گاتے ہیں
خیالاتِ محبت دل میں وحشت بن گاتے ہیں
وہ جس کے پاس آتے ہیں لالت بن گاتے ہیں

نہ ارمان بن کے آتے ہیں حسرت بن گاتے ہیں
پریشانِ لطفِ منہ ترا ہوا محبوب سی اکھیں
تمناؤں و برکے دلِ مضطر کی کیا ممکن
لرزتی ہوز میں آسودہ گانِ خاک ہیں کیل
شہیدانِ وفا کا مرتبہ بھی کچھ بڑا ہے
نہ ہلائے سے بہینگے نہ بھمکے سے سمینگے
کبھی حسرتِ زباں پر صرف مطلب بن گاتے ہیں
وہ اپنے عاشقوں کو اپنا آئینہ بنائیں گے
بنے ہیں شیخ صاحبِ قفلِ مجلسِ نرم رنداں ہیں
بدلی می عشق کی حالتِ ترو تھمن سوٹنے نے
نہ رکنا ہم سے کچھ مطلب یہ پہلی شرط ہو انکی

ستم کی خواہشیں سچو و غضب کی آرزوئیں ہیں
جوانی کے یہ دن شاید مصیبت بن گاتے ہیں

یہ گہر آباد ہو جانے ویراں ہوتے جاتے ہیں
کہ کچھ خود بخود دل میں شکار ہوتے جاتے ہیں
وہی ل کی پریشانی کو سا ہوتے جاتے ہیں
بیاں کن حسرتوں سے میرے اسیا ہوتے جاتے ہیں

غمِ الفت سے دل لاکوں پریشان ہو جاتے ہیں
یہ میری میکی کے مجھ پر احسان ہوتے جاتے ہیں
وہی پر عاشقِ زلف پریشان ہوتے جاتے ہیں
لا کر خاک میں جھکے ہیں قدر و اں میرے

ہلے ناخن وحشت مجھے درکار ہیں نشتر
 رانی میں سبھ آتی ہو ہم قابل نہیں اس کے
 نوشی سے تو ہمد ام اور بڑتی ہو کسٹ ل کی
 نگاہ لطف بھی تلوار کے ہمراہ پڑتی ہے
 وہ دل ہی جنبہ یوں پیر پاس وفا کیسا
 کر گیا عشق پہناں اب مجھ سوا زلنے میں
 نگاہیں جب لڑیں اس میں یہ بھی سیکتے جاؤ
 وہی ہم ہیں ہی دل ہے وہی ان کی تمنا ہے

کہ تباہ گریاں بھی گج جا ہوتے جاتے ہیں
 کہ جتنی عمر بڑھتی ہو وہ نادا ہوتے جاتے ہیں
 کریں کیا ضبط غم نے بھی پیکا ہوتے جاتے ہیں
 غضب و رستم کے ساتھ احسا ہوتے جاتے ہیں
 ہمارے عقدہ و شوار آسا ہوتے جاتے ہیں
 مرے چاکر چاک گریبا ہوتے جاتے ہیں
 عیاں کس کی نظر سے راز نہا ہوتے جاتے ہیں
 نئے سے انہیں تونکے ارا ہوتے جاتے ہیں

نہ دیکھے ہونگے رنڈ لاؤ بالی تم نے بچو و سے
 کہ ایسے لوگ اب انہوں کی نہاں ہو جاتے ہیں

عدو کو دیکھ کے جب وہ ادھر کو دیکھتے ہیں
 وہ جس نگاہ سے ہر اک بشر کو دیکھتے ہیں
 نظری کچھ نہیں آتا ترے سوا ہم کو
 عدو کے آتے ہی لچمہ اور ہو گئیں نظریں
 وہ رکہ کے ہاتھ سے آئینہ تن کے بیٹھ گئے
 کسی کے خن سے یہ ہم کو بد گمانی ہے
 وہ آئے گھوٹیں ہمارے انہیں بھی دیکھینگے
 یہ امتحان کشش خن و عشق کا ہے نیا
 مجھے یہ رشک ہے دیکھن خاک پروانہ

نظر چرا کے ہم ان کی نظر کو دیکھتے ہیں
 اُسی نظر سے ہم اپنے جگر کو دیکھتے ہیں
 تجھی کو دیکھتے ہیں ہم جدہ کو دیکھتے ہیں
 کسی کی نرگس جادو اثر کو دیکھتے ہیں
 دہن کو دیکھ چکے اب کمر کو دیکھتے ہیں
 کہ پہلے نامہ سے ہم نامہ بر کو دیکھتے ہیں
 ابھی تو ابینی و عا کے اثر کو دیکھتے ہیں
 نہ ہم ادھر کو نہ اب وہ ادھر کو دیکھتے ہیں
 کہ بار بار وہ شمع سحر کو دیکھتے ہیں

یہ دیکھنا ہے وہ پہلے کہہ کر دیکھتے ہیں
 قفس کو دیکھ کے ہم بال پر کو دیکھتے ہیں
 تجھی کو دیکھتا ہے جس بشر کو دیکھتے ہیں
 دبا دبا کے فخرم جگر کو دیکھتے ہیں
 کسی کی آنکھ کسی کی نظر کو دیکھتے ہیں

۴ نہ بیٹھوں ہم میں دشمن کے سامنے کیونکر
 مٹی نہیں ابھی تاک بھی حسرت پر واز
 رقیب نیلے محفل میں دوست بھی اپنے
 نگاہ لطف میں ہے میل بدگمانی کا
 نمود صبح سے پہلے بدل گئے تیور

کبھی وہ آئینے میں دیکھتے ہیں اپنی شکل
 کبھی وہ سچو و آشفہ سر کو دیکھتے ہیں

چٹکیاں ل میں وہ ہر آن لیا کرتے ہیں
 دون کی آپ جو ہر آن لیا کرتے ہیں
 لاکھ میں ایک مری مان لیا کرتے ہیں
 آپ بھی مفت کے احسان لیا کرتے ہیں
 اور ہوتے ہیں جو تاوان لیا کرتے ہیں
 دل میں مطلب کی جو وہ ٹھان لیا کرتے ہیں
 تاڑ جاتے ہیں وہ پہچان لیا کرتے ہیں
 جو مرعشت میں انسان لیا کرتے ہیں
 مینے لے بھی میر جان لیا کرتے ہیں
 اُس کے بوسے جو مسلمان لیا کرتے ہیں

ماننے کو تو مری مان لیا کرتے ہیں
 کبھی دیکھا بھی ہے کعبے میں خدا کو زاہر
 وصل میں یہ تو ہمیشہ سے ہے اُن کا دوتو
 جان لی غیر کی دل مانگ لیا دشمن سے
 توڑ کر دل مجھے دیتے ہو تسلی ناحق
 مانتے ہی نہیں سنتے ہی نہیں پھر سری
 وصل کی شب جو کسی بات کا آتا ہے خیال
 سچ تو یہ ہے کہ فرشتوں کو بھی حاصل ہوا
 دیکھے اک بوسہ لب جان طلب کرتے ہو
 سنگ اسود سے بھی کیا سنگ دریا ہر کم

خدا ہر اک بات پہ اچھی نہیں ہوتی سچو و
 دیکھ کہنا بھی کبھی مان لیا کرتے ہیں

ہولے ہٹکے جو کبھی وہ اوہر جاتے ہیں
 دیکھنے والے کو جب وہ نظر آ جاتے ہیں
 مسکراتے ہوئے وہ خواب میں جاتے ہیں
 جب کبھی مجھ سے وہ پکڑ ہو کے خفا جاتے ہیں
 تم نے دیکھے ہی نہیں اہل وفا کے نقشے
 جلوہ عشق کی ان کو بھی نہیں طاقت دید
 وہ کہانی مری سن لیں تو قیامت آجائے
 نقش پا سے بھی مرے ان کو عداوت ٹھہری
 کہہ دو دیر سے کیا کام ہے آباد رہیں
 ان کو مطلب جو نہیں ہر مطلب کی گہمی
 کوئی اندھا ہی جو بجائے تو کیا اس کا علاج
 بزم دشمن میں غشی سے بھی کوئی جاتا ہے
 یار و غمخوار ہیں دنیا میں نبی کے ساتھی
 کاش لایا نہ کریں حضرت ناصح تشریف
 نہیں اٹھتا نگہ شوق کا بھی بار ان سے
 دیکھتا جھک جو ہوتا دم خصت کوئی اور
 ہنسنے دیکھے ہی نہیں تار نیوالے ایسے

دل میں اک لگ نئے سے لگا جاتے ہیں
 دیکھتے دیکھتے ہی دل میں سما جاتے ہیں
 کیا قیامت ہیں کہ سنو توں کج جاتے ہیں
 خاک میں سب مرے ارمان ملا جاتے ہیں
 یہ جو منٹے بھی ہیں تو نقش بٹھا جاتے ہیں
 اپنے مشاق سے وہ اکھچڑ جاتے ہیں
 بے نئے تو مجھے دو چار سنا جاتے ہیں
 چلتے پھرتے ہوئے وہ اسکوٹا جاتے ہیں
 اٹھ کے اس در سے کہیں اہل وفا جاتے ہیں
 کاٹ دیتے ہیں مری بات اڑا جاتے ہیں
 اپنا ہر رنگ میں جلوہ وہ دکھا جاتے ہیں
 ہم کو کہیںچے لئے جلتی ہو قضا جاتے ہیں
 جب بگڑتی ہے تو سب اکھچڑ جاتے ہیں
 اور وہ کہے ہوئے دل کو وہ دکھا جاتے ہیں
 کیا نزاکت ہے پسینے میں نہا جاتے ہیں
 اُس نے منہ پیر کے جس وقت کھا جاتے ہیں
 دل کے بہیدوں کو نگاہوں میں پا جاتے ہیں

جان دیں بھر میں یوں آپ کے دشمن بچو
 آپ گہرا میں نہیں وہ ابھی آ جاتے ہیں

میرے بڑے ہوئے مہمان چلے آتے ہیں
 اُس پہ موتے ہوئے قربان چلے آتے ہیں
 آج مہمان پہ مہمان چلے آتے ہیں
 سینکڑوں ہوکے پریشان چلے آتے ہیں
 آگے پیچھے تو نگہبان چلے آتے ہیں
 دل میں رہ رہ کے یہ مان چلے آتے ہیں
 آپسے جان نہ پہچان چلے آتے ہیں
 وہ بہت دل میں پشیمان چلے آتے ہیں
 کہکے اند نگہبان چلے آتے ہیں
 کبھی پیغام کبھی پان چلے آتے ہیں
 شیخ صاحب بھی ہیں وان چلے آتے ہیں
 دل میں پہلے ہی کچھ ارمان چلے آتے ہیں

دل میں پہر وصال کے ارمان چلے آتے ہیں
 کون ہمارا جہانہ ہے کہ احباب مرے
 ہاں کے آتے ہی ہوا حسرت وار لگا ہوجا
 عشق آسان ہو مشکل ہے رسائی اُن تک
 چھیڑنا راہ میں اُن کا نہیں دشوار مگر
 آپ ہوں ہم ہوں مے ناب ہو نہائی ہو
 اُس نے یہ کہنے مجھے دور ہی سے روک دیا
 تو ہی جانیکا اگر اب انہیں چھیڑا ہمد
 پاس اُن کے دم رخصت نہیں ٹھیرا جاتا
 روٹھ بیٹھے ہیں مگر چھیڑ چلی جاتی ہے
 جھگڑا رندوں کا اُس پر غیضت بخا نہ
 آپ کے سر کی قسم تازہ کوئی بات نہیں

یہ رہا حضرت بیخود کا مکالمہ آؤ چلیں
 ابھی دم بہر میں ترجمان چلے آتے ہیں

ہے لاکھوں جوان ہائے ہیں
 تم ہمارے ہو ہم تمہارے ہیں
 کہ نزاکت نے قول ہائے ہیں
 یہ کسی اور کے اشارے ہیں
 ہنسنے وقت کے دن گزارے ہیں

اکلی اکھوں کے یہ اشارے ہیں
 صلح ہو جائے پہر دکھا دینگے
 کوئی تو بات ہو ترے لب میں
 ساوگی کہتی ہے دم بخشش
 روزِ محشر سے کیا ڈریں واعظ

<p>جان لیکر مری سد ہائے ہیں جس نے گیمو ترے سنوائے ہیں</p>	<p>کب گئے وہ یہاں سے خالی تھم ہاتھ شانے سے وہ جدا ہو چکے</p>
<p>ہیں بلالوش حضرت بیجو و ان سے جب بد کے پی ہوئے ہیں</p>	
<p>کیا کہلیلی پڑی جو دشمن کی انجمن میں چنگاریاں لگی ہیں بلبل کو تن بدن میں جادو بھرا ہوا ہے اسکے سخن سخن میں کیا جانے کیا بلا ہے ساتی کی انجمن میں کچھ بات ہی نئی ہے آج شمع سحر فن میں لیکن نہ فرق آیا قاتل کے بانگین میں تیری زبان ہوگی گویا مرے دہن میں میں سو گھٹا پہرا ہوں ہر پھول کو چمن میں اب شوخے زباں نے گھر کر لیا وہن میں خلوت کا لطف پایا ہم نے اس انجمن میں تیرے سوا کسی کو دیکھا نہ انجمن میں آرام سے بیٹھے ہم چار دن وطن میں دہشتہ لگانہ ہرگز یوسف کے پیرہن میں نکلانا ایک ل بھی اس زلف پر لیکن میں ہم دوستی کے فن میں وہ دشمنی کو فن میں</p>	<p>آیا ہے ذکر میرا ہوئے سے جب وطن میں اگر یہ گل کہلایا تھے نہ سیا چمن میں بیجو و نے نام پایا اس عاشقی کے فن میں جو ہوشیار آیا بدست ہو کے نکلا جادو بھی بنے دیکھے تیغ کے عمل بھی خنجر نے دم چرایا پریکاں نے منہ بنایا فقرے ہزار جوڑے جوڑے لگا حشر کے فن اُس کا پتہ نہ پایا ہر چند جستجو کی اب چہرہ چھاڑاں کی باتوں میں کوئی دیکھے تصویر کی تھی حالت جو تھا وہ محو حیرت کچھ شوق کچھ محبت کچھ شک کی بھی کثرت عادت جو تھی سفر کی کی بنے کو چہ گردی داغ دل زلیخا کچھ بھی نہ رنگ لایا اکھوں نے کچھ اڑائے نظروں نے کچھ چرائے یجتا ہیں سینکڑوں میل کہوں میں بدل ہیں</p>

فائدہ کی دیکھنی ہے مجھ کو نگاہ بازی
اسمزد سے تو کافر دے ہیں سنگ سینے
یہ کہ مجھے بتاؤ آئے ہو کس طرف سے

دیتا ہے خط یہ کس کو جا کر اس انجمن میں
باتوں کا ذکر کیا ہے ہے گفتگو دن میں
بیتاب سانس بھی ہو عیش بھی ہو دن میں

پیری میں جام الفت و سحر و سحر کے پینا
کچھ زہر بھی ہے شامل اس بادۂ ہن میں

کلیجہ توڑ لیں گی میری آیہں
مری خواہش کہ وہ مجھے نبالیں
قیامت ہو تری اہستی جوانی
وفا کے عہد باہم ہو گئے ہیں
پلٹنا ان کا وعدے سے غضب ہے
شکایت سن کے بے مہری کی بولے
زمانہ ہم نے ظالم چان مارا
مجھے امید یہ غیروں کو کب ہے
ملنے کے چلن سکے ہیں تم نے
دم آخر وہ آکر کہہ گئے یہ
عدو سے چھپکے آجاتے ہیں دل میں

سمجھ کر وہ ذرا دشمن کو چاہیں
زمانہ ہم کو چاہے وہ یہ چاہیں
غضب و ہائے گیس نہی گاہیں
مگر وہ دیکھتے کب تک نبالیں
زباں کے ساتھ پرتی ہیں گاہیں
غرض یہ ہے کسی کو ہم بھی چاہیں
نہیں ملیں ترے ملنے کی راہیں
کہ وہ میری طرح تم سے نبالیں
پلٹ جاتی ہیں دم بہر میں گاہیں
کہاں تک ہو فاولوں کو نبالیں
نکالی ہیں نئی ملنے کی راہیں

اجی تو بہت پتہ ہے سحر و
قیامت نہ تم جیسے کو چاہیں

کہنک رہا ہے کوئی بیقرار آنکھوں میں

نگاہ شوخ کہاں شرمسار آنکھوں میں

نگاہِ شوخ رہی بقرار آنکھوں میں
نگاہ ملتے ہی ملتے سما گئے دل میں
ادھر ہے شوخ نگاہی ادھر نگاہِ شوق
یہ ہر نظر میں دکھائی شوخیاں اپنی
تری طرف تو ہر آنکھیں لگی ہوئی سب کی
گہلی رہی پس مرگ بھی مری آنکھیں
کہاں گئے تھے کہاں تھے کہاں ہر شب
نگاہِ نطف ابھی غیر تک نہیں پہنچی ،
کسے دماغ کہ دیکھے ہمارے گلشن کی
بنی ہوئی ہیں جو حیرت سے پتلیاں تصویر
وہ بے پے بھی تو مٹی میں چور رہتے ہیں
یہی کفیل ہے تیرے گناہگاروں کی
ابھی مڑہ کی نہ آنکھوں سے چلنیں انہیں
عیماں ہوا ہے یہ سایہ سیاہ بختی کا
ادا کا نام نہیں ہے حیا کا کام نہیں

گنگنی ہر شب انتظار آنکھوں میں
لیا نہ آپ نے دم بہر قرار آنکھوں میں
ہوئے ہیں وصل کے قول قرار آنکھوں میں
نگاہِ شوخ کو رکھو نہرا آنکھوں میں
یہ شکل وہ ہے رہیگی نہرا آنکھوں میں
بنے گا حسرتِ دل کل مزار آنکھوں میں
شکسں جہیں پہ نمایاں خمار آنکھوں میں
اُسے تو کہتے ہیں اُمیدوار آنکھوں میں
بسی ہوئی ہے یہاں بزمِ یاد آنکھوں میں
کسی کے آنے کا ہے انتظار آنکھوں میں
کہ سرخِ دُوروں کی ہو کیا ہلا آنکھوں میں
الٹی شرم ہے ہر قرار آنکھوں میں
چھپا ہوا ہے کوئی پردہ دار آنکھوں میں
کہاں ہے سرمہ مری سو گوار آنکھوں میں
کچھ اور ہے تری غفلتِ شمع آنکھوں میں

چمن ہو بادہ ہوساتی ہو یار ہو بچو
بغیر اس کے جوانی ہے خوار آنکھوں میں

یوں تو ہو ایک جہاں اس کو طلبگار نہیں
جان دیکھ بھی ہے ہم تو گنگنا رو نہیں

ہے وفا شرط مرے دل کے خریدار نہیں
نہ وہ پھولوں میں ہے شامل غدا رو نہیں

لو خبر بادہ کشوائے پہننے یاروں میں
 کس قیامت کی چمک ہو تر و خسار میں
 چارہ سازوں میں لکھوٹا نہیں ہاروں میں
 کونسی شے تمہیں نہ کار ہو ان چاروں میں
 جو ناک دولت بکھو دکتے ہو نگاروں میں
 آئینے اس نے لگا کسے میں دیاروں میں
 تیز زخموں میں ہیں زخم ہیں سو فاروں میں
 جرم ہے سینہ نگاری جگر افکاروں میں
 آپ بھی ہیں کہ نہیں اپنے خریداروں میں
 یہ ستارے کیسے لجائیں نہ ستاروں میں
 عیب ہے یہ تو ہمیں جیسے گنگاروں میں
 یہ وہ جو ہر ہیں کہ دیکھے نہیں تلواروں میں
 ابھی طاقت نہیں آئی ترے ہماروں میں
 ایک حسرت تری باقی رہی غمخواروں میں
 کبھی پھولوں میں یہ تلتا ہو کبھی خاروں میں
 تو وہ یوسف کہ خدا تیرے خریداروں میں

تھی کس حضرت زاہد ہی کی میخواسو نہیں
 بجلیاں کو ندر ہی ہیں پس چلمن گویا
 جھمک گئیں اور بھی حد پہ تمہاری نکمیں
 جان و ایمان جگر و دل یہ سہی حاضر ہیں
 کر دیا خاک مجھے تو نے جلا کر اے دل
 اپنے جلوے کا وہ خود آپ تماشائی ہے
 جذب دل سے مرے قاتل کو بھی حیرانی ہو
 سر قلم ناخن و حثت کا ہو گرجہ سے بڑے
 چشم بد و رویہ نکمیں یہ جوانی یہ جمال
 اس جبین عرق افشاں پہ نہ چنے افشاں
 خیر ہے غیر کہاں اور کہاں پاس و وفا
 دل کو زخمی کئے دیتی ہو توں کی غمش
 ڈمگاتے ہیں قدم تا یہ فلک آہوں کے
 سرج و غم مرد و دالم سب کو گئے جان کے سمجھ
 دل کو سودا کبھی نسخ کا ہو کبھی خمر گال کا
 تو وہ محبوب کہ بچہ ہیں فرشتے مقتول

جو کسی اپنے ہی مطلب کی کمی سمجھو و نے

لکھ لیا آج سے بنے اسے ہیاروں میں

یہ چمک جانا بیٹھی ہو کسی کے گوشہ دل میں

قیامت کا پتہ ملتا نہیں دشمن کی محفل میں

نرا کت ہاتھ میں خامی راہ میں جھجکت لیں
 تری وعدہ خلافی کی جلن احباب کو طعنے
 ملاؤں دل سے دل کیونکر یہ آئینہ ہو وہ تبصر
 مصیبت اور اس پر ہیکسی پس قدر اتنی
 کشش مخمور کی ناک کی شرارت پاس پر دو کا
 ہمارے قتل کرنے کے لئے سامان پر کیا کیا
 یہ دہشتہ یہ نشان یہ داغ منکر صاف بوجائے
 فقط اتنا تعلق و فیر عالم سے ہے مجھ کو
 فلک دیتا ہے اکثر کالموں کو داغ ناداری
 درو دیوار زندان بزم ماتم بن کے گونج اٹھے
 نظر ٹہیر ہی ہو زنگت سرخ ہو لب ہلو جائیں
 ذرا میں سوچ لوں ٹہیر و ذرا دم لو بتانا ہوں
 وہ میرا مضرب ہونا ترپنا نہا مناد دل کا
 کہیں پوشیدہ جلوہ ہے کہیں رونظار ہو
 بڑا باطل دہر قاتل کارو کا اس قاتل کو
 اگلے سے تیغ ملتی ہو مگر کچھ کنج کے ملتی ہے

پہر اس پر بھی ذرا سا حوصلہ ہو میری قاتل میں
 جلا ہوں شب کو شمع گور جلدا پنی محفل میں
 نزاکت ہوا دہر دلیں تو سختی و ادھر دل میں
 تراغم بھی ہمارا ساتھ دو مشکل بے مشکل میں
 بہت سی شکلیں پیش آئیں یہ سلی کو محفل میں
 صفائی تیغ میں شوخی نظر میں ناز قاتل میں
 تجا جس کمال کی اگر ہوا وہ کمال میں
 رگنا ہے بد دنیا بد میں لکھا ہے حرف باطل میں
 مزاج بے رید بیضاب نے یہ دست سائل میں
 مرنا بھی مل جاتا اگر شور سلاسل میں
 لڑائی لڑے ہو آئینہ رکس کے مقابل میں
 تمہاری آرزو شاید پڑی ہو گی کہیں ل میں
 وہ ان کا مسکرا کر دیکھنا دشمن کی محفل میں
 کبھی دل میں نظر آئے کبھی وہ اکھسکاتل میں
 نکالا کام کن آسائیوں سے ہم نے مشکل میں
 ابھی اتنی کمی اتنی کسر ہے جذبِ بسل میں

چلو بزمِ سخن میں حضرت بیچو و کوئن آئیں
 سنا ہے آج وہ بھی لائینگے تشریف محفل میں

نہانہ جانتا ہوں ان کے دشمن مجھ پہ مکتے ہیں

غضب ہوا اس تمننا سے وہ عشاں لکی کتے ہیں

دین پیچھے رہو بس دُور ہی سے باکرتیں
 کچھے بھی بیٹھے بیٹھے ہم کچھ نہ گزرتیں
 کسی کے دل کو چھینا جان کو چھینا ستم ڈبایا
 چرا کر دل وہ کہتے ہیں نگر تکی ہے بلا اپنی
 یہ کوئی بہیدہ اس میں بھی کوئی راز مخفی ہے
 لبِ بحر نما چشمِ سخن کو چھوٹے ہیں دو نو
 ہماری جان ہو کر جب جُدا رہنے ہو تم ہے
 سُرپ اُٹھتا ہوں ل کے ساتھ میں بھی منظر ہو
 بچائیں شمع کو دل کی لگی پروانے جب جانیں
 لگا ہین تجوئے غیر سے خالی نہیں رہتیں
 تمہیں چاہا بٹے پٹے کی جیسی سہیلنگ
 جھک کیسی یہ خنجر پیرنے سے چپکی ناکیا
 خدا ہیں بروئے پر خرم پید ہی بات تو یہ جو
 نزاکت سے رُکا خنجر گلا ہے سخت جانی کا
 کسی کو کیا خبر کتنی ہی کیونکر رات فرقت کی
 مری شامت لیں نے اُن کو نصوین کو لکھیں
 نہ اپنے قول کے پوسے ناپنی بات کے پتے
 تمہارے منہ سے میں جدم کی نام سنتا ہوں
 خدا سے دُور جو ہر اک بات پر ارشاد ہوتا ہے

ستم کیسا تمہارو لطف تو بھی جھوڑتے ہیں
 لئے مرنے کی ہم کیفیت کیوں ہم کچھ مٹتے ہیں
 تری بھی ننگا ہوں کے شامے ظلم کرتے ہیں
 ہیں کیا آپ کی چوری ہو ہم کیا کوئی دُست میں
 مراد دل دیکھ کر وہ اپنے دل پر ہجو کرتے ہیں
 اشامے سے وہ پہرتی ہر پتہ دیکھتے ہیں
 تو پہر کیا جوت کہتے ہیں جو ہم کہتے ہیں نہیں
 تسلی کیسے اس ناز سے وہ ہاتھ دھرتے ہیں
 یہ اپنی آگ میں جلتے ہیں تو کیا گل کرتے ہیں
 نظر پر جب کوئی چڑھتا ہو نمل ہوتے ہیں
 مثل مشور ہے اپنے کئے کو آپ بہرتے ہیں
 نہ تڑپیں گے قسملے بے کیوں آفتے ہیں
 بہرینکے زخم کیا ان کے جو دم خنجر کا بہرتے ہیں
 وہ اپنا بوجہ بھی گویا مری گردن دھرتے ہیں
 ہمیں کچھ جانتے ہیں ل یہ جو صدمہ گزرتے ہیں
 جھن بلی نہیں پہا بتانے نام دھرتے ہیں
 وہ رہ رہ کر پیتے ہیں کہہ کہہ کر مگرتے ہیں
 ہزاروں ہم آتے ہیں ہزاروں شک گزرتے ہیں
 مجھے کیونکر یقین آئے خدا سے آپ دُست میں

سنبھل جائینگے بچو و آگیا ہر غش نہ گہراؤ
بہلی تشویش کی تم نے بہلائیے بھی متے ہیں

ہاتھ میں طاقت اگر اے نازیں اتنی نہیں
سچ تو یہ ہے ماہ کی روشن جلیں اتنی نہیں
جو ہے ظاہر بھکواؤفت و نشیں اتنی نہیں
اُس کے قدموں میں ہمارے دل کو لیکر ڈال
جانتا ہوں بے ثباتی ہر تری ہر بات میں
یا بد خو آسماں دشمن زمانہ برخلاف
جس قدر بیباکیوں کی ہیں دائیں چلبلی
اُس کو سمجھے اُس کو کیسے عقل و چشم اتنی ہاں
سارباں علاقے کی شوخی اور دیتی ہے پتا
بہر افشاں آسماں کے ہم تو مائے توڑنے
یہ تو کیونکر کہہ سکوں جب کو نہیں اُفت تری
ہم نے دیکھا ہے زمانہ ہم نے تے ہیں جس
دل کو کچھ روکا ہے کچھ ہم آگے ہیں صہ باز
آپ جاتے ہیں تو اس کو ساتھ لیتے جائے
بد نصیبوں کو ترے مکر ہوئی راحت نصیب
تکدے میں مل ٹٹو دل خوابِ شیخ کا
وہ دھواں اُنھا فلک پر سر اٹھا کر دیکھیے

پہیرے دل پر چہری جبین اتنی نہیں
روشنی جو ترے رخ میں ہر کہیں اتنی نہیں
بیگماں اتنی نہیں بالیقین اتنی نہیں
کیا رسائی تیری زلفِ عنبریں اتنی نہیں
چارون قائم رہے تیری نہیں اتنی نہیں
یہ نصبت سہ سکے جانِ حریف اتنی نہیں
شوخیوں تجہ میں نگاہ شرمیں اتنی نہیں
یہ رسا اتنی نہیں یہ و دریں اتنی نہیں
شوخ طینت لیلیٰ محلِ نشیں اتنی نہیں
کیا کریں ہم و جبین نازیں اتنی نہیں
جتنی تو سمجھا ہو دلیں مہ جبین اتنی نہیں
بندہ پر و ظلم کی کثرت کہیں اتنی نہیں
تجھ کو بھی زیبا شکر اب نہیں اتنی نہیں
پہر پلٹ آئے نگاہِ واپس اتنی نہیں
آسماں جتنا مخالف تہا میں اتنی نہیں
بہت چراگز میں کہیں آتیں اتنی نہیں
پہر نہ کیسے گاکہ آہِ انشیں اتنی نہیں

پہلے دیکھی غور سے تصویر یوسف پہر کسا سانس کچھ باقی میں اب وہ بھی فقط گنتی کو آپ کہتے ہیں کہ رہتا ہے ترا اکثر خیال عیب اپنے کچھ نہیں کو خوب آتے ہیں نظر	جتنی وحیثیت میں ہوا چچی دل نشیں اتنی نہیں آپ پر صدف کروں جان خیر اتنی نہیں آپ کے دل میں تو گنجائش کہیں اتنی نہیں خوف ہو چکا تھا وہ نکتہ چین اتنی نہیں
---	--

کس قدر مضمون بہرے میں دلیں بچو دیکھیں
آسمان ہم کو بنا دیں یہ زمیں اتنی نہیں

کوئی تمنا نہیں سینوں میں دل نہیں عاشقوں کو سینوں میں عید کا چاند ہو گئے تم تو تیرے دانتوں میں دھنیا کچھ اور ناکوں سے فلک کو رغبت ہو ہسترس گر نہیں نہ ہوا اپنی سانس لینا ہے عاشقوں کو محال پھر فلک تک نہیں جواب ان کا	ایک ہوا لاکھ مہ جبینوں میں آگ بہر دی ہے ان خزیںوں میں آنکھ تھو اب مہینوں میں یہ تجلی کساں نگینوں میں یہ بھی دھنسل ہو کہینوں میں دل تو رہتا ہے نازنینوں میں کیا بلا بہر گئی ہے سینوں میں گر وفا بھی ہو مہ جبینوں میں
---	--

شوق مے اب کہاں ہو وہ بچو
کبھی پی لیتے ہیں مہینوں میں

یہ سیاحی کا انداز تو دیکھا ہی نہیں اب وہ دل ہی نہیں وہ دلیں تمنا ہی نہیں تا امید نے کہیں کا مجھے رکھا ہی نہیں	آپ کا چاہنے والا کوئی مرتا ہی نہیں تم سنو یا سنو کچھ مجھے کہنا ہی نہیں اب بجز موت کوئی اور تمنا ہی نہیں
---	---

اک جہلک در بھی ہے جلوہ زیبای نہیں
کیا تیاست ہوتی بزم کا ہنگامہ نہیں
میرے ہوتے ہوئے غیروں کو بلائے ہیجے
چہر کر سینہ مراد دل کی تلاشی لے لو
ہم تو آئے ہیں یہاں خاک میں مل کر کیلئے
اب مرے دل کو کہاں جن کہاں صبر و قرا
قتل کو آئے ہو دشمن کا اشارہ ہوگا
پیشتر موت سے آئی نہ جدائی کی گسٹری
اک نظر کے لئے کیوں مورتے ہو منہ مجھے
اگلے لوگوں میں محبت بھی وفا بھی ہوگی
پوچھنے حال طبعیت تو کہیں آپ کو کیسا
میرے ہی کوچہ سے ہو کر بے رو خانہ غمیر
ایکے دل سینہ میں ہے اس میں فطریاوری
خط بھی ان کا ہو مرے نام کا عنوان بھی ہو

اس رٹنے میں تو ان کا کہیں چرچہ
رہے خاموش تو شکوہ ہو کہ پوچھو
چسکے وہ بات کہہ دو کوئی
اور وقت نہ آئیں وہ کیا اتار
یہ تو سب بات ہو کہ پوچھو کہہ دو

منہ کا کرتا ہے بیٹھا ہو سچو دان کا
بات رتے کبھی بخت کو دیکھتا ہی نہیں

الزام ہو لین کے اتار گمان ہیں
یہ ادھی ادھی باتیں کہیں زبان پر ہیں
گو داغ کے فسانے سب کی زبان پر ہیں

لہجہ کی باتیں کی باتیں
زبان دل نہروں کی باتیں
حالت کے خالص ہے سچو دان کا

فرقت کی رات تو نے اے موت شرم رکھ لی
جو تم سے کہہ رہے ہیں اس میں نہ فرق سمجھو
وہ زمان کو کچھ چکاماؤں جا رہا سلام کر لوں
رخسار پر تمہارے تکیے کے نہیں کیسے
اُن سے تے تک فراہی اللہ سے ترش روئی
بہل کی کوئی حالت دیکھے چمن میں اگر
ہنگام کے وہ اشارے الفت کے یہ شرار
وہ سے کی شب آتی آج میں خیر سے وہ
سیا ویرا کہو گی روپا میرا
تو نے نہ کچھ مطلب کی بات منہ سے
تو نے نہ کچھ سچے سچے ہر وہ کہ
سب سے پوچھ رہے تھے

احسان تیرے کیا کیا نجمہ سخت جان پر ہیں
مر کھیں مرنے والے قائم نہ بان پر ہیں
اتنا اگر بتا دے کس کے مکان پر ہیں
سو سو گمان دل میں اک نشان پر ہیں
سو کسے جواب سارے ان کی بان پر ہیں
گلچیں کے ظلم کیسے اس زبان پر ہیں
کانٹے جگر کے اندر چھالے زبان پر ہیں
کچھ جلیان چمکتی آج آسمان پر ہیں
باز ہے ابھی نہ تو نے اوجہ بیان پر ہیں
شکوے گئے ہزاروں زبان کی زبان پر ہیں
حلقے میں میں میں سے جو آسمان پر ہیں
سب عمر بہر کے دکھ رہے اس کی بان پر ہیں

نہا دل نہ سب بچو و ستہ ہوا ہے

بے شیدا و امیر کی باتیں ہیں

نجمہ کی کیا کیا اس بد گمان پر ہیں
بدیش ہزار صدقے قائل کی بات پر ہیں
جو سے وہ جہنما ہے رحمان پر ہیں
اپہر کچھ بہر وفا کے اس بد گمان پر ہیں
اکس کی زبان پر ہیں سب کی زبان پر ہیں

نجمہ کی کیا کیا اس بد گمان پر ہیں
بدیش ہزار صدقے قائل کی بات پر ہیں
جو سے وہ جہنما ہے رحمان پر ہیں
اپہر کچھ بہر وفا کے اس بد گمان پر ہیں
اکس کی زبان پر ہیں سب کی زبان پر ہیں

کب سے مجھے غیر حاضر کب سے مکان ہیں
 قربان صدقے دل میں سب ہیماں پر ہیں
 بت سے لڑی ہیں اکہیں غشوں کی شان پر ہیں
 کیا ناتواں ہے بلبل کیا دہان بان پر ہیں
 احسان ان بتوں کے سلائے جہاں پر ہیں
 محشر نکلن سب کے اُن کے بیان پر ہیں
 جن کے بنے ہیں دفن سب آسمان پر ہیں
 کچھ حسن پر ہیں شیدا کچھ آن بان پر ہیں
 عاشق جناب زہد اُس بے نشان پر ہیں
 سب کے ستم آئی بلبل کی جان پر ہیں
 یہ دوش پر ہیں زلفیں یا میحان - پر ہیں
 اُن کی قلم سے نکلے میری زبان - پر ہیں

درباں کی نئی گم ہے سنکر سوال میرے
 ارمان ٹنڈی دل ہیں پیکان جو اُس کا تنہا
 خالق کے دیکھتے ہیں مخلوق میں تماشے
 قہرِ نفس نے چھوڑی پرواز کی نہ طاقت
 جھیل میں جہاں جفا میں التدا یاد آیا
 بہرے ہفتے کٹرے بیتاب نظارہ کس کو
 رتے تری گلی کے ایسے بلند نکلے
 جانیں فدا ہیں سب کی جو دل کشی غضب کی
 صورت ہی کہہ رہی ہے سیرت ہی کہہ ہی ہے
 گلچین ہے باغبان جو صبا دہو خزان ہے
 اڑ جائے یہ نزاکت لیکر کہیں نہ تجھ کو
 اندازِ دواغ کے سب الفاظ دواغ کے سب

میخانہ ہے تیرا سچو ولس آؤ سیر کر لی
 باتیں کہاں یہ زریبا حضرت کی شان پر ہیں

دل جہاں ہو وہیں معین الدین
 بے گماں بالیقین معین الدین
 بالیقین نشیں معین الدین
 اور ماہِ مہیں معین الدین
 مُند آرائے دیں معین الدین

سب کا ہے دلنشیں معین الدین
 فخر و نیاؤ دیں معین الدین
 دنشیں بالیقین معین الدین
 قطب سائے میں اخترِ تاباں
 خسرو خاندانِ حضرت چشت

<p>زیب تاج و نگین معین الدین اور میری جبین معین الدین اور اس میں کہیں معین الدین بے وہ خلد بریں معین الدین مثل نقش نگین معین الدین ہر جگہ ہر کہیں معین الدین تا دم واپس معین الدین بے مراد نشیں معین الدین تیرے دلی زین معین الدین میں پکارا وہیں معین الدین تہام لو استیں معین الدین دلیس طاقت نہیں معین الدین ہو نہ برباد وہیں معین الدین یہ بلول و حزیں معین الدین کہیں احمد کہیں معین الدین</p>	<p>بادشاہ شہماں غریب نواز دل یہ کہتا ہے آپ کا درہو دل ہمارا مکانِ خلوت ہے آپ کا ہے فرارِ پاک جہاں نام کندہ ہے آپ کا دل پر وہ معاونِ دین و دنیا کا میں کہے جاؤں میں چپے جاؤں عشق نے کر دیا مجھے یک سو ساتواں آسمان ہے گویا شکل و لکش جہاں نظر آئی رو کھڑا نے لگے قدم میرے کیا مصیبت بیاں کروں اپنی میری دنیا تو ہو چکی ہو خراب چاہتا ہے تری نگاہِ کرم رنگ ہر گل میں ہو جب اُس کا</p>
<p>کون بچو دکا ہو سوا تیرے دل بھی اپنا نہیں معین الدین</p>	
<p>بات سنتے نہیں دشنام دے جاتے ہیں تیر ٹیڑھے ہیں مگر کام دے جاتے ہیں</p>	<p>جھوٹ سچ آپ تو الزام دے جاتے ہیں ترجیحی نظروں سے کہنے لگے بہت دل زخمی</p>

ہم تجھے موت کا پیغام دے جاتے ہیں
 جنگ میں صلح کے پیغام دے جاتے ہیں
 لکھ کے کاغذ پہ یہ اکٹم دے جاتے ہیں
 جاں نثاروں کو یہ انعام دے جاتے ہیں
 غم لئے جاتے ہیں آرام دے جاتے ہیں
 ایسی چیزوں کے کہیں نام دے جاتے ہیں
 کوسنے کیوں سحر و شام دے جاتے ہیں
 چہانت کر ترش مجھے آم دے جاتے ہیں
 ہم تو دشمن کو بھی آرام دے جاتے ہیں
 لطف یہ ہے مجھے الزام دے جاتے ہیں
 احتیاطاً دل نا کام دے جاتے ہیں

کہہ گیا یہ بھی کوئی روٹھ کے جانے والا
 دل ملا دیتی ہیں آپس میں نگاہیں لڑا کر
 پاس بار جنگ نہیں وہ تو انہیں دیدینا
 درو جاگیر جنگ داغ ہے دل کا خلعت
 آپ کے لطف و عنایت کا یہی ہے بدلہ
 دل ہوا جان ہوئی ان کی بہلا کیمیت
 یہ تو پوچھے کوئی مطلب ہی نہیں جب مجھ کو
 مہربانی بھی تو ان کی ہر شرارت آمیز
 تیر قاتل کو کھجے سے نگار کہا ہے
 چوک ان سے ہو خطا غیب کی دشمن کا قصو
 کام آجا یہ گناہ دشمن کی محبت میں بھی

اب تو کھل کیلے وہ بخود سے خلا خیر کے
 اب تو خود بہر کے اُسے جام دے جاتی ہیں

وہ کن کن آرزوؤں کو مجھے برباد کرتے ہیں
 مری فریاد کے ڈر سے یہ سب فریاد کرتے ہیں
 ہمیں اس کفر ہے شاد کو ناشاد کرتے ہیں
 رہیں دنیا میں وہ دنیا کو جو برباد کرتے ہیں
 وہ اُن گدڑی ہوئی باتوں کو کھینچ لگتے ہیں
 زبان سے پانی کیا بکھا وہ کیا ارشاد کرتے ہیں

بڑی چالوں بڑی تدبیر سے بیدار کئے ہیں
 فتنے پیچھے آتے ہیں وہ جب بیدار کرتے ہیں
 وہ مہم کو یہ جتا کر وصل میں بیدار کرتے ہیں
 دُعا آٹھوں پہر یہ عاشق ناشاد کرتے ہیں
 اُنہاں سے نازِ حیا دہ بھی تھا اک وقت او قاصد
 دُعاؤں پلٹیں گی گایات ہم نہ سمجھے تھے

<p>گلا گٹ کر جو اپنا بچکیوں کے ساتھ دم نکلا ہمیں اسلام سے اتنا تعلق ہے ابھی باقی نہ بہت ہی بچی بستے ہیں نہ سنتا ہے خدا اپنی ہم دونوں میں تصویر یہ تصویر کا عالم ہے ہمارے صبر کا دنیا میں ہم کو اجر ملتا ہے بتائیں تجھ کو زاہد ہم فنا فی اللہ کے معنی مری تربت پر اگر ان کو کیا آنسو بہانے تھے یہاں تو دم پہ بنجاتی ہے اس جھوٹی تسلی کو مجھے کس سے محبت غیر سے اب کیا کموں ان کو اگر ایسا ہی دو بہر ہوں تو مجھ کو قتل کر دیجئے اسی کشکے میں گزری رات ساری صبح کی مجھ کو گلا کاٹوں تو میں کاٹوں چھری پھیروں میں پھیروں</p>	<p>ہوا فائل کو یہ وہو کا کہ ہم فریاد کرتے ہیں بتوں کو جب بگڑتی ہو خدا کو یاد کرتے ہیں کوئی پر سال نہیں فریاد پر فریاد کرتے ہیں نہ ہم کچھ نہ نہ سے کہتے ہیں وہ ادا کرتے ہیں لب خاموش کا ایسا ہے بونی یاد کرتے ہیں جب پنے کو مٹا لیتے ہیں سکویا کرتے ہیں ملا کر خاک میں مٹی مری برباد کرتے ہیں وہ دلیت سمجھتے ہیں ہم اس کو شا کرتے ہیں شکایت بھی وہ کہتے ہیں تو بے بنیا کرتے ہیں یہ کیوں کہ غلامی کی تجھے آزاد کرتے ہیں وہ اب کہنے کو ہیں کچھ اب کچھ ارشاد کرتے ہیں تمہارے دست نازک کب مری یاد کرتے ہیں</p>
---	--

تری چالوں میں ظالم حضرت مجھ کو نہ آئیں گے
 سب اپنی محوشی کا یہ کب ارشاد کرتے ہیں

<p>اب کسی بات کا طالب دلِ ناشاد نہیں آپ شرم کے نہ فرمائیں میں یاد نہیں تھی کوئی شرط بھی تو عید وفا کے ہمراہ اوپر ہی دل سے کچھ انکار مرادیتا ہے ہر گلا گٹ وہ آئے کہ قیامت آئی</p>	<p>آپ کی عین عنایت ہی یہ بیدار نہیں غیر کا ذکر ہے یہ آپ کی روداد نہیں یہ نیا لطف ہی یہ یاد ہے وہ یاد نہیں پھر اسی طرح سے ہاں کیجئے ارشاد نہیں حشر برپا ہے یہ گلزار میں شمشاد نہیں</p>
--	---

<p>ہم تو ہر حال میں ہیں تیری خوشی کو بندے ہم نے تھک راجو کی حشر کے دن وعدے پر نار کس بات پر اتنا ہی کوئی بات بھی ہو دم نکل جائیگا حسرت ہی میں کون اپنا پہنے نہ کہہ بغیر سے پہر ہنس کے کہا کچھ نظر آئی ہے دیا مجھے خالی خالی میں مصیبت میں ہنسا بغیر کا جی چوٹ گیا</p>	<p>لطف و شاد ہیں بیدار سے ناشاد نہیں چلے گئے کئے وہ چپکے سے ہیں یاد نہیں ظلم و بیدار تو کچھ آپ کا ایک یاد نہیں سچ کہا تم نے کچھ انسان کی بنیاد نہیں آپ کی ساری بناوٹ ہو یہ فریاد نہیں دام بچھا ہے مگر گات میں صیاد نہیں بندہ پروریہ کرامت ہو یہ بیدار نہیں</p>
---	--

بعد استاد کے ہے ختم غزل بچو و پر
معجزہ کئے اسے طبع خدا و نہیں

<p>تذکر کیا دل کی اگر زلف پریشاں میں نہیں صبر پر قابو ہو لیکن روزِ بھراں میں نہیں وہ ہماری التجائیں وہ ہمارا ادعا جب ملے جس سے ملے دل کہوں کر دل سے ملے بیکسی چھائی ہوئی ہے سینہ صد چاک پر لاؤ دید و دل ہمارا ہو چکی بس دل لگی ناؤ کا غز کی چلا کرتی ہے ظالم ایک بار رنگ قسمت کا بدنا تھا نقطہ انوار سے چہیڑ ہے امید کی بھی کاوش حسرت کے ساتھ تپ کیوں بدیں طبیعت آپ کیوں نہیں راج</p>	<p>اُس کو یوسف کون کہتا ہے جو زنداں میں نہیں دل پہ قبضہ ہو گیاں بزمِ جاناں میں نہیں اور وہ کتنا کسی کا کیسے امکاں میں نہیں اس سے بڑھ کر اور خوبی کوئی انسان میں نہیں یہ وہ پردہ ہے کہ جو میر و گریباں میں نہیں یہ تو ہم بھی جانتے ہیں لف پچاں میں نہیں اب وہ پہلی دلیفری تیرے پیماں میں نہیں ورنہ کیا انکار کا پہلو تری ہاں میں نہیں کب تلاشِ صبح عشرتِ شام تجراں میں نہیں دل بدل مجھے مرا کیا بھی امکاں میں نہیں</p>
---	---

ہو گیا بچو و خزاں آتے ہی کیسا دل نڈھال
یہ مر جہاں ہوئے غنچے گلستاں میں نہیں

خاک میں ملنے کے آثار نظر آتے ہیں
بارغِ زردوس میں بھی خار نظر آتے ہیں
میری آنکھوں میں دل آزار نظر آتے ہیں
مرے نڈھے کیسے دوچار نظر آتے ہیں
میری صوت سے یہ بیزار نظر آتے ہیں
ان کچھ سوچی میں سرکار نظر آتے ہیں
شیخ صاحب مجھے ہشیار نظر آتے ہیں
جب میں صبح کے آثار نظر آتے ہیں
سہمے دم رفتار نظر آتے ہیں
آپ حوروں کے طلبگار نظر آتے ہیں
ان میں دوچار تو دشوار نظر آتے ہیں
آپ وہ اپنے گرفتار نظر آتے ہیں
مُسکراتے ہوئے سوار نظر آتے ہیں
دلِ عاشق کے انبار نظر آتے ہیں
آپ تو کچھ نہیں بیمار نظر آتے ہیں
ہر جگہ حسن کے انوار نظر آتے ہیں
غمرے کینچے ہوئے تلوار نظر آتے ہیں

دل کے لینے کو وہ تیار نظر آتے ہیں
کوچہ یار میں غبار نظر آتے ہیں
جتنے دنیا میں یہ دلدار نظر آتے ہیں
حسن کی طرح سے اب عشق بھی کیسا بھرا
سرخ گونوں دیکھ کے چمکو وہ عدو سے بڑے
دشمنوں کی کہیں اغیار سے بگڑی تو نہیں
مے کش اور پلا دو ابھی دو چار گلاس
وصل میں دیکھتے ہیں غور سے چتون اُس کی
کہیں لپٹی نہ ہو قدموں سے قیامت اُن کے
بے سبب تو نہیں واعظیہ صفت جنت کی
نہیں ممکن کہ سب ارمان ہوں پُر تو ٹھیکل
آئینہ دیکھتے ہیں تپوڑ کے جب زلفوں کو
ہو گئے قتل پر میرے یہ اشائے کیسے
وہ جہاں بیٹھ گئے بزم میں رہنے بائیں
جان کر عاشقِ شیدا ب مجھے شوخی سے کہا
ذہ خورشید مری اکھ میں کاٹا گل ہے
چہیاں تانے ہوئے ناہیں ان سے بیداد

دل جلاتے ہیں جدائی میں یہ اگلے بن کر
غیر کے شکوے پہ ظالم نے بجز کر یہ کہا
بھٹکوتاے جو شب تار نظر آتے ہیں
بھٹکوا غیار ہی اغیار نظر آتے ہیں

نام پر حضرت سچو د کے نہ جانا ہرگز
بھٹکوا اکھوں میں یہ ہشیار نظر آتے ہیں

جینے دے گا نہ یہ جال ہیں
بے بہت حسرت وصال ہیں
عشق نے کچھ کیا نہال ہیں
باتوں باتوں میں وہ بگڑ بیٹھے
کیوں نہ بے انتہا جفا ستے
بٹگیا اتنا بے عشق و ہوس
عرض مطلب پہ ہنس کے فرمایا
ہم کہاں اور بزم غیر کہاں
سسر تہیں کہہ رہی ہیں قاتل سے
تم تم کر کے شاد ہو دل میں
کون ہیں ہم کہاں سے آئے ہیں
وہ ہٹا ہر زلف ابرو سے
کہوئے ہوش ناز کی نے تری
شوخیوں ان کی جا کیں کیا ممکن
آئینہ دیکھ کر وہ یہ سمجھے

آئینہ پہینک کر سنبھال ہیں
ایک دن بھی ہر ایک سال ہیں
کچھ وفا پر ہے احتمال ہیں
راس آئی نہ عرض حال ہیں
تہی محبت بھی تو کمال ہیں
مرگ دشمن کا ہے ملال ہیں
سن لیا ہے ترا خیال ہیں
کینچ لایا ترا خیال ہیں
تیرے پہلے تو نکال ہیں
اس خوشی کا ہوا ملال ہیں
نہیں معلوم اپنا حال ہیں
وہ منظر آگیا ہال ہیں
پہلے دامن سے تو سنبھال ہیں
صبر آجائے کیا مجال ہیں
مل گیا حنِ ہمیشہ ل ہیں

<p>چشمِ قاتل سے سُوکتا ہو خون عشقِ دشمن تمہیں مبارک ہو یہ وفائی اسی کو کہتے ہیں دل کے دوں مجھ بتاؤ سہی جو تمہاری گلی سے اُنہ کے گیا</p>	<p>کہاے جاتا ہے یہ غزال ہیں مل گیا اور مجہاں ہیں چوڑ بیٹھا ترا خیال ہیں ہر ادا کا ہے یہ سوال ہیں نہ ملے پھر چستہ حال ہیں</p>
<p>نہ انصوں میں ہیں بہتو اسے بچو تو سمجھتا ہے بالکال ہیں</p>	
<p>نزع میں چار پہر مجھ کو گدڑ جاتے ہیں یہ وہ منزل ہے جہاں سیکڑوں جاتے ہیں اُس کی حسرت ہی میں سب جی کو گدڑ جاتے ہیں شمع کی طرح آگ رات کے نہان تھے ہم جہانک کر کس نے سوئے راہ گدڑ دیکھ لیا اے اہل تو تو بُرے وقت میں کام آتی ہے سوئے تھے ہیں تو قسمت مری سوجاتی ہے میرے عاشق نہ بتو تم مرے معشوق رہو دیکھئے بارگہ حسن سے کیا حکم ملے دیکھ لے بھر شہادت کے نشا و رہم ہیں یہ وفا میری محبت پہ نہ ہو تو نازاں ،، اگنی لہر طبیعت میں ادھر آنکھ لے</p>	<p>ہجر کی شب ملک الموت بھی جاتے ہیں پاؤں کہتے ہی تری راہ میں سر جاتے ہیں ہم نے دیکھا ہو تڑپتے ہوئے مر جاتے ہیں ہو گئی رات جدائی کی بسر جاتے ہیں لوگ تھامے ہوئے ہا توں جگر جاتے ہیں پہرے کیوں لوگ تیرے نام سے ڈر جاتے ہیں آنکھ کھلتی ہے تو کہتے ہیں کہ گھر جاتے ہیں نطف بھی جو رہیں جب حد سے گزر جاتے ہیں ہاتھ باندھے ہوئے ہم پیش نظر جاتے ہیں خون میں ڈوبے ہوئے تباہ مگر جاتے ہیں دل میں ترے ہوئے بھی دل کو اثر جاتے ہیں دیکھ لیں تجھ کو ابھی ایک نظر جاتے ہیں</p>

مُکراتے ہوئے یہ آپ کدھر جاتے ہیں
 پان بن بن کے جہاں شام و سحر جاتے ہیں
 راہ میں مجھ سے چرا کر وہ نظر جاتے ہیں
 موتیوں سے مرے دامن کو وہ بہر جاتے ہیں
 دلِ مالتوڑ کے یہ سوتے جگر جاتے ہیں
 بننے والے تھے وہ بننے نظر جاتے ہیں
 اپنی پرچائیں سے جودن کو بھی ڈراتے ہیں
 رات دن قافلے بے خوف و خطر جاتے ہیں
 خط میں لکھ کر مرے نوچے ہوئے جاتے ہیں
 شے میری بھی سلام آپ اگر جاتے ہیں
 منہ اندھیرے یہ تقاضا ہو کہ گھر جاتے ہیں
 تم اوس پرہیز لو منہ لگھی مر جاتے ہیں

گل کسلانا کوئی تازہ تو نہیں ہے منظور
 وقتِ بیوقت وہاں آپ بھی جاتے ہونگے
 جذبِ دل بڑھ کے انہیں ملک یہ دیکھاتوں
 آن کار و نادومِ رخصت کوئی دیکھے آکر
 تیرے تیروں نے بھی سیکے تیرا خاکے ڈھنگ
 اس محبت پہ یہ جلدی کا سبب کچھ نہ کسلا
 اُن کا وعدہ پہ یہاں رات کو آنا معلوم
 منترِ گور میں کہلی کا نہیں ہے کلمہ کا
 خوب صیاد نے ٹھچین کو نیہ بھی سوغات
 چل رہا عاشقِ ناکام یہ لکھ اُن سے
 دو بجے رات کے تشریف وہ لائے ہیں ہاں
 کون کہتا ہے کہ عاشق کبھی مرتا ہی نہیں

بادۂ عشق کی تاثیر یہ دیکھی بیخود
 خشک ہوتا ہے لہو ہوش نہ کرتے ہیں

تم بھی وہ جو کرتے ہیں بڑا احسان کرتے ہیں
 فرشتوں کی جو ہو سکتا نہیں انسان کرتے ہیں
 وہ چہر جو رکے پر کس میں بھی احسان کرتے ہیں
 بڑے دعووں سے قبضہ لے لے رہا کرتے ہیں
 کہ یہ جنتی ہوئی باتیں کس میں انجان کرتے ہیں

اب اُن سے اور ہم کن بات کرمان کرتے ہیں
 کسی پر وہ نشیں پر جان تک قربان کرتے ہیں
 چھری پھیری ہے یہ لکھ تجھے قربان کرتے ہیں
 جو تجھے ہو نہیں سکتا ترے ارمان کرتے ہیں
 وہ ماہر ہیں دل آزادی کفن سے کئی کیسی

تمہارا ذکر کیا تم خوش ہو کیوں تم کی طلب
 بہت واعظ کو وصفِ باوہ اطہر سے رغبت ہے
 دیم کشتن کیستی ہوزا کت میرے قاتل کی
 سنبھالیں دل وہ اپنوں گھر سے ہاں روچو مجھ کو
 تمہارے تیرے کہتا ہوں یہ الٹی رسم بھی دیکھی
 کبھی یہ ہی طرح جو بات بھی غبر سے نہ کرتے تھے
 کھائی ان کی نازک کندھ خنجر ان پر کم مشقی
 یہ طرزِ جان شامی ہم نے پرواز سے سیکھی ہے
 کسانک راہ دینے میں ہم اُسکے نہیں کی
 جہاں پکڑ چلا کوئی وہیں ہیں سیدرہ ہم بھی
 نیا ہر حکم پہر تاکید ہو تعمیل جلد اس کی
 اسی غفل کے لگ ہماں کچھ لیتو ہیں اُسے ہم تو
 اداؤں کی ہوئی بہرہ انہیں چار ہوتے ہی
 دل ویراں میں باقی ایک دوحسرت رہنویں
 کبھی ہوئے سے اُن کو کمد یا تھا جو فہم نے
 انہیں ٹھوکر پرانی نازِ مردے کو جلاتی ہے
 ترے مشتاق جلوہ رازیہ موتی سے پوچھینگے
 مری دعوت بھی ہوگی وصل کے ہمراہ سنتا ہوں
 لگانا ہے انہیں لازم شاید ہو فانی کا

وہ کوئی اور ہے ہم جس پہ صدمہ جان کرتے ہیں
 کوئی دن میں شرابِ ناب کی دکان کرتے ہیں
 نہ دیکھو دست و بازو قتل تو اوسان کرتے ہیں
 مرے نام میں اپنی جان کیوں ہلکا کرتے ہیں
 سنتے مری مری دعوت مرے ہماں کرتے ہیں
 وہ میری تجا میں اب خند لگی شان کرتے ہیں
 برائی شکل سے وہ شکل مری سان کرتے ہیں
 تمہیں جب دیکھتے ہیں جان ہم قربان کرتے ہیں
 امیدیں جن میں سب کچھ اب دان کرتے ہیں
 نگہبانی ترے تیروں کی ناممکن کرتے ہیں
 وہ خط لکھتے ہیں مجھ کو یا رقم فرمان کرتے ہیں
 جہاں اس کے شے کا گلہ انجان کرتے ہیں
 وہ اپنے دل کا پورا آج ہی رمان کرتے ہیں
 اب اس خبر نہ ہوئے گھر کو وہ کیوں سناتے ہیں
 وہی شکوہ وہ اب تک ہر گھڑی ہر آن کرتے ہیں
 مجھے مر کر یہ دعویٰ جان یوں بان کرتے ہیں
 نظر سے ہی پہلے نذر کیوں اوسان کرتے ہیں
 زبانی خرچ ہے ہر روز وہ سامان کرتے ہیں
 رقم کیوں خط میں وہ القاب میری کرتے ہیں

کہاں کہوں کہ نہ ہونٹوں مجھے حیران کتے ہیں
اسی پر تے پہ عاشق وصل کا ارمان کتے ہیں
ترسی آواز کی تصدیق میرے کان کرتے ہیں

ابھی آنکھوں میں پہرتے تھے ابھی آنچول دل میں
دکھا کر خاک پروانہ ہوا ارشاد یہ مجھ سے
ترے جلوے کی شاہد ہیں نہ راد نہیں مری آنکھیں

جنا کر تو لے آفت اُن کو بچو وہاں سے کو یا
کہیں ایسا غضب بھی عشق میں نادان کہتے ہیں

ردیف واؤ

دلِ یعقوب سے نسبت نہ تھی یوسف زنداں کو
ہلکے دل سے پہچو آفتِ شہبائے ہجران کو
نقابِ چہرہ زیبا کہوں اپنے گریباں کو
نگاہوں میں مجھے رکھنا پڑا اُنکے نگہباں کو
گملا کر جس نے پانی کر دیا دم بہرِ بیگان کو
خدا رکھے بہت ہی چاک پہتا ہو گریباں کو
بدل پیتے امیدِ مرگے گراس کے ارماں کو
بنار کہا ہے روزِ حشر ہننے روزِ ہجران کو
اٹھا کر سرسری وحشت نے وہ تاکا سیباں کو
نہ دنیا تیرے نسبت ہماری طم و حرام کو
محبت ہو ہی جاتی ہو بُروں کو بھی تو انسان کو

بنار دلِ مرغ کہ تھا خیالِ رو کو رخشاں کو
تم اپنے عیش کے بندے ہو اس کی قدر کیا جانو
تصورِ دل میں بتاؤ ہمیشہ اُن کی صورت کا
دلِ بظن نے اپنے کر دیا کچھ بدگماں ایسا
مرے سینے میں وہ سوز و گدازِ عشقِ بظالم
مراسمانِ وحشت ہی گہا جاتا ہے نظروں
شب و عدہ یہ ساری سختیاں آسان ہو جاتیں
ہزاروں فتنے برپا کر دے دم بہرِ میناں سے
وہ آٹھا ابراہیمی فصلِ گل کھلنے لگے غنچے
یہ کاوشِ خیلش یہ درویشِ لذت کہاں ہیں
مری صوتِ بُری ہو اپنی خصلت نہیں بھی

ہوں سے دل کے سچو دم کہیں کا فر نہ ہو جانا
بنالیتے ہیں اپنا سایہ کا فر ہر مسلمان کو

اور پہر آنکھ چراتے ہو یہ کیا کرتے ہو
خاک میں کس کو مالتے ہو یہ کیا کرتے ہو
چہین کر دل لئے جاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
کیوں مری خاک اڑاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
سو تے فتنے کو جگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
بھمکو دیوانہ بناتے ہو یہ کیا کرتے ہو
چاٹ پر کس کو لگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
نقشِ نفث کو مٹاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
غیر کے ناز اٹھاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

بزمِ دشمن میں بلاتے ہو یہ کیا کرتے ہو
بعد میرے کوئی مجھ سے ملے گا تم کو
ہم تو دیتے نہیں کچھ یہ بھی ربر دیتی ہو
کر چکے بس مجھے پامال عدو کے آگے
چیلنے پانی کے نہ دو نیند بہری آنکھوں پر
ہو نہ جائے کہیں امن کا ٹھہرنا مشکل
محتسب ایک بلانوش ہوا ہے پیر خاں
کام کیا داغ سویدا کا ہمارے دل پر
پہر اسی منہ پہ نزاکت کا کرو گے دعویٰ

اُس تم کیش کے چکوں میں نہ آنا سچو دم
حالِ دل کس کو سناتے ہو یہ کیا کرتے ہو

چاہت کا فر جب ہے کہ تم بھی مجھے چاہو
اس چاہ کا انجام مگر دیکھئے کیسا ہو
بے موت کیا قتل ان اچھوں کا بُرا ہو
دل آئے نہ ایسے پہ تو پھر دل کا بُرا ہو
اُن کو تو یضد ہے کہ ہمارا ہی کسا ہو
اُس وقت اگر کوئی چلا آئے تو کیسا ہو

دو نو ہی کی جانب سے ہو گر عہد وفا ہو
یہ ہم نہیں کہتے ہیں کہ دشمن کو نہ چاہو
شمشیر سے بڑ بکر ہیں حسدوں کی ادائیں
معتوق طر حدار ہو انداز ہو اچھا
پورا کوئی ہوتا نظر آتا نہیں اراں
تم مجھ کو پلاتے تو ہوسے سینہ پہ چڑھ کر

وعدہ وہ تمہارا ہے کہ لب تک نہیں آتا
خنجر کی ضرورت ہے نہ شمشیر کی حاجت
خالی تو نہ جائیں دم رخصت مے نالے
چوری کی تو کچھ بات نہیں مجھ کو بتا دو
اُن سے دم رقتا یہ کہتی ہے قیامت
بدطن ہیں وہ اس طرح کے سرمہ آبی سمجھیں
خط کہول کے پڑتے بچے ڈرتا ہوں کی کا
مرزا ہے اسی کا جو تجھے دیکھ کر مر جائے
ہے دل کی جگہ سینہ میں کاوش بھی باقی
مجھ کو بھی کہیں اور سے آیا ہے بلا و ا

مطلب یہ ہمارا ہے کہ ہاتوں میں ادا ہو
ترچھی سی نظر ہو کوئی بانگی سی ادا ہو
قندہ کوئی اٹھے جو قیامت نہ بپا ہو
میرا دل بیتاب اگر تم نے لیا ہو
فتنے سے نہ خالی کوئی نقش کف پا ہو
بیمار کی آنکھوں میں اگر نیل ڈہلا ہو
پٹنی ہوئی خط میں نہ کہیں میری قضا ہو
جلینا ہے اسی کا جو محبت میں جیا ہو
پیکال کوئی پہلو میں مرے رہ نہ گیا ہو
اچھا ہے چلو آج بھی وعدہ نہ دفا ہو

یہ بچہ کا فسانہ تو ہے مشہور زمانہ
یہ ذکر تو شاید کبھی تم نے بھی سنا ہو

کوئی اُس شخص سے پوچھے کہ جس نے اُس کو کیا ہو
مجھے تم سے تنفر ہو تمہیں میری تمنا ہو
نیا اسان ہو دل میں نیا دل روز پیدا ہو
اگر تو بات کا پورا اگر وعدے کا سچا ہو
یہ آئینہ ہو تو ہوا اور تیرا حسن زیبا ہو
تعجب کیا اگر دشمن سے اُس نے مجھ کو پوچھا ہو
وہ کہتے ہیں سے چاہو جو کوئی ہم سے چھا ہو

کسی پر وہ شیش کی تدرزا ہد کو بہلا کیا ہو
اگر یہ انقلاب عشق ہو جائے تو پہر کیا ہو
مری الفت کیا رب ڈہنگ دنیا سے نرالا ہو
خدا جانے تمنائی کا تھمے حال پہر کیا ہو
تجھے اب چاہنے والے کی دنیا میں ضرورت کیا
شل مشہور ہے یہ دل سدا کو راہ ہوتی ہو
شکایت پر جفاؤں کی گلے پر بد مزاجی کے

نہ ہو دل بھی تو بہتر ہو کہ دل کا بھی نہ کٹسکا ہو
 کہیں جاتا ہوا شاید کسی کے ساتھ دیکھا ہو
 جد ہر اٹھ جائے آنکھ بپنی اُسی کا سنے زیبا ہو
 ملا کر آنکھ کہتے ہیں ادھر دیکھے تو اندھا ہو
 یہی آغاز آفت ہے تو نگے دیکھیے کیا ہو
 ترے تد کے برابر ایک بھی گرفت نہ رہا ہو

لفظ تیری محبت ہو نہ ارماں ہو نہ حسرت ہو
 سبب میں کیا بتاؤں تم کو اپنی بدگمانی کا
 دکھائے یہ کہتمے اس کی آفت ہو حیرت میں
 یہ شومی ہے سنی یہ شرم دنیا سے نرالی ہے
 ہم اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے جوانی میں
 قیامت خیز ہے رفتار تیری میں قوجب جانوں

نہیں بچو سے آفت ہے تو پہر ہم کیا کریں صفا
 اجارہ ہے کسی کا اس میں تم چاہو بے چاہو

لگا دوں لگ پہلے برق کے گریسے خرم کو
 ہمیشہ جس نرسرت دیکھتے رہتے ہو دشمن کو
 جگہ اب ڈھونڈیے صیاد کے گھریں دشمن کو
 یہ گہرا کر سرخفیل سمیٹا کس نے دامن کو
 غلط فہمی تو دیکھو دوست سہما ہم دشمن کو
 ہماری آنکھ کا پردہ سمجھ لو اپنی چلن کو
 سنائے کوئی دل کا حال کیونکر ایسے بطن کو
 لگے ہیں چار چاند ایسے کہاں کیسے تو سن کو
 جہاں ٹانگا لگا تو توڑ دینا نوک سوزن کو
 لبِ معجز نامے کو تے ہیں جب وہ دشمن کو
 برس کر ابر رحمت دہو دیا کرتا ہوا من کو

جلانے کا مرے موقع ملے کیوں چرخ بھون کو
 کرے تاثیر مجھ پر وہ نظریہ غیر ممکن ہے
 جہاں ہاند ہاتھ میں تشیاں ہم نے گرنی چلی
 دل مضطر نے جھکولا بٹھایا کس کے پہلو میں
 نہ کرنا تھانہ کرنا تھکا دل کا نہ کرنا تھسا
 نظر کو جب نہیں حارج پہ پھرنے سے کیا حاصل
 شکایت کے وہاں ہر بات میں پہلو کھڑی ہیں
 ہماری خاک سے چلتا ہے پچکر جب یہ چلتا ہی
 خلش تیر نظر کی دیکھنا دل سے نہ بٹھائے
 دعائیں مانگتا ہوں میں ابھی موت آجائے
 کبھی آلودہ دامن زندگی میں رہ نہیں سکتا

<p>رو الفت میں دل گھوڑا لکھ گیا دکرنا ہوں یہ گریہ دن پہر ہنسی یہ اکھمہ پہر ہنچی ہوئی دیکھو عیساں سب راز ہو جاتا محبت کا عداوت کا مری دیوانگی سے قیس کی وحشت کو کیا بہت مری دل کی طرح بازو کی بھلی بھی تر پتی ہے زمانے میں کہیں ہوتا ہے مجھ سادل جلا پیا مہینوں تک دل بیتیاب خنجر کیلئے تر پیا</p>	<p>پچھڑ کر راہ سے ڈھونڈنا پھرنا ہوں بہر کو نظر ہو جائیگی دیکھو نہ تم بھی اپنے جو بن کو ہماری اکھمہ سے دیکھا تو ہوتا تم نے دشمن کو ملاواستیں سے آیتیں دامن دامن کو دکھائے اک نظر ساقی صراحی دار گردن کو کیا کرتی ہو دشمن برتن میری شمع مدفن کو رہی شمشیر کی برسوں تمنا میری گردن کو</p>
---	--

صنم خانہ سے سچو دکا اکھڑنا ہے بہت مشکل
بتوں کے ساتھ اس نے گانٹھ رکھا ہی نہیں کج

<p>دل ہوتا ہو مگر یہ تمنا ضرور ہو ممکن ہے یہ رقیب کا سارا فتور ہو بے پردہ قہر سے سنو وہ رشک حور ہو کچھ چہر چھاڑ وصل میں باہم ضرور ہو پیدا کیا ہے جس نے اسی کے ظہور ہو اٹھ جائے گر نگاہ سے پردہ حجاب کا کیا قرض ہے کہ جس کا دل آئے تمہیں پائے کسائی نہ تم نے غیر کی دعوت قسم تو کیا تو ملتا نہیں ہو دل تو ملاقات سے حصول بدست کر دیا ہے مجھے چشم مست نے</p>	<p>دل کی جگہ بغل میں کوئی رشک حور ہو شراب تو تم تو جب کہ تہا سارا قصور ہو قاصد تری نگاہ میں شاید فتور ہو وہ بخشش تجھے جو فرے کا قصور ہو سر سے لگا کے تا بقدم تم تو نور ہو ہر ذرہ برقی این دہر سنگ طور ہو سارے جہاں میں ایک تمہیں رشک حور ہو لو ہاتھ لاؤ دل میں تو قابل ضرور ہو بیٹھے ہو میرے پاس مگر مجھ سے دور ہو کوئی پئے شراب کسی کو سرور ہو</p>
--	---

<p>کنیاتے ہیں قیب سے چلتا ہی مجھ زور تراہتوں سے چاہیے درپہ۔ وہ رسم و راہ بیجا ہے بزم غیر سے پیغام یہ مجھے افسوس ظلم کا بھی سلیقہ نہیں تعدیر بے قصور یہ ملتی تو ہے مجھے میری خبر کہاں نہیں بنی خبر نہیں کنہ چننا ہی نہ تبوں کا تو بس کنہ چننا ہی دل وعدے کی رات غیر کے گھر وہ چلے گئے پڑ جائے پہر چین پہ شکن پہ نظر پہرے دل بھی ملے نظر بھی ملے جام بھی ملے</p>	<p>غصہ گئی پہاڑ سے کی کا قصور ہو شاہی دای لباس میں وہ رشک حور ہو دل سے ہو پاس گو مری نظروں کو دور ہو ہم نے تو یہ سنا تھا بہت دی شو ہو مجھ سے سزا کے بعد اگر کچھ قصور ہو بیہوش ہو شہ باب کے نشتر میں چور ہو مشتوق تو وہی جو کہ جس کو غم دور ہو لے اور بیکار دل نا صبور ہو ہاں پہر اسی طرح سے کہو مجھ کو دور ہو یوں کس طرح سے بزم میں حاصل سرور ہو</p>
--	--

یہ تجو رکھے وہ درد سے کیونکر نہ رسم و راہ
مکھڑے جگر ہو سینے میں دل جس کا چور ہو

<p>لگا دو آگ خاطر سے ہماری غیر کے غم کو کلجے جو لگا رکھا ہے ہنساپ کے غم کو نزلے شعلے دیکھتے تھے کوچہ کے درویش شل ہے یہ تو منت سب کی سب کے ساتھ ہی دل پر آرزو تھے یہ جان پر الم تھے وہ اپنے حسن کی سنتے تھے تعریف پہلے تو اُسی کی آرزو میں خاک چھانی دیر و کعبہ کی</p>	<p>آٹھا کر جو ناک دو دو رخ میں بننا جہنم کو یہی بدلا ہے اس کا آپ تڑپاتے بوجھن کو بنایا تھا اسی مٹی سے شاید ساغرِ جم کو عدو کو گالیان دی ہیں تو بوسہ دے جم کو کمی کس چیز کی ہے بندہ پرور آپ کے دم کو کہا پر کس مرے سے کیوں بناتے ہوا جم کو اُسی کو ڈھونڈتے پرتے ہیں ملتا ہی نہیں جم کو</p>
---	---

قیامت اب ہماری نش پرائیگی ماتم کو
 دکھانا تھا اے توجہ اپنا سارے عالم کو
 تمہاری بات رکھ لی حشر میں دینا دعام کو
 خدا اکابر رکھے میں تو کہتا ہوں جہنم کو
 دعائیں دیجئے صاحب ہماری چشم پر غم کو
 یہی موقع تو ہے اے دعامے دل دراجم کو
 وہ کہتے ہیں ہمیں کوئے تپہ چڑھے اگر ہم کو
 وہ کہتے ہیں چپاؤ راز داروں سچے غم کو
 دے موتی مگر جوڑے غلام نے شبنم کو
 خدا کی کار سازی ہے کہ یہ دولت ملی ہم کو
 ارے تیرے فرشتوں نے کیا ہو عبد آدم کو
 کیلجے سے لگا لوں میں تمہاری لف پر غم کو

سدا رہو گھر کو جاؤ ہاتھ دو ہو تیغ کو پونچھو
 تجلی کیوں نہ پر وہ ڈال تی چشم موٹے پر
 کوئی تم کیل سمجھتے عدو سے فیصلہ ہو نا
 رقیبوں کے لئے اچھا تھا نا ہو گیا پیل
 یہی آئینہ نخوت اسی سے آپ کی شہرت
 تمہارا ہمارا ہی ہیں گرمیاں خورشید شمر کی
 ہمارا دل یہ کہتا ہے بلا میں شے اُن کی
 نہ آئے اکہم میں اے نہ دل میں داغ ہو پنہاں
 سپہر کینہ پرور کی سخاوت میں ظرافت ہے
 ہمارا حوصلہ تھا بار اُلفت کے اٹھا بربکا
 نہ دیکھ انسان کو اے آسمان چشم حقارت سو
 مری تقدیر کے اسکوٹے میں بیج و خم ساسے

زباں استاد کی بچو وترے حصے میں آئی ہو
 پہر اتنا بھی نہیں کوئی خدا رکھے ترے دم کو

فریاد بھی ہاں اے دل ناشاد نہی ہو
 میرا یہ تقاضا ہے کہ نہ فریاد نہی ہو
 معشوق نیا ہو کوئی بیداد نہی ہو
 ہر روز جفا اے تم ایجاب نہی ہو
 اس وقت تو حضرت کوئی ارشاد نہی ہو

ایجاب دواں جب کوئی بیداد نہی ہو
 اُن کا یہ اشارہ ہے کہ نہ فریاد نہی ہو
 گندی ہوئی باتوں میں مزا کچھ نہیں رہتا
 گر وصل نہ ہو دل تو بہتا ہے میرا
 جنت کی کہانی سے تو اکتا گئے واعظ

دنیا ہی میں بستی کوئی آبا د نئی ہو
 محشر میں اگر پیش ہو روداد نئی ہو
 ہر آن تری حسن خدا داد نئی ہو
 ترکیب کچھ ایسی دم فریاد نئی ہو
 ہر غلط مریبان پر آفت نئی ہو
 جب یاد کروں تجھ کو تری یاد نئی ہو

بنے کسے جاتے ہیں کیوں لوگ عدم کو
 مجھ پر وہ تم ہو جو ہوا ہو نہ کسی پر
 ہر آن رہے جلوہ ترا آنکھ کے آگے
 میرا انہیں وہ کہ نہ ہو دھوکے میں سنو وہ
 ہر وقت نئی دم پہ بنے اُن کا تم سے
 دنیا کی طرح رنگ بدلتی رہی اُلفت

جاتے ہو وہاں مجھ کو بھی دینا خبر آ کر
 گربات کوئی بچو و ناشاد نئی ہو

جنوں میں چارہ سازو تم مری زنجیر بنو
 بتوں کے طل میں نالے کر چکے تاثیر بنے دو
 مری نظروں میں گنتی ہے مری قیر بنے دو
 جویوں مکلا تو کیا کلامہ کیخو تیر رہنے دو
 یہی نقشہ ہے تو بس کنچ چکی تصویر بنے دو
 نہ دویوں گالیاں مجھ کو دم تقریر بنے دو
 ہوں پر آگیا کنچ گرد مہ شیر بنے دو
 دکھائے گا اثر یہ سرمہ تسخیر بنے دو
 بجائے آئینہ آگ مری تصویر بنے دو
 خطا وہ کر چکا تم نے چکے تعذیر بنے دو
 خفا میں گروہ مجھ سے یہ مری تقدیر بنے دو

ہٹو جاؤ چلو بس ہو چکی تدبیر بنے دو
 تم اپنے ہی لئے بچو وہ اپنے تیر بنے دو
 عدد کی بزم میں عظیم میری ہو چکی بس
 یہ نالہ بنگلے بنگلے گایہ آنسو بنگلے گایہ
 نزاکت آئینہ تک عکس کو جانے نہیں دیتی
 زباں سے پھول جھڑتے ہیں نئی جادو مانی ہو
 رہائی قید سے سخت جانوں کی نہیں آساں
 نہ ہم دل جلوں کی خاک میں تاثیر کیا ممکن
 تم سے حسن کی خوبی نظر آب سیگی تم کو
 بچا ہے تم سے ہمارا منہ نہ گساواؤ
 مٹائے سے مقدر کی کجی مٹی نہیں ہدم

ہیں تو ہیں جو کہہ سیکے ہم اپنے خواب کی باتیں | تمہیں تو ہو جو دو گے خواب کی تعبیر سنے دو

رہو تقدیر پریشاں کہ تم تو خود ہی بچو دو ہو
جو ہیں ہشیار اُن کو بندہ تدبیر رہے دو

میرا خیال اُس کو مجھے دیکھ کر تو ہو
میں روکتا نہیں تمہیں جانا سحر تو ہو
کہتے ہیں اس کو آہ تجھے بھی خبر تو ہو
پہچان نے نگاہ کو اتنی نظر تو ہو
شکوہ ہو یا ہوش کمر عمر بھر تو ہو
بیدار گر نہیں نہ سہی فتنہ گر تو ہو
شرم گنہ سے آپ کی بچی نظر تو ہو
جلدی پڑی ہے کیا ابھی ٹکڑے جگر تو ہو
اُس شوخ کو قیام کسی بات پر تو ہو
بتیاب و بے قرار کوئی اس قدر تو ہو
رخصت شبِ فراق کہیں چارہ گر تو ہو
مغشوق بیدار ہو بلا سے کمر تو ہو
ملا ہے وہ رنج کہ جس میں گند تو ہو
سچ کر دکھائے جھوٹ کو اتنا ہنر تو ہو

اے کاش مری آویں اتنا اثر تو ہو
یہ شام ہی سے دہوم ہے رخصت کی کس لئے
دل جانتا ہے تو نے جو چہرے ہیں ظلم
پہلی نظر میں وہ مجھے عاشق سمجھ گئے
یہ کیا کہ آج کچھ ہے توکل کچھ زبان پر
یہ حشر بھی تو کم نہیں کچھ قتل عام سے
ہم اس کو داؤد ظلم کی محشر میں جان لیں
آتے ہی آتے آئیں گے فریاد میں اثر
اقرار سے غرض ہے نہ انکار سے غرض
شوخی نئی ہے کہتے ہیں بجلی کو دیکھ کر
مرتبکی اپنے کچھ ابھی جلدی نہیں ہیں
کس کام کی ہے ایسی نزاکت اگر ہوئی
یہ کیا کہ دشمنی میں بھی ہونے لگی کمی
وہ بعد امتحانِ محبت یہ کہہ گئے

بچو وہاں وصل تو کچھ اس کا غم نہیں
وقتِ اخیر یار کے زانو پہ سر تو ہو

خدا ہے جہاں دیکھ پیا کسی کو
 رستم کے سوا کچھ نہ آیا کسی کو
 ستاؤں نہ پہن بھی کیا کیا کسی کو
 مزا عاشقی کا مجھے خاک ملت
 لب جانفزا کو ہے انکار شکل
 شب و سہل یہ کہہ رہی بیگ ہیں
 حسین کوئی دنیا میں گذرا ہوتا
 محبت میں کیسا مزا پڑ گیا ہے
 ترا وصل اپنی ہی تقدیر میں تھا
 یہ وزویدہ نظروں کی شوخی نئی ہے
 ہنسی کیل سمجھا ہوا دل کا ٹرپنا
 بہت سیر کی ہم نے باغِ جہانگی
 زمانہ میں پیدا نہیں مرنے والے
 وہ سمجھے کہ یہ بھی ہوا عاشق ہمارا
 بتوں کی تو یارب خدائی نئی ہے
 ملا کر مجھے خاک میں یہ بولے
 بہت منہ چھپانا بھی اچھا نہیں ہوا
 ہوا دل تو نظروں ہی نظروں جہت
 کہاں میں زمانہ میں نادان تم سے

نہ دنیا الٹی دل ایسا کسی کو
 جلا ناسی کو مست ناسی کو
 جو ہو جائے میری تمنا کسی کو
 رستم بھی تو کرنا نہ آیا کسی کو
 کرے قتل کیونکر میری کسی کو
 کہنسلتی ہے میری تمنا کسی کو
 ہوا خدا فی کا دعوا کسی کو
 جفا کا کسی کو وفا کا کسی کو
 یہ دہان ظالم نہ تھا کیا کسی کو
 دیا دل چا کر کسی کا کسی کو
 دکھانا ہے یہ بھی تماشا کسی کو
 مگر تجھ سے بہتر نہ دیکھا کسی کو
 سمجھ کر ذرا تم مٹا ناسی کو
 جہاں مضطرب دیکھ پیا کسی کو
 قیامت بخش گئے یہ کیا کسی کو
 خبردار اب دل نہ دینا کسی کو
 کر گیا یہ پردہ تو یہ داسی کو
 دکھاتے ہم اپنا کلیجہ کسی کو
 لیگا نہ معشوق ایسا کسی کو

سمجھتے اگر دوست اپنا کسی

شب وصل ہم راز دل کئے دیتے

محفل ہے سخن و یہ خلوت نہیں ہو
خبردار تو نے جو حیرت اسی کو

بے طرح دھڑکتا ہے جگر دیکھئے کیا ہو
اُن پر مری باتوں کا اثر دیکھئے کیا ہو
ہے ور و زباں شام و سحر دیکھئے کیا ہو
ہونا ہے یہی تم سے مگر دیکھئے کیا ہو
بانگ ہو بہت اُن کی مگر دیکھئے کیا ہو
دم بہر کی نہیں ہم کو خبر دیکھئے کیا ہو
آتی ہے قیامت کی سحر دیکھئے کیا ہو
بیٹھا ہوں سر راگنذر دیکھئے کیا ہو
انجام کی ہے بس کو خبر دیکھئے کیا ہو
نماز ہے یہ دیدہ تر دیکھئے کیا ہو
بہر تہا ہی نہیں زخم جگر دیکھئے کیا ہو
ہر دم ہے یہ خوف و خطر دیکھئے کیا ہو

یہ گشتہ ہے کچھ اُن کی نظر دیکھئے کیا ہو
دیتا ہوں محبت کی خبر دیکھئے کیا ہو
انجام محبت کا ہو کٹکا ابھی باقی
بچاؤ جو دشمن کے طرف راغب کیا
باندھی تو ہے طعنہ سے مے قتل عدو پر
وعدے کے وفا کرنے میں نہ بہر کا قطفہ
جانے پہ وہ آمادہ ہیں ہم زینت و تہننگ
تشریف وہ لاتے ہیں کہ آتی ہے قیامت
آخاد محبت نے تو یہ رنج دے دیں
ایسا نہ ہو اُس بزم میں لسنو کل آئیں
مرہم کی جگہ تیر کے پیکاں کو بھی رکھا
اندیشہ رقیب لے مزار سیت کا کو یا

ہے شام ہی سے آن تو سخن و کا بُرا حال

کس طرح سے ہورات بسر دیکھئے کیا ہو

غنیچہ گل سے غرض کیا اس میں تیری بھی
دل بھی پہلو میں ہے دل کے برابر تو بھی

ہم تو شیدا ہی ہیں اُس کے کہ جس میں بھی ہو
یوں بسر ہوں زندگی تو زندگی کا لطف ہے

لب میں گرا عجاز ہو تو آنکھ میں جلاؤ بھی ہو
 بات بھی کہنے نہ پائے چہرہ کا پہلو بھی ہو
 فیصلہ ہو بھی چکے جہنگز اکیس کیو بھی ہو
 یہ تو سب کچھ ہو مگر دل پر مرقا ہو بھی ہو
 تجھ میں تخی جو یوں پر آک وفا کی خو بھی ہو
 چو زخموں سے مر اسینہ بھی ہو پہلو بھی ہو
 علق سے اترے گہا بی تو پہر اچھو بھی ہو

بات کی توجی اٹھے دیکھا تو پہر ہم مر گئے
 یوں مہارک بادو تبحر آن کو وصل غیر کی
 ہیں ہی شواہیاں جلتک ہوا مید وصال
 ضرب غم راز نہاں پاس سوزنی کا ڈور
 خوش گلہ خوش وضع خوش و خوشن پاس خوش مزاج
 تیر نظروں کے چلیں اس کو بخیر ہوں اس
 کس سے ممکن ہے ہماری تشنہ کامی کا علاج

جس پری رو سے بلا جو مسخر کر لیا

کلمہ وہ پڑھو ای دیتا ہے اگر ہندو بھی ہو

ڈرتا ہوں آہ سے کہیں الٹی ہنسی نہ ہو
 یہ کوچہ رقیب وہ آن کی گلی نہ ہو
 ہم جس پر مر رہے ہیں کہیں تم دی نہ ہو
 وہ بات کیا کہ جس میں بہاری خوشی نہ ہو
 غنچہ پہ ہے گمان یہ دل کی کلی نہ ہو
 دشوار وصل میں بھی نہیں زندگی نہ ہو
 میرے ہی خون پر کمر اس نے کسی نہ ہو
 رسوائے خام چاہئے یہ بیکسی نہ ہو
 پہر ہر سخن پطعن سے اس طرح جی نہ ہو
 ایسا تو بھول کر بھی ہوا ہی کبھی نہ ہو

تاخیر تو فغاں میں ہوئی ہے کبھی نہ
 آتا ہے وہم و دوزخ و جنت کے ذکر پر
 کتابے دل کہ شکل پیکھی ہوئی سی ہے
 اُس نے دیا جو عرض تمنا پہ یہ جواب
 وہ بانغ میں بھی آکے تم توڑنے لگے
 کیوں چہرے ہو ذکر دل بقرار کا
 خالی نہیں فریب سے یہ عزم قتل غیر
 حسرت برس سچی مری ہر نگاہ سے
 سچ جا بھکر وہ بات ہماری اگر سنین
 ناصح یہ بات جھوٹ ہو ہم اور ترک عشق

انسان ہی کو ہوتی ہے انسان کی نواہر	اس کا علاج کیا ہو کر فی آخر می نہ ہو
قربان اس بیان کے صدفے زبان کے	ناصح کی بات ہی نہیں جو بے نیکی نہ ہو
روشن جو شمع ہوتی ہوتا ہے یہ خیال	یہ بھی کہیں ہمارے ہی دل کی لگی نہ ہو
اتنا نہیں یقین کہ وہ آئیں گے یہاں	پیغام بر نے دل سے کہیں یہ گٹری نہ ہو

بیخود کی آنکھ کہتی ہے میخوار ہے یہ شخص
میں شرط باندھتا ہوں اگر اس نے پنی نہ

آگ پہ ترس ارمان منانے ہم کو	دل سے پہلے یہ لگا دیں گے ٹھکانے ہم کو
کبھی پوچھا نہ تری تیغ ادا نے ہم کو	منہ لگایا نہ کبھی زلف و دوتا نے ہم کو
بھاگ کر کعبہ سے چورنگی طرح آئے ہیں	اے بتو تم سے ملایا ہے خدا نے ہم کو
ہچکیاں آنے کا باعث نہ کھلا کچھ شبِ غم	یار نے یاد کیا تھا کہ قصا نے ہم کو
دن میں سو بار تری چال پہ مٹ جاتے ہیں	کیسی مٹی سے بنایا ہے خدا نے ہم کو
سر اٹھانے نہ دیا حشر کے دن بھی ظالم	کچھ ترے خوف نے کچھ اپنی وفائے ہم کو
ایک دن بھی جو نبھے غیر سے ممکن کیا ہے	ہاتھ باندھ ہوئے آؤ گے منانے ہم کو
بیٹھنے ہی نہیں تیا دل مضطرب پلا	کہیں اپنا ہی سا وہ شوخ نجائے ہم کو
ٹالیدیں گے شب و وعدہ جاہل آئے گی	ہیں بہت نوک زباں ان کو بہانے ہم کو
تیغ سے بڑکے ہیں چلتے ہوئے فقرے اس کے	بے چہری فرج کیا عذرِ جفا نے ہم کو
کچھ تو ہے ذکر سے دشمن کے جو شر ملے ہیں	وہم میں ڈال دیا ان کی حیا نے ہم کو
چشم دشمن میں ہے یا ترے قدموں میں ہے	مے تقدیر سے دو ہی تو ٹھکانے ہم کو
مول لیتے آئے کوئین سے بھی کچھ کم میں	نہ دیا آنکھ والوں نے چکھ لے ہم کو

۴ غلام کا شوق بھی ہے شرم بھی ہو خوف بھی ہے
 آئے محفل میں کوئی بن کے نہ ساقی جب تک
 بچار داغوں پہ نہ احسان جاؤ اتنا
 خواب میں چمکے وہ آتے ہیں ستارے ہم کو
 لطف دیتے نہیں مطرب کے ترانے ہم کو
 کون سے بخش دے تم نے خزانے ہم کو

بات کر نیکی کہاں میل میں فرصت بیخود
 وہ تو دیتے ہی نہیں ہوش میں نے ہم کو

لا بٹھیا متری چو کھٹ پہ خدا نے ہم کو
 دیکے دم لوٹ لیا ناز و ادا نے ہم کو
 مرنے والوں میں ترے ایک ہیں نکلے ہیں
 ویکھ کر آئینہ دل تھام لیا پہر یہ کس
 اُس کا شکوہ ہے غلط اُس کی شکایت جھوٹی
 رشک دشمن نے بڑا کام نکالا اپنا
 اے اہل توہمی ذرا تھام کے بازو بے چل
 کچھ نہ کچھ رنگ دکھا یگی محبت اپنی
 خوب شرمندہ کیا خوب ہی پامال کیا
 جب تو مانو گے جو لبھا کے دکھا لائینگے
 لاکھ عزت سے یہ دولت بھی نہیں عشق میں کم
 اس وہ اکتا کے تصور سے مے کتے ہیں
 ایسی کہیں تھی بے محبت میں نصیب
 یہ سے آن کو سرو کار نہیں کچھ بیخود
 نہ اُٹھیں حشر بھی آئے جو اُٹھانے ہم کو
 باڑ پر رکھ ہی لیا تیغ قضا نے ہم کو
 آزمایا ہے کئی بار قضا نے ہم کو
 اُف بُری چیز بنایا ہے خدا نے ہم کو
 سچ تو یہ ہے کہ ڈوبو یا بے وفا نے ہم کو
 دوست دیتے نہ سہی جان گنوا نے ہم کو
 ضعف دیتا نہیں اس کو چویر جانے ہم کو
 دیکھ جاتے ہیں وہ مٹنے کے بہانے ہم کو
 اپنی الفت نے اُسے اسکی جفا نے ہم کو
 خوب معلوم ہیں دشمن کے تھکانے ہم کو
 آپ اُٹھتے ہیں و محفل سے اُٹھانے ہم کو
 آہی جاتا ہے یہ بخت ستارے ہم کو
 دن دہا یا ہے یہ دشمن کی دھماکے ہم کو
 اس پہ مرتے ہیں نہ عاشق کوئی جاتے ہم کو

بات کر نیکی شب وصل اجازت دید و
 دیکھ کر دل کو بگڑ جائے گی نیت دید و
 بے طلب ہوسہ جو دیتے ہو عنایت دید و
 تم کو آفت نہیں مجھ سے یہ کہا تھا میں نے
 دل مراعت لیا چور بن یا لٹا
 ہم ہی چو کے حجر وصل منانا ہی نہ تھا
 مفت لیتے بھی نہیں پہیر کے دیو بھی نہیں
 کی ہے اک کافر بکیش کی دعوت ہم نے
 میری گردن پہ درانا زسے تم تم کے چلے
 خواہش وصل پہ برسوں میں ملا یہ جواب
 آسماں سانس لپکا کئی شاگرد شید
 دل لگی ہے یہ نئی چپٹر نئی کہتے ہیں
 بنختے جاتے ہیں یہ کیوں داغ جدائی ہم کو
 دل کے دینے سے وہ پہلے پہل انکارا

مجھ کو دم بہر کے لئے غیر کی قیمت دید و
 دیکھو دیکھو یہ پرانی ہے امانت دید و
 اور اک بات کی بھی ہم کو اجازت دید و
 بننے کے فرماتے ہیں تم اپنی محبت دید و
 خوہ جاگرتے ہیں کہ واپس ہم قیمت دید و
 اب یہ ہے حکم کہ جانے کی اجازت دید و
 یوں ہی خیر کہ دل کی ہمیں قیمت دید و
 دو گٹری کے لئے زبا ہمیں جنت دید و
 اپنی تلوار کو تم اپنی نزاکت دید و
 بات کے سوچ سمجھ لینے کی مہلت دید و
 اس ستمگار کو تم اپنی خلافت دید و
 غیر دل لیتا ہے تم اس کی ضمانت دید و
 جس کو تم چاہتے ہو اس کو یہ دلت دید و
 اور کتنا کسی ظالم کا بہنت دید و

کم نہیں پیر خرابات نشیں سے بچو
 میکشو لو اسے میخانہ کی خدمت دید و

رشک آئے اگر خدا بھی ہو
 اُس نے قاصد سے کچھ کہا بھی ہو
 ترچھی نظروں میں کچھ حیا بھی ہو

کیوں فدا تم پہ دوسرا بھی ہو
 جھوٹ کی اس کے انتہا بھی ہو
 کج ادائی میں اک ادا بھی ہو

<p> مرض عشق کی دوا بھی ہو غیر پرکاش وہ خفا بھی ہو ہم سنا دیتے داستانِ پی سر جہکائیے فائدہ صاحب سوچوں انجسٹ عشق کیا صبح لاکھ پردوں میں دیکھتا ہوں اُس کی رگ رگ میں در در ہتا کنچ کے کتی بے جہہ سے تیغ اُن آرزو ہے کہ آرزو نہ رہے ایسی چلتی ہوئی کہ اس شمشیر کیا وہ قابو میں آئیں سکتے دل جلاتے ہو عشق کی صورت کہہ چکے ہم جو ہم کو کُنا تھا اُن کے نزدیک ہے گلاہرات </p>	<p> اس کا مارا کوئی جیا بھی ہو دل لگی ہی میں دل بُرا بھی ہو آپ کو بات کا مزا بھی ہو نیچی نظروں میں جب جیا بھی ہو کچھ محبت کی انتہا بھی ہو جیری آنکھوں سے کچھ چُپا بھی ہو دل مرا تیرے کام کا بھی ہو چل پرے بٹ تری قضا بھی ہو کیس پوری مری دعا بھی ہو ہم میں کوئی تری ادا بھی ہو ہم سے جب ترک مدعا بھی ہو خُن کی طرح بیوفا بھی ہو ہاں مگر آپ نے سنا بھی ہو مُنہ بنا لیں جو التجا بھی ہو </p>
---	---

مُنہ لگایا نہ دُخت رز کو بھی

کوئی بچو و سا پارسا بھی ہو

<p> یہ نہ ہو دل میں محبت کا اثر کچھ بھی نہ ہو راہ میں فتنہ پیا اے فتنہ گر کچھ بھی نہ ہو دل ملاؤ غیر سے میری خبر کچھ بھی نہ ہو </p>	<p> داغ حسرت ہی سہی یارب اگر کچھ بھی ہو نیچی نظروں کو اگر تیرے نظر کچھ بھی نہ ہو ایک پر یہ کچھ عنایت ایک پر کچھ بھی نہ ہو </p>
--	--

رنج و غم در دو عالم سب میں میری دم کے ساتھ
 تیرے پستے نے اٹھائے ہیں مانے میں فنا
 اس جیسا عاشقی کے ہم بھی قائل ہو گئے
 نغمہ دل کش ہو اگر بولا ہو تو دل گدا
 خیر اچھا ہاتھ کا بچا سی و وحش
 تو ہی تو ہو جس طرف دیکھیں اٹھا کر اکٹھے ہم
 عیش و راحت رات دن ہو خوش نصیب و کویں
 باعث ایجاد عالم زینت ہر دو جہاں
 بخشش باہم مٹے تو غم مٹے کاوش مٹے
 کیا غضب ہے تم کسی اقرار پر جتے نہیں
 وصل کا ہیماں وفا کا عہد تو بے ظلم سے
 اقل سب کو آپ بے شمشیر و خنجر کیجئے
 کچھ سنا تم نے عہد و کتاب ہے وہ تم سے ملے
 دونوں مفید ہیں ترا انکار میرا اضطراب
 غیر سامعیاں ثنائی جس کا دنیا میں نہیں

عاشقی کا نطفہ ہی کیا ہے اگر کچھ بھی نہ ہو
 سائے تو ہو تو پہر یہ شور و شر کچھ بھی نہ ہو
 دل میں سب کچھ ہو زباں پر فتنہ گر کچھ بھی ہو
 وہ تو ہر کچھ بھی نہیں جس میں اثر کچھ بھی ہو
 یہ نہیں ممکن اسے دل کی خبر کچھ بھی نہ ہو
 تیرے جلوے کے سوا پیش نظر کچھ بھی نہ ہو
 تیرے محنتوں کے لئے شام و سحر کچھ بھی نہ ہو
 شرم کی جا ہے اگر اس پر بشر کچھ بھی نہ ہو
 در و پہلو زخم دل داغ جگر کچھ بھی نہ ہو
 یونہی لیل و دل کو قصہ مختصر کچھ بھی نہ ہو
 ہو تو سب کچھ ہو نہ ہو تو فتنہ گر کچھ بھی نہ ہو
 کہہ رہی ناز کی زبیر مگر کچھ بھی نہ ہو
 دوستی میں دشمنی کا جس کو ڈکچھ بھی نہ ہو
 یہ نہوں تو فتنہ برپا رات بھر کچھ بھی نہ ہو
 آپ جیسا سا وہ دل جس کو خبر کچھ بھی نہ ہو

کہو دیا بچہ کی بیکاری نے دنیا سے لے

اس نکتے سے تو شاید عمر بھر کچھ بھی نہ ہو

گھو آئے مٹائے جہاں جہاں کے جہاں کو
 ڈھونڈے سے بھی ملتے نہیں لوگ واکو

پوچھو وہیں ڈھونڈو اور نہیں نقش و فاکو
 اس طرح سے برباد نہ کر اہل وفا کو

پھر آپ دکھا دیجئے شوخی کی ادا کو
 اتنا بھی اثر کم نہیں زلفت میں بہت ہے
 آئینے میں تم نے کبھی دیکھا کہ نہ دیکھ
 منہ پھوڑ کے میں کچھ کہوں یہ مجھ سے نہ ہوگا
 بہ بڑی ہیں ترے حسن پہ حیرت سونگائیں
 اس شوخ پہ مرنا ہے مگر مر نہیں چکپتا
 اندر سے تری چشم فوں ساز کا پر وہ
 بجلی ہے چملا وہ ہے قیامت ہے بلا ہے
 مارا ہے ایں دل نے دکھا کر ترا کو چہ
 مدفن سے نکل کر کوئی دامن نہ پکڑے
 ہو پیر جو ال جس سے وہ اسے پہنچ ہی ہے
 پھولوں میں عدد کے کہیں کہا جاؤ نہ ہوگا
 اٹھکیلیاں کرتی ہوئی گلزار میں آئی
 ہے خوف مجھے حشر میں ہو حشر نہ بر پا
 آتے ہی ستم ان کی جوانی نے یہ ڈھایا
 میں جان گیا جان ہی لگی تری شوخی
 نکلے نہ تمنا کسی کج بخت کے دل کی

بھولا ہوا بیٹھا ہے کوئی اپنی قضا کو
 وہ کہتے ہیں کو سینکے ہم اب میری دعا کو
 اس شوخی و انداز کو اس ناز و ادا کو
 پوچھیں وہ مرا حال غرض ان کی بلا کو
 دیکھ نہیں ان دیکھنے والوں نے خدا کو
 آئے ہوئے موت آتی ہے دشمن کی قضا کو
 ملنے کی اجازت نہیں شوخی سے حیا کو
 دیکھو تو ذرا تم نگہ ہوش مبرا کو
 رہنما نہیں سمجھتے ہم اس راہ نما کو
 نمکرا کے چلا کر نہ مزار شہد اکو
 چکھ تو سہی کج بخت سے روح فزا کو
 تم سونگنے بیٹھے ہو کہاں بوسے وفا کو
 یہ چال تری کس نے سکھا دی ہو صبا کو
 روکے تھے رہی نگا ذرا اپنی ادا کو
 آنکھوں میں جگہ مل گئی کج بخت حیا کو
 میں تار گیا و و رہی سے اپنی قضا کو
 کر بیٹے بچھی گرہ بند قبا کو

بچو انہیں ملے دو جو دشمن سے ملیں وہ
 لازم ہے کہ اب تم بھی کسی اور کوتا کو

وہی ہے جلوہ گر ہر سمت او اہل نظر دیکھو
 عدو کے ٹانے کو تم ادھر دیکھو ادھر دیکھو
 گریباں چاک بے میری ماتم میں سحر دیکھو
 چلے آئے مے گھر تک یہ اعجاز محبت بتا
 خدا سے حور نے بدلے تمہیں ہم نے چور سے
 عدو کی بزم میں راز محبت گھل گیا دیکھا
 عہد سہرا ٹٹے ہو امتحان عشق یہ کیسا
 اسیرانِ نفس کو پر نکل آئے قیامت کے
 خریدار محبت کے لئے بازارِ الفت میں
 لڑائی سے یونہیں تورہ کتے سہنے میں ہم
 ادائیں کیونکہ بیٹھے ہو کیا آئینہ میں اپنی
 نگاہ ماز کے بجائے میں اگرچہ کس کیسا
 نہ حسرت ہی نکلتی جو نہ خیر تم سے کچتا ہے
 سوالِ صول پر کچھ سوچو اُس نے کہا مجھ سے
 جوانی بے مے و معشوق کٹنے کی نہیں مہم

اُسی پر آنکھ پڑ جاتی ہے ہر پہر کعبہ ہر دیکھو
 مگر تم کو دیکھتے جائیں تم چاہو جدھر دیکھو
 مجھی کو شمع بھی روتی رہی ہے رات بھر دیکھو
 آٹا کر نیگے دل کو یہ جادو کا اثر دیکھو
 جسے رہنا قیامت میں تم اپنی بات پڑ دیکھو
 کہا تھا کس نے تم سے مسکرا کر تم ادھر دیکھو
 محبت دیکھنی ہے تو مراد دل چیر کر دیکھو
 مرے صیبا نے چوڑی میں لیس دوش پڑ دیکھو
 کوئی فولاد کا دل کوئی پتھر کا جگر دیکھو
 کہ دل کا ہیہ کہہ دیتی ہے لڑ نہیں نظر دیکھو
 دیا ہے جس نے تم جیسے کو دل کا جگر دیکھو
 سر بزمِ عدو تا کہ یہی مجھ پر ادھر دیکھو
 نزاکت نے ہمارے قتل پر باندھی دیکھو
 ابھی وعدہ تو کر سکتے نہیں ہیں ہم مگر دیکھو
 کوئی خورشید روتا کو کوئی رشک قمر دیکھو

نہ کرنا ترکِ بھوج و محتسب کے دوسرے بخواری
 کہیں دہبا لگا لینا نہ اپنے نام پر دیکھو

نری طرح سے اُسے اضطراب کیونکر ہو
 زمانہ آپ سا بے اعتبار کیونکر ہو

یہ انقلابِ دل بے قرار کیونکر ہو
 خطا معاف یہ سب کا شعار کیونکر ہو

شکستہ اپنا دل واغدار کیونکر ہو
یہاں یہ ضبط کہ مرجائیں تو بھی آن نہ کریں
ہنسے وہ پہلے کیا بعد وعدہ پہر یہ کس
دوبارہ زلیست قیامت ہونے والوں کا
وہ نازیں ہیں تو نازک ہوائ کا پیمان بھی
زمانہ کتاب ہے لطف وصل دائم کا
وہ بزم غیر میں اٹھیں چراگے نیٹھے میں
تم ہیں اس کی او آئیں غضب نگاہیں میں
بغیر دل کی گواہی کے ہم نہ مانیں گے
لبوں پہ جان سر ہانے ہل فلک سر پر
یہاں خیال کہ وہ شرمسار ہونہ کہیں

خزاں رسیدہ چمن میں ہسار کیونکر ہو
وہاں یہ شوق کہ دل بے قرار کیونکر ہو
مری تم کا مجھے اغتیار کیونکر ہو
کسی سے حشر میں اب آنکھ چار کیونکر ہو
مری وفا کی طح شستوار کیونکر ہو
مجھے تو فکر ہے یہ اکیسار کیونکر ہو
نظر کا تیر مرے دل کے پار کیونکر ہو
شمار ظلم کا روز شمار کیونکر ہو
ترے بیان پہ وار و مدار کیونکر ہو
کسی کے آنے کا انتظار کیونکر ہو
وہاں حجاب ستم آنکھ چسار کیونکر ہو

سننا نہ ہم نے کبھی ہوشیار نہ ہو دو

جو پنی گیا ہو بہت ہوشیار کیونکر ہو

ہے وہ خود ہیں کہیں اپنا ہی خریدار نہ ہو
یہ نہ ہو شرط تو پس وعدہ بھی زہار نہ ہو
یار ہی وہ ہے کسی کا جو کبھی یار نہ ہو
حکم ہے دیکھ ادھر آنکھ خبردار نہ ہو
وہ کرم ظلم ہے جس کا کبھی اظہار نہ ہو
جنس وہ ہوں جسے شہرت کی سروکار نہ ہو

یہی آئندہ کبھی مصر کا بازار نہ ہو
شب کو انکار نہ ہو صبح کو نکھار نہ ہو
ہم اسی کے ہیں جسے ہم سے سروکار نہ ہو
ہم کو گھوڑے تو خدا کا کچھ دیدار نہ ہو
وہ ستم بھی ہے عنایت جو دل آزار نہ ہو
میں ادھر زو کہ جد ہر چشم خریدار نہ ہو

جب نہ مانے وہ کسی طرح تو میں نے یہ جڑی
 دل ہو پہلو میں تو پہلو سے نہ وہ دور رہے
 کبھی شرمی سے ہوا جاتا ہے لب تک اقرار
 حور کے ذکر نے یہ آگ لگا دی کیسی
 ان کا خط وصل کا پیغام پہر اُس پتیا کی
 قتل کو آئے ہیں نیور یہ کہے دیتے ہیں
 رشک ہو چمک وہ نکلا ہے جنازہ کس کا
 دیکھ لوں جلوہ ترا پہر مجھے دوزخ بھی قبول
 دل کے بے دہیں سودا خجگر ملے ہیں
 جھم سے سن نبھے پہر روز جزا کے سنے
 اس طرح دل میں رہو یوں ہی آنکھوں میں پہر د
 نہ دیا غیر نے جب دل تو تشریف ہی ہم نے
 شوق و ہمارے پرے تو اٹھائے ملے
 رٹنے نیٹھے ہو تو یہ نیم نکا ہی کیسی
 فرق ہے کو کہنی اور جگر کا دی میں
 میں تو ڈرتا نہیں دشمن کے کسی افسے بھی
 عرض مطلب پہ ملا جھکویہ برسوں میں جناب

کون پوچھے تمہیں اس طرح جو انکار نہ ہو
 منہ پہ آنکھیں ہوں تو آنکھوں کو جھلایا نہ ہو
 روک دیتی ہے نزالت کہ خبر دار نہ ہو
 وہ گیا کیسے وہ مغرور ہیں پیار نہ ہو
 دم نہ دیتا ہو مجھے نامہ بر عیار نہ ہو
 مانگی سے جو نہیں دوش پہنوا رہا نہ ہو
 آپ کی جان سے دور آپ کا بیمار نہ ہو
 یوں تو جنت بھی جہنم ہے جو دیدار نہ ہو
 ہم تو لست جاکیں اگر آپ کی سرکار نہ ہو
 پہر کے بیتا ہوں یہ آپ کا دربار نہ ہو
 دیکھنے کو ہی میں حسرت دیدار نہ ہو
 ایسے موقع پہ لہی ہم سے تو انکار نہ ہو
 اب ہیں ان کی حیانت میں دیوار نہ ہو
 تیر میں تیر ہے وہ دل کے کھی ہو پار نہ ہو
 جھک اُس کام سے نفرت ہے جو دشوار نہ ہو
 ڈر ہے اس کا کہ میں آپ سے ٹکرانہ ہو
 سن لیا میں نے گلے کامرے بس ہار نہ ہو

ان کو بے نام سے بچو د کے محبت ایسی
 مانگتے ہیں وہ دعائیں کہ ہر شیار نہ ہو

وہ چلے آئیں عیادت کو بلا سے کچھ ہو
دل تڑپ جاتا ہو جنبش جو ہوا سے کچھ ہو
ہم ہی جب اٹھکے پہراہنی بلا سے کچھ ہو
جہاں جلے کہ ہے اُن کی بلا سے کچھ ہو
خاک اُمید ہیں اپنی وفا سے کچھ ہو
کیا کریں تم ہی کو جب نہ دعا سے کچھ ہو

عذریہ ہے کہ جھگڑا نہ قضا سے کچھ ہو
سیح تو یہ ہے کہ قیامت ہو تری زلف نہیں
سیکشی غیر کی محفل میں مبارک اُن کو
روٹھکر وہ تو چلے اب نہ نہیں گے ہرگز
صبح کو اُٹھکے وہ ہر روز بدل جاتے ہیں
باتھ بانہ ہے بٹے آؤ جو دعا ہو مقبول

لوٹ کر بھی کہیں نادان جُڑا کرتی ہے
اتو بچو نہ دعا سے نہ دوا سے کچھ ہو

ردیف ہائے ہوز

دل نیچے پہرے کا زمانہ ہی گیا وہ
یاروں میں نہ اُلفت ہے نہ اُلفت میں فنا وہ
چھکے سے مے کان میں کہتے ہیں کیا وہ
ہمولا نہیں عیار ہے پہچان گیا وہ
انصاف سے چھپو تو بچھٹان گیا وہ
آئینہ یہاں ہی عیادت کو بہلا وہ
مشکل یہ ہے لیتے نہیں کچھ دل کے سودا وہ
جو خواب میں دیکھا نہ ہوا نکھوس و کما وہ

باقی نہ رہا عشق و محبت میں مزا وہ
کیا ہو گئی اللہ زمانے کی ہوا وہ
ہو جاتی ہے دم بہر کے لئے دل کو تسلی
ہم ٹوہ میں دل کی جو گئے نہیں بدل کر
میں اور بہلا غیر کی یوں چال میں آتا
قاصد تجھے سودا ہے کہیں دل نہ اُلت جائے
ہم جان بھی دیتے انہیں ہم اُن کو دعا بھی
یارب ہمیں طلبائے کوئی غیرت یوسف

جب روٹھ گئے پھر کوئی سنتے ہیں بہلاوہ
ہم ڈھونڈ پھرے ساری خدائی نہ ملاوہ
جو ہم سے کہا غیر نے تم نے بھی سناوہ
وہ شکر میں لذت ہی نہ شکوے میں مرادوہ

اب خیر اسی میں ہے کہ سن لیجئے دشنام
یلتا ہے خداؤ ہونڈنیوالے کو سنا ہے
اس واسطے کہتے تھے کہ ایسوں سے نہ ملنا
آتی ہیں بہت یاد جوانی کی اُمنگیں

بیچو و کیس یوں کرنے ہیں اظہارِ تمنا
وہ بات کہی آپ نے جو سن نہ سکا وہ

پائمالوں کی اپنے چال تو دیکھ
گات تو دیکھ چال ہال تو دیکھ
آئینے میں کبھی جمال تو دیکھ
آبرو کا نہ ہو جمال تو دیکھ
تیر کی اپنے دیکھ بہال تو دیکھ
دیکھنا چاہتی ہے جمال تو دیکھ
راز داروں کا اپنے حال تو دیکھ
ہر گھڑی کا یہ تو مال تو دیکھ
تیر کو دل سے تو نکال تو دیکھ
بیکسی کو مرانی مال تو دیکھ
اپنا تو حسن بیشال تو دیکھ
اپنی آنکھوں کا یہ کمال تو دیکھ
بیکمالی میں یہ کمال تو دیکھ

جیتے جی مٹ گئے کمال تو دیکھ
اے دل اس شرح کا جمال تو دیکھ
کون کہتا ہے دیکھ حال مرا
شکل دشمن میں کیا لگے ہیں لعل
کیس چوڑی نہ آرزو دل میں
سیر گلشن نہ دیکھ اے بلبل
چمٹ رہی ہیں ہوائیاں منہ پر
کیا یہی ہیں نباہ کی باتیں
دم نکلتا ہے یا نہیں میرا
ہر مصیبت میں کام آتی ہے
ہے بجا آئینے کی حیراتی
بے رے دل پہ قبضہ کرنی میں
سیکڑوں رخ خواں ہیں بچو و

مری آنکھوں میں ایسی بسکئی تعمیر میخانہ
 بغل میں دل سے دلیں خوش تعمیر میخانہ
 مٹا دے کیوں دل کی کلفتیں شیر میخانہ
 ہمارا نالہ مستانہ ہے تفسیر میخانہ
 یہ میخواروں کی کمطرنی ہے تقصیر میخانہ
 دکھنا روشنی مسجد ہم کٹہر آتا ہے
 مرید باادب دیکھے تو ہم نے زہدی دیکھے
 ہوئی اتنی ہی شہرت ختمی واعظ ذہنت گئی
 پس کر حوض سے پرنا گمان چوٹ کمانی ہو
 نکالی گئی نگاہ ناز ساقی خار حسرت کو
 بنی شیخ حرم کیواسے مسجد جو پہلو میں
 جو پہر وحشت کی لی دیوانگان دختر زرنے
 ترقی اور ہو کچھ زیب وزینت اور ہو جائے
 کرے گا دل کو روشن دست رنگین ہرسانی
 یہ چسکا اور یہ نظارہ دونوں جان لیوا ہیں
 ابھی گھر دل میں وہ مخمور اکھیں کتی جاتی ہیں
 بہارائی وہاں کبھی نے گلزار ساقی نے
 وہ آیا ذکرے لب پر وہ روز میں پڑی کند
 دکھانی ہے کرامت شیخ حبی کو باوہ خواروں کی

کہ مسجد میں نظر آنے لگی تصویر میخانہ
 ہٹے پردوں میں تہی ہے ابھی تصویر میخانہ
 اکہ ہٹی کی ہوا کستر بھی تو اسیر میخانہ
 کہ قول ہاتھ میں جو جیب میں تصویر میخانہ
 نہیں بکواسان کی داخل تحقیق میخانہ
 شب تاریک میں چمکی ہے کیا نقد میخانہ
 اگر مژدہ دنیا میں کوئی تو پیر میخانہ
 زمانہ کی نظموں بڑھ گئی تو قیر میخانہ
 اسے کتے ہیں دیکھ اے محتسب تغیر میخانہ
 خلش دل کی مشادگی یہ نوک تیر میخانہ
 خدا کی شان و گہنی ہو گئی تو قیر میخانہ
 بنیں گے طوق گردن حلقہ زنجیر میخانہ
 لگا دی جائے جنت میں اگر تصویر میخانہ
 ہر اک انگلی ہے جس کی شمع پر تنویر میخانہ
 شکارے جگر اپنا تو دل تجسیر میخانہ
 ابھی تکمیل کو پہنچی نہیں تعمیر میخانہ
 یہاں گشت میں لچکرائی تائید میخانہ
 وہ چہٹری حضرت واعظ نے پرتقیر میخانہ
 ہیں اک چلتی پھرتی چاہیے تصویر میخانہ

یہ سب جملے انیس کو ہیں یہی پہلوئیں ہوتی ہیں

فرخ اب پیر میخانہ و طالب میر میخانہ

ابھی جام و سبو اٹھوا دے کیوں اپنے بخود
ابھی تو لہجہ غنی ہے اور اک تصویر میخانہ

دل روشن ہے اپنا جام پر نور میخانہ
مقدّر سے مے وابستہ ہو تقدیر میخانہ
یہی ہے شرج پیمانہ یہی تفسیر میخانہ
کبھی ہم جان میخانے کی تھے اے پیر میخانہ
رخ روشن سے ساتی نے کیا نہ ہوش لاکھوں
فرشتے آدمی کی شکل میں بنے یہیں دیکھے
یہاں ایسا مریض دل شکستہ کون آئے گا
رہائی محتسب نے پانی شاید قید تہی سے
یہاں تک غور کی راہد نے میخوار و نکی حلت پر
بریں جائیگی ہن ساتی جو رسیں چار بوندیں بھی
جلگہ خالی ہے زاہد کے لئے ہی بزم رنڈیں
ہوا ہے میکشوں سے جب کبھی واعظ کا کچھ بگڑا
سبب کیا حضرت زاہد جو انہیں بند رکھتے ہیں
جہاں راہ سلوک اک جام پیکر آں نے طے کر لی
مغانِ فقر میں لکھ نے نام پیر جنت جو مٹی میں
نشانہ ہے قضا کا اس کا چلنا ناز و مکین سے

نظر آتی ہے اپنے عکس میں تصویر میخانہ
مری قسمت کے چکر سے بنی زنجیر میخانہ
کہ لفظوں میں کہا دو کیچ تصویر میخانہ
یہی گی جان بست کر ہم میں اب تصویر میخانہ
یہ کیسی برقِ عالم سوز تھی تنویر میخانہ
غضب کی چیز ہے دنیا میں فیض پیر میخانہ
کہ خاک پاے ساتی بن گئی اکسیر میخانہ
کہلی دیکھی ہے ہم نے خوائیں زنجیر میخانہ
نظر کے سامنے رہنے لگی تصویر میخانہ
گٹھا وہ گہر کرائی گھل گئی تقدیر میخانہ
اگر تشریف لائیں تو بنا دیں میر میخانہ
جلی ہے بن کے موج بوئے نے شمشیر میخانہ
اولے بخود دی تو خاص ہے جاگیر میخانہ
پہنچ جاتا ہے سید باخدا میں گہر میخانہ
مقدّر کا لکھا بن جائے گی تحریر میخانہ
قدِ دل دوز ساتی بن گیا ہو تیر میخانہ

اسی حسرت میں مٹی میں تو کیا مٹی کی حسرت
وہ عالم کا تماشا کیا اسی مڑ کے کرشمے
جلاتا ہے وہ دل یہ آگ پائید لگاتا ہو
یہی خاک کو بھی حسرت تعمیر میخانہ
وہ کیا تھا ساغرِ جم میں ہی تصویرِ مینا نہ
یہی ظالم ہیں وہ پیرِ فلک یا پیرِ میخانہ

بہلایہ حوض کوثر اور بخیر و کوئی نسبت بھی
کمان پہنچی ہے لیکر خاک دامن گیر مینا نہ

کوئی چل جاتا ہو جب تیر نظر تیر کے ساتھ
دل کا سودا نہیں کرنا مجھے تحقیر کے ساتھ
برمراجی بھی بڑی لف گرہ گیر کے ساتھ
میری صورت ہوئے عشق کے ظاہر آثار
نغم کو دیکھ کے ٹوٹے ہو جو منہ پیر لب
چشمِ سفاک سے چننا دل شقائق ذرا
کچھ بناتے بھی ہیں کچھ دل کے طلبگار بھی ہیں
کبھی قسمت کی شکایت کبھی رونادول کا
جس میں کوشش ہو سکا کام بگڑتا ہو وہی
گالیاں دیتے ہو کیوں پیر تو مہ بوسہ لب
میں مسلمان ہوں اس کا بھی ذرا وہیمان ہے
تیغ ہماری نظر آتی ہے مگر ہے پتلی
آنکھ بھی مجھ سے لڑی سخت زبانی بھی ہوئی
آہِ مظلوم میں تاثیر نہ ہو کیا معنی

خود ٹپ جاتا ہو مینا دھبی نچیر کے ساتھ
جانِ حاضر ہے اگر تب تو قیر کے ساتھ
نصیحت فریاد کی بھی قید ہو زنجیر کے ساتھ
کچھ گئی آہ جی شبِ مری تصویر کے ساتھ
کچھ اشار کو بھی تو چستے رہیں شہر کے ساتھ
اک بلا اور بھی ہے زلف گرہ گیر کے ساتھ
شوخی طبع بھی ہو شوخیِ فقر کے ساتھ
رات بہر زبانی میں باتیں ترقی تصور کے ساتھ
دشمنی ہو مری تقدیر کو تیر کے ساتھ
ہم کو لینا نہیں منظور یہ تحقیر کے ساتھ
میری گردن پہ چڑھی پیر کے ساتھ
آنہ - ہنا کہیں تم جو کہیں شہر کے ساتھ
ایک جھپی بھی کیجیے میں لگی تیر کے ساتھ
آسمان کو بھی ہو گردش مری تقدیر کے ساتھ

صبر کیجے ابھی بچو ورنہ پتھارے گا
عشق میں کام بنا کرتے ہیں ہیر کے ساتھ

صاحب خانہ بھی خصمت ہوا مہمان کے ساتھ
جان بھی تن ہو نکل جائیگی ارمان کے ساتھ
ہو لیا وہ بت کافر مجھے پہچان کے۔ ساتھ
میرے ارمان نکلتے ہیں کس ارمان کے ساتھ
کدیامنہ سے جو کچھ ہو وہ ہر جان کے ساتھ
قبر میں جائیگا ایمان ہی انسان کے ساتھ
شرط یہ ہو کہ ہم آئیں گے نگہبان کے ساتھ
کیا کیا مائے مرے دل نے مر جان کے ساتھ
قتل کو میرے وہ کئے ہیں عجیبان کے ساتھ
دل بھی پھٹ جائے تو ہے لطف گریبان کے ساتھ
آپ پھرتے تو ہیں ن رات نگہبان کے ساتھ

سینے سے دل نکل آیا تری پیکان کے ساتھ
یہ ترے وصل کا ارمان مری جان کے ساتھ
منہ چھپا کر ہنستے جاتا تھا نہیں ات کو میں
شوق عاشق شیبہ وصل بہار دل میں
دم بھل جائے تو ہم قول سے پرتے ہیں کہیں
میں یہ ایمان سے کہتا ہوں کہ عاشق ہوں ترا
خواب میں آنے کے وعدے پہ وہ فرماتے ہیں
میں کہاں اور عذابِ غم آفت کیسا
ہونٹ ہلتے ہوئے تھے پہ شکن ہاتھ میں تیغ
چاک کرتے ہو مری ضد پہ گریبانِ رقیب
جھکو ڈر رہے کہیں بدنام نہ کروے دشمن

کیوں الجھتی ہو ہر اک بات پہ بچو و اُس کو
تم بھی نادان بنے جاتے ہو نادان کے ساتھ

ردیفِ بے تہمتانی

پہر سب یہ تو دیکھو ایک کو مالا تو چار آئے

یو نہیں ایک ایک کے وصل میں ماں نہ آئے

جوانی کا وہ عالم جہج دل بے اختیار آئے
 قیامت ہو جو ایسے پر دل امید وار آئے
 مری بتیا بیاں چھا جائیں ربانگی نکلیں پر
 ہمارا فرض تھا سر کو شمشیر رکھ دینا
 جفا ظلم سے وہ ہوں بشیاں کچے دشمن ہوں
 مرا دل جھکوا پس تجھے سب کچھ میں بہر پائا
 نگاہوں میں اشارے ہوں اشاروں میں مطلب
 خدا جانے کہ کیا گزری خدا جانے کہ کیا بتی
 نگاہ ناز خجرتھی چہری تھی تیر تھی کیسا تھی
 قیامت کا تو وعدہ اُسق یہ مضمون قیامت کا
 مٹا دوں نپتی ہستی خاک کر دوں نپتی آپے کو
 گندلی جو قیامت لپڑاں کل ذکر تو چوڑو
 کہیں کیا تم سے ہم کو اہل محشر اجرا اپنا
 اجازت مانگتی ہو دھت ز مخمل میں آنیکی
 وفاسے عہد و پیمان پر رقم چھ سے نہ کہلو او
 نہ مند میں نشان اسکا نہ مسجد میں بتا اس کا

وہ صورت پیاری پلیدی جی جی کہیں پیار آئے
 جے دیکھنے سے نفرت ہو جے ملنے سے عار آئے
 تڑپتا دیکھ لیں اکھس کو جب جھکوا آئے
 قضا کو کیا کریں ہم بوجہ گردن کا اتار آئے
 ترے دھوکے میں ہم کہاں نگاہ شمسار آئے
 قسم لے لیجے مجھے پہر اگر یہ جانہار آئے
 ادھر ہر کو حیا کے ادھر کچھ ہم کو پیار آئے
 جناب شیخ کعبے سے نہایت شمسار آئے
 نکل کر جو تری مخمل سے آئے دلفگار آئے
 یہ ممکن ہی نہیں کجخت تھکوا اعتبار آئے
 مری باتوں کو گردن کے بھی دلیں غبار آئے
 تمہاری بختی کیا ہوئے یا فزار آئے
 مصیبت تھی کہ راحت جس طرح گدی گذر آئے
 مرا ہوشی صاحب کہہ نہیں بے اختیار آئے
 کہیں ایسا نہ ہو میری قسم کا اعتبار آئے
 یہاں بھی ڈھونڈا ہے ہم وہاں بھی ہم کا آئے

خدا جانے کہ وہ حیو سے اتنے بدگماں کیوں ہیں
 کہ ہر جہلے میں فرماتے ہیں دیکھو ہوشیار آئے

بائچن کس سا دوگی کے ساتھ ہے

بل بھی چتون پر ہنسی کے ساتھ ہے

موت کا کہن کا غشی کے ساتھ ہے
 دل میں کاوش گدگد کی ساتھ ہے
 دل لگی دل کی لگی کے ساتھ ہے
 یاد اُس کی ہر کسی کے ساتھ ہے
 کچھ نہ کہانی بھی ہنسی کے ساتھ ہے
 دل کسی کے دم کسی کے ساتھ ہے
 دوستی بھی دشمنی کے ساتھ ہے
 اک نگا وٹ ہر کسی کے ساتھ ہے
 دل مرا بکڑی بنی کے ساتھ ہے
 عشق اس کو ہر کھلی کے ساتھ ہے
 اک ہجوم بیگسی کے ساتھ ہے
 میرا نام کس خوشی کے ساتھ ہے
 عشق ہم کو اک پری کے ساتھ ہے
 ہر جگہ یہ آدمی کے ساتھ ہے
 رنج وابستہ خوشی کے ساتھ ہے
 فتنہ پروازی اُسی کے ساتھ ہے

نبض کو جنبش کی کے ساتھ ہے
 تم رُلا کر کیوں ہنسائے ہو مجھے
 واسع آنفت سے پہلچاتا ہے جی
 اک زمانہ بن گیا اپنا رقیب
 کچھ لگا وٹ بھی سب شہم قسم میں
 تیر و خجراں کے تنہا نکلے نسب
 کاٹے ہیں تیر خجراں سے گلا
 زل و نسب ابھی ہے عالم آشنا
 کیوں پریشاں ہو پریشانی سے زلف
 کہتے ہیں بلبل کو ہر جاتی سے یہ
 نقش میری قبر میں تنہا نہیں
 مسکرا کر پوچھ لیتے ہیں وہ اشک
 ہم تری حوروں کو واعظ کیا کریں
 موت سے کوئی جگہ خالی نہیں
 آکے وعدہ پر بگڑ بیٹھے ہیں وہ
 صاف باطن جان لیتے ہیں جسے

مر گیا وجود تو کیا اس کا ملال
 موت تو آخر بھی کے ساتھ ہے

جج کا موسم نہیں تو سیر سہی

حصر کعبہ پہ کیا ہے دیر سہی

<p>اب بھی آزدہ ہیں تو خیر سہی بیر بے جھکو تم سے بیر سہی ایک کعبہ تو ایک دبیر سہی غیر جھما مجھے وہ غیر سہی غیر کی یاد دل میں خیر سہی کوئی اپنا نہیں تو خیر سہی مفت کی یہ بھی ایک سیر سہی</p>	<p>۵ جو نہ کرنی تمھیں التجائیں کیں کس کی شامت جو تم کو بھٹلاے دل ملاتا ہوں دل سے اس بُت کے ایسے نادان سے گلا کیسا ہم سے ظاہر ہیں تو بلا کیجئے شبِ غم کس سے دل کو بھلاؤں ساتھ ہو شبِ میری میت کے</p>
---	---

پہلے بچو و کوئے کے مہرولی

سیر میں یہ بھی ایک سیر سہی

<p>بتاؤ کس نے خدا کو دیا خدا کے لئے نہ مسکرا کے کہیں دیکھنا خدا کے لئے اٹھے فرج یہ کس سے ہلنا خدا کے لئے نہ پوچھ مجھ سے مانا جرا خدا کے لئے کہو تو کچھ تمہیں کیا ہو گیا خدا کے لئے کریں نہ آپ ہمارا کہا خدا کے لئے نہ کیئے حال کسی اور کا خدا کے لئے وہاں تو عذر نہ کرنا فر خدا کے لئے چلے وہ آئیں فر کی ذرا خدا کے لئے رہے خیال ہمارا فر خدا کے لئے</p>	<p>یہ کس پہ غصہ ہے ہر خدا کے لئے مچل گیا دلِ شیدا تو پر قیامت ہو جو پوئے اُن سے کوئی دوسرا تو لڑتے ہیں گذر گئی جو مصیبت گذر گئی ظالم یہ ہر گہڑی کا جگر نہ یہ ہر گہڑی کا مال یہی ہے غصہ تو ہم التجا سے باز آئے سنائیے ہیں قصہ ہمارے الفت کا تمہیں کو مانگیں گے ہم تو خدا سے محشر میں کچھ اور کام نہیں ہم کو اُن سے اوصاف وہ کہ ہے ہیں قیامت میں پی بچو و سے</p>
--	--

چڑ گئے وہ اور بھی پیغام سے
وہ وہاں سوتے تھے آرام سے
موت آجائے الٹی شام سے
پہوڑے دل کے پہونچے جام سے
جو دعا مانگی تہوں کے نام سے
اُن کو غصہ آ رہا ہے شام سے
جان دیکھو بھی نہ چھوٹے دام سے
دن پہرے ہیں گردشِ آیام سے
باز آؤ اس خیالِ خسام سے
ڈر یہ ہے جاتا رہیگا کام سے
شاعری بھی کم نہیں الہام سے

تھے خفا پہلے ہی میرے نام سے
صبح تک تڑپا کئے ہم شام سے
ہو شبِ فرقت بسرِ آرام سے
ہجر میں کچھ غم غلط ہوتا ہے
ہو گئی مقبول اس کو کیا کروں
خیر سے گزرے کہیں دھکی شَب
قبر میں بھی ہے خیالِ زلفِ یار
رو دیئے میری مصیبت مسکے وہ
آرزوئے وصلِ ایدل خیر ہے
ہم سکھاتے کامِ دل کو عشق کا
شعرب ہوتا ہے بے تائیدِ غریب

یہ معتمہ آج بچو و سے کہلا
ہوشِ گم ہوتے ہیں بکیر نام سے

عکس رخِ ڈال کے چہرہ پہ نقب آتا ہے
رات آتی ہے الہی کہ غذاب آتا ہے
حشر ڈھانے کیلئے ان کا شباب آتا ہے
میری تصویر سے بھی اُن کو حجاب آتا ہے
یا وہ خود آتے ہیں خط کا جواب آتا ہے
جان کھونے کو دل خانہ خراب آتا ہے

آئینے سے جو کبھی اس کو حجاب آتا ہے
صبر آتا ہے جدائی میں نہ خواب آتا ہے
شوخیوں عہدِ جوانی کی قیامت ہو گئی
اس کو نفرت کہوں شوخی کہوں یا شرم کہوں
بیقرار سی دلِ بیتیاب کی خالی تو نہیں
سچ تو یہ ہے کہ بُری شے ہر محبت اُسکی

درو ہوتا ہے جو پہلو میں تو خواب آتا ہے
وہ ہم جو دم قہر و عتاب آتا ہے
دل بیتاب کو شوخی کا جواب آتا ہے
جب کبھی تذکرہ جام و شراب آتا ہے
فتنہ بحث بھی ہمراہ رکاب آتا ہے

چارہ گر عشق کی ایندیں ہر راحت ہم کو
مجھ سے پوچھے جو کوئی کون ہی قاتل کو کہوں
چاہنے والے سے یکتائی کا دعویٰ کیسا
منہ میں واعظ کے بھی بہر آتا ہر پانی اکثر
کس قیامت کی یہ آمد ہے خدائے کرم

زند شراب کوئی چھو و س نہ ہو گا والد
پی کے مسجد ہی میں یہ خانہ خراب آتا ہے

ہر چیز میں کہوں سے آبی۔ نہ آئیں گی
مجھ تک تو اب جن کی ہوا بھی نہ آئیں گی
کہاؤ تو تم قسم کہ جیسا بھی نہ آئیں گی
مشکل کے وقت کام درابھی نہ آئیں گی
یہ تمکنت رہی تو ادا بھی نہ آئیں گی
چل ہٹ پرے ہماری بلا بھی نہ آئیں گی
کیا عرش کو یہ جا کے بلا بھی نہ آئیں گی
آئی نہ جب وفا تو جفا بھی نہ آئیں گی
بہر کر تو اب ہاں سے صبا بھی نہ آئیں گی
دشمن کو موت تم نے سنا بھی نہ آئیں گی
خالی تو شوخیوں سے جیا بھی نہ آئیں گی
لیجا کے اُس گلی میں مٹا بھی نہ آئیں گی

میرے بلے سے تو قضا بھی نہ آئیں گی
صیاد کے ہونچال میں کیسی ہوائے گل
خلوت میں اور مجھ سے ملاقات جھوٹ ہی
جانے نہ پاسے پیر کے لاکھ فضاں اُسے
بت بن کے آپ بیٹھ گئے بزم ناز میں
پوچھا تھا اب کب آؤ گے وہ کہہ کے چلے گئے
کرتا ہوں جب میں آہ تو کتا ہر دل مرا
ہم ان کے بول پن سے بہت دلتیں ہیں
وہ ہولیا وہیں کا جو اس تک پہنچ گیا
وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ جنت ہر اپنا گھر
چتون شمر رشوخ نظر چلبلا مزاج
وہ شوخ بیوفا ہے تو کیا اسے وفا ہیں

یہ کہہ کے اور اُس نے جلایا جفا کے بعد

مناشیر تیری آہ میں جا بھی نہ آئیگی
 چوڑی کی خاموشی سے انہیں یہ یقین ہے
 فریاد لب پہ روزِ جزا بھی نہ آئیگی

لہج کے ملتا ہے مرا سا یہ ایوان ہے
 آج کچھ کہتے ہیں اُس شوخ کے اراکے
 ناتواں وہ ہیں کہ اُٹھتے نہیں احساں ہے
 لپٹنے دی گئی نہ اسے بخشش نہاں ہے
 اک فقط تو نے بنا ہی شبِ بھراں ہے
 پہرِ الجھتی ہے تری ریفِ پریشاں ہے
 بسکے دامن میں چپا چاکِ گریباں ہے
 اور پہرِ عیشِ سخنِ آپ سا ناداں ہے
 کام آجا میگا لے بیٹھے ارماں ہے
 ہمے چلتا ہے ترا خنجرِ بڑاں ہے
 شوخیاں کرتے ہیں کیا کیا ترنگیاں ہے
 کم نکلتے ہیں غم و رنج کے خواہاں ہے
 آپ نے شکوہ کیا آپ کے ہاں ہاں ہے
 دل میں پوشیدہ رہو آپ کے ارماں ہے
 مانگ لے اپنے لئے شبِ بھراں ہے
 اُسے دلیں میں مگر تبتے ہیں نہاں ہے

تیرہ بختوں میں کہاں بڑے وساں ہے
 خواب میں ہو گیا ہو کوئی چمب ل ہے
 بوجھ سے دستِ نسی کے دبے جلتے ہیں
 جب یہ غصہ ہے تو پوس کی شکایت کیسی
 بیوفاؤں سے ہے آباد زمانہ سارا
 چشمِ سفاک ہو رٹنے کے لئے پتہ سارا
 بس بس اسے دستِ جنوں ستِ رازی تیرے
 چرخِ ساوِ ثمنِ عشاقِ مقدرِ ساعد
 غیر کے عشق میں ایسا نہ ہوا جائے نہی
 یہ لگاؤ کی ادائیں ہیں نزاکت کیسی
 کبھی پہلو میں خلش ہو کبھی دل میں کاوش
 عیشِ راحت کے طلبگار بہت ہوتے ہیں
 غیر کے منہ پہ خوشامد کی نہ بیٹھے اتنی
 چاہنے والوں سے یہ شرم یہ پردہ یہ جیسا
 وصل میں بے جو زلفوں کی بلائیں ملیں
 پہرتے آنکھوں میں ہیں پہرتے ہیں مگر پوشیدہ

کر دیا عشق صنم نے ہمیں کافر بچو و
در نمکے ہیں بھی ملتے نہ مسلمان ہے

سید ہے منہ بات بھی کی ہو تو تباہ کوئی
جان پر کیلنے والے کو دعا دے کوئی
میری سوتی ہوئی قیمت کو جگاہ کوئی
ہمے تقصیر کسی کی ہو سزا دے کوئی
یعنی اب او بھی کچھ دل کے سولے کوئی
کہیں ایسا نہ ہو کجخت دعا دے کوئی
میں نے کچھ جھوٹ کہا ہو تو تباہ کوئی
لطف تو جب ہو مرا جبکو چکھا دے کوئی
یا دعا دے اگر کچھ بھی پتا دے کوئی
اس کا دُشمن نہیں کرتا جو پلا دے کوئی
دیکھئے کل کی ملاقات میں کیا دے کوئی
یہ بھی کیا نقش قدم ہے کہ مٹا دے کوئی
پانی پی پی کے مرے دم کو عاف کوئی
جان جاتی ہوئی آنکھوں کو دکھا دے کوئی
یہی شوخی ہے تو پرے کو اٹھا دے کوئی
کہتے ہیں وہ مری دیتی ہے بلائے کوئی
کہیں ایسا نہ ہو پھر دم پہ بنا دے کوئی

ایسی کیا گوں ہر جودل ہر جفا دے کوئی
خوبیاں ظلم میں کب تھیں تباہ دے کوئی
شورِ محشر نہ سہی فتنہ رفتار سہی
تیرے سامنے لگیں بوئے لب پر آنکھیں
صاف انکار میں۔ ہر خن طلب کا پہلو
منے والوں کا دکتے ہیں ہر دوسہ کیا ہے
ساتھ ہی شکوہ بجا کے یہ ارشاد بھی ہے
پر گیا ہے بہت ایدل تجھے آفت کا مزا
شبہ ہوتا ہے کہ دل ہم نے کہیں کو یا ہے
لے تو چلتا ہوں تمھے پاس غاں کے زاہر
آج تک جس سے ملا سنج یا داغ ملا
غیر کے عشق کی شہرت کہیں مٹ سکتی ہے
آبداسی تری شمشیر کی یہ کہتی ہے
دیکھئے مرتے ہیں ہم آپ بہت کہتے تھے
آنکھ کو جلو کے آثار نظر آتے ہیں
میں جو کہتا ہوں مجھے قول و فدا کا دیجے
پھر کسی شوخ کا دم بہرنے لگے ہیں بچو و

کہتے ہوٹ پرے ابھی کیا اضطراب ہے
 آئینہ دل کا صورت چشم پر آب ہے
 یادِ شنِ خیر ہائے غضب کا شباب ہے
 پرے میں بھی اُسے ابھی اتنا حجاب ہے
 کیا داغِ آرزو بھی ہمارا شباب ہے
 آفت کی پردہ پوش تمہاری تھا ہے
 مٹنے کا اُس کے غم کے پانچ حساب ہے
 بیوجہ بے سبب تمہیں یہ اجتناب ہے
 میرا خیال بھی تو زلیخا کا خواب ہے
 سمجھ نہ تھے کہ برقِ تجلی نقاب ہے
 رخصتِ شبِ فراق سے پہلے ثناب ہے
 آنکھوں سے بھی تو شوخ تمہارا حجاب ہے
 کہدینا اُن سے آج طبیعتِ خراب ہے
 دمِ نیچے بیٹھے ابھی کیا اضطراب ہے

کہیں منتیں جو ہم نے یہ اُس کا جواب ہے
 عاشق کی ہر لباس میں مٹی خراب ہے
 و شوخ سر سے تاجِ قدم لا جواب ہے
 کی اُس نے ہمے بات مگر کچھ ڈانکی ہوئی
 یہ وہ نہیں کہ جس کو مصیبت مٹا نیکی
 بے پردہ سامنے ہو تو کسل جائے میرا حال
 اچھا کیا جواب نے دل کو مٹا دیا
 تقدیر میں کہاں جو کریں آرزوئے وصل
 رہتی ہے ہر گڑھی تری تصویر سامنے
 موسیٰ کو کوہِ طُور پہ تھی آرزوئے دید
 ایلِ خیال خام ہے امیدِ صبحِ وصل
 برچھی جیسی ہے سینے میں نیچی نگاہ کی
 پیغامبر کو وعدہ کی شب یہ ملا جواب
 یہ گھر بھی آپ کا ہے کسی غیر کا نہیں

بیٹھا ہے سر جھکائے ہوئے اُن کی ہزم میں
 کس نے ہن میں آنِ بھو و خانہ خراب ہے

یوں جہین نے کی موت ترے تیرے مجھے
 تم مل گئے ہواک مری تقدیر سے مجھے
 آتی ہے ہوساد کی تحریر سے مجھے

ہر گز نہ تھی امید یہ تقدیر سے مجھے
 سچ ہے وفا شعار کہاں تے ہیں جیسیں
 بیجا ہے عطرِ فتنے میں کاغذِ ہوا

لی تم نے دوست بن کے مری ساتھ دشمنی
عاشق نہاں تو زلف گرہ گیر کا تری
دل میں کھٹک ہی ہے رقابت رقیب کی
اب چارہ گر یہ درد تو جائیگا دم کے ساتھ
کیوں آشکارا حشر میں ہوا پناہ ز دل
تم کو خبر ہے دل ہے ملک کی قید میں
اس سے بہل ہاؤ دل درد سند کچھ
مانگا جواب عرض تمنا تو یہ کس
پہلو میں ل ہو دل میں کسی کا خیال ہو
کچھ اور آفتیں ابھی آتی ہیں جس میں
مجھ سے کدے ڈرے اُس نے عمر بے ہوشی دے

اب کچھ گلا نہیں فلک پیر سے مجھے
کرنا تھا قتل ہاندہ کے زخم سے مجھے
یہ پہاں کم نہیں ہر تیر سے مجھے
آرام ہو چکا تری تدبیر سے مجھے
یعنی ہر خاشی تری تصویر سے مجھے
ہے اس کس کی زلف گرہ گیر سے مجھے
نالہ بھی کم نہیں ہے مزا میر سے مجھے
ہوتا ہے درد سرتری تقریر سے مجھے
درکار اور کچھ نہیں تقدیر سے مجھے
غابت ہوا یہ موت کی تاخیر سے مجھے
پہلے سنرا لی مری تقصیر سے مجھے

میر میر حسن یاد تو بچو و عبث ہو فی
آئندہ چہمہ امیب سے تقدیر سے مجھے

غزلِ نعتیہ

جب نظر خواب میں چہرہ اور آئے
اک کھمکتی ہے نظرِ وضعہ اور آئے
میں تو کیا ایک خدائی ہر تمہاری عاشق

میری آنکھوں میں ادب و دل مضطرب آئے
دل کی خواہش ہے کہ وہ سینے کا اندر آئے
اُس کی قسمت جسے دیدار میسر آئے

اپکی زلف کمال اور شب قدر کہاں
مرحبا طالع بیدار خوشا نخت معید
یا دتارہ رہے ہر وقت نبی کی یارب
کبھی اچھے نہ ہوں بیمار غم عشق رسول
دل میں بس جائے اگر گیسو کا خال
عشق احمد میں ہر عضو کو ہر عضو سے شک
پاؤں توڑے ہیں عشق نبی میں رسول
راہ میں بہت گیسو نہ اڑائے کوئی
پیشوائی کے لئے جمع تھے انصار نبی
آٹھکے دی گرد سوار ی نے خبر آمد کی
گرم رگوں قربے سایہ کا عاشق نہیں

منہ تو چپشہ نور شید میں دہو کر آئے
دہوم ہے حشر میں وہ شافع محشر آئے
ور و فرقت میں مجھے چین نہ دم بہر آئے
گر کہیں حضرت عیسیٰ بھی نہ باور آئے
سانس بھی آئے تو خوشبودی معطر آئے
دل تڑپ جائے اگر نام زبانی آئے
موت آئی نہ کبھی خضر کو اکشر آئے
ان کے روضہ سے صبا اکھ بچا کر آئے
جب بیٹے کی طرف شافع محشر آئے
شور تما اہل زیارت میں مقرر آئے
سایہ جل جائے اگر میرے برابر آئے

ق

بزم میلاد ہے یا بزم سخن ہے جو خود

ہر طرف دہوم ہے نداج ہمیر آئے

یہ چپکے چپکے اپنے آپ ہی گفتار کیسی ہے
مرا دل چین لینے کے لئے تبار کیسی ہے
کرم میں بدگمانی آپ کو سرکار کیسی ہے
فریب و مکر سے ایمان کو دشمن مجھ پہ مرتے ہیں
بہت سی تم کے دل ہیں بہت سی لکئی میں ہیں
سوال وصل پہنچی نظر قرار ہے گو یا

یہ اپنے عکس سے آئینہ میں مگر کیسی ہے
نگاہ یار بدتی میں بھی ہشیار کیسی ہے
دل بیمار کی پریش یہ سو سوار کیسی ہے
اکی خیر پہ حسرت بہری گفتار کیسی ہے
ہیں معلوم کیا تم کو یہ شئی درکار کیسی ہے
حیا ان فتنہ گر آنکھوں کی ظاہر واریسی ہے

خدا جانے تری اسفتہ گرفتار کیسی ہو
 خدا جانے تری اسفتہ گرفتار کیسی ہو
 تجھے ہر بات پر آساں مجھ و دشوار کیسی ہو
 اسے ہم سیکھ تو لیتے مگر دشوار کیسی ہو
 تجھے یہ بقراری سایہ دیوار کیسی ہو
 میرے دل سے کوئی پوچھے تری فدا کیسی ہو
 لگا دیا رست بادہ پندار کیسی ہو
 ابھی سے بخود یہ طالب دیدار کیسی ہو
 تری تصویر میری شکل سے سیر کیسی ہو
 یہ آہٹ دیکھنا اٹھکے پس دیوار کیسی ہو

قیامت کو بھی ہم نے تو ہی کہتے سنا اکثر
 غصہ کا خنفت کی ہوا ہاتھ قیامت کی
 نہیں کہ بات ہو لیکن نہیں کہ بات ہو ہیں
 عینیت ہے کہ وہ ذکر و فاپر یہ تو کھٹبے
 ہماری طرح کیا تو بھی در عاشق اس ہپی و کا
 قیامت کیا بتائیگی نظر اتنی کہاں اس کی
 تغافل کا گلا ہے حضرت دل یا نہیں کہتے
 کہا مہی سے ہنس کر طور پر برقی تجلی نے
 جب آنکھیں چار ہوتی ہیں بدلنا ہر رنگ کا
 انہیں دشمن کا ڈر تہرات بہر کہتے ہے جسے

لہو رویا ہے بچو و یا اڑایا ہے کوئی سانہ
 یہ سرخی تیری آنکھوں میں جگر افکار کیسی ہو

محبت میں مگر نقصان لگے بھی ہو اور یوں بھی
 مری جانب سے کچھ دہم و گمان لگے بھی ہو اور یوں بھی
 کہ آخر تو مخالف سماں لگے بھی ہو اور یوں بھی
 مگر انداز میں کل دست لگے بھی ہو اور یوں بھی
 تماشہ ہو کہ قاصد کا بیاں یوں بھی ہو اور یوں بھی
 پریشان مضطرب کچھ سار بان لگے بھی ہو اور یوں بھی
 سنو گے کس طرح یہ داستان لگے بھی ہو اور یوں بھی

وصال و ہجر کیسا دل تپان بھی ہو اور یوں بھی
 جفا بھی ہو وفا بھی امتحان یوں بھی ہو اور یوں بھی
 مکی کیوں پناہ چلتی کروں فریاد و زاری میں
 کرم ہو لطف ہو غصہ ہو چلیں جہیں کچھ ہو
 کبھی کہتا ہے آتے ہیں کبھی یہ ہو بلاتے ہیں
 لاوہر تھے کی شوخی ہے ادھر لیلے کی بیانی
 محبت کا سناؤں عداوت کا بیاں تم کو

نظر سید ہی ہوئی تو اسکی ٹرکٹ چڑھائی کی فخاں ہو آہ ہو یا ضبط غم ضبط محبت ہو نہ وہ سے اے تیکم نہ اس کو کارگر تلقیس	یہ سینہ تو وہ تیر و سناٹن بھی ہوا دیوں بھی خفا مجھ سے گروہ بد گمان بھی ہوا دیوں بھی یہ دل کہنت سرگرم فخاں یوں بھی ہوا دیوں بھی
--	--

ستم کی طرح بچو و نطف سے بھی ان کے ڈہتا ہوں

مرے لب پر تو شور الاماں یوں ہی ہے اور یوں بھی

نگاہ ناز میں شوخی ہوئی ایزاد یہ کیسی کرم میں ظلم کیسا لطف میں بیداویہ کیسی وہا سے عید آئی اب یہ کیوں یاد و زاری قلق ہے سر کے کتنے کا غم اپنے مرنے کا ستم کی ایسی کیا جلدی ہو تیر و دل تو آنے دو اہل آئی ہماری یا وہ کا فر راہ پر آیا خوشامدان کی کی تھی کچھ شکایت کی تھی ہنہ جفا سے تازہ وہ پہلے بھی پر آزماتے ہیں وہ ہم کو ہوئے بیٹھے ہیں ہم ان کا کلمہ پیتے ہیں خوشی ہو صل کی ہم کو انہیں غم ہجر دشمن کا قیامت کی لگا دی شرطا اس ذل کے وعد پر	شرارت پر دو پردے میں تم ایجاد یہ کیسی نرالی رسم الفت اے ستم ایجاد یہ کیسی خوشی میں بد شکونی اے دل ناشاد یہ کیسی وفا کو ہم تو روتے ہیں ہوئی برباد یہ کیسی ابھی دو چار دن دیکھو ابھی بیداویہ کیسی ہمیں دشمن نے دی اگر مبارکباد یہ کیسی وہ باتوں میں بگڑ بیٹھے پڑی افتاد یہ کیسی مجھی سے پوچھتے ہیں ہر ہوتی ایجاد یہ کیسی اکی سو یہ کیسا خدا یا یاد یہ کیسی ادھر شادی ادھر ماتم پڑی قتاد یہ کیسی ذرا سی قید میں رب بڑی میعاد یہ کیسی
---	---

گرہ میں جب نہ تھا کچھ پہر و یاد اس کو کیوں پیچو

خاوت مقلی میں خانماں برباد یہ کیسی

نہ کہنے دی زباں بن گماں کی	رہی کچھ دلیں کچھ حسرت بیاں کی
----------------------------	-------------------------------

بناؤں صحت تم کو مغاں کی
 ہوئی تاثیر یہ انہی مغاں کی
 مراد دل بیکر غوغی سے بولے
 تم ٹوٹا جو کچھ مطلب کی کہی
 تمہارے کان تک پہنچے نہ پہنچے
 گر انبارِ مصائب ہوں کچھ ایسا
 وہ غصے میں تری ترچی نکا ہیں
 شمر یک جہ پر کس کو کر و تم
 کہا تھا ہم نے آؤ لیں بلائیں
 بنائے لاکھ باتیں نامہ بر تو
 کئی دن سے کہاں تھو آپِ ناصح
 انہی ہاتھ لوٹیں باغبان کے
 قیامت ہے بیانِ درد و فرقت
 عدو کا حال کچھ پوچھا تھا اُس نے
 چمن ہی کو لگا دی آگ ہم نے

دبی رہتی کتنی آسمان کی
 اُڑی ہو زمیناں کے پاس کی
 اٹھالائے ہو یافت کہاں کی
 غضب آیا اگر حسرت بیاں کی
 پہلا فریاد کیا مجھ ناتواں کی
 جھکی پڑتی ہو شہنی آشیاں کی
 وہ زمینیں ادائیں بانگی ہاں کی
 اگر ہو جائے بدلی آسمان کی
 جھجک کر پوچھتے ہیں کہاں کی
 کہیں چنتی ہے بات لگی نہاں کی
 کوئی تازہ خبر کہنے وہاں کی
 اجاڑی کبھی بستی آشیاں کی
 بگڑ جاتی ہو حالتِ سازداں کی
 بیاں اک گٹر کے ہم فو دیاں کی
 تباہی کون دیکھے آشیاں کی

ہوئے مدہوش اک ساعرینِ خود
 کرامت و یکمنا پیرِ مغاں کی

کہ وہ نجی نظر کچھ خود بخود شرمائی جاتی ہو
 نظیر میں شہر لب پر سکراہٹ پائی جاتی ہو

گزارشِ منہ ہی منہ میں کیا کھڑو ہرائی جاتی ہو
 عجب انداز سے تربت مری شکرانی جاتی ہو

وہ دل میں لئے جاتے ہیں کیا مرے آگے
 فراتے ہیں یہ ذکر ہے کس کامے آگے
 ہوتی ہے بیاں اپنی تمنا مرے آگے
 پہر تم نے کیا غیر کا شکوہ مرے آگے
 یہ کہینتی ہے اپنے کو کتنا مرے آگے
 ہے ذکر محبت ہو شرب کا مرے آگے
 آیا یہ بڑا بول تہارا مرے آگے
 کچھ مال نہیں ہے شبیلہ مرے آگے
 بن جاتا ہے وہ جان پہوٹا مرے آگے
 دشمن نہ کبھی دون کی لے گا مرے آگے

ظاہر کی ڈھٹائی کو ڈھٹائی نہیں کہتے
 اللہ سے تغافل کہ وہ سن سکے مرا حال
 کس شوق سے کہتے ہیں تجھے قتل کریں گے
 پہر ہول گئے ریم و فاریم محبت
 تصویر تری بات بھی کرتی نہیں مجھ سے
 ناصح بھی مجھے عقل سے خالی نظر آیا
 دم بہرنے لگا سینے میں ل اور کسی کا
 کتنا ہے تصور بھی یہ اُس زلف سیہ کا
 ایسا ہی تو نادان ہر جو بات نہ سمجھے
 دیکھے ہوئے ہے چاہنے والوں کی نگاہیں

اتنی تو خبر ہے مجھے سانی نے سیر بزم
 کچھ کان میں بچو دو کے کہا تھا مرے آگے

مرنے والوں کی زندگی کیا ہے
 تیری سرکار میں کمی کیا ہے
 حشر و ہاؤ گے تم ابھی کیا ہے
 دل سلامت رہی کمی کیا ہے
 چار دن کی یہ زندگی کیا ہے
 سن کے کہتے ہیں وہ جی کیا ہے
 ہوش میں آیا دل لگی کیا ہے

اک مصیبت ہے عاشقی کیا ہے
 اور ساقی پلا ابھی کیا ہے
 کم سنی میں یہ قمر کی باتیں
 رنج و اندوہ و حسرت و حراماں
 عشق کو عمر خضر دینی تھی
 کوئی کرتا ہے جب مری تعریف
 وہ دم نزع مجھ سے کہتے ہیں

<p>عیش کیا چہرے خوشی کیا ہے دیکھیے گلاسے ابھی کیا ہے کوئی پوچھے تری خوشی کیا ہے سانے اُس کے غاری کیا ہے</p>	<p>یہ بھی ہم کو خبر نہیں اب تک رنگ لائیگی غیر کی الفت اب فقط اس لئے ہے یہ تکرار بولنی آگئی ہے اُردو</p>
<p>ہم بھی بچو دے آج لائے اک فرشتہ ہے آدمی کیا ہے</p>	
<p>حقیقت کیا بہلا میری معین الدین جمیری تراد ہو چیس میری معین الدین جمیری پہر اُس پر آرزو تیری معین الدین جمیری قلم میرا زباں میری معین الدین جمیری نگہ تو نے اگر پہیری معین الدین جمیری ولائے حق ولا تیری معین الدین جمیری کہ اب ہوتی نہیں میری معین الدین جمیری یہ گو یا جان ہو میری معین الدین جمیری فلک تیرا زمیں تیری معین الدین جمیری یہ چو کاٹ جس نے آگیری معین الدین جمیری فلک پتر ہاں چاک پہیری معین الدین جمیری زمانے نے نظر پہیری معین الدین جمیری فقط اک یاد ہے تیری معین الدین جمیری</p>	<p>صفت ہو کب رقم تیری معین الدین جمیری مراسر ہو گئی تیری معین الدین جمیری مری تقدیر برگشتہ مری تیسرے لاصل تری توصیف میں قاصر تری تعریف میں عاجز ٹھکانا دین و دنیا میں نہیں میرا کس ہرگز شنائے حق شناتیری رضا و حق رضا تیری مے الفت کی ایسی چات تو نے ڈال دی جھکو ترسی الفت سے سینے میں دل خالی نہ میں خالی یہاں بھی تو وہاں بھی تو ادھر تو ہو ادھر تو ہو خدا کے فضل سے ساری مرادیں اُسکی برائیں تصدق ہر دمہ روضہ پر صبح و شام ہو ہیں فلک نے کج روی کی ہر زمیں نے پیروی کی رہا اب دل میں کیا باقی نہ ہم باقی نہ غم باقی</p>

جوتیر اجلوہ و لکشمی قیامت تک کوئی دیکھے جہاں میں ہوں ہوں تو ہو جہاں تو ہو ہاں میں ہوں جو مسکن ہے مراد آئی تو دفن ہو وراقہ	نہ ہو دیوار سے سیری معین الدین جمیری کہوں نہ منوں تیری معین الدین جمیری نقب ہو میلہ جمیری معین الدین جمیری
---	--

تریا بچو تراشید ترا عاشق ترا خاوم
تجھی کو شرم ہے میری معین الدین جمیری

جڑی ہر کچھ اُدھرا لسی کسی نے بہت کچھ دیکھنے والوں نے دیکھا سنگ دیوں تو ہو گزرے ہیں لاکھوں قیامت لگئی جاتے ہی اُن کے شبِ عشرت کا نام کر رہا ہوں ہراک کے دلی اُن سے پوچھ بیٹھے بہت گہراےِ ناصح چھہ سول کر سنا بیٹھے سزاے جرمِ آفت شکایت کر کے خود نادم ہوا ہوں قاواری میں کال ہیں تو ہم ہیں	کہ پھیری ہے نظر ایسی کسی نے نہیں دیکھی کمر ایسی کسی نے جفا کی تھی مگر ایسی کسی نے نیکمی تھی سحر ایسی کسی نے بھالی ہے کسر ایسی کسی نے کساں پائی نظر ایسی کسی نے نعلی ہوگی خبر ایسی کسی نے خطا کی پہر اگر ایسی کسی نے گھر چھ سوچ کر ایسی کسی نے نبا ہی عمر بھر ایسی کسی نے
--	---

حواس و ہوش کو بیٹھے ہیں بچو
سنادی ہے خبر ایسی کسی نے

دیکھ کر دل مرا لے بی بی بنی اُن کو تیرا وفا کئے ہی بنی	اُن کو بھی آرزو کئے ہی بنی وصل کی شبِ زباں کئے ہی بنی
---	--

<p>خوف ہوتا اُن کی ہر گمانی کا عشق میں پاس وضعِ ریشہ نہ سکا اُس نے زندہ کیا مجھے آکر دل کے سینے پہ جب وہ اڑ بیٹھے اُس نے شکوے کا جب کیا شکوہ بہر میں اُس کے مے نہ تھی ساتی اپنی شوخی سے وہ بھی ہیں مجبور</p>	<p>خشر کے روز لبائے ہی بنی جو کسی اُس نے وہ کئے ہی بنی چار و ناچار پہرے ہی بنی دل تو دل جان بھی گئے ہی بنی شرم سے سر فرو کئے ہی بنی زہر کے گھونٹ تھے پئے ہی بنی چٹکیاں دل میں پہرے ہی بنی</p>
--	---

دعویٰ اُٹھتا تھا بچو کو

ہاتھ سے اُس کے پئے ہی بنی

<p>گردن تعریف کیا اک آدمی کی کہوں میں کس سے اپنی ہیکسی کی دعا میں مانگتے گدڑی ہے اُن کو اکہی گل پہ کیا گدڑی چمن میں لیا تھا دل تو اُس نے دوست بکر وہاں جا کر پینسا ہر دل ہمارا جفا کب تک کرو گے انسے پوچھو چڑھایا آسماں نے مجھ سے تم کو ہوا ہے جلوہ فرما باغ میں کون ازل میں یہ ہوئی ہم سے بڑی کچھ</p>	<p>لطافت حور کی شوخی پری کی کہ مجھ سے دوست تو بھی دشمنی کی شبِ غم جان بچ جائے کسی کی کہ بچڑی شکل پہر اس نے کلی کی مری قیمت نے مجھ سے دشمنی کی جہاں چلتی نہیں پیری کسی کی گر وہ کب کہیں گے اپنے جی کی نکالی ہے کسر اس نے کبھی کی نظر آتی ہے رنگت گل کی ہیکسی بدل بینی تھی قیمت مدعی کی</p>
--	---

<p>اگر امید ہوتی زندگی کی سناؤں اک خبر تم کو خوشی کی ابھی بہو لا نہیں صورت کسی کی یہ ساری قنہ سازی ہر سی کی</p>	<p>ستمگرم کبھی تجھ پر نہ مرتے ادھر آؤ مرے پہلو میں بیٹھو چلی جاتی ہے آئینے کی حیرت فلک ہر یا کوئی آفت کا پتلا</p>
<p>کہوں کیا حال اپنا تم سے بچو جدا ئی شاق ہر ساجد علی کی</p>	
<p>موت آنے کے لئے تیار ہو کر رہ گئی اُس کے کوچے کی زمیں گزار ہو کر رہ گئی لب جہاں کہو نے زباں بیکار ہو کر رہ گئی ایک برجھی تھی کہ دل کے پار ہو کر رہ گئی پاہاں شوخی رفتار ہو کر رہ گئی یہ قلم افسوس آتشبار ہو کر رہ گئی چمیر آپس میں سر بازار ہو کر رہ گئی یہ تو میرے ہی گلے کا ہار ہو کر رہ گئی خواب میں قسمت مری بیدار ہو کر رہ گئی داروے دردِ دل ہمار ہو کر رہ گئی برق بکڑک گئی تلوار ہو کر رہ گئی</p>	<p>وہ نظر آما وہ پیکار ہو کر رہ گئی آٹھمہ اپنی آج کچھ خونبار ہو کر رہ گئی بات کرنے کی تمنا ہی رہی ان سے ہیں لئے وہ بچی نظر سے مسکرا کر دیکھتا اُس کے کوچے میں قیامت نے اٹھایا سر جہاں آہ سوزاں سے توقع تھی کہ بچھگی فلک کچھ طرح رندوں نے دی کچھ متب بھی گیا غیر کے گھر تک شبِ بجز کی جائے بلا ہاتھ دامن تاک نہ پہنچا تھا کہ وہ چھپت ہوئے وصل کی دیکر زباں دل میں بگڑ بیٹھا و نفع غیر نے جادو کیا اُس کی نگاہِ قہر پر</p>
<p>جب کسی ظالم کا بچو ذکر سن پایا کبھی دل میں پیدا خواہش آزار ہو کر رہ گئی</p>	

آہ کرتا ہوں کلیجہ تمام کے
 ہم نے اس شیشہ کو رکھا ختم کے
 دن اب آئے ہیں مئے آرام کے
 چار دن میں دور دورے جام کے
 صبح آجائیں جو بہوئے شام کے
 دل جگر دونوں ہیں اپنے کام کے
 آدمی ہوتے اگر کچھ کام کے
 حرف میں اس میں تمہارا سنام کے
 چاہنے والے ہیں دشمن نام کے
 مشورے ہیں غیر سے پیغام کے
 کام یوں نکلے دل ناکام کے

ضبطِ غم بھی ہے شرکِ آرام کے
 دلوے رو کے دل خود کام کے
 نزع میں صحت ہوائی آزارِ عشق
 میسکو جانے کو ہے فصلِ بہار
 ہم کو اسکی بھی نہیں اُن سے امید
 اس میں تیری یاد اس میں تیرا درد
 لے نہ آتے حضرتِ ناصح اُسے
 درد کو کیوں کرنے دوں ل میں جگہ
 عشق صادق سے غرض کیا نہیں
 کس کو پہنا سچا ہتے ہیں آج وہ
 ناامیدی نے مٹادی آرزو

نام سن کر اُس نے بچو و کا کہا
 جائے قربان ایسے نام کے

یوں مرا نام تمہیں یاد رہے یا نہ رہے
 جب نہ ہوں ہم تو یہ افتاد رہے یا نہ رہے
 کل خدا جانے تمہیں یاد رہے یا نہ رہے
 کیئے لکھدول اسے میں یاد رہے یا نہ رہے
 منصفی شرط ہے بر باد رہے یا نہ رہے
 طاقتِ نالہ و فریاد رہے یا نہ رہے

لے تو جاؤ دلِ ناشاد رہے یا نہ رہے
 عشق میں پہر کوئی بر باد رہے یا نہ رہے
 آج ہی وعدہ فردا بھی وفا ہو جائے
 اُلفتِ غیر کا انجامِ پشیمانی ہے ،،
 جس کی آنکھوں میں تری چال کے فتنے ہوں
 اس سے کیا کام تمہیں تم تو سائے جاؤ

دن جدائی کے کسی طرح گزر رہے ہیں
دل چلتا ہے مراز لعین ہنسنے کیلئے
کر چکے تم تو غلامی سے بس آزاد اسے
اور کر لو تم انصاف ہو جب تک اپنا
شاد اتنا نہ ہو اسے چرخ مٹا کر مجھ کو

کیوں تمہیں نہیں ناشاد رہنا ہے
کئیے کیا ہوتا ہے ارشاد رہنا ہے
تم کو کیا باغ میں شاد رہنا ہے یا نہ ہے
طبع پھر مائل بیدار ہے یا نہ ہے
تو بھی باقی ستم ایجاد رہنا ہے یا نہ ہے



اس سے اچھے نہیں مل جائیں گے مرنوالے
تم رہو بخیر و ناشاد رہنا ہے یا نہ ہے

بہت ہی دل میں پشیاں ہیں سناؤ مجھے
جنت جلتے ہیں احسان بھی سناؤ مجھے
ابھی گیا تھا کوئی قبر میں سلا کے مجھے
رکنا نہ ہم کو کہیں کا تری محبت نے
تری زبان سے چلتی ہوئی تو آنکھ تری
ہزار بار بھی کیا کم سے کم نہ مرچکتا
وہم اخیر خدا جانے یاد کیا آیا
تمیز عشق و ہوس پیشتر نہ تھی اُن کو
شب وصال ادائیں بھی ہیں جفا میں بھی
یہ کیا ستم ہے تم داخل ستم بھی نہیں
جفا میں بھی ہیں جہی تاک کہ عشق مخفی ہے
بڑی بلا ہے محبت تمہیں یہ یاد رہے

ہوئی ہے قدر مری خاک میں ملا کے مجھے
سکھا ہے میں وہ گویا چلن وفا کے مجھے
جگا دیا ابھی محشر نے غل مجا کے مجھے
وہ کہہ رہے ہیں عدو و سناٹا کے مجھے
فریب دیتی ہے یہ فتنہ گرد وفا کے مجھے
تم اختیار جو دیتے مری قضا کے مجھے
کہ حسرتیں مری روئیں گلو لگا کے مجھے
وہ اور ہو گئے مغرور آزما کے مجھے
دکھائے جاتے ہیں انداز کس بلا کے مجھے
ابھی تو دیکھ رہے ہیں وہ آزما کے مجھے
نگاہ بھی نہ ملاؤ گے آزما کے مجھے
تم اس بلا میں پہننا کہیں پہننا کے مجھے

تم اپنی قدر گناتے ہو کیوں ستا کو مجھے
وہ چٹکیاں کوئی لینے لگا تنگے مجھے
ابھی گیا ہے کوئی خاک میں ہلاکے مجھے
وہ دیکھ جاتے ہیں دشمن کے گھر سے گئے
جلایا اپنے دشمن کو کیوں جلا کے مجھے

زمانے کو ہے ابھی حور کا گساں تم پر
وہ آئی یاوشب غم کسی کی پسلو میں
نقشِ پائیں تحریر ہے مفرد کی
یہ میرے ساتھ عداوت ہی با عیادت ہو
جفا کے رشک میں یذا جفا سے بڑھ کر ہو

جو سیر و بکینی منظور ہے نہیں بخود
بہڑاد و حضرت زاہد سے سر ہلا کے مجھے

درو زنت چوڑ جاؤ یا سہانی کے لئے
ہنہ کر کہہ بوئے کو شیخ فانی کے لئے
کیا زبان ہی ہے تو کو لست فانی کے لئے
سنے والا چاہیے میری کہانی کے لئے
کیا یہی دل تھا اٹھی اس نشانی کے لئے
نیچی نظروں کو لگا رکھو جوانی کے لئے
اس کو سہنے دیجے اپنی بدگمانی کے لئے
منہ تو بوائے یہ اپنا دلستانی کے لئے
لیوں زباں سے کام ہنہ نیز بانی کے لئے
ہنہ پیری میں مرے خوشخانی کے لئے
چاہیے پتھر کا دل بھی سخت جانی کے لئے
آپ نے چوڑا ہی کیا ہو نقشِ ثانی کے لئے

جب اجازت ہی نہیں ہو شادمانی کیلئے
ہے سلیقہ شرط ساتی میزبانی کے لئے
آدمی کی شکل میں دعویٰ خدائی کا چرخوش
تم سنو یاد اور حشر سے کوئی سننے
کیوں ویا روز ازل دل غبدائی کیوں یا
نزیب دیتی ہیں ابھی تو شوخیاں بیباکیاں
آپ کیوں عہد وفا پر مجھ سے لیتے ہیں قسم
دیکھ کر آئینہ پہلے چپ ہوئے پھر یہ کس
حرف مطلب کو اڑا کر بات کی جہالت کی
چمک گیا جب سر تو لیا دیا وہ تنکڑ بھینا
لوٹنا شمشیر کا تنکڑا تراساں نہیں
حسن میں کال دایں فرد کیتا ظلم میں

آسماں نے تو مجھے بچو دہشت رنج و الم
ہم نے جانا تھا یہ ہے راحت رسانی کیلئے

نکالی ہے صورت لڑکپن میں کیسی
بناوٹ یہ بیباختہ پن میں کیسی
پہن ہے قیامت کی جون میں کیسی
چمکتی ہے بجلی جی چلن میں کیسی
یہ چلنے لگی دوست دشمن میں کیسی
بنیگی مرے دم پہ دفن میں کیسی
لٹی آج لٹکایہ گلشن میں کیسی
یہ کلیاں ہیں گلچیں کے دامن میں کیسی
کھلی ہے زباں بزم دشمن میں کیسی
یہ پہانسی پڑی میری گردن میں کیسی
گرہ اپنے دی تھی دامن میں کیسی
کٹکتی ہے یہ چشم پر فن میں کیسی

مستانت ہو اُس بت کی چٹون میں کیسی
جیا فتنہ گر شوخ چٹون میں کیسی
کہیں سے جو اُترا ہو وہ شوخ پر فن
یہ اُس کی نگاہیں ہیں یا میری آہیں
پہری آنکھ اُس کی کہ پلٹا زمانہ
دغا دی جو حسرت نے بھی بعدِ مردن
وہ انبار ہولوں کے یارب کہاں ہیں
مجھے خونِ لیل کی بو آ رہی ہے
وہ اپنے پرانے پہ نہ آ رہے ہیں
گلا گونجتی ہے تری زلف پر حنم
کہیں کھل پڑا دل تو میری خطا کی
بری چیز ہے آرزو بھی ہم ساری

بھل ہند سے چل دیے کو بچو
رانی ہے دہونی مہا بن میں کیسی

جا کے سمجھا اُسے تو جو مجھے اناں سمجھے
کیا ترے وصل کے اراں کو ہم اراں سمجھے
جیب کو جیب گریباں کو گریباں سمجھے

خاک بھی ہم تو نہ اے نا صبحِ ناداں سمجھے
دشمنِ جاں سے غارت گریباں سمجھے
جان کر چاک کئے ہننے وہ دیوانے ہیں

جانکل تجھ سے خداے شبِ جہاں سے
موت آجانے کو اُلفت میں دُکھاں سے
ہو گیا اب تو یقیں پا تو مری جاں سے
کہیں ایسا نہ ہو دشمن سے نگہاں سے
وردِ اُلفت کو ہر اک درد کا درماں سے
کیا مرے دل کو وہ ٹوٹا ہوا پیالہ سے
آئینے کو وہ مرادیدہ حیراں سے
کیا خدا جانے اُسے گبر و مسلمان سے
اُنہیں لوگوں میں کہ وہ دشمن یاں سے

پہلے سرک دور ہو ہٹ جا وہ سحر آہنچی
دیکھ کر مجھ کو کھانا ز سے مرنا بھی نہیں
دیکھ لی میری وفا کھل گئے دشمن کے فریب
کیا ملاقات تری کیل سمجھ رکھی ہے
ہم نے کی عشق سے تعلیم فنا کی حاصل
ہو چکا قطع تعلق تو رگ کا وٹ کیسی
دیکھ کج چیں چہیں ہو گئے منہ پھیر لیا
کعبہ و دیر ہے خالی وہ مردل میں ہے
نا سمجھتے تم نے بتوں کو جو سنا ہونا صحیح

پیہڑا چھی نہیں اُن سے شب و عدہ بخود
دل میں کچھ مصلحت وقت بھی نساں سے

ترے سر کی قسم تیری نظر کچھ اور کتنی ہو
ہم سے دل کی بیباکی مگر کچھ اور کتنی ہو
زباں پر اور ہی کچھ ہے نظر کچھ اور کتنی ہو
ادھر کچھ اور کتنی ہے ادھر کچھ اور کتنی ہو
جھجکتی کیوں ہو کمرہ گزری اگر کچھ اور کتنی ہو
یہ تیری بقیاری نامہ بر کچھ اور کتنی ہو
زباں کچھ اور کتنی ہے نظر کچھ اور کتنی ہو
مری سمت مگر ای چارہ گر کچھ اور کتنی ہو

محبتِ غیر کی اے حیلہ گر کچھ اور کتنی ہو
صبا آج اُن کے اینکی خبر کچھ اور کتنی ہو
یہ تیری حیلہ سازی فتنہ گر کچھ اور کتنی ہو
مچھاہ ناز کی شوخی سے کیا واقف نہیں دشمن
تری تصویر کتنی ہو کہ اب میں لڑھکتی ہوں
پیادہ ریشک لایا ہو جواب خط نہیں لایا
کسے جوٹا کسے سچا کیوں یہ تو تباد تھے
تری شخصیت بھی کمال تری تدبیر بھی چھی

نظر کچھ اور کتنی ہے مگر کچھ اور کتنی ہے
تری صورت مگر شکاب مگر کچھ اور کتنی ہے
یہ کہو کو تو کہتی ہو مگر کچھ اور کہتی ہے
نیم صبح گلشن کی خبر کچھ اور کہتی ہے
تری باقی ادا تر بھی نظر کچھ اور کتنی ہے
محبت کی نظر باہم دگر کچھ اور کہتی ہے
تری ٹہتی جوانی فتنہ گر کچھ اور کتنی ہے

نزاکت ایک جانب ہو عقابِ قہر ایک جانب
زمانے میں ہزاروں رخ برودیکھے ہیں جنو بھی
چھپتی ہو تری چشم سخن گو ساز دشمن کا
سندوں کیا کان کہکشی میں سے نغموں کو ابلبل
ہماری سادہ لڑی ہے جو اسکو سادگی ہمیں
کھاتے ہیں اغرت ہو تجھے میں بانوں گا
قیامت کی خبر تو لوگ پہلے ہی بھیڑتی ہیں

پہننے ہو بے طرح ایسے کسی ظالم کے ہنسنے میں
یہ دشتِ بچو د آشفتمہ سر کچھ اور کتنی ہو

دل کا پیغام تو نظروں میں ادا ہوتا ہے
مرنے والا تو مری جان بڑا ہوتا ہے
اور ہوتا ہے وہ نالہ جو رسا ہوتا ہے
ان تہوں کا تو نگہ بان خراب ہوتا ہے
نجمہ ہی کمبخت سے پر عہد وفا ہوتا ہے
اب مگر جانیں اگر آپ تو کیا ہوتا ہے
کام بجز بڑے تو فرایہ ہے گلا ہوتا ہے
جس گھڑی غیر سے وہ دل نہیں خفا ہوتا ہے
ہم تو سمجھے تھے فقط ایک خدا ہوتا ہے
منہ بنا کر وہ یہ کہتے ہیں بھلا ہوتا ہے

کہیں قاصد کی بھی کام بھلا ہوتا ہے
ابھی اس سرتی فہم عہد وفا ہوتا ہے
غیر کے عشق میں تاثیر کہاں سے آئی
کس کی طاقت ہو برتری انکھ سے دیکھے ان کو
ابھی کیا کیا نہیں ٹوٹی ہے قیامت جہ پر
کر چکے وعدہ فردا پہ خدا کو شاید
رائے فیجے جو کسی کام میں سنتے بھی نہیں
کوئی اُس وقت کا عالم مرے دل سے پوچھے
ہر جگہ حضرت زاہد نے بتایا اس کو
میں جو کہتا ہوں کہ میانِ وفا ہو جائے

یوں پلٹ جائے جو دم بہر کو زمانہ یلدا بق
 مستوں سے ٹپ وعدہ وہ منائیں حکم
 ابھی حاصل ہیں الفت کا صلا ہوتا ہے
 ہم تجاہل سے کہیں آج ہو کیا ہوتا ہے

ہیچو اس بزم میں جانا ہے خدا خیر کرے
 ہاے کیا شخص گرفتار بلا ہوتا ہے

تھار کھے تجھے میری برائی دیکھنے والے
 سنبھل اب نالہ دل کی رسائی دیکھنے والے
 ترے خنجر کو بھی تیری طرح حسرت دیکھتے ہیں
 ہجاک کر آئینہ میں عکس ہوا اپنے وہ کہتے ہیں
 یلکات چسکی کہ دل غائب بغل خالی نظر آئی
 انہیں آنکھوں نے تو نے نیک بد علم کا دیکھا ہے
 گرے غش کہا کے جب مٹی کہا برقی تجلی نے
 مری میت پہ بنائی جو ان کی سب کہتے ہیں
 نظر ملتی ہے پیچھے پہلے تہی ہینہوں ان کی
 مٹا اٹکار توجہ نہ نکلی منہ دکھانے میں
 کہاں تک میں قسمت کے لکھے کو بس لٹ پڑو
 کبھی قدیوں میں نہا اب نکو دلیں ہو جگہ میری

وفاداری میں طرزِ ہوفانی دیکھنے والے
 قیامت ڈھانٹنے روزِ جدائی دیکھنے والے
 تری نازک کمزادک کھائی دیکھنے والے
 یہاں بھی گئے صغوت پرانی دیکھنے والے
 تری نظر وکی دیکھنے صفائی دیکھنے والے
 ادھر تو دیکھو اوساریِ خدا دیکھنے والے
 قیامت تاک نہ دیگا وہ دکھائی دیکھنے والے
 وفاداروں کی دیکھیں ہوفانی دیکھنے والے
 کہنا تاک دیکھو جائیں کج ادائی دیکھنے والے
 کہ پہلے جمع کر دیں رونمائی دیکھنے والے
 تجھے دیکھیں گے اب تیری صفائی دیکھنے والے
 تجھے دیکھیں مفدر کی رسائی دیکھنے والے

کوئی اتنا نہیں جو آ کے پوچھے ہجر میں ہیچو
 ترا کیا حال ہے رنجِ جدائی دیکھنے والے

فریفتہ یہ دلِ میثار کس کا ہے ۴ یہ ذکر لب پہ مری بار بار کس کا ہے

آنکھیں مرے صیاد کی کیا صید فگن ہیں
 اب خط میں لکھا چاہتے تھے حرفِ تمنا
 بھولا ہوں جو دم بہر کو بھی میں یاد کسی کی
 قیمت تو گراں ہو دلِ مضطر کی ہمارے
 اک بات نکلتی ہے ہر اک بات میں اسکی
 جنت جسے کہتے ہیں وہ اُس شوخ کا گھر ہے
 اندازِ زارے ہیں زمانے سے کچھ ان کے
 کہتے ہیں شبِ وصل وہ کچھ بن نہیں آتی
 ہر سانس کشتا ہی رہا سینے میں ہم

قرہاں ہیں ان آنکھوں پر آہئے حرم بھی
 ٹوٹا ہے کہاں آکے مقدر سے قلم بھی
 پیغام یہ آیا کبھی یاد آتے ہیں ہم بھی
 ہاں آپ خریدیں گے تو ہو جایگی کم بھی
 انداز سے خالی نہیں رہتا ہے ستم بھی
 اُس کوچے کا اک نام ہو گلزارِ ارم بھی
 کیا چیز ہیں اس عالمِ امکاں میں منم بھی
 مجبوریں تیرے دلِ بیتاب سے ہم بھی
 گزرا نہ تری یاد سے خالی کوئی دم بھی

بیخود بھی ہو چاہتے ہیں اُس کے خریدار
 گویب میں حضرت کی نہیں ایک دم بھی

برس کرجب گملا تو پہلے سے شاخِ ادرک
 قیامت میں دو لہا بجے نکلیں گے فراوس
 کہ حوروں نے کالاتام کر بازو فراروں
 یہ دھجلی ہو چو پکار گری گلشن میں خاروں
 اہل کترا کے چلتی ہو تمہارے جاں نثاروں
 ملا کر دیکھ میرے دل کے داغوں کو سافوں
 خزاں می ہو میرے بلغم میں کن کن بہاروں
 کہیں بادِ خزاں کتنی ہو ایسے ایسے خاروں

کرامت یہ ہوئی ظاہر جن میں بادِ خواروں
 ابھی واقف نہیں ہو کوئی تیرے دلفگاروں
 ترے بیخود ہی کچھ چھپے ہے پر مینر گاروں
 جلا یا خرم گل کو تری برقِ تبسم نے
 جہاں ٹہرے ہو جانی بے ڈو کے نہیں بہتے
 مجھے منظور یہ ہے اے فلک نکھیں تو ہونچ کو
 آج مار گلشن ہستی کو کیا کیا تیغِ قاتل نے
 لگانے تو ہیں لیا چین پر ہر طرف کانٹے

یہ کیونکر مر گیا وہ پوچھتے ہیں سو گواروں سے
مرا جب ہو کہ دینِ حین لیں پرہیزگاروں سے
وہ جب ملتے ہیں ملتے ہیں اپنی بیقراروں سے
چمکتی تھی ان بجلی سی کچھ اونچی ستاروں سے
وہ کچھ سمجھا گئے مجھ کو کناؤسے اشاروں سے
بچے گی جان کیونکر دیکھتے ان جاں نثاروں سے
بجائے برگِ گل شعلے بجھتے شاخساروں سے
اُسے میری بلا عیدِ وفا بے اعتباروں سے

ہماری سخت جانی پر انہیں کیا کیا ہر سوتا
مناسب ہم نے ظالم ہیں بہت دلکش تری نہیں
آدہ بجلی کی کیفیتِ ادھر سہما ب کی حالت
رسانی آہ سوزاں کی نقطہ آتی نظر آتی
زباں پر حرفِ عدہ صاف کیونکر ان کی آجانا
قیامت میں مشتاقوں کو اپنے دیکھ کر بولے
اگر تجھ محبت باغبان گلشن میں بوہو سیتا
وہ کہتے ہیں تمہارا دل بھی بظنِ بدگماں بھی

کہیں تم ساوگی سے اُس کے فقروں میں نہ آجانا
بڑا عیار ہے تجھ کو ملا ہو گا ہزاروں سے

اہلِ کا دم نکلتا ہے انہیں آفتِ کواروں سے
بجائے غصہ بجھتے شاخساروں سے
نکلتی دیکھلی ہے روشنی اکثر مزاروں سے
تمہاری آنکھ کی شوخی کبھی چلتی ہے یاروں سے
اگر یہ کس طرح کیونکر اشاروں میں اشاروں سے
ترے عشاق کی منتی نہیں پرہیزگاروں سے
چھپا یا رازِ تیرا ہم نے ایسے رازداروں سے
تڑپنا سیکھتی ہے برقی تیری بیقراروں سے
چھڑا کر اکھم وہ جانا ترا امیدواروں سے

قیامت چھپتی پہرتی ہے تمہاری بیقراروں سے
ہمارا کجے نئی آتی ہے کچھ اگلی بہاروں سے
تجلی تیری کب کرتی ہے رودہ جانثاروں سے
بناوٹ کی جیا ہم تار تار گے سات پرندوں سے
بگڑنا روٹنا وہ ان کا وہ میرا منالینا
یہاں سوزِ جگر پنہاں ہاں پابندیِ ظاہر
نہ آنکھوں کو خبر تیری دل کا گاہ ہے تجھ سے
سمٹنا پہیلنا۔ جھکنا۔ سنبھلنا ان کا حصہ ہے
وہ دل کا ٹوٹ جانا وہ حواسوں کا بکھر جانا

بیوفانی کا گماں دل سے مٹا کر چھوڑا یوں تو لاکھوں بی بی بلا کرتے ہیں اپنے میں میں بندوبست آپ کی محفل کا زرا لادیکھا لے گئے وہ سب ہاتھوں پہنچا کر دامن چاندنی کا چمن و بارہ و ساقی سے ہر لطف رات دن غیر کے جھگڑوں میں پہنے ہتھیں	مجھ سے لائے ہیں وہ ایمان بڑی مشکل سے آدمی بتاتا ہے انسان بڑی مشکل سے آنے پائے مے اوسان بڑی مشکل سے اب بچے گایہ گریبان بڑی مشکل سے جمع ہوتا ہے یہ سامان بڑی مشکل سے اُن کو آتا ہے مراد ہی ان بڑی مشکل سے
---	--

دیکھو دیکھو دیندار کو کہتے ہیں صنم
رام ہو گا یہ مسلمان بڑی مشکل سے

پہنچتاؤ گے پرہم سے شہرت نہیں اچھی سچ یہ ہے کہ گھر سے تری جنت نہیں اچھی بہوئے سے کہاں بھی لیتے ہیں کسی کا کیوں کل کی طرح وصل میں تشویش ہوا تھی جب اتنی بھمہ ہے تو بھمہ کیوں نہیں جاتے حوروں کی طرف اکھمہ اٹھا کر بھی دیکھا پہنچا ہے قیامت میں بھی افسانہ اُلفت ہم عیب سمجھتے ہیں ہر اک اپنے ہنر کو	یہ شمع نگاہی دم رخصت نہیں اچھی حوروں کی ترے سامنے صورت نہیں اچھی ہر بات میں تیکر کی عادت نہیں اچھی تم آج بھی کہہ دو کہ طبیعت نہیں اچھی میں بھی یہی کہتا ہوں کہ حجت نہیں اچھی کیوں اب بھی کہو گے تری نیت نہیں اچھی اتنی بھی کسی بات کی شہرت نہیں اچھی کیا کیجئے مجبور ہیں قسمت نہیں اچھی
--	--

مل آئیے دیکھ آئیے آج آپ بھی جا کر
بیچو دی کئی روز سے حالت نہیں اچھی

ڈھونڈ کر اس کو نکالے سر محشر کوئی	چُپ گیا ہے مری فریاد سے ڈر کر کوئی
-----------------------------------	------------------------------------

جلوہ گر ہے دل آباد کے اندر کوئی
 ہاتھ لگ جائے جو اچھا سا مقدر کوئی
 ہم کہیں پیچ بھی تو کرتا نہیں باور کوئی
 خوف سے کچھ نہیں کہتا تیری منہ پر کوئی
 تم نے اس قد کا بھی دیکھا ہے صنوبر کوئی
 لطف آجائے جو کر لے لے باور کوئی
 لئے بیٹھا ہے اپنا رخ انور کوئی
 کام دنیا میں نہیں عشق سے ہنر کوئی
 دلیفری کا وہ رکھتا نہیں جو ہر کوئی
 ٹوٹا ہے جو پڑکنے میں مرا پر کوئی
 ہم بھی دیکھیں تو جگائے ہیں کیونکر کوئی
 ظلم اس طرح بھی کرتا ہے کسی پر کوئی

دیکھنا چاہے تو دیکھے اُسے کیونکر کوئی
 دوست غمخوار مرے ڈھونڈ کے لادیں مجھ کو
 وہ اگر چھوٹ بھی بولیں تو یقین ہو سب کو
 تیرے بیداد کا ہے ایک زمانہ شہ کی
 باغ میں کہتے ہیں وہ جھکود کسا کرتا ہے
 غیر کے باب میں اک فقرہ تراشا ہے نیا
 جلوے سے کام ہے ہم طور پر جاوے ہیں گے
 یہ وہ شے ہے کہ خدا نے بھی کیا جس کو بند
 تیرے چہرے سے بہلا ماہ کو نسبت کیا ہے
 اڑ کے جاتا ہے تفس سے وچن کی جانب
 سو رہے شام ہی سے صبح میں یہ یہ کسکر
 خاک سے کوچہ جاناں کی صدا آتی ہے

آپ کو نام سے بچو کے اگر نفرت ہی
 آپ رکھتے تھے پہر نام بدل کر کوئی

دل جو ٹپاؤ ذرا اپنی طبیعت ٹھہری
 عاشقی کا ہے کو ٹھہری کوئی آفت ٹھہری
 دیر تک آج ہماری شبِ فتنہ ٹھہری
 اک بُری سب میں ہماری ہی قسمت ٹھہری
 دو گھڑی کو بھی اگر میری طبیعت ٹھہری

دروِ وقت کا علاج اُن کی شرارت ٹھہری
 چاہئے والوں سے تم کو تو عداوت ٹھہری
 غیر کے گھر میں کسی نے نہ کیا ہو آرام
 چرخ اچھا ہے تم اچھے ہو قیاس اچھا ہے
 پہر تو بیتا ہے وقت و سلت لوں گل میں

<p>کیا حشر کے دن کوئی سنا دی تو تم کی آنکھیں کو بھائیں بھی نہ لوں نقش قدم کی پڑھ پڑھ کے بہت سورتہ لیں بھی تم ہر روز بدلتے ہیں ہر روز تم کی خواہش کبھی پوری نہ ہوتی اہل کیم کی بستی نہو دیران کہیں ملک عدم کی کا فوہو اگر آپ سے خواہش ہو کم کی لغزش کو دیتی ہے ہر اک نقش قدم کی بجلی کی طرح سے کبھی تقدیر نہ چم کی</p>	<p>میرے دل مظلوم کو دیتے ہیں دہکی بوسہ تو مجھ کو پاؤں بھائیے نہیں دیتے شکل نہیں ہوتی تریو ہمار کی آسان ہر شک اڑا لے نہ فلک ظلم ہمار انکار ہی پسند ہے رہا مجھ کو ہمیشہ ہر لاگ مر رہی شک میا کو اہل احسان جتا کر تو تم ترک نہ کیجئے ڈرتا ہوا نکلا ہے تریو کو چھو کوئی گندی ہیں جدانی میں برسات کی لیں</p>
---	---

بیچو تو تھلاو صل کا اتوار ہی بیکر
 کہاتے ہی ہے وہ تو قسم قول و قسم کی

<p>قائل ہوئے جاتے ہو تم اپنی ہی زباں سے واقف ہوئے جاتے ہیں صدور از زباناں سے رستے میں نہ ٹھہرا ہو کوئی چلکے مکاں سے جو ملین نہیں آپ وہ کہتے ہیں باں سے مجھ کو تو دکھاؤ یہ اُٹا لائے کہاں سے کہہ دیتے ہیں ہم اب کوئی آتا ہوا ہے تشریف تو لیجائیں ذرا آپ یہاں سے سینوں پہ وہ لکھ دیتی ہیں کچھ نوکشاں سے</p>	<p>دشمن کی محبت ہر عیاں طرز زبیاں سے کیوں مجھ کو بُرا کہتے ہو تم اپنی زباں سے کچھ سینے میں رکتا ہر دم نزع مراد م میں آپ کی الفت کا مقر ہو نہیں سکتا دل دیکھ کے میرا وہ کس انداز سے بولے ہوتی ہے شب وعدہ جو کچھ یاس نیل کو ہم ترک کریں غنیمت صنم حضرت نا صح یعنی ہے شہید و کی خبر حشر میں اُن کو</p>
--	--

کیوں ٹھو کریں کہانی کے لئے کجے کو جاؤں	آزاد ہوتا ہوں سے قیدِ مہکاں سے
تعریف سے یوسف کی مری اور غرض تھی	کیوں پڑتے ہوا چھ سہی تم سارے جہاں سے
مستوں کی ہیں آنکھوں نہیں سمائی ہوئی نیندیں	یہ حشرِ جحیم کے ہیں بڑی خواب گراں سے

پوچھو یہ تصدیق کا انداز نہ را لا
سنے ہیں مراحل وہ دشمن کی زباں سے

جدا فی میں صدے جو گندے ہیں مجھ پر نہ میں کہہ سکوں گانا تم سن سکوں گے
ستم کی کہانی ہو یہ بندہ پروردہ نہ میں کہہ سکوں گانا تم سن سکوں گے
کہو حالِ دل ہو جوتا کیہ مجھ پر نہ میں کہہ سکوں گانا تم سن سکوں گے
غرض کیا بنوں میں جو دیوانہ کمر نہ میں کہہ سکوں گانا تم سن سکوں گے
کے ہیں تم جس قدر تم نے مجھ پر وہ تم اپنے ہی دل سے پوچھو تو بہتر
کرو گے مراحل کیا مجھ سے سُکر نہ میں کہہ سکوں گانا تم سن سکوں گے
وہ عرض کئے لگا دم گلوں میں نہ پوچھو مراحل بزمِ عدد میں
وہ کچھ آنے والا ہے میری زباں پر نہ میں کہہ سکوں گانا تم سن سکوں گے
تمہیں یاد بھی ہے وہ دشمن سے لڑنا سبب پوچھنے پر وہ مجھ سے بگڑنا
وہ غصے میں کہتا یہ پہر مٹہ بنا کر نہ میں کہہ سکوں گانا تم سن سکوں گے
بنی ہے مرے نامہ بر کی وہ صورت کہ دیکھے جس جگہ ہوئی مہک جوت
سبب پوچھتا ہوں تو کہتا ہے رو کر نہ میں کہہ سکوں گانا تم سن سکوں گے
مصیبتِ غمِ عشق کی کیوں سناؤں نہیں کوئی نادان جو دم میں آؤں
یہ وہ داستان ہو بحرِ زورِ محشر نہیں کہہ سکوں گانا تم سن سکوں گے

سمجھ کر ہی کچھ دلیں خاموش ہوں میں نہ مے نوش ہوئیں بیہوش ہوئیں
 یہ قصہ یہ جھگڑا نہ چھیڑو تو بہتر نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے
 مفصل کہوں تم سے اپنی حقیقت سنو حال تم یہ کہاں میری قسمت
 مگر ایک شب میں یہ دفتر کا دفتر نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے
 وہ منہ پر شکایت کی جنگجو کی وہ اک چھیڑ باتوں میں ذکرِ عدد کی
 وہ کہنا مرا پر یہ چپکے سے ہنسنے میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے
 اشارے بھی آپس میں کچھ ہونے جائیں کہانی جدائی کی ہوتے جائیں
 سنو گے اسی طرح گرنے پھرنے میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے

بیاں کیا کروں تم سے میں دردِ دل کا کیچھو دو ہوں بخود کو کیا ہوش اپنا
 عہد ہے خموشی کا الزام مجھ پر نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے

کیا ہو سے وہ جو تھے کرم پہلے ہا سے وہ ابتدا محبت کی حسرت دید تو نکل جاتی دیکھنا ہے ترا جمال ہمیں اب نہ آئیں گے ہم ترکِ دم میں رہرہو عشق کی بھی رہبر کے اب کسی میں نہیں تراشِ خراش غیر سے وہ مرے لئے لڑنا تو تیروں کو برا نہ کہہ زاہد	بات پیچھے ہے اب تم پہلے یاد آتے ہیں رنج و غم پہلے کاش آتے وہ ایک دم پہلے اپنے کو دیکھتے ہیں ہم پہلے یاد ہیں ہم کو تیرے دم پہلے ڈمگانے لگے قدم پہلے اور ہوتے تھے کچھ صنم پہلے وہ مرے حال پر کرم پہلے ان سے آباد تھا حرم پہلے
--	---

ایسے دلکش نہ تھے ستم پہلے	اب سنبھالا ہر شوق قاتل نے	
	اب وہ بچو و نہیں رہا اوشوخ ذکر ہیں یہ تری قسم پہلے	
<p>تو بہ کے بعد بھی دلیس بہت ارمان ہے ہو تو یوں پہر کوئی کافر ہی مسلمان ہے آستینوں میں ہوں بت ہاتھ میں تان ہے ہم وہ ہوئے کہ جوانی میں بھی نادان ہے باجپن کی بھی اگر اس میں کوئی شان ہے عمر بھر اپنے کئے سے جو ہشیمان ہے زلف کی طرح سے دل بھی چھ پریشان ہے کہا کے خنجر بھی ترپنے کو نہ اجان ہے عمر بھر آپ تو حیوان کے حیوان ہے پر وہ چاک جگر بنے گریبان ہے زندگی تلخ ہے کچھ اور بھی سان ہے چاہنے والوں کی اپنے نہیں پہچان ہے غیر گھر میں کوئی جس طرح سے انجان ہے</p>	<p>عشق کے شغل سے خالی نہ کسی آن ہے مہربان وہ بہت کافر اگر اک آن رہے کفر کے ساتھ بڑا کیا ہے جو ایمان ہے تم وہ ہشیار کہ طفلی میں بھی کما یا نہ فریب سادگی ایک زمانے کو تماشا ہو جائے اُس گنگا رکوزا ہر نہ گنگا ر سببہ حسن و خوبی کی ادا ہے وہ پریشانی بھی لوٹ قاتل کی ادا پر نہ ہے دل اتنا بات کا حضرتِ ناصح یہ کوئی موقع تھا ہو چکا چاک بہت اتبویہی بہتر ہے وہ نہ آئیں شب وعدہ تو جل آجائے حشر کے روز تو سہنگامہ غضب کا ہو گا یوں ہا دل میں سے میرا تصور برسوں</p>	
	کس کی محفل ہے یہ کیا کہتے ہو منہ سے بخود کون بیٹھا ہے ادھر کا بھی ذرا وہ بیان ہے	
تری اہتی جوانی اب نیامت ہوتی جاتی ہے	نگاہِ شرم میں پیدا شرارت ہوتی جاتی ہے	

ترے ہر لطف و ظاہر عداوت ہوتی جاتی ہے
 فرایہ ہو کہ میری بھی شکایت ہوتی جاتی ہے
 بہت اس گھر میں مہمانوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے
 بیان کس دروس میری صحبت ہوتی جاتی ہے
 بٹھا کر مجھ کو پہلو میں نصیحت ہوتی جاتی ہے
 فرایہ ہے عنایت پر عنایت ہوتی جاتی ہے
 یہ دولت ہاتھ آکر مفت غارت ہوتی جاتی ہے

طبیعت کی بُرائی چُپ نہیں سکتی چپا ہے
 بیاں مجھ سے وہ دشمن کی برائی کسے چھوڑیں
 ابھی تو میرے ارمان دل میں بڑھے جھٹلتے ہیں
 مجھے برباد کر کے وہ شہ سے باز آئے ہیں
 کہیں جو بات ہم تم سے نہ لےنا تم وہ غیرو نے
 رہا جب دم نہ خنجر میں تیرے زخموں پر نمک چڑکا
 بڑھاپے میں جگے داغ الفت مٹو جاتے ہیں

زمانہ اور تمنا وہ حضرت سچو کی چاہت کا
 بہت اب چاہنے والوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے

ہمیں مطلب نہیں دنیا و دین سے
 کہو نگا دل کی صَوّتِ آفریں سے
 اُسے گافتہ نہ محشر ہمیں سے
 یہ شیوہ بنے سیکھا ہو تمہیں سے
 کوئی تھرہ لاہرم کہیں سے
 گئے ہیں وہ ابھی اٹھ کر ہمیں سے
 تری ہاں کم نہیں ظالم نہیں سے
 کریں گے قتل وہ چینِ جہیں سے
 فلک چکرایا گیا اس سرزمین سے
 ہوئی رخصت نگاہ واپس سے

غرض ہے صرف اُن کی وہ نشیں سے
 کہے کیا کوئی تم سے نازیں سے
 عیاں ہو تری کوچے کی زمیں سے
 تمہیں سے کہتے ہیں شکوہ تمہارا
 شبِ فرقت رہے پہلو نہ خالی
 مجھے اُسے تھے رونے زندگی میں
 کوئی وعدہ وفا ہوتے نہ دیکھا
 نزاکت کی پنچنے دیگی نہ خنجر
 اُسے فتنے ترے کوچے میں اتنے
 وہ آئے جب کہ حسرت دیکھنے کی

<p>نجل ہوں میں نگاہ نمسگیں سے تمہیں ہم اور لادیں گے کیس سے لگا ہوں بھی رڑتی ہیں میں سے ہوا حاصل آہ تیشیں سے یہ گھر بھی کم نہیں خلد بریں سے یہ قصہ پر سنائیجے وہیں سے</p>	<p>سنا کر حال دل کیا سر نہاؤں تمہارے کام کا یہ دل نہیں ہے اگر دشمن سو بھی ہوتا ہے جہگڑا وہ گہرا کر مرے پہلو سے اٹھے خدا آباور کسے میسکے کو ستم کی ابتدا کیونکر ہوئی تھی</p>	
	<p>بغل بہاری نظر تیری ہے بخود اڑا کر لائے ہو تو بل کہیں سے</p>	
<p>ستم کے بعد انہیں انفعال ہوتا ہے نگاہ ملتے ہی دل کا سوال ہوتا ہے کہ اس خوشی سے بھی مجھ کو ملال ہوتا ہے غضب و وصل سے پہلے وصل ہوتا ہے تری خطا سے ہیں انفعال ہوتا ہے یہ ان تبوں میں ستم کا کمال ہوتا ہے کہ دہرے دیکھنے پہلے سوال ہوتا ہے یہی فراق میں اپنا بھی حال ہوتا ہے یہ تھر دیکھنے خنجر بھی لال ہوتا ہے کہ بہا گوان پتیلی میں خال ہوتا ہے زوال ہی سے تو حاصل کمال ہوتا ہے</p>	<p>ملا کے خاک میں دل کا خیال ہوتا ہے عجب تبوں کا بھی دل کش جمال ہوتا ہے بیاں نہ کیجئے مجھ سے وعدہ کی بخش کا قضا کو لیکے شب وعدہ ساتھ آئے ہیں کہا یہ بوسے پر اُس نے جھکا کے گردن کو کسی غریب پر آجائے رجم کیا امکان انہیں ہو دل کی ہون وصل کی مجھ کو خواہش بیاں کیا جو غم بھر سن کے فرمایا کمال غیظ سے وہ مجھ کو نوح کرتے ہیں رکھو ہمارے دل سوختہ کو شہی میں گرے جو چاہ میں یوسف کی ہو گئی ٹھہرت</p>	

امزاد کماتی ہے برسات کی اندھیری سی بات | مری غل میں جو وہ مہ جمال ہوتا ہے

مزا یہ دل کو پڑا ہے تڑپنے کا یہ بخود
بخیر درد کے جینا و بال ہوتا ہے

وعدہ وہ ہو کہ جھوٹ کا جس پر گمان ہو
انصاف کچھ تو اسے دل مشتاق چاہیے
مندریں تیرا ذکر تھا مسجد میں تیری یاد
دنیا میں ظریف طالب ویدار و یکجہ لو
ہے قاتل کو منزل مقصد کی جستجو
دل کی لگی ہوئی کو بجھا دے نہ جوش یاس
ان کو جیسا کا پاس مجھے وضع کا لحاظ
اگر ہماری قبر پر اس نے یہ کی دعا
معلوم ہوں اسے ہی نشیب و فراز عشق
بر توں وفا کے دھنگ کچھ ایسے کئی سمجھ
یہ آرزو یہ شوق یہ ارمان یہ امید

اپہرتی ہوئی نظر کی طرح سے زباں ہے
کب تک شب وصال کوئی مہراں ہے
غافل کبھی نہ سمجھے ہے ہم جہاں ہے
موقوف حشر پر نہ فقط امتحاں ہے
آن کی خبر کے جو پس کارواں ہے
گریہ کے ساتھ نالہ آتش فشاں ہے
برسنوں پیام وصل یونہیں دہلیاں ہے
میرے مٹے ہوئے کا اکہی نشاں ہے
گردش میں میرے ساتھ اگر آسماں ہے
دشمن کی بھی زباں پہ مرنی اتناں ہے
کیا ہوا اگر نہیں کی جگہ لب پہ ہاں ہے

ہیچو و تمہاری بزم میں کیا آکے نشاد ہو
م نے تو اس سے یہ بھی نہ پوچھا کہاں آگے

وا دخوا ہوں کے لئے موت کے سامان ہونگے
وہ مے سامنے ہونگے بھی نہ پنہاں ہونگے
کے دیتی ہے یہ وزویدہ نظر کی شوخی
حشر میں آپ کے دشمن جو پریشاں ہونگے
پرے اکھونکے نقاب رخ تاباں ہونگے
آج پسے کسی کمخت کے ارماں ہونگے

آپ کی جان و درآپ پہ قرباں ہونگے
 گیسوے یار مرطرح پریشاں ہونگے
 کبھی اقرار سپو سے بھی میر جاں ہونگے
 میں نے جانا تھا کہ میری ہی عیادوں ہونگے
 اب نہیں چار گہری بعد پشیاں ہونگے
 میرے ارمان تو پورے شب بجاں ہونگے
 سر نہ ہو گا میری گردن پہ جو احساں ہونگے
 اور دس میں ابھی چاک گریباں ہونگے
 منہ سے کہتے ہیں مگر دل میں پشیاں ہونگے
 پھر میرے شمع عیش کے سماں ہونگے

جیسے دیتی نہیں اب ہم کو تمنائے وصال
 مرگ دشمن کی خوشی کیا ہو یہ معلوم نہ تھا
 پیشتر قول کے دینے سے بتاد و اتنا
 سبجے حضرت دل وہ تو فلاطوں بکھلے
 یا و آئین کی بہت اُن کو دفائیں میری
 بد نصیبوں کو رخصت کھاٹ مل کو دن
 یاد منت کے اٹھانیکے مجھے تاب نہیں
 فصل گل ختم ہوئی جوش جنوں کم نہ ہوا
 یہ تو ممکن نہیں وہ غیر سے ملکر خوش ہوں
 شاد تھا اصل میں اس کی نہ خبر تھی دل کو

نام سے بادہ و ساغر کے انہیں نفرت تھی
 آج سنتے ہیں کہ بچو وہی مسلمان ہونگے

دم تو بیجے ابھی تلوار تو آنے دیجے
 مجھ پہ منہ آتے ہیں اینٹار تو آنے دیجے
 پاؤ میں طاقمِ رفتار تو آنے دیجے
 موت آنے کو ہر تیار تو آنے دیجے
 ایسی چوٹیں کوئی دوچار تو آنے دیجے
 لاکھ دو لاکھ خریدار تو آنے دیجے
 کم سے کم دل ابھی سو بار تو آنے دیجے

بچکیاں موت کی دوچار تو آنے دیجے
 سب سمجھا ہوں کہ ہونام کا میں دیوانہ
 عہدِ طفلی میں ہے کیوں حشر اٹھانکی ہوس
 جا کے قاصد تو وہاں حضرت دل بیٹھ رہا
 سخت جاں ہوں مجھے اک وار کیا ہوتا ہو
 ہے سیرناز فروشی تو یہ جلدی کیا ہے
 نو گرفتار محبت ہوں وفا مجھ میں کہاں

خیر جو ٹاہی سی وعدہ بھی ہو جائیگا | اُن کے لب تک ابھی اقرار تو آنے دیجے

کوئی رو کے نہ اُسے حکم ہو دربانوں کو
اُسے گریجو و میخوار تو آنے دیجے

غیر اُس بزم میں ہیں پہولے پہلنے کے لئے
چھپر کرتے ہیں وہ مجھ سے سحر جلنے کے لئے
واغ بنکر کوئی ٹہیرا کوئی پیکاں بنکر
تم کو انکار ہے جس سے وہ تمنا نہ سی
واغ دل میں نظر آتے ہیں جگر میں چہالے
وہ نئی وصل کی راہیں دیکھیں اُن کا
دی ہی کیا بلبل و پروانے کی تمت مجھ کو
وادر شتر سے اب یکے تجھے چوڑوں گا
بات وہ کہنے کہیں بات کے سو پہلو ہوں
رشتک آتا ہے مجھے شمع کو تکلیف نہ دو
عطر داغ غیر کی محفل میں آیا مجھ تک

مہکویہ حکم ہے بیٹھے رہو جلنے کے لئے
پاس بیٹھا ہے عد و ہر گلنے کے لئے
دل میں آتے نہیں رمان بکھلنے کے لئے
حسرتیں اور بہت سی ہیں بکھلنے کے لئے
کوئی جلنے کے لئے ہی کوئی پہلنے کے لئے
وہ ہر اک بات پہ تکرار چھلنے کے لئے
دن تڑپنے کے لئے رات ہی جلنے کے لئے
خوب ہر حشر کا میدان چھلنے کے لئے
کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لئے
دل ہی کافی ہے مرا بزم میں جلنے کے لئے
مجھ کو موقع نہ ملا ہاتھ بھی ملنے کے لئے

وہ تو سنتے ہی نہیں کس سے کہوں میں بچو
میرے ارمان تڑپتے ہیں بکھلنے کے لئے

ہے اُن کی جدائی میں یہ حالت کوئی دنگی
اک حال میں انسان ہمیشہ نہیں رہتا
گلشن میں بہا آئی ہر صیاد سے کمدو
مہمان ہی میری شبِ فرقت کوئی دنگی
عشرت کوئی دنگی ہی مصیبت کوئی دنگی
لبائے اسیر و نکو بچی حُصت کوئی دنگی

لکھی تھی مقدر میں مصیبت کوئی دہکی
مر نیلے لئے چاہیے فرصت کوئی دہکی
ہشکی ہوئی پہرٹی تھی قیامت کوئی دہکی
اسے حضرت دل پر عنایت کوئی دہکی
فرماتے ہیں۔ بے اپنی چاہت کوئی دہکی
بیمار محبت کو ہے غفلت کوئی دہکی

میں کیا کوں کس طرح گزری بھوانی
ہم تو ابھی دنیا کے بھیڑوں میں پنے ہیں
وہ غیر کے کوچے سے اسے ساتھ لگا لائے
وہ ایک دغا باز ہے دہوکے میں نہ آنا
وعدہ پہ یہ انکار کا پہلو ہی نیا ہے
آجائے گا جب وقت تو یہ بھی نہ رہی سگی

دل سے کہیں مٹتی ہے حسینوں کی محبت
بے حضرت بخود کو یہ نفرت کوئی دہکی

یا دایہ کی جنت میں ملاقات کسی کی
سننے کے نہیں وصل میں ہم با کسی کی
الند بگاڑے نہ بنی بات کسی کی
کچھ اور ابھر آئے ذرا گلت کسی کی
ہے زلف رسا سے بھی بڑی بات کسی کی
دہن ہے دل مشتاق کو دنات کسی کی
جھکو تو نقطہ دیکھنی تھی بات کسی کی
اس کوچے میں گھٹ جائیگی کیا کسی کی
لیتے نہیں ہم تو کوئی سوغات کسی کی
انکار میں رجائے گی کیا بات کسی کی
بخود سے ہوئی کچھ نہ ملاقات کسی کی

حوروں سے نہ ہوگی یہ ملاقات کسی کی
چلنے کی نہیں آج کوئی گہات کسی کی
جو ٹماجو کہا میں نے تو شرماء کے دہ بچے
بے صبر ابھی اس دل مشتاق کو لازم
تکبجہ یہ دعا خیر سے اللہ گذارے
ہر وقت کسی شخص کی چینی ہے زباں کو
کا فرہو اگر وصل کا ارمان ہو دل میں
جہاتے ہوئے موت آتی ہو پیغا مبروں کو
دل نند کیا تھا انہیں وہ پیر کے بچے
اقرار نہ ہو منہ سے لگاوٹ تو چلی جائے
جہان جب آیا کوئی ناراض سد بار ا

کس طرح لول میں کروٹ کچھ ایسی لاغری ہو
 اُس چشمِ فتنہ گریش پتلی ہنسیں پری ہو
 کہنے کو ذات اُس کی ہر چیز سے بری ہے
 دل میں بہرا ہوا ہے کینہ و غاکدورت
 اُن پر نشانِ ہوں میں یہ ہے وفا کی خوبی
 پوشیدہ ہیں نظریں صبر و سکون و طاقت
 ڈھائی گاتر بارب کیا اُس نظر کا پہرنا
 نہو کرے اُس نے لاکھوں نے جلا دیں
 جو زخم ہے بدن پر ہے چاکِ صبحِ محشر
 بیمار پر تمہارے تصویر کا ہے عالم
 کھلتے ہی کاگ زارِ اڑ جائیگی ہوا پر
 دل کس طرح نہ ٹرپے ہر تیرے ترازو

بستر پہ جو شکن ہے سدا سکندری ہے
 سرے کے بٹے شوخی کچھ کوٹ کر بری ہے
 ہر شے میں جلوہ گر ہے کیا طرزِ دلبری ہے
 ویکیت میں آنکھ اُس کی کیا صفا ہو کمری ہے
 چھپرے تم کریں وہ یہ بندہ پروری ہے
 شامِ شبِ جدائی کیا تیرہ اختری ہے
 گردش میں ساتھ جس کے چرخِ چنبری ہے
 اعجازِ عیوی ہے یا یہ فوٹو نگری ہے
 جو داغ ہے جگر میں خورشیدِ خادری ہے
 تڑپے جو دردِ دل و طاقت کمانِ ہر می ہے
 شیشے میں سے نہیں ہو آری ہوئی پر می ہے
 پیکاں سے کم نہیں ہو ناوک میج سری ہے

آتا نہیں ہے اس کو مکر و فریب ہرگز
 ہے راست باز بچو و جوابات ہو کمری ہو

نیٹھے نیٹھے یہ آپ کو وحشت کیا ہے
 منہ سے میں اُن بھی بحالوں ہی تھا کیا ہے
 تپہ قرباں کیا دل کی حقیقت کیا ہے
 میں تری بات سنوں مجھ کو ضرور کیا ہے
 کوئی سنا نہیں میری یہ قیامت کیا ہے

دل ٹھکانے نہیں ایسی وہ ضرورت کیا ہے
 جور کے بعد تلگر یہ ندامت کیا ہے
 دے نہ سکتا ہے میں چیز وہ مانگی ہوتی
 خاک میں مجھ کو ملنے کی ہیں ساری باتیں
 محفلِ یار ہے یا حشر کا میداں یار ب

مجھ سے پوچھو نہ مراحل عیاں پاچہ بیاں
اپنی شوخی کے لئے اور سکھاؤ انداز
مانتے ہی نہیں تم یہ تو کوئی بات نہیں
غیر سے عہد وفا تم نے کیا ظلم کیا
میں تو کمدونگا مگر میں نہ سکو گے ہرگز
مار رکھنے کے لئے ایک نظر کافی تھی
لے گئے آپ نہ پہلی ہی ملاقات میں دل

دیکھ لو تم مرے غمخوار کی حالت کیا ہے
دل بیتاب کی اب ہم سے نہ کھا گیا ہے
مان لو بات ہماری تو بابت کیا ہے
ٹوٹ سکتا نہیں پیمانہ نذرانہ کیا ہے
مجھ سے کیوں پوچھتے ہو تم تری حشر کیا ہے
اس قدر بندہ نوازی کی ضرورت کیا ہے
مجھ کو معلوم تو ہو آپ کی عادت کیا ہے

غیر سے پوچھتے ہو جو کی بلا کو ہے خبر
عشق کس چیز کو کہتے ہیں محبت کیا ہے

دل کھول کے جس وقت تمل گئے چلی گئی
ہے کتنی گرا نیاں الم خاک بھی اپنی
نکلی ہے دم دھج مری نبض تو بجلی
کیا بھول گئی ہے تری ٹھوکر کو قیامت
میں مان گیا بھی جو شب وصل تو پہر کیا
رکتی ہے کہیں عمر رواں۔ بوجہ سے غم کے
ہوتا ہے ترے گھر میں نئی بات کا ایسا
ساتھ آپ کے چلتے ہوئے رکتی ہے قیامت
دنیا ہی میں چلتی ہو یہ تلو انہ ساری
آتا ہوا دل کوئی نظر آئے گا جس دم

برچھی سے چنے کی کبھی خنجرے چلی گئی
آندھی سے اڑی گی نہ یہ مصرعے چلی گئی
تھما کس کو گماں تیرے خنجرے چلی گئی
کیونکر نہ دبے پاؤں ڈھسے چلی گئی
پیری نہ سیکلی دل مضطرے چلی گئی
کشتی یہ نہیں ہے جو نہ لنگرے چلی گئی
جب بات چلی گئی کوئی اس گھرے چلی گئی
ٹھکرائیں اسے آپ یہ ٹھوکرے چلی گئی
محشر میں زباں بھی نہ مروڑے چلی گئی
لے گئے گواہ چشم تمل گئے چلی گئی

وہ تیغ ہمارے ہی مقدر سے چلیگی
مخلوق خدا کیا ترے سر پر سے چلیگی

تقدیر میں دشمن کی شہادت نہیں لگی
رستے میں مجھے دیکھ کر بیٹھا ہوا بولے

اُس کی صف مرگاہوں سے مقابل نہ ہو چوڑا
نادان ہے کچھ پیش نہ شکر سے چلیگی

اس شرم اس لحاظ کے قربان جائیے
غصہ کو تھوک دیجئے بس مان جائیے
میری طرح سے آپ بھی قربان جائیے
جی چاہتا ہے پر کہیں مہمان جائیے
مجھ سے کبھی کی جان نہ پہچان جائیے
اچھی طرح سے قبر کو پہچان جائیے
جائیں گے دشمنوں کے اب لٹا جائیے
انصاف تو یہ ہے کہ مجھے مان جائیے
کیا سچ کہا ہے آپ کے قربان جائیے
جی تو یہ چاہتا ہوں تری مان جائیے
اب آپ کا خلعے نگہبان جائیے
کیجئے نہ جھک اور پریشان جائیے
انعام کیا ملے گا اگر مان جائیے

منہ پھیر کر وہ کہتے ہیں بس مان جائیے
یوں خاک میں ملا کے نہ ارمان جائیے
آئینہ دیکھ لیجئے جو میری نگاہ سے
بہوئے نہیں ہیں ہم وہ مدارات رات کی
یہ کہہ کے میرے سامنے ٹالو رقیب کو
وہ غیر کا ہے اور یہ میرا مزار ہے
قاتل کو میرے قتل کا فرمان مل چکا
کیوں آگاہ تو ملائے کیسے تم سے
میں بیونفا ہوں اور وفا دار آپ ہیں
بولے وہ مسکرا کے بہت التجا کے بعد
آگے ہے گھر رقیب کا بس ساتھ ہو چکا
انجام عشق حضرت ناصح سبھا چکے
ظاہر ہے یہ تو آپ مری مانتے نہیں

الفٹ جتا کے دوست کو دشمن بنالیا
بیخود تمہاری عقل کے قربان جائیے

<p> سوچ ہو جائے گی اب ہم بہرین چلکر سوئے دشمنوں کے خواب میں دشمن نہ کہاؤ کہیں فتنہ محشر جو ہو بیدار یہ اچھا نہیں خواب کیسا ہوش اڑتے ہیں تصور یہاں آپ گہرائیں نہیں میری کہانی ہو چکی ہجر کی شب یہ نیا ظلم و ستم تو دیکھئے سرمرازانو پہ رک کر صہل میں کتو ہیں وہ نیند تو آتی ہے جب کوئی خلش دل میں ہو </p>	<p> ہو چکی میری شکایت بندہ پرور سوئے طالع خوابیدہ کو میرے جگا کر سوئے جاگنے آپکا سونا ہے بہتر سوئے ان بتان سنگدل کے غم میں پھر سوئے رگہی ہے اور تنواری سی یہ سُکر سوئے خواب میں اگر وہ لڑتے ہیں حق دم ہر سوئے ہجر میں جاگے تھے تلخے نیند بہر کر سوئے دل ہو جب بیتاب پہلو میں تو کونکر سوئے </p>
---	--

اُن کو آنا ہے تو چھو خواب میں آئیگے وہ
 بے جگائے جاگ اُٹھے گا مقدر سوئے

<p> کھڑے دے رہے ہیں ہائی کیسی قیامت ہو یا رب جدائی کیسی خوشی سے وہ کب بزمِ دشمن میں ہے یہ جو بن تو دیکھا مگر یہ تو کس د اسے دیکھ کر آپ کیا کہے رگا یہ باتیں ہیں سب جھوٹ پیغامِ کبر فلک کی طرف میں نے حرکت دیکھا بگڑتے چلے ہیں وہ تیر کیسی نہ بھولا نہ بھولا یہ کجوت برسوں </p>	<p> ہیں دیکھنی ہے خدائی کیسی مجھے کاش آجائے آئی کیسی قضا کہیں چکر اُن کو لائی کیسی تمنا بھی تم سے برائی کیسی یہ دل ہے امانت پرانی کیسی وہاں تاک نہیں ہو رسانی کیسی مجھے شکل جب یاد آئی کیسی قضا اب کوئی دم میں آئی کیسی بہت یاد دل سے بھلائی کیسی </p>
--	--

	<p>بہشت پہرے لوگ راہ طلبیں</p>	<p>نہ کی گھر رہ جائیگی</p>	
	<p>سختی تم نے یاروں کی تقریریں</p>	<p>سمجھ میں کوئی بات آئی کیسی</p>	
	<p>عقل زاہد کی یہاں حیران ہے وصل میں جو رہتا وہی ارمان ہے مرچلے ہم تو بیوں پر جان ہے آپ کی طرز حیا ہے اک ستم لوادھر دیکھو بتاؤ کون ہوں کیوں قسم کھاتے ہو میرے جان کی میرے دل کی اپنے دل پر چھینے وہ زمانہ ہی گیا ارمان کا نیٹھے بیٹھے کچھ کھاتے ہیں لب</p>	<p>نہت خدا بنے ہیں اسکی شان ہے تو نہیں ہے پاس تیرا وہی ان ہے کیا تم کا اور بھی ارمان ہے آپ کی شوخی ستم کی جان ہے تم کو عاشق کی اگر پہچان ہے جانتے ہو کون میری جان ہے کیا خبر مجھ کو کہ کیا ارمان ہے اب تو اس ارمان کا ارمان ہے مکراہٹ کا کسی کی وہی ان ہے</p>	
	<p>کوئی مر جائے تو بیچو داس کو کیا</p>	<p>نا سمجھ ہے وہ ابھی نادان ہے</p>	
	<p>اب کسی کی نہ جستجو ہو گی حشر کے روز دو بدو ہو گی حسرتوں کا خانے خون کیا قبر میں بھی تو اسے شبِ فرت تو تو اسے آرزو ہے دل کیلئے</p>	<p>ہم نہ ہوں گے جو آرزو ہو گی تم سمجھ لو جو گفتگو ہو گی سو نگہ سبجے لہو کی بو ہو گی جانتا ہوں ضرور تو ہو گی دل جہاں ہو گا کیا نہ تو ہو گی</p>	

<p>آج پوری نہ آرزو ہو گی کیا خدا سے نہ گفتگو ہو گی اُن کو بھی میری جستجو ہو گی</p>	<p>مُن کی چٹون یہ مجھ سے کہتی ہے بات کرتے توں سے ڈرتا ہوں بیخودی گریہ نہیں ہی شبِ وصل</p>
<p>چار دن بعد دیکھنا یہ بخود آرزو کی بھی آرزو ہو گی</p>	
<p>ہم دل کی طرح چاک گریباں نہیں کہتے دل کہتے ہیں دل میں کوئی ارمان نہیں کہتے اپنی بھی زلفوں کو پریشاں نہیں کہتے اک میرے ہی دل کی وہ خبر پاں نہیں کہتے اُن تیروں کا زخمی ہوں جو پیکان نہیں کہتے تم دل تو کسی کا بھی مری جاں نہیں کہتے وہ مجھ کو اکیلا شبِ بھراں نہیں کہتے ہاں دوست کوئی آپ ساناوا نہیں کہتے کچھ باندھ کے تو گیسو کی پچاں نہیں کہتے</p>	<p>عاشق ہیں مگر عشق نمایاں نہیں رکھتے سر رکھتے ہیں سر میں نہیں سودا کو محبت نفرت ہی کچھ ایسی انہیں آشفقتہ سروں کو رکنے کو تو رکھتے ہیں خبر سارے جہاں کی گھر گئیں دل میں وہ محبت کی نگاہیں ،، دل دے کوئی تم کو تو کس امید پر اب دے رہتا ہے نگہبان مرا اُن کا تصور دشمن کو بہت حضرتِ ناصح ہیں ہمارے دل ہو جو پریشان تو دم بہر بھی نہیں ہے</p>
<p>گو اور بھی عاشق ہیں زمانے میں بہت سے بچو و کی طرح عشق کو پنہاں نہیں کہتے</p>	
<p>ہم نیچے ہیں گر کوئی ارمان چاہیے اس گھر میں روزِ رہنے کو مہمان چاہیے چاہت کے واسطے بھی تو سامان چاہیے</p>	<p>کیا چاہنے کے واسطے سامان چاہیے ہر دقتِ دل کے واسطے ارمان چاہیے آنکھوں میں اشک لب پہ فغاں لمیں آرزو</p>

میری توجیب میں بھی گریباں چاہیئے
 اچھے بُرے کی آپ کو پہچان چاہیئے
 معشوق چاہیئے مگر ان چاہیئے
 حاضر ہے لیتے جاؤ اگر جان چاہیئے
 اللہ ان بتوں کا نگہبان چاہیئے

خالی ہے نہ دست جنوں جس جگہ رہے
 ہوتے ہیں بزمِ ناز میں شمن بھی دوست بھی
 پریوں سے ہم کو کام نہ جوروں کی آرزو
 ہونی نہیں ہے یہ تو کھل تم کو مفت دلوں
 پڑتی ہیں سب طرح کی نگاہیں بُری بہلی

بیچو دو پر اسے واسطے دیتے نہیں ہیں جان
 اپنا خیال بھی تجھے نادان چاہیئے

تم سے نازک مری نظروں میں تمہارا دل ہے
 مہنگے ظالم نے کہا مجھ سے بڑی مشکل ہے
 اب کے تہنا مرے نالے کا بہت مشکل ہے
 پہر دکھا کر مجھے کہتے ہیں کس کا دل ہے
 رات دن سامنے آنکھوں کے وہی محفل ہے
 کس کی آہوں کا اثر پر وہ شش محل ہے
 سہل جس کام کو سمجھے تھے وہی مشکل ہے
 آپ بتے تھے کبھی جس میں ہی یہ دل ہے
 اس میں بیتا بئے دل بھی تو مری شامل ہے
 خضر جس راہ سے نکلتے ہیں یہ وہ منزل ہے
 یہ بنایا ہوا اندازِ نیا و تاتل ہے
 اُن کو اقرار سے پہر نہ بھی تو اب مشکل ہے

قتل سے قتل نہ کرنے کا کلا مشکل ہے
 جب کہا میں نے ترے وصل کا طاب دل ہے
 پہر وہی دردِ محبت ہو وہی پہر دل ہے
 پھول اک ٹوڑ کے چٹکی میں سستے ہیں وہ
 بس گئیں دل میں کچھ اس طرح ادا میں اُس کی
 تہا منا پر دے کا لیلیٰ کو ہوا ہے مشکل
 آپ کے چاہنے والوں کے لئے صبر کہاں
 دیکھے ہجر نے کیا حال کیا ہے اس کا
 جاں بلب غیر نہ کیونکر ہو تری شوخی سے
 دشتِ اُلفت میں ہر اک گام پہ آتی چو صدا
 قتل کرتا ہے لگاؤ سے بگڑنا اُس کا
 کر چکے ہیں ابھی وہ اپنی نزاکت کا بیاں

کون ہے وہ جو نہیں چاہے والا میرا
وہی ہے آئینہ ہی صورت پر تری مال ہر

سجڑوں اور بھی ہیں اچھے سے اچھو عاشق
تم کو بخود پہ ہر کہوں ناز وہ کس قابل ہر

صبح بونے بھی نہ پائی کہ قیامت آئی
دل میں ان کے کبھی آئی تو کدورت آئی
آسمان ٹوٹ پڑا برق گری چیت آئی
ساتھ لیتی ہوئی فتنوں کو قیامت آئی
بیٹھے بیٹھے جو مری رات کو شامت آئی
شوخیال کرتی ہوئی ساتھ شرارت آئی
شکر کیجے کہ زباں تک نہ شکایت آئی
خط میں لکھی ہوئی مرنیکی اجازت آئی
تو سفارش کیلئے ساتھ نزاکت آئی
میرے دفن پہ وہ آئے کہ قیامت آئی
گھر بنانے کو مرے سینے میں حسرت آئی
وہ خفا ہو گئے یہ اور مصیبت آئی
ہوش آنے بھی نہ پایا کہ طبیعت آئی
کچھ مزاح عشق کا کچھ چاہ کی لذت آئی
انگشتوں سے اگر غیر کی بابت آئی
مجھ پر آفت یہ مے دل کی بدلت آئی

وہ جو روٹھے شب وعدہ مری شامت آئی
رحم آیا نہ مُردت نہ محبت آئی
میرے ہمراہ مے گھر پہ بھی آفت آئی
آئیں ہمراہ جوانی کے ادائیں لاکھوں
مشورہ دل سے کیا اوچلیں یار کے گھر
شرم آئی بھی جو اس شوخ کی آنکھوں کبھی
آپ کرتے ہیں مرے رنج کا شکوہ مجھے
بھر میں جان ہر دوہریہ لکھا تھا ان کو
وعدے کی شب کبھی تشریف جو وہ لائے بھی
مُردے قبروں سے نکل آئے تڑپ کر باہر
جب نہ دنیا میں ملا کوئی نہکانا اس کو
دل کی تسکین کیلئے ان کو کہا تھا ہم نے
عبدالغنی میں ملا دارغ محبت ہم کو
پوچھہ لیتے ہیں عنایت سے وہ نہ ظلم کئے
سوچتا جاتا ہوں ستے میں کہ یہ دو ٹکا جواب
عشق کے نام سے بھی میں تو خبر دار نہ تھا

وہ یہ سمجھے کہ یہ دنیا سے بہت نکل چلا۔ مسکراہٹ سی جوں پر دم رحلت آئی

پھر ہر اک شعر میں کچھ درد کا پاتا ہوں اثر
پھر کہیں حضرت سچو کی طبیعت آئی

کہل گئی سب تری باتوں کو شرارت تیری
دل میں رمان ترا آنکھ میں حسرت تیری
نہیں ملتی ہے کسی میں بھی شباب تیری
نہیں چشم نگہبان سے نکلتے دیکھا
چٹکیاں لے کے کیا پھرے دل کو چین
منگے اک نگہ لطف میں سب رنج و مال
اپنی شوخی کی صفت بھی تھی جس نے کبھی
کوئی نہ تو نہیں وقت میں مصیبت کا شریک
سیکھ لے کوئی نگاہوں میں سما نا تجھ سے
چین سے بیٹھنے دیگی نہ کسی کو دم بہر
ہجر میں لے دل بیتاب تجھے موت بہلی
حال بگڑا ہوا رہتا ہے شب و روز مرا
سانس میں آتی ہے آواز انا عاشق کی
میری آنکھوں سے نہ آئینہ کو دیکھا ہوگا
خاک میں مل کے بھی دعویٰ ہے محبت کا مجھے
مانگے ان سے اگر جرم محبت کا ثبوت

شوخی تجھ سے بھی زیادہ ہے طبیعت تیری
مجھ پہ قبضہ کئے بیٹھی ہے محبت تیری
آئینہ دیکھ کے حیران ہے صورت تیری
آدمی آنکھوں سے کرتے ہیں حفاظت تیری
وصل میں بھی نہیں جاتی ہے شرارت تیری
اب نہ قسمت کا گلا ہے نہ شکایت تیری
وہ منے کا دل بیتاب حقیقت تیری
جس سے کہتا ہوں وہ کہہ دیتا ہر قسمت تیری
جس طرف دیکھتے ہیں سامنے صورت تیری
تجھ کو دشمن کی تمنا مجھے حسرت تیری
ہمے دیکھی نہیں جاتی ہے یہ حالت تیری
ہے مے حال پہ جہنم سی عنایت تیری
مجھ کو رسوا کئے دیتی ہے محبت تیری
آمرے پاس دکھاؤں تجھ صورت تیری
نہیں ہشتی ہے مٹاؤں سے بھی حسرت تیری
کہتے ہیں وہ ہیں معلوم ہر حادث تیری

رات ہی بہر میں تراسن یہ بڑھاتا ہے | صبح تصویر سے ملتی نہیں صحت تیری

عزم دتی سے دکن کا تو ہوا ہے بچو
اور لیجائے کدھر دیکھے وحشت تیری

جو تجھے امتحان دیتا ہے	کس خوشی سے وہ جان دیتا ہے
کیا دیا ہم نے جان ہی اُسے	یہ تو سارا جہان دیتا ہے
دینے والا تو اور ہے کوئی	سرخ کیا آسمان دیتا ہے
چلے آئے آپ کو تو لے تہمے	جان اک ناتوان دیتا ہے
تجھ سے با وضع ہے ترا خنجر	مرنے والوں پہ جان دیتا ہے
وہم آتا ہے تیری محفل میں	غیر کیوں مجھ کو پان دیتا ہے
کیا کروں قول لیکے میں اُس کو	وہ تو جھوٹی زبان دیتا ہے
ہم نے پوچھا تھا اُن کو لیتے ہو	دل کوئی نوجوان دیتا ہے
کس رُکھائی سے یہ جواب ملا	مفت کیوں اپنی جان دیتا ہے

نام سُنتا ہے جب وہ بچو کا
گالیاں بد زبان دیتا ہے

نہ یوں روٹھ کر قصد جانیکا کیجے	گلے ملے پہ وعدہ آنے کا کیجے
شکایت رقیبوں کی سُکر وہ بولے	کہ ہم سے نہ شکوہ زلنے کا کیجے
مرے ساتھ فتنے اُٹھینگے ہزاروں	ارادہ نہ میرے اُٹھانیکا کیجے
نظر سے حرمی راز افشا نہ ہو گا	علاج اپنے کچھ سُکرانیکا کیجے
یہ زبیا نہیں آپ کو بات ہرگز	کہ سامان میرے ستانیکا کیجے

<p>اگر کام انعام پانے کا کیجے گلا اُس سے کیا ہو بجانیکا کیجے اگر قصد اُن کے منانیکا کیجے</p>	<p>وہاں گالیاں ملنے لگتی ہیں لاکھوں سہ یا جس کو نہ اپنی جفا بھی غضب تو یہ ہے وہ سوار ہوتی ہیں</p>
<p>نہ ہو رنج بچو وکی گستاخوں اگر پاس کچھ منہ لگانیکا کیجے</p>	
<p>کلفت یہ کیسی کی مے دل سود ہو گئی صیاد کی نگاہ تو موتی پر و گئی کیا یہ بھی آبرو تھی عدو کی کہ کہو گئی ہے کسی کی آج کوئی چسپ نہ کو گئی اب تو دہن سے بھر کی تلخی کہو گئی یہ چشم تر تو اور بھی مجھ کو ڈبو گئی افسوس جاگ کر مری تقدیر سو گئی بر چھی سی ایک یہ بھی جگر میں چہو گئی گرمی تری نگاہ کی پانی سمو گئی</p>	<p>مرقد پہ بعد مرگ گھٹا آکر رو گئی دل بھی جگر کے ساتھ چہرہ ایک تیر میں پایا نہ اُس گلی میں قیامت کا کچھ پتا میرا ہی دل وہ پینا کے مجھ سے بھی کہیں دیکر زبان وصل کی کہنا تو دیکھتے کہتے ہی میری چاہ انہیں بڑھ گیا غرور وعدے کی رات نیند نے فرصت نہ من دی اُس کی نگاہ شرم بھی چوکی نہ وقت پر تھا آپ اشک میں نفس سرد کا اثر</p>
<p>دشمن سے اُس کے ظلم کا کرنا نہ تھا گلا بچو وہ آج تم سے بڑی چوک ہو گئی</p>	
<p>مجھ کو سکتہ ہے اُن کو حیرت ہی کیسی تکلیف عین راحت ہی کچھ عجب چلبلی طبیعت ہی</p>	<p>وصل میں کچھ عجیب حالت ہی آپ آئیں کہاں قیمت ہے اُن کو اک بات پر قیام نہیں</p>

<p>عوضِ مطلب پر یہ جواب بلا دہی ہوتا ہے وہ جو کہتے ہیں اُس کی ٹہو کر سے ہی اُٹھا دشمن وہم آتے ہیں شک گذرتے ہیں کیوں جلاتے ہو یہ جو میں نے کہا اُس نے رُک رُک کے یوں کیا وعدہ بے سبب تو نہیں عتاب اُن کا دمِ رخصت یہ شوخیاں دیکھو میں نے پوچھا تھا دل کو لیتے ہو دل بٹے عاشقوں کے غیروں کو اُن کے جو منہ میں آئے وہ کہیں دل کو پاس نہ لکھاں ظالم حالِ غم سن کے مجھ کو وہ بولے دین و دنیا اسی سے ہیں دونو</p>	<p>۲ ایسی باتوں سے ہم کو نفرت ہو بات ہی یا کوئی کرامت ہو کس قیامت کی یہ قیامت ہو آج کیوں اس قدر عنایت ہو ہنسکے بولے ہماری عادت ہو میں نے جانا زباں میں لگنت ہو اس میں پوشیدہ کوئی حکمت ہو پوچھتے ہیں مجھے اجازت ہو مسکرا کر کہا یہ علت ہے یہ نئی طرح کی سخاوت ہے کوئی بولے یہ کس کی طاقت ہو تجھ سے بڑا کہ یہ بے مروت ہو تجھ کو جھینے کی کیا ضرورت ہو کچھ عجب چیز یہ محبت ہو</p>
<p>یونہی تو اچھا ہے سب طرح بخیر و بادہ خواری کی اک بُری لت ہو</p>	
<p>عدو سے جو برہم طبیعت ہوئی یہ کہتی ہوئی جانِ رخصت ہوئی ہٹلاتے ہٹلاتے عدو کا خیال</p>	<p>مرے حال ہی عنایت ہوئی بڑی مشکلوں سے اجازت ہوئی انہیں بھول جائیگی عادت ہوئی</p>

جسے اپنی جہتی عنایت ہوئی
اگر آج ہر پاقیہ امت ہوئی
ہر اک بات اسکی کرامت ہوئی
مراحل سن سن کے حیرت ہوئی
جو میری سی اس کی بھی قیمت ہوئی
عطا بادہ خواروں کو جنت ہوئی
مراد دل ہوا تیری صورت ہوئی
ٹھکا ہوں میں طے دل کی قیمت ہوئی
طلب اس طرف ضمانت ہوئی
مرے بعد پر مال تربت ہوئی

پلاسے رقیبوں کو ہر ہر کے جام
پلٹ تو بن جائیگے مھے سے آپ
وہی ہو گیا اس نے جو کمد یا
وہ انجام الفت کو جسے نہ تھے
بڑھاتے تو جاتے ہو دشمن کو تم
مزا ہو جو محشر میں آئے ندا
زمانے میں اب میں یہ پیدا کہاں
اشاروں میں مجھ سے وہ کچھ کہے
ادھر سے ہوا وصل کا جب ہوا
مٹا کر بھی بچو مٹاتے رہے

کہاں یکے جائیں گے پیچو کو کپھر
اگر اس کو جنت میں وحشت ہوئی

گلے سے میرے کیوں لپٹے وہ پہر اس کی بلا لپٹے
وہ کہوں جس قدر خط کو یہ ہاتھوں سوا لپٹے
کہیں مسجد سے حضرت مکانہ بد نہا بویا لپٹے
سمجھ کر سوچ کر ان بیو فاؤں سے ذرا لپٹے
وہ کیسے مضطرب ہو کر مے سینے سے آ لپٹے
ہزاروں مہ تعافیمے ہزاروں بیو فا لپٹے
اگر اب خاک ہو کر اس کو لپٹے بھی تو کیا لپٹے

تقصا بنکر دل مضطر سے جب لف دو تا لپٹے
آئی اشتیاق وصل کی تاثیر ایسی ہو
لپٹتے تو ہیں زلہ میکشوں سے راہ میں اکثر
بتوں سے مل کے رہتا ہی نہیں انسان پہر لپٹے
بڑا ہو جذب دل نیر لکھا کیا تو نے ایظالم
اگر دیتے بھی ہم کس کو دیتے ایک دل اپنا
ترے دامن پر اپنا خون بنکر ہم کو رہنا تھا

مرا جب ہو پلٹنے کا جو کوئی دوسرا پلٹے
 زباں ہلے نہ پلٹے لب و حرف بدعا پلٹے
 کہ آغوشِ تمنان کے باہم نقشِ باپلٹے
 گیا کو سوں الگ بچکر بہت تیر قضا پلٹے

سل مشہد ہے دنیا میں سب ملتے ملتے ہیں
 اگر چاہیں کسی سے دل کی حسرت کا بیان
 گیا ہے کون سا مشاق پر کر آپ کے درے
 لگا ہوں نے کسی کی آج اپنے دل کو تاکتا

صفائی حضرت بخیر سے کیا دشوار ہے انکی
 منالیں گے جہاں دو چار ملکر آشنا پلٹے

جو سب بڑی ہے وہ محبت ہو تمہاری
 تم قتل کرو ہم کو عنایت ہے تمہاری
 بدلیں گدڑیں کا وہ حسرت ہو تمہاری
 فرقت تو مری جان قیامت ہو تمہاری
 لاکھوں میں جو چاہی ہے وہ صورت ہو تمہاری
 میں اور کو چاہوں یہ اجازت ہو تمہاری
 تم مکے پلٹ جاتے ہو عادت ہو تمہاری
 آفت ہو قیامت ہو نزاکت ہے تمہاری
 ہر وقت مے سامنے صورت ہے تمہاری
 تعریف کے پڑے میں شکایت ہو تمہاری
 مشہور زمانے میں مروت ہے تمہاری
 ہر بات میں یہ خوب حکومت ہو تمہاری
 کیا جانے کیا ہم کو مردت ہو تمہاری

کہتے ہو بڑی سب سے طبیعت ہو تمہاری
 ہم تم پر فدا ہوں یہ محبت ہے تمہاری
 آنکھوں میں ہو گھر جس کا وہ صورت ہو تمہاری
 ڈہاتا ہے تم دیکھنے کیا وصل تمہارا
 دیکھا نہیں دنیا میں یہ انداز یہ نقشہ
 پہر میری کسی بات سے مطلب تو نہ ہو گا
 ہے وصل کا انکار تو وصل سے زیادہ
 اٹھتا نہیں زلفوں کا بھی اب بوجہ مکر سے
 دیدار سے دم لینے کی فرصت نہیں ملتی
 تقریر جو کی غیر نے کچھ تم اسے سمجھ
 انگلیں کسے دیتی ہیں سب انداز تمہارے
 بوسے سے تو انکار ہے دل مانگ رہے ہو
 تم کیا نہیں کہہ لیتے ہو ہم کچھ نہیں کہتے

کیا تم نے تو میرے خدا کو نہیں دیکھا تم مجھ سے بدل جاؤ یہ قدرت ہے تمہاری

پہچو انہیں کس طرح نہ تو تم سے محبت
سچ کہتے ہو ایسی ہی تو صورت تمہاری

کیا دور پار غیر کی کچھ التجا ہوئی
ان کی طرف سدا کی طلب بار ہوئی
ایسی تو ہے وصل کی شب بار ہوئی
چپیتی نہیں چپائے سے بھی آنکھ پیالکی
پہر تو یہ کہہ کہ ہم تجھے پہچانتے نہیں
دشمن سے اپنے عشق کا شکوہ نہ کیجئے
ایک ایک پل کا بھری دینا پڑا حساب
شیریں کا جاں نثار فقط کو کہن ہوا
اے درد عشق کس کو نوازا اتنا پیشتر
کعبخت کی زبان میں کیا زہر تھا شریک
صرف وصال خاطر نازک پہ بار ہے
عاشق ہے غیر آپ کا میں بوالہوسن بجا
دشمن کے پیچھے جھپ گزروں دیکھ کر مجھے

شوخی تری زبان کی وہ آج کیا ہوئی
چمکے چلے فریب دے التجا ہوئی
غصے سے جب نہ کام چلا التجا ہوئی
میری تو ہر نگاہ مراد عا ہوئی
لاکوں میں یہ تو ایک ہی اکو یوفا ہوئی
مجھ سے ہوا قصور یہ مجھ کو خطا ہوئی
میری شب وصال بھی روز جزا ہوئی
تجھ پر تو اک جہان کی خلقت خدا ہوئی
یہ تو بتا کہاں سے تری ابتدا ہوئی
قاضی سے مل کے دختر رزبے فرا ہوئی
اس ناز کی پرکاپ سو کیونکر جفا ہوئی
یہ اس سے بڑی ہے وہ اس سے سوا ہوئی
پر وہ ہوا یہ خوب یہ اچھی حیا ہوئی

پہچو وضو و رات کو سوئے ہو پیکے تم

یہ تو کہو ناز پڑ ہی یا قصف ہوئی

ان سے جب ملتے ہیں اک دغا نہ ملتا
واہ کیا خوب محبت کا صلا ملتا ہے

کئی اس طرح سے ملنے کا زمانا ہے
 مل گئے خاک میں ہم وہ بیت کا قرنہ ملا
 اس کی ہر بات زمانے سے زوالی دیکھی
 دفن ہوتے مجھے دیکھا تو کما ظالم نے
 حور کے ذکر پہ وہ کہتے ہیں معلوم ہوا
 خلعت رنج و الم ملے ہیں ہرے دھڑکے
 تیغ و یونوں سے آباد ہے جنگل سارا
 کبھی دربان کے وہو کہیں نہ تم آجانا
 پاؤں پڑتا ہے زمیں پر تو فلک پر جو دماغ
 پی کے زاہد نے مئے ناب یہ ارشاد کیا
 عالم کیف میں ہستی سے گزر جاتا ہوں
 ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہے طلبگار ترا
 میری قسمت کا نوشتہ ہی یہ خط اس کا نہیں
 ان حسینوں کی عدالت کا نیا ہوا نصیب

۴ اوپر خیال سے وہ ملتا ہے تو کیا ملتا ہے
 لوگ کہتے ہیں کہ ڈھونڈے سے خدا ملتا ہے
 اس کی ہر بات میں سچ سچ مٹا ہوا
 خاک میں کشتہ انداز واد ملتا ہے
 تو کسی اور سے بھی میرے سوا ملتا ہے
 وہ جدا دیتے ہیں قسمت سے جدا ملتا ہے
 روز ڈوٹا ہوا اک بند بستا ملتا ہے
 کوئی دن جاتا ہے جو غیر سے جاتا ہے
 خاکساروں سے وہ یوں ماہ نقا ملتا ہے
 اس کا انگور کے شربت میں مزا ملتا ہے
 چشم ساقی سے مجھے جام فنا ملتا ہے
 بھولا بھٹکا جو کوئی راہ میں آتا ہے
 اس میں تقدیر کے لکھے کا پتا ملتا ہے
 مجرم عشق کو فرمانِ قضا ملتا ہے

میتوں سے وہ پلاتا ہے تو پی لے بیچو
 بھکواں میں کیا مرد خدا ملتا ہے

مٹنے والے میں کچھ انداز تر ملتا ہے
 جب گلے خنجر قاتل سے گلا ملتا ہے
 ایک سے ایک محبت میں سوا ملتا ہے

دل بیتاب میں شوخی کا پتا ملتا ہے
 دل کو اس وقت محبت کا مزا ملتا ہے
 حُسن سے بڑکے کیا انکی ادا نے بیتاب

<p>اور کہے میں نقطہ ایک خدا ملتا ہے دم پہ بنتی ہے تو جینے کا مزا ملتا ہے دل سے چلتے ہی تو یہ عرش سے جا ملتا ہے نیچی نظروں میں کچھ انداز حیا ملتا ہے وہ تو جب ملتا ہے جب بخت رسا ملتا ہے یوں بہلا کوئی نہیں لطفِ جفا ملتا ہے جس کو ملتا نہیں کچھ دستِ دُعا ملتا ہے اودھونگے وہ جنہیں راہِ ہما ملتا ہے خاک میں مجمعِ ارباب و فاما ملتا ہے زخمِ دہونے کو جسے آبِ بقا ملتا ہے تیری شوخی میں بھی تمکین کا مزا ملتا ہے قطرہ انجام کو دریا ہی میں جا ملتا ہے</p>	<p>بتکدے میں ہے خدائی کا تماشا موجود عشق کے ڈھنگ زمانے سے بڑے دیکھے آپ نے دیکھ لیا تیر دے کا پلہ حور کی آنکھ کو نسبت نہیں آنکھوں کو تری اُس سے لڑتی ہیں آنکھ تو قسمت بھی لڑے ظلم میں ناز ہو شامل تو قسم میں انداز بے طلب دیتے ہیں وہ جس کو عطا کر دیں موت بھی دشتِ طلب میں نہیں ملتی جھکا قتلِ عشاق پہ باندھی ہو کر ظالم نے تیرے مجروح کا رتبہ کوئی ہمے پوچھے تیری تمکین میں بھی انداز ہے اک شوخی کا سختیاں جبر کی مٹجاتی ہیں سب بعدِ صال</p>
---	---

اب تو خاموش ہو چھو کہ وہ پہر روٹھ گئے
تجھ کو کج بخت ستا کر انہیں کیا ملتا ہے

<p>وہ بیٹھے ہوئے سر دہنے جائینگے کہے جاؤ تم ہم نے جائینگے وہ ماتھے پر افشاں چمے جائینگے تو سب مرنے والے پئے جائینگے پئے جائینگے ہم۔ سنے جائینگے</p>	<p>وہ دشمن کی بیٹی سنے جائینگے بلا میں زبان اپنی طاقت نہیں انہیں جھکو منظور ہے ٹالنا اگر ایک سے بھی ہوئی کچھ خطا دے جاؤ تم جہز کیاں گالیاں</p>
---	--

<p>یہاں تو بن آئی ہے اغیار کی یہ نشیہ نہ اٹھ آئے گا ٹوٹ کر کہیں گے نہ وہ اپنے دل کی کھن کر وجہ میرے گریباں کے تار وہ کہتے ہیں تم مر کے جیتے رہے</p>	<p>قیامت میں جا کر رہے جائیں گے مرے دل کے ٹکڑے چنے جائیں گے مری حسرتوں کو پنے جائیں گے کفن عاشقوں کے بنے جائیں گے یہ طعنہ نہ ہنسے جائیں گے</p>
<p>پڑے جاؤ چو غزل پر غزل وہ بت بن گئے ہیں سے جائیں گے</p>	
<p>ہر ایک بات تری بے ثبات کتنی ہے ابھی تو شام ہوئی ہے ابھی تو آئے ہو وہ سننے سننے جو گہرائے حال دل بولے ترے شہید کو دولہا بنا ہوا دیکھا کسی طرح نہیں کٹی نہیں گند چسکتی ما ہماری جان پر قیمت تو دل بے بیعانہ جو شب کو کہتے ہیں غنچے وہ دن کو جھڑی ہیں مہینوں ہو گئے دیکھی نہیں صبح امید عدو کے سامنے یہ دیکھنا ہی ہم کو بھی</p>	<p>پلٹنا بات کو دم بہریں بات کتنی ہے ابھی سے پوچھ رہے ہو کہ رات کتنی ہے بیان کتنی ہوئی واردات کتنی ہے رماں جنارے کے پیچھے مرنا کتنی ہے الہی سخت یہ قید حیات کتنی ہے گراں بہا لبِ نادک کی بات کتنی ہے ہمارے بارغ جہاں بے ثبات کتنی ہے اُسے خبر یہ مصیبت کی رات کتنی ہے اکدھر کو ہے نگہ التفات کتنی ہے</p>
<p>غزل لکھیں بھی تو کیا خاک ہم لکھیں چو غزل زمین دیکھتے یہ واہیات کتنی ہے</p>	
<p>بے سبب دہوم قیامت کی عمارت کی ہے</p>	<p>تیرے قامت نے کوئی بات اٹھا رہی ہے</p>

چین ابرو میں مرجان ادا رکھی ہے
طرزِ بخش کی زما نے سجدار کھی ہے
اور خلوت میں شب و روز عددِ سولے
کوفی سننے کا نہیں کان میں میری کمد و
بادہ نوشی سے زمانے میں ہوا ہوش نام
چارہ سازی کی مغزائیں سیاحلیف
محتسب و کیمہ بے قول میں دہرا کیا ہیلا
دیکھیں تھکاو تو پہر کا فرو ویندار ہیں ایک
ہم تو جب جانیں میا سے ہوں دو دو ہیں
بجورے بیشکے رندوں میں نہ کراے و غلط
سہرچکا لیکنا دامت سے وہ توبہ توبہ
یہ تو ممکن ہی نہیں آج نہ جائیں وہ کہیں
جی میں آتا ہے کہ آنکھوں میں بٹھاؤں تھکاو
کیا کہوں کس سے کہوں وہم ہیں کیا کیا تھکاو
تم ہر اک بات پہ کیوں ہم سے تم لیتے ہو
تیری تصویر کو بھی ہے تیری الفت ظالم
غیر کے ذکر پہ یہ کہہ کے مجھے مالد یا
جان دیتا شبِ وقت میں مری طاقت تھی
آتشِ شوق سے لیے اکونیں آگاہی

رہر میں تم نے یہ تلوار بھار کھی ہے
بات کی تو نے گرہ دل میں لگا رکھی ہے
سُن بھی لی آپ نے جو اُس نے اُڑا رکھی ہے
کیا چرایا ہے جویوں آنکھ پر خار کھی ہے
ابرِ رحمت نے مری خاک اُڑا رکھی ہے
منحصر موت پر عاشق کی شفا رکھی ہے
سو ننگے کے لئے اک بوند لگا رکھی ہے
تیرے پڑے نے قیامت یہ اٹھا رکھی ہے
لبِ نازک نے تری بات بند رکھی ہے
سو جتا بھی ہے تجھے دیکھ وہ کیا رکھی ہے
ایسے بیباک کی آنکھوں میں حیا رکھی ہے
گوندہ کر میرے دکھائے کو حنا رکھی ہے
یہ محبت نے تری شان بڑھا رکھی ہے
تیری شوخی نے مرے دم پہ بنا رکھی ہے
بدگمانی کے لئے یہ نولگا رکھی ہے
منہ سے کتنی نہیں کچھ دل میں چھپا رکھی ہے
ہم نے کیا تجھ سے کوئی بات اٹھا رکھی ہے
یہ امانت تری تو پاس تو آ - رکھی ہے
آگ یہ تیس نے محل میں لگا رکھی ہے

تکلیف دینا نہیں پہلو سے یہ کیا ہے بخود
کوئی بوتل تو نہیں تم نے چھپا رکھی ہے

کہاں کا غم ہے کس سے لڑے کیا جی میں نہانی ہو
یہی جب منگی مرنے سے بدتر زندگانی ہو
خدا بخنہ دل مرحوم کی اب قدر جانی ہو
جلگہ کے دلغہ مٹتے ہیں نہ دل کے زخم بہت ہیں
ہیں تکرار سے نفرت تمہیں انکار کی عادت
یہ کا خدشہ بھی دیکھا کہ بھی لیکھا اُس کا اوصاف
تم اپنی سی کئے جاؤ ہم اپنی سی کئے جائیں
نہ ہم نکلیں کہیں شب کو نہ تم دن کو کہیں جاؤ
سنائیں کیا بڑا قصہ ہے ہمدقم مختصر سن لو
ترے غم کی غذا دل ہو ترا غم ہو غذا دل کی
مجھے سمجھا ہے میں تم کے معنے جان سوجھا
نظر کا اُس سے لڑنا تھا کہ مجھ پر گڑبڑی بجلی
جیسا کیسی ادھر دیکھو ادھر آؤ ہنسو بو لو
بہلارندوں کے دم میں فسخ صنا آپ آتی ہیں
کہا تھا ہم نے دل لیتے ہو ہنس کر وہ یہ کہتے ہیں
وہ اُس کو چھت فقرے اور وہ آواز کی نرمی
ستم سے تھک گئے ہیں بات کا پہلو نہتے ہیں

شکں ہاتھ پر آنکھیں سرخ چہرہ اور غوانی ہے
بشر کی واسطے جو کچھ ہے دنیا میں جوانی ہے
یہ دلغہ آرد اُس مٹنے والے کی نشانی ہے
فلک کی وہ عنایت یہ تمہاری مہربانی ہو
خوشی سے کوئی بھی تم نے ہماری بات مانی ہو
لکھا ہر خط میں کچھ مضمون غم کچھ منہ زبانی ہو
جفا کا شن موجب ہو وفا کا عشق بانی ہو
تمہاری تو خدا جانے ہیں تو بدگسانی ہو
ہمارا درد دل منکر وہ بولے سب کہانی ہو
یہ اچھی میزبانی ہو یہ اچھی میزبانی ہو
لب عیسیٰ پر آن کو خون کی تھمت لگانی ہو
محبت ہے الہی یا بلائے آسانی ہو
ابھی شوخی نہیں آئی ابھی ہسکی جولی ہو
شراب اس کو نہیں کہتے ولایت کا یہ پانی ہو
نوازش ہو عنایت ہو کرم ہے مہربانی ہو
عجب نیلے بیانی ہو عجب شیریں بانی ہو
وہ کہتے ہیں خدا کو بھی ہیں صورت دکھانی ہو

کے معلوم پہلے کامیابی کس کو حاصل ہو
تجھے میرا مٹانا مجھکو ہستی مٹانی ہے
جگر پر ہاتھ دل پر تکیہ آنکھوں پر پہ مان
یہ افسانہ نہیں مجھوں کا یہ میری کہانی ہے

اِدکھا دیتا جو وہ جلوہ تو بچو و ہوش ارجا لے
یہ ساری تیری شیخی ہے یہ ساری لہرائی ہے

دل ہے کیا مال کہ طے آپ قیمت ہوگی
جب کیا عشق کو پیدا تو فرشتوں نے کہا
نہ سہی میری فغاں سے تیری ٹھوکرے سی
تیغ زکمر مری گردن پہ وہ ہمکاتے ہیں
کام و بچائیگی دشمن کی زباں کاٹ تو لو
کھول لینا تہادیم وعدہ بڑی ہم سے رہی
سو گنگہ لینا مری تربت کی اُٹھا کر مٹی
ہے ابھی سے تری شوخی پہ نظر عالم کی
بھکو دو وغیرہ کی تصویر زیارت کر لوں
وا دچاہی تھی شب بھر بسر کرنے کی
نغم سے اڑ جاتی ہے ساغر سے چمک جاتی ہو
ہو گئے قید مکان سے ترے طالب آزاد
داستان اپنی مصیبت کی ہیں کہنی تھی

نذر کر دیں گے اگر اس کی ضرورت ہوگی
کس کی قیمت میں خدا جانے یہ دیت ہوگی
اک نہ اک روز تو ہونی ہے قیامت ہوگی
پہر بھی کجخت کسی سے تجھے اُلفت ہوگی
جھوٹ کی تم کو قیامت میں ضرورت ہوگی
آپ کے ساتھ نہ ہوگی کہ نزاکت ہوگی
میری تو خاک میں بھی بٹے محبت ہوگی
چشم بد دور جوانی میں قیامت ہوگی
مرنے والے کی تہ ساری ہی صورت ہوگی
ہنسکے ظالم نے کہا آپ کو عداوت ہوگی
دخت رزپر کسی بخوار کی نیت ہوگی
تو جہاں ہم سے لیگا وہی جنت ہوگی
دیکھئے کب انہیں آئینے سے صورت ہوگی

جس قدر خم میں ہے یاروں کو پلا دو بچو و
تو بہ مقبول تو جب آپ کی حضرت ہوگی

کے ہنس ناز کی پر عاشق ناشاد کے ٹکڑے
 کٹے ہیں میرے قاتل نے دہری فریاد کے ٹکڑے
 اٹھا دیجے مجھے میرے دل ناشاد کے ٹکڑے
 اڑانے میں نے دانتوں کو لپیٹا دے ٹکڑے
 جو میں ہوتا تو کرا تا خانہ بہزاد کے ٹکڑے
 کئے پتھر سے کیوں آئینہ فولاد کے ٹکڑے
 ہوئے ہیں میرے پہلو میں زنا شاو کھٹے
 ادھر دل کے ادھر ہیں خنجر فولاد کے ٹکڑے
 اڑینگے ایک ن چیخ ستم ایجاد کے ٹکڑے
 یہ گل کی پتیاں ہیں یا دل ناشاد کے ٹکڑے
 مرے ہونٹوں پہ ظالم نے کئے فریاد کے ٹکڑے
 قفس میں کون کہاں بیٹھ کر صیاد کے ٹکڑے

بے ثبات پتھر کے ہیں ترشے مجھے فولاد کے ٹکڑے
 پھلے دہی دمکشتن ہنسنے آہ بھی پوری
 کسی ظلم کے عشر میں شاید کام آجائیں
 قیامت تھا قیامت میں کسی کا سرنگوں ہونا
 کسی کے حسن لاشانی کا ثانی کر دیا پسیدا
 بنا کر تو وہ تیر نظر رہنے دیا ہوتا
 نگاہ ناز نے پھریاں لگائیں بزم دشمن میں
 خدا جانے نبی کیا میرے قاتل کی کلائی پر
 دکھا دینگے تمہیں بھی جو قیامت اس پگندریگی
 ستم ڈبا یا خزاں نے آتے ہی گلشن میں یہ کیا
 قیامت ڈھا گئی تیغ نظر عشر میں قاتل کی
 گند جاتے ہیں دود و دھن ہیں بے آب و خاک کے

کیا تھا حضرت میخو سے دعوے ہزبانی کا
 ہوئے کیسے زبان پلبل ناشاد کے ٹکڑے

قیامت کی ادا شوخی بلا کی
 جو اس سے رہ گئی اُس فی ادا کی
 نہ چوڑیں گے گرہ بند قبا کی
 زمانہ بنے دیکھا اس کا شاکی
 کہ دشمن سے دعا کی یا وفا کی

بلا میں کوئی کس کس ادا کی
 حیا و سزا چشم فتنہ زرا کی
 چلے آؤ ہمارے ساتھ سید ہے
 بڑا بید رہے درد محبت
 فقط اتنا بتا دیجے مجھے آپ

<p> غضب ڈھایا عنایت اُس کی کہاں ہو لے کے لے آئے کیا کی ڈھٹائی دیکھتے ہو نقشِ پاکی یہ چوری گھل گئی ہاؤ صبا کی عنایت ہو چشمِ سرمہ سا کی قیامت بن کے قدموں ہا کی ہماری جان بن کر یہ جلا کی کہیں شامت نہ آجاؤ حیا کی تلمانی ہو رہی ہے یہ جفا کی مجھے پہچان ہے اپنی قضا کی بہت ہی جب کسی نے التجا کی بلائیں لے رہا ہوں ہر بلا کی ہوا میں ہو لپٹ عطرِ حنا کی قیامت دستِ حسرت ہی ملا کی مگر زاہد نے کوئی حورِ تما کی نظر آتی ہے اک قدرتِ خدا کی </p>	<p> کرے کیا دیکھئے اچھو کا احساں مرے دل کی رقم تم نے گئے تھے مرے آگے تمہیں جہلا رہا ہے اڑالی تھی اسی نے بونے کا کل غموشی کا سبب میں کیا بتاؤں اداؤں سے بچی تھی جتنی شوخی شبِ فرقت بھلاتے شمع کیونکر تری آنکھوں میں گھر کرنے لگی ہے مری تعریف ہو دشمن کے آگے نگاہِ خشکیں کو تاڑ لوں گا جواب صاف پہر برسوں میں وہ بھی نوازش ہو جو تو مجھ کو نوازے مرے کوچے سے وہ گزرا ہے شاید تری رفتار سے کیا پیش چلتی نمازوں پر نمازیں پڑھ رہا ہے بتوں کو جس نے دیکھا بول اٹھا </p>
--	--

ابھی بیخود ستم ایسے ہوئے کیا
 ابھی سے پڑ گئی روزِ جزا کی

نشستی کی پری ابر میں اڑتی نظر آئے

پینے کے ہی دن تو ہیں ساتی اگر آئے

برچی سی لگی دل پہ جہاں وہ نظر آئے
 اب رات ہی کیوں ہو جو وہ دشمن گھر آئے
 پہر خاک نہ بچھے مجھ جب وہ نظر آئے
 خالی ہے وہ صف دیکھے دشمن اگر آئے
 وہ دیکھ کے بچو کو یہ بولے کدھر آئے
 جو ہر تری شمشیر نکالے گی دفا کے
 اُس دل پہ فدا جان ہے جیسے تیرا وہ بیان
 قاتل کو تم کا نہ مزا ہے نہ سلیقہ
 تم کہتے ہو دل میں نہ کوئی میرے سوا ہو
 آیا جو عرقِ حسن کی گرمی سے چین پر
 دو نور کے بقعے ہیں وہ خسارِ درخشاں
 بخشی ہے ترے شوق نے وہ منزلِ عالی
 عادت بھی نہیں شرم بھی نہ غیر کا ڈر بھی
 اب تر بھی نظر اس میں ہو یا بانگی ادا ہو
 اغیار کی محفل میں ہمیں تم نے بلایا
 تو میری نگاہوں میں سما جائے کچھ ایسا
 تاکا ہے تنگ کرنے مراد دل بھی جسکے بھی
 تم پہر تو چلے آؤ گے بے عذر مے گھر
 ظالم یہ علامت ہے تری سنگدلی کی

ہر وقت کی چوٹوں کو کہاں سے جگر آئے
 دن چھپنے نہ پائے کہ الٹی سحر آئے
 اذتہ کرے دل سے اجل پیشتر آئے
 آنکھوں میں کٹکنے کے لئے کیوں دہر آئے
 دیدار بہت دن میں تمہارے نظر آئے
 امید تو ہے میرے لہو کا اثر آئے
 اُس آنکھ پہ قرباں جسے تو نظر آئے
 لایا ہے نکاح پس کے جب زخم بہر آئے
 کیا ٹال دوں اُس کو بھی محبت اگر آئے
 آئینے میں دن کو انہیں تارے نظر آئے
 پروانہ ہے حیران ادھر آئے ادھر آئے
 برسوں میں جہاں سے مجھے اپنی خبر آئے
 دن کو کہیں کس طرح وہ رشکِ قمر آئے
 دلکش ہے وہی تیر جو دل میں اُتر آئے
 گو پاؤں نہ اٹھاتا تھا ہمارا۔ مگر آئے
 جب آئینہ دیکھوں تری صورت نظر آئے
 یہ کس کو خبر چوٹ وہ پہلے کدھر آئے
 لینے کے لئے تم کو قیامت اگر آئے
 پتھر سے جو دو سینے کے اوپر اُبر آئے

تم ہو کہ اجل۔ وعدہ پہ جو پشتیر آئے
لو اور سُنو گمانی میں جن کی کمر آئے
دستک مرے ہمراہ کسی کی نظر آئے

دل دے ہی چکا جان بھی دو جنگا گمراہ کو
آتے میں مرے قتل کو وہ باندھ کے تلوار
دل تہام کے اٹھنے کا فرازم سے جب ہو

مسجد میں ہمدردی و میخوار کا کیا کام
معدوم نہیں آج یہ حضرت کدھر آئے

پہر بلا دتی ہر آن سول گئی جب چل گئی
آتش گل سے ادھر غنچو کی چٹائی پہل گئی
موت بھی اگر کف افسوس مجھ پر مل گئی
آشیانے سے مرنے بجلی بہت بیکل گئی
جان کی پروا کے آھر گئی اول گئی
آپ کی تلوار ساری آبلوں سے پہل گئی
کل تو اک ساغر تھا غائب آج اک تول گئی
بھکودم دیکھو خدا جانے کہاں یہ مل گئی
اب قیامت سو کوئی پوچھو کہ ہر چل مل گئی
گہات میں مدت سو تھے یہ چال نئی حل گئی
مر گیا بے موت میں آئی ہوئی جب مل گئی
آج جانے سے اگر یہ رک گئی تو کل گئی
کیا نظر اس کی چہلا وہ تھی کہ بھکوپل گئی
ہاتھ جب مل پر رکھا اُس نے ہتیلی پہل گئی

سنتے سنتے وصفِ مومن جان اپنی حل گئی
گرم نالوں سے ادھر منتقارِ بابل حل گئی
بیکسی میں تھا تو نے دیکھ سہارا اس کل تھا
تو نے بھی اے آسماں دیکھا جلدانیکا مڑا
پیشیا تو آبرو کا ہر محبت میں مجھے
ایوں لگی دل کی کہیں بھتی ہو میرا کیا گیا
میسکدے میں روح زاہد کی کہیں آتی نہ ہو
بہج کر بھی میں تو بچتا یا صبا کو ان کے پاس
اُس کی اک ٹھوکر میں سید ہی ہو گئی اُنتہی نہیں
دیکھنے کو دل لیا تھا لیکے وہ چمپت ہوئے
تیر جو کا ان کا میرے دل کے کھڑو ہو گئے
ہو جو انو سے جوانی چار دن کی چاندنی
لیکئی ہوشِ خرد صبر و تحمل چین کر
ہائے اب اتنی تسلی کا سہارا بھی گیا

<p>اکی شوخی پر عجب انداز سے نکلی جو جان بول اٹھے حشر میں اُس شوخ کو سب دیکھ کر بنگئی بزمِ صدویں شمع بھی میری رقیب</p>	<p>ڈھونڈتا ہی رہ گیا میں تو کہ ہر چہل گئی حسن کے سانچے میں سرتا پا قیامت ڈھل گئی مجھ کو جلتا دیکھ کر محفل میں بھی جل گئی</p>
---	--

گر چہ پیاؤ مجھ سے بچو تو پیو میرا سو
کس کی دعوت کے لئے پہر آج یہ بول گئی

<p>پھوٹ اُن باگی اداؤں کی جگر تک آئی بارِ یابی کی تو نوبت بھی نہ دے تک آئی کہیں چلنا کہیں رُکن اکیس کچھ کچھ جانا رات بہر اُس کی گلی میں کوئی روتا ہی رہا حسرت دیدہ کو کیا پوچھتے ہو نزع میں تم نکلے بیمارِ جدائی کا ترے سامنے دم جیتے جی اب نہ شبِ بجز و کما سے اللہ نہ دبا شرم و حیا سے نہ دبا جوشِ شباب وارِ وز دیدہ نظر کا بھی تو خالی نہ گیا اُس کے قامت سے قیامت کو بہلا گیا بہت گم ہوئی مشکلی پہر کچھ نہ چلا اُس کا سراغ ہو گیا سیر کو بھی اُن کا نکلنا موتوں پہ نیا بزم میں دشمن کی تماشا دیکھا انہنگی آنکھ جسدِ ہر اپنی تجھی کو دیکھا</p>	<p>زلف بڑا ہر مرے قاتل کی مکر تک آئی دور سے خلقِ خدا اُس کو گرہ تک آئی کس نئی چال سے شمشیرِ جگر تک آئی ہچکیوں کی بجھے آوازِ سحر تک آئی گرتی پڑتی ہوئی کمبختِ نظر تک آئی یہی حسرت تھے آنے کی خبر تک آئی موت ہی موت نظر چار پہر تک آئی بڑھے شوخی کی ادا اُن کی نظر تک آئی تیغِ اوچھی تھی مگر چوٹِ جگر تک آئی بہت اچکی جو کبھی یہ تو مکر تک آئی میرے ہمراہ قیامت تب دے تک آئی اڑ کے جب خاک مری راہِ زندگِ آئی آپ ہی آپ سہنی اُن کو سحر تک آئی تیری ہی شکلِ نظرِ نہ نظر تک آئی</p>
---	--

جذبِ دل کیسے کچھ تو لائے گا گھر سے اس کو
آج تک جس کی نہ لائے گا گھر سے اس کو

میری قسمت ہی میں تھا رشک سے مرزا بخود
کہ مجھے لیکے اہل غیر کے گھر تک آئی

ایسا بناو یا نہ تھے قدرتِ خدا کی ہے
چشمِ سیاہِ یار سے سازشِ حیا کی ہے
تصویر کیوں دکھائیں تمہیں نام کیوں بتائیں
اندازِ مجھ سے اور میں دشمن سے اور ڈھنگ
مغز و رکبیں ہیں آپ جوانی پر اس قدر
دشمن کے گھر سے چل کے دکھا دو جدا جدا
رو رہ کے لے رہی ہے مے و ملیں چٹکیاں
گردنِ مڑی نگاہِ لڑی بات کچھ نہ کی
ہوتی ہے روزِ بادہ کشوں کی دعا قبول
جتنے گٹے تھے اُنکے وہ سب لے ہو دل گئے
پہنپتا ہے خون بھی لائیں مٹی تو کھولتے
کہہ دو کہ بے وضو نہ چھوئے اس کو محتسب
میں امتحان دیکھئے انہیں کیوں نہ مر گیا

کس حُسن کا ہے حُسنِ ادا کس ادا کی ہے
یہی کے ساتھ میں یہ ہیلی ہلا کی ہے
لائے ہیں ہم کہیں سے کسی بیوفا کی ہے
پہچان مجھ کو اپنی پرانی قصہ کی ہے
یہ میرے نام کی ہو یہ میری عا کی ہے
یہ بانگین کی چال یہ ناز و ادا کی ہے
پہلی ہوئی گرہ ترے بندِ قبا کی ہے
شوخی تو خیر اپنی تمسکیں ہلا کی ہے
اے محتسب یہ نشانِ کریمی خدا کی ہے
چھپی ہوئی نگاہِ تلافی جفا کی ہے
رنگت یہی حنا کی یہی بو حنا کی ہے
بوئل میں بندِ روح کسی پارسا کی ہے
اب غیر سے بھی اُن کو تمنا و فا کی ہے

دیکھو تو جا کے حضرت بخود نہ ہوں کہیں
دعوتِ شرابِ خانے میں اک پارسا کی ہے

خوب تدبیر ہوئی خوب تشفی کر دی
کھینچ کر تبرِ بغل آپ نے خالی کر دی

دشمن نے کیا تم نے تسلی کر دی
 اوج دو لوک ہوئی ان سو صفائی کیسی
 میرے کہنے سے ذرا آئینہ تو دیکھ تو لے
 دیکھ کر دل کو ذرا دیکھئے: بے بس کی طرف
 چشم مشتاق کو یہ رات بھی سولی پہ کٹی
 رشک دشمن بھی تو ہے عشق میں کھسک کر
 چٹکیاں سیگی مری آہ کس تھا کہ نہیں
 اب کسی اور کو چاہینگے ملینگے اُس سے
 حسرت وصل سے تصویر بھی پورنی کچی
 قول ماگھا جو ناکا تو کما ظالم نے
 ان کے آتے ہی نہ تھی دلخجگائیں وہ چپک
 دل ہی شاق تھے جلوہ زیبا کا نہیں
 خاک میں خوب ہی رمان ملائے دل کے
 ابھی یہ جلوہ نمائی ابھی کچھ خاک نہیں
 دستِ قاتل نے بھی اعجاز دکھائے کیا کیا
 آتے آتے وہ ادھر پہر گئے دشمن کی طرف
 خوب تیرنگہ نازکی بچھاڑ ہوئی

چوٹ مل پر ادھر آئی ادھر بھی کر دی
 اور بھی دل کی گرہ غیر نے بھی کر دی
 شرم نے اور تری اکہہ رسیلی کر دی
 محنت دی کہیں حالت میں ایسی کر دی
 آپکے وعدے نے یہ رات بھی ٹلی کر دی
 زہر نے بل کے دوا اور بھی کڑوی کر دی
 اے فلک دیکھ بے چاتی تری سیلی کر دی
 آپ ہٹ جائیے بس آپکے کٹی کر دی
 انگلیوں سے بھی کمر یار کی پستلی کر دی
 چوس کر میری زباں آپنے جھوٹی کر دی
 نور خورشید نے ضو شمع کی ہسکی کر دی
 جان بھی بنے تو اب نذر تجبلی کر دی
 کیسی سبھی تم ایجا دے مونی کر دی
 بٹلا پانی کا انسان کی سبھی کر دی
 خون ہمدی کا کیا خون کی ہمدی کر دی
 جلدھی اسے جذبہ دل تو نے توڑی کر دی
 آپ نے غیر کی تصویر تو چھلنی کر دی

بھکچھو نہ سمجھ خوب سمجھتا ہوں مجھے
 شمع میرے ہی جلائے کو تو ٹھنڈی کر دی

راہد یہ دعا مانگ ہیں تو یہ دعا دے
وہ اور تسلی مجھوں ان کی بلا دے
ترسائے نہ زندوں کو جو توفیق خدا دے
میں آپ سے یسائوں جو کر جائیے کر
امید بھی ہو روزہ جز خوف بھی دل میں
آفت میں تری صبر و تحمل تو سہا رہے
آنکھوں پہ مری باندہ کے پٹی شب و عہ
ہر بات کا اللہ نے بخشا ہے سلیقہ
اس طرح بھی غش سے کہیں ہوتا ہوا فاقہ
دشمن سے اگر ترک ملاقات ہے منظور
دشمن نے لگائی ہو ترے ہاتھ میں مہدی
اس تلخ زبانی پہ ہے تو دل کا خریدار
دم چڑھنے لگا غصے کے تیور جو نبائے
بید و کوتاہ ہے مزا ظالم و ستم میں

اک بار پہر اس شمع سے اللہ ملا دے
جاتے ہوئے فرما تو گئے صبر خدا دے
ساتی جو بچا رکھی ہو لا وہ بھی پلا دے
یہ اپنے اچھی کسی تو دل تو ذرا دے
معلوم نہیں وہ ہیں بختے کہ سزا دے
دل کا مجھ کو کشکا ہے کہیں یہ نہ دعا دے
پروانے کو تاکید ہوئی شمع بھلا دے
لڑنا بھی فرا دے ترا ملنا بھی مزا دے
یا زلف سنگھایا مجھے دامن کی ہوا دے
ہے بات ہی کیا تو کوئی الزام لگا دے
میں خون کروں آج اگر رنگ جنا دے
بوسہ بھی نہ کڑوا ہو کہیں پہلے چکھا دے
نازک ہو جو اتنا وہ مجھے خاک سزا دے
اب اسکی بلا سے کوئی کوئے کہ دعا دے

کبخت نے سب کہول دے راہِ محبت
یہ کس نے کہا تھا تجھے جیو دو کو پلا دے

غزلِ نعتیہ

دل سینے میں حضرت کی تمنا کے لئے ہے

آنکھوں میں نظر جلوہ زریبا کے لئے ہے

وہ جہم کو میسر ہے نہ دارا کے لئے ہے
 ہر حکام پہ کسکا دل غیبا کے لئے ہے
 وہ جلوہ نقاب اس رخِ زیبا کے لئے ہے
 مخصوص یہ محل اسی میلے کے لئے ہے
 دنیا کی خوشی طالب دنیا کے لئے ہے
 بیتاب زباں عرضِ تمنا کے لئے ہے
 یہ بات کہاں خضرِ مہیا کے لئے ہے
 بیچین یہ دل شرب و لہجہ کے لئے ہے
 روشن ہو مگر دیدہ دنیا کے لئے ہے
 جیسے کامزا آپ کے شیدا کے لئے ہے
 یہ خلد یہ اک حورِ توادنا کے لئے ہے
 آئینہٴ عرفان دلِ دنیا کے لئے ہے
 آراستہ یہ گھر شرہ والا کے لئے ہے

بے رتبہ غلامِ مشیہ والا کے لئے ہے
 اسان سمجھنا نہ رہوشیِ نبی کو
 موتے ہوئے عشقِ حبلی فقط ایک جہلک پر
 گھر کرتی ہے دل میں نگہِ نازِ نبی کی
 ہم عاشقِ احمد ہیں ہیں سرج ہے درکار
 اسے شوق پہنچے لیکے ٹہنے میں مجھے تو
 تم رہبرِ توحید ہو تم ہائے اسلام
 کچھ دُور نہیں خلد سے ہاگ آؤں اگر میں
 گل ہو نہیں سکتی ہے کبھی شمعِ نبوت
 عقبی کی نہ کچھ فکر نہ دنیا سے سرِ درکار
 اللہ کا طالب ہوں سیلے سے نبی کے
 وہ سنگ کہ جس پر ہونشانِ قدمِ ان کا
 ہوتے نہ اگر آپ تہذیبِ نبی نہ ہوتی

بہرِ نیر ہو دل کیوں نہ سے عشقِ نبی سے
 یہ شیشہ تو چھو و اسی صہبا کے لئے ہے

ایسے ارمانِ مٹائے ہیں کہ جی جانتا ہے
 داغِ وہ عشق میں کہاں ہیں کہ جی جانتا ہے
 وہ تماشے نظر آئے ہیں کہ جی جانتا ہے
 دل نے صدمے وہ اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

وہ ستم اپنے ڈھائے ہیں کہ جی جانتا ہے
 سرج وہ ہم نے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے
 بزمِ دشمن میں پوچھ ہم سے بتا کیا دیکھا
 ہم خدا جانے جسے ہجر میں تیرے کیونکر

<p>آج وہ غیر کی محفل سے عدو کے گھر سے تیرا ملاز ترا حسن ترے ناز و غرور سن کے فریاد مری حشر میں فرماتے ہیں مٹنے والوں کے جو کچھ نام کو باقی تھے نشان آپ کے ظلم و ستم آپ کے قدموں کی قسم</p>	<p>اس طرح روٹھ کر آئے ہیں کہ جی جاتا ہے ایسے اکھنوں سہاؤ ہیں کہ جی جاتا ہے تو نے وہ فتنے اٹھائے ہیں کہ جی جاتا ہے آج یوں اُس نے مٹائے ہیں کہ جی جاتا ہے اس قدر دل سے بھلائے ہیں کہ جی جاتا ہے</p>
--	---

آج کہتے ہوئے آتے تھے کہیں سے بیچو
جلوے وہ تو نے دکھائے ہیں کہ جی جاتا ہے

<p>دل لیک کرے انکی بلا بات کسی سے کسدی تھی فقط ہم نے تو اک بات نہی سے ہم جان گئے صلح ہے جس اُسے منظور آیا ہے قیامت میں منانے کوئی نہ کو ناخوش ہی سہی دھیان تو جو ان کو بہار ہوتا جو خفا جب کبھی وہ غیر سے دل میں اس رشکِ محبت نے غضب اگ لگائی سنتا ہوں سب زرم وہ دشمن کی زبانی جب ہم نے کہا ہم بھی تو عاشق ہیں نہاے ہوں بھی کسی کجبت کو دیتے ہیں تسلی</p>	<p>فرصت ہی نہیں بات کی ہونٹوں کو نہی سے الفت ہو کسی سے نہ عدوت ہو کسی سے ہم مار گئے روٹھے آئے ہو کسی سے کس طیش سے غصے و غضب خفگی سے ہم خوش ہیں کہ وہ رنج تو دیتے ہیں خوشی سے اُس وقت کا عالم کوئی پوچھے کڑی سے جلنے لگے اغیار مے دل کی لگی سے پوشیدہ کوئی راز جو کہتا ہوں کسی سے کس ناز سے فرماتے ہیں وہ اپنے ہی جی سے وعدے کا مزا آپ نے کہو یا خفگی سے</p>
---	---

کیا فکر ہے بیچو جو اٹھاتے نہیں سہی
لڑکر تو نہیں آئے ہو تم آج کسی سے

چشکیاں لیتی ہر اُس کی یاد سوتے جاگتے
وصل میں وہاں طرِ ناشاد سوتے جاگتے
ذکر ہے اسکا اکیلی یاد سوتے جاگتے
ظلم ڈاتا ہے تم ایجا د سوتے جاگتے
نجمہ سے تھی امید اے فریاد سوتے جاگتے
دیکھ سکتا ہو دلِ ناشاد سوتے جاگتے
مجھ کو ہوتا ہے ہی ارشاد سوتے جاگتے
چل رہے ہیں نادک بیداد سوتے جاگتے

مضطرب ہیں عاشقِ ناشاد سوتے جاگتے
کیا انہیں چین کر دیتا نہ تیرا اضطراب
رات دن شام و بھر ہر وقت ہر دم ہر گھڑی
خواب میں اگر ہوا ہے ہے وعدہ قتل کا
جاگتوں کو تو سلا دیتی ہے یہ کیسا اثر
خواب و بیداری ہر یکساں سکے جلے کیلے
دیکھنا کھلنے نہ پائے غیر پر رازِ نہاں
اُس کی چشمِ نیم واکِ خواب و بیداری ہر ایک

عمر بہر میں تو نے بیچو دو کام بھی کوئی کیا
یا نہیں کی زندگی برباد سوتے جاگتے

اہلِ آتی ہے پہلے یا ہمارا نامہ بر پہلے
لگے ترچھی نظر کی دیکھتے برجھی کدھر پہلے
ہیں بھی دیکھنا ہو کس پہ پڑتی ہو نظر پہلے
چلتے ہیں سینے میں جی اِغ جگر پہلے
محبت کا ہر یہ دستور ملتی ہو نظر پہلے
ذرا قائم تو ہو لیں اپنی بات پر پہلے
اسی کا فیصلہ کرتے تھے قصہ مختصر پہلے
غضب یہ ہو چکئی ہے کلافی و کمر پہلے
یہی دن بات تھے پہلے ہی شام و بھر پہلے

نغمِ وقت میں دیکھیں کون لیتا ہو خبر پہلے
چہرے دلِ پیشتر اپنا کہ زخمی ہو جگر پہلے
قیامت میں مقابلِ سیلی و شیریں کے جم جانا
کلیجے سے لگا رکھی ہے میں نے عشق کی لبت
نظر سے پیشتر دلِ ملکیا کہتے ہیں کیا اس کو
ابھی کچھ تھا ابھی کچھ ہے اسی پر ہو طلب کی
وفا ہو گی جفا ہو گی تم ہونگے کرم ہونگے
آئی خیر غصے میں نکالی تیغ تو اُس نے
تمہیں بدلے ہوئے ہو کچھ زمانہ تو نہیں ملا

ہیں تو اے اجل الفت میں اپنی جاں ہی تھی ہم انکی نذر کر دیتے وہ آجاتے اگر پہلے

ہیں بخود نے برسوں میں یہ اک نکتہ بتایا ہے
کہے جب بات کوئی سوچ لے دل میں بشر پہلے

کیا کہئے مجبور ہیں عادت نہیں جاتی
بدلی بھی تو کجنت کی قسمت نہیں جاتی
تصویر میں بھی اُن کی نزاکت نہیں جاتی
جو آتی ہے اگر وہ مصیبت نہیں جاتی
مظلوم ہوں فریاد کی عادت نہیں جاتی
ہاتھوں میں جو مل سبجے زنجیر نہیں جاتی
وہ آکے چلے گھر شبِ فرقت نہیں جاتی

اجل سے حسینوں کی محبت نہیں جاتی
بخود کو مقدر کی شکایت نہیں جاتی
اک ہاتھ مکر پر ہے تو اک دوشِ عدو پر
سلاخ سے ہائے شبِ فتنہ نہیں ملتی
بہنے میں بھی تو نالہ نکل جاتا ہے منہ سر
ہر پیرے لہو میں یہ اثر میری وفا کا
روٹھی ہوئی بیٹھی ہے قیامت نہیں لٹتی

سنئے سنئے بہت وضع کے پابند ہیں بخود
بازاریں پی لینے کی عادت نہیں جاتی

شوخی سے وہ حجاب کی عادت بدل گئی
اُن کی نظر ہری مری قسمت بدل گئی
تیری تو ایک رات میں صورت بدل گئی
روز وصال سے شبِ فرقت بدل گئی
شاید رقیب سے مری قسمت بدل گئی
تیکس سے آج اُن کی شرارت بدل گئی
اک اٹھ چکی تو اور قیامت بدل گئی

مل کر قریب تری طینت بدل گئی
دو لو کی صبح وصل کو حالت بدل گئی
کہتے ہیں اس کو ہجر کہہتے ہیں مجھ سے وہ
روٹھے وہ مجھ سے کیا کہ زمانہ پلٹ گیا
تم اور وعدہ اُس چم میری جان کی
بتیاب مجھ کو دیکھ کے حیران رہ گئے
غصے میں کہا رہی ہے زبان اُنکی پلٹ گیا

<p>دہتہ لگا دیا تہیں چاہت نے غیر کی مخفل ہی مکان وہی آدمی وہی عہد و فاپہ آپ نے کہانی تو ہے قسم یہ کس نے پھول لا کے چڑھائے مزار پر بدوانہ شمع بنکے جلا شمع گل بنی</p>	<p>بدنامیوں کو حُسن کی شہرت بدل گئی یہاں نئے ہیں یا تری عادت بدل گئی دو چار دن کے بعد جو نیت بدل گئی گلزارِ خالد سے مری تربت بدل گئی آتے ہی اُن کے بزم کی رنگت بدل گئی</p>
--	--

یہ جو شراب عشق کی توبہ نہ نبھ سکی
ساتی سے آنکھ ملتے ہی نیت بدل گئی

<p>بمسیاب دل تو نے چھیدا ہر جگر تو نے اس حُسن کو سمجھا تھا کیا حسن بشر تو نے دیکھا جو مجھے مضطرب و مٹھ سکے دم بہر ہو لا نہیں میں ایسا میں غیب سمجھتا تھا پھر مجھ سے لڑا ہوتا پھر روٹھ گیا ہوتا پروانے کی حالت تھی خصلت کی گنری آفت میں یہ رسوائی انبیاء کی بن آئی مظلوم کی آہوں سے ڈرنا ہی مناسب ہو عیاری و مکاری مجھ سے نہیں چلنے کی ہم دور نہ تھے تجھ سے دشمن کے مقابل آنسو لکھ آئے میں دل کیسے جلائے ہیں نومید کرم ہو کر پرے سے بہرا ساغر</p>	<p>جب غیر مخفل میں ڈالی ہو تظر تو نے آئینے میں کیا دیکھا انصاف تو کر تو نے کیا ظلم کیا اُن پر اسے دردِ جگر تو نے دشمن کو دیا چکما فحش سے نہ مکر تو نے پھر دیکھ لیا ہوتا نالوں کا اثر تو نے دیکھا یہ تماشا بھی اسے شمعِ سحر تو نے کیا نام ڈبو یا ہے اسے دیدہ تر تو نے کیوں قتل ہو عالم کے باندھی ہو کر قہر تو نے دل میرا بچر یا ہے لا ہا تھا دہر تو نے قربان تغافل کے دیکھا نہ مگر تو نے دیکھا ہے جد ہر میں نے گہوارا ہر جد ہر تو نے اس آگ کو بھڑکایا اسے دامن تو نے</p>
--	---

دل کینچ لیا میل ملتے ہی نظر تو نے
اے بانے شرف نے اے شعبہ گر تو نے
یعنی تھی خبر تم کو لی خوب خبر تو نے
غچے کا دہن چھینا چیتے کی کمر تو نے
اے چشم حقیقت میں دیکھا نہ ادھر تو نے
گردن جو ادھر مڑی راتے ہی نظر تو نے

اب صبر کا کیا رونا بچان کا غم کیسا
وغمین کو لڑایا ہے دل میل جلایا ہے
بیمار محبت کا جو ٹوں بھی نہ دل رکس
اس حسن و نزاکت پر یہ ٹوٹ تری خود
کچھ عرش سے بڑھتا تھا جب تک پتا ملتا
کیا میری محبت کی کانوں میں خبر پہنچی

یہ سحر زباں بھی ہے اعجاز بیاں بھی ہے
دیکھا کہ نہیں دیکھا پنچو کا نہر تو نے

سجے کوئی روٹھے ہوئے بیٹھے ہیں وہ
خالی نہیں انکار بھی تو حسن طلب سے
کٹنے کو کٹی عمر مگر رنج و تعب سے
یہ دامن یوسف ہو نہ بڑھ جڑاوب سے
جو خاک نشیں تھے وہی اونچے ہو سب سے
کس واسطے کیا وجہ فقط تیرے سب سے
جو زخم کہ خالی ہو ترے درد طلب سے
نسخہ یہ اڑایا ہے میسجاکے مطب سے
غیر دلی میں یہ چرچا ہو کہ غائب ہیں وہ سب سے
آواز یہ آتی ہے خبر دار ادب سے
ہمت کی طلب ہو مجھے اب دست طلب سے

ایسے بزم میں اٹھتی ہو نظر تہ بغضب سے
اگاہ ہیں کچھ ایسے وہ دل لینے کو مہرب سے
کیا رنج اٹھا ہے میں دل عیش طلب سے
پہلے نہ زلیخا نے کہا دست طلب سے
پستی میں نظر آنے لگی رفعت منزل سے
یہ داغ یہ صدمے یہ قلع ہے اٹھا سے
یار اب اسے تو سوداہ الماس سے بہرنا
بیمار محبت کے لئے موت شفا ہے
ہم نے تو انہیں خواب میں دیکھا تھا سحر کو
جگتا ہوں جو ہوسکے لئے اُنکے قدم پر
پڑ کر ترے دامن پہ مرا ہاتھ نہ سر کے

یہ دیکھ کے آئینہ کو حیران یہ بوسے
 قسمت کا گھارندوں کو ہوتا نہیں ملغظ
 گسل کیلئے نہشت تاق ترنا نہیں ڈہری
 رنگنی ہوئی رطقی ہر نظر مجھ سے عدو کی
 کیوں سوچ ہے کیا ختم ہوئیں میری فانیں
 اس مشکب قمر کو مرے پہلو میں جو یہ کجا
 بدنامی عشاق کا ہر پاس یہاں تک
 آنکھوں کی جو دیکھا ہی ترپتے ہوئے مجھ کو
 کر لیجے رقم اپنے غلاموں میں مرا نام

ارشاد تو ہوا آپ کے چاہا مجھے کب سے
 مائل جاتی ہو سب کلفت غم آپ سے
 شوخی کو ابہر نے نہیں دیتے وہ غضب سے
 اُٹتے ہیں تری بزم میں فتنے بھی ادب سے
 پہلی جونہیں یاد تو گنتے رہو اب سے
 خود شید نے منہ ڈھانک لیا دامن سے
 مشہور وہ کرتے ہیں کسی اور لقب سے
 وہ خواب میں ڈر ڈر کے چل پڑتے ہیں جگ سے
 موقع ہو تو یہ عرض کروں شاہِ عرب سے

باتوں میں تو مجھ کو دے کوئی جیت نہ سکتا
 ہمارا ہے اگر قول تو یہ نیتِ عنب سے

با مال نعلش کوین ہو مجھ سے خستہ حال کی
 کشتے گی بعد مرگ بھی حسرت وصال کی
 رہ رہ کے یاد آئی ہو شوخی جو چال کی
 ہم کو نہیں ہے نجبہ سے ضرورت سوال کی
 آئینہ کیا بتائے گا مجھ سے ملاؤ آنکھ
 ہم کیوں پیچیدہ ہیں ہم بھی ہیں عالم میں ہم کہاں
 پہرے لگے ہوئے ہیں تصویر میں غیر کے
 پرست کی بات کے لئے پردہ ضرور تھا

تعلیم دے ہے میں قیامت کو چال کی
 نکلی نہ تم سے پہاں کسی خستہ حال کی
 رٹ رٹ گئی ہے قبر تری پائمال کی
 خود منہ سے بولتی ہے تمنا وصال کی
 میری نظر کوئی جو حسن و جمال کی
 اپنا خیال ہی غلطی ہے خیال کی
 رہتی ہے روک ٹوک ہمارے خیال کی
 پہلو میں ل ہو دل میں تمنا وصال کی

اے دل ہماری بات نے اب تری بلا
 ارمان وہ نکالنے آئے ہیں نزع میں
 دل میں وفا ہے درد ہے آفت ہے سوز ہے
 غصے میں بھی تو اس نے پھوڑی دامن
 ہم نے جتا دیا تھا کہ دشمن ہے بیوفا
 برسوں ہے میں حضرت موسیٰ کے ہوش گم
 پہنچا تمام عمر تم اس فاقہ مست سے
 دل میں پہنچی کبھی آنکھوں میں چھپ گئے
 تم چپکے ساتھ پردہ میں مجھ کو نہ چھپ سکا
 جوا ابتدا میں نگ تھے وہ انتہا میں ہیں
 میں شہتہ نگاہ تغافل شمار ہوں
 سب دل کے بہید کھول لئے جس سے جا ملی
 کچھ اس ادا سے وصل میں ٹٹھے ہیں آج وہ
 دہوکے میں پہلے حضرت واعظ فانی توی
 ہم مجھ سے اذیتیں بوا کیا طلب کریں
 یہ ابرہہ ہوا یہ جوانی یہ فصل گل
 ظلم و ستم کے شکوہ پہ شوخی تو دیکھئے
 ویران کر کے دل کو اُسے ڈھونڈتے ہیں ہم
 پہنچنا مرہض ہجر کا کچھ کھیل تو نہ ہتا

ہر دہن لگی ہوئی تجھے اُن کے وصال کی
 کیا ٹوٹ مچ رہی ہے مسافر کو مال کی
 فہرست لکھ رہا ہوں یہ میں اپنے مال کی
 ماتھے کی ہر شکن میں ہے صورت ہلال کی
 تم سمجھے اس نے جو چلا اس نے چال کی
 دیکھی تھی اک جہلک ترے حسن و جمال کی
 دیکھو عدد کی آنکھ ہے بہو کی جہال کی
 ہوتی ہے اُن کی آنکھ مجھ کی خیال کی
 آنکھوں سے دور ہیں ہیں نگاہیں خیال کی
 تغیر و محنت میں نہیں ماضی و حال کی
 پریشان ہو گی حشر میں بھی میری حال کی
 اُس شوخ کی نگاہ بھی ہو کس کمال کی
 برسوں ریگی ہم کو تمنّا ملال کی
 جب نشہ کھل گیا تو بڑی قیل قال کی
 منظور کب ہے قد گشتانی سوال کی
 زاہد ابھی سے تھمکو پڑی ہو مال کی
 صورت بنائے بیٹھے ہیں انفعال کی
 صحرائیں سنجو ہو مریدہ غزال کی
 برسوں رہا علاج بہت دیکھ ہال کی

۴ | جو تہجد پہ سوٹ گئے جنید تقی نے مٹا دیا | وہ لوگ لوٹ لیگے دولت وصال کی
کچھ بجے گر کے برق نے تنکے جلائے | کچھ آگ آستیا نے میں تھی پہلے سال کی

یہ بخود کی خاموشی کا سبب ان کو پوچھیے
اس کو تو کچھ خبر ہی نہیں ان خیال کی

اُنھے تری نخل سے تو کس کام کے اُٹھے | دل تہام کے بیٹھے تھے جگر تہام کے اُٹھے
دم بہر مرے پہلو میں انہیں چین کہاں ہو | بیٹھے کہ بہا نیسے کسی کام کے اُٹھے
افسوس و انخیار نے کیا کیا نہ ملے ہاتھ | وہ ہزم سے جب ہاتھ مر تہام کے اُٹھے
دنیا میں کسی نے بھی یہ دیکھی ہے نزاکت | اُن کو نہ بھی حرف مرے نام کے اُٹھے
اُس ہزم سے اُٹھ کر تو قدم ہی نہیں اُٹھتا | گھر صبح کو پہنچے ہیں کہیں شام کے اُٹھے
جو ظلم و ستم تم نے کئے سب وہ اُٹھائے | اک رنج و قلق ہم سے نہ الزام کے اُٹھے
صدے تو بہت قیدیں جیسے مرے دل نے | جھٹکے نہ مگر زلف سیہ فام کے اُٹھے
ہو رشاک کہ یہ بھی کہیں شیدا انہوں اُس کے | تربت سے بہت لوگ مرے نام کے اُٹھے
افسانہ محسن اُس کا ہر ایک زباں پر | پرے نہ بھی جسکے درد بام کے اُٹھے
آغاز محبت میں مرے دل نے اڑائے | پوچھے تو کوئی رنج بھی انجام کے اُٹھے

دل نذر میں دے آئے ہم اک شوخ کو بچو
بازار میں جب دام نہ اس جام کے اُٹھے

بگنی صورت غم الفت میں لاثانی مری | سیکھتا جاتا ہے آئینہ بھی حیرانی مری
شتر کے دن کام آئی پریشانی مری | دامن مریم نبی آلودہ دامانی مری
خاں صحرائے جنوں کرتے ہیں مہمانی مری | بارگاہ عشق کا خلعت ہر عیانی مری

اس کے جوہن نے ابھر کر کہدیا یہ قصاص
 بجزہ جینے نے یادب ماڈالا جیتی جی
 داغ کہا نے کیلے تموا شک پینے کیلے
 اب تو معنی آگئے تو من شادی کے فہم میں
 تم نے مجھے دشمنی کی مقصنا تھا عقل کا
 اب تقاضا ہو ہیں تصویر اپنی بھیج دو
 میں تصویر میں پہنچ جائیگا بزم یار تاک
 عرض مطلب پر شپ عہد ہوا ارشاد یہ
 ہو گئی مقبول ایسی کون سی میری دوسرا
 اور سنئے رشاک دشمن نے بنا دی جان
 چوڑ کر دامن کسی کا پٹیا ہوں اپنا سر
 بعد مرون بھی وہی جو جوش و شہت کی نگر
 آن کو پہلے تو نقطہ ناز واد پر ناز تھا

میں وہ فتنہ ہوں قیامت بھی ہو دیوانی مری
 تیغ قاتل نیکی مجھ کو گراں جانی مری
 بزم دشمن میں ہوئی کیا خوب مہمانی مری
 پھوٹ نکلی تیرے چہرے سے پریشانی مری
 میں نے تم کو دوست سمجھا تھی یہ نادانی مری
 اس قدر ان کو پسند آئی ہے حیرانی مری
 کسچکے احباب الفت میں نگہبانی مری
 پاس بکری بھی نہ عادت تو نے پہچانی مری
 آج کیوں انتہی نہیں سجھے سویشانی مری
 قتل کرتی ہو مجھی کو جین پریشانی مری
 بڑا گئی جوش زلیخا سے شیمانی مری
 قبر میں کرتی ہیں اب جویریں نگہبانی مری
 اب وہ یہ سمجھے کہ صورت بھی ہولناکی مری

اس جگر کا دی کی بچو و داد بلجانی مجھے
 زندگی میں عین نزل سنتا جو خاقانی مری

مَہِ



صالح گیلانی

ادبیاتی فنون

محسن نعیدہ برغزل حضرت امیر مینائی مرحوم

قدت کا تماشا نظر آیا شب معراج انعام جو مخصوص تھا پایا شب معراج

کس شوق سے پہلو میں بٹایا شب معراج اللہ نے خلوت میں بلایا شب معراج

کیا رتبہ محبوب بڑایا شب معراج

جب شریل نے دہلجا جو بنایا شب معراج گیسو نے عجب رنگ دکھایا شب معراج

ہر ایک نبی دیکھنے آیا شب معراج جامہ جو محمد کو پہنایا شب معراج

عطر گل حبت سے بسایا شب معراج

گر پرفہ تھی ہر گام پہ چلی سے چک کر تھی رُخ کی ضیا برقی تجلی کے برابر

حضرت تھے ادھر اور ادھر خالق اکبر ذات آپ کی تھی شان جلالی کی جو منظر

رحمت نے کیا پھیل کے سایا شب معراج

جب عرش پہ تھے عرش کو دہیم بھی تھے آپ بندے تھے مگر لائق تکریم بھی تھے آپ

تجکتے بھی تھے اور قابل تعظیم بھی تھے آپ احمد بھی تھے اور احمد بے یوم بھی تھے آپ

یکتائی کا جلوہ نظر آیا شب معراج

جو فرق ہے تب میں وہ ظاہر و نہ نہاں یہ حوصلہ یہ ظرف ہو عالم پہ نمایاں

واں دور کی باتوں کو تسلی ہوتی ہاں ہاں ہاں طور پہ موسیٰ کو تجلی ہوتی اوریاں

اللہ نے پاس اپنے بلایا شب معراج

جو عزم کہ تہا دل میں نہ ہوتا تھا مکمل چُسن کا تھا رعب کہ تھا جسم معطل

ہر چند کہ دل سینے میں تھا شوق و بیکل اللہ رے پاس ادب احمد مرسل

جہیل نے آنکھوں سے جگایا شبِ معراج

ہر گام تجلی جو سرِ رواں گذر تھی تھا شوقِ ادھر محویتِ شوقِ ادھر تھی
اس بے خبری میں بھی تو ہم سب کی خبر تھی کیا امتِ عاصی پہ ترحم کی نظر تھی

بگڑی ہوئی باتوں کو نہایا شبِ معراج

شہد کوئی صفِ تھی تو کوئی غولِ مضطر بچی ہوئی آنکھیں تہیں سرِ راہ برابر
جائے کوئی کس طرح اس انداز سے چکر پس پس گئے دل حوروں کے ایک ایک نگہ پر

آنکھوں میں عجب سرمہ لگایا شبِ معراج

جس پر وہ کے نزدیک بھی آیا نہیں جاتا انسان کجا وہم کسی کا نہیں جاتا
موٹے سے جہاں ہوش نہ ہالا نہیں جاتا جو جلوہ پس پر وہ بھی دیکھ نہیں جاتا

بے پردہ وہ جلوہ نظرِ آیتِ معراج

کیوں ٹھیکری کہتے ہو عبتِ آنکھوں کے اوپر انصاف کرو ہم سے ذرا آنکھ مل کر
دنیا میں ہوا ہے کوئی حضرت کی برابر فردوس کے فقاہت کے شافعِ محشر

عالم کو جہنم سے بچایا شبِ معراج

دانتوں کی چاک رشاک گہر ہو گئی سب کو دامن کی ہوا باؤ سحر ہو گئی سب کو
تعظیم تری نہ نظر ہو گئی سب کو ہفتاد و دو عالم میں خبر ہو گئی سب کو

دعا کا وہ نبوت کا بجایا شبِ معراج

یہ لطفِ یہ احسانِ بخشش یہ عنایت ماں کو کبھی بچے سے نہ ہوگی یہ محبت
اللہ سے کرمِ جب ہوئی اللہ و خلوت عذر ان کے گناہوں کا کیا واہِ شفقت

وہ بیان آپ کو امت ہی کا آیا شبِ معراج

ہم کو یہ نئی بخشش ہوا اللہ کا احسان
 اتر رہا ہے اسی گیسوں کے لئے پہ تو قرآن
 وہ اپنا بتائیں اور پھر کو کہے احسان
 سو جانیں یا میرے حمد بے سیم پہ قربان
 خلعتِ احدیت کا بھی پایا شیبِ معراج

محسن بن غزال سنلوی حضرت نواب فصیح الملک بہادر شیخ دہلوی مرحوم مغفور

نہ کس طرح ہوں اتھائیں تمہاری
 بہت کی ہیں میں نے خطائیں تمہاری
 مجھے دل سے ہمائیں جفائیں تمہاری
 قیامت ہیں بانگی ادائیں تمہاری
 ادھر آؤ لیلوں بلائیں تمہاری

وہ معشوق کیا جو شرارت سے چوکے
 مزا تو یہ ہے بات میں بات نکلے
 محبت فقط آزمانے کو ہم نے
 جو پوچھا کبھی شغلِ تنہائی اُن سے
 کہا گئے ہیں ہم خطائیں تمہاری

یہ تقریر دشمن کی ہے جاہلانہ
 غلط ہے یہ بدنامیوں کا ہسانہ
 زبانوں پہ جاری ہے ان کا فسانہ
 زمانہ میں ہیں یادگار زمانہ
 وفائیں ہماری جفائیں تمہاری

پڑا ہے کوئی وقت جب دشمنوں پر
 یہاں بھی ہیں کام آئے ہیں اکثر
 مگر یہ تو معلوم ہو بندہ پرور
 ہمیں دو گے انعام کیا روزِ محشر
 جو ہم بات بگڑی بنائیں تمہاری

محبت کی لیلے سے ہوں دود و باتیں
 وفا کی زلیخا سے ہوں دود و باتیں
 لبوں کی سیجا سے ہوں دود و باتیں
 تجلی کی موسے سے ہوں دود و باتیں

اگر شکل ہم دیکھ پائیں تمہاری

یہ گمانا وہ ہے جس سے ہو موم پتھر یہ وہ سحر ہے جس دجن ہو سحر
پھر اس پر غضب یہ کہ ہو تسا دلبر پھر ک جائے کیونکر ذال ان سنکر

رسیلی سری صدائیں تمہاری

ہنسی کیل سمجھے تھے دل کا لگانا غضب ہے تم ہے طبیعت کا آنا
یہی حال ہو تو پڑا زہر کسانا ہیں بے تمہارے ہو جسم آب و دانا

قسم بھی جو کہائیں تم کہاں تمہاری

کتابِ محبت ہے کچھ ایسی ویسی لکھی اس میں باتیں ہیں سب سچی سچی
سنو گے مگر یہ کہو کس کی بیٹی ہر اک داستاں ہو نہایت فرسکی

ہم اپنی کہیں یا سنائیں تمہاری

یہ کہتے ہیں ہمے اشائے تمہارے کوہِ شرم کے دن سدا رہو تمہارے
رہے پر وہ اب کیونہی تہماے کریں آنکھ سے ہم نظارے تمہارے

سین کان و ہم صدائیں تمہاری

ابھی کہہ چکا ہوں اشاروں میں تم سے سمجھتے نہیں بات کو ایسے بھولے
نہیں ڈھنگ ان خوش نصیبوں کے اچھے کرو صدقے غیروں کو سر پر سے اپنے

بڑے لینے والے بلا میں تمہاری

یہ اقرار جو ٹپے ہیں یہ عہدِ باطل بلا ہو مری جھوٹی قسموں میں شامل
ملاقات کا لطف یہ ہے لمے دل بظاہر محبت جتانے سے حاصل

مجھے کوستی ہیں دعا میں تمہاری

جب کیا کلیم اگر غم سے فتنی ہو ہمیں عاشقوں میں کوئی جان بحق ہو
 ہو غفلت ہو رنگس پھر کافق ہو یقین ہے کہ اب سے زیادہ قلع ہو

محبت جو ہم آزمائیں تمہاری

وہ آجائیں دم میں نہیں ایسے غافل انہیں راہ پر لائے تھے ہم شکل
 یہ ہوتا ہے بیودہ باتوں کا حاصل وہ گہرا گئے آخرائے حضرت دل

کہاں تک سنیں اتہا میں تمہاری

اثر بے قراری میں جب کچھ نہ پایا شتم کش نے اور بھی دل جلا یا
 شرارت نے مضمون کیا سبھایا شب غم وہاں سے یہ پیغام آیا

اثر کر چکیں بسن حائیں تمہاری

محبت میں دیکھے نہ تھے یہ تماشے کڑے ہوتے ہیں رونگٹے حال سن کے
 کوئی ان کو بچو و کے دل سے تو پوچھے اتہاے ہیں صدمے بہت دماغ تم نے

اکہی مرادیں بر آئیں تمہاری

دیگر

میری تقصیر ہے کیا یہ تو جتا دو مجھ کو میں اگر بھول گیا ہوں تو پتا دو مجھ کو
 کہنے سننے پر کسی کے نہ سزا دو مجھ کو تم کو چاہا تو خطا کیا ہے بتا دو مجھ کو
 دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجھ کو

اک مجھی سے تو نہیں تم کو پڑا ہے پالا خیر سے بھی تو ملاقات ہے بالا بالا
 تم نے تو خوب زمانے کو ہے دیکھا ہالا کون ہوتا ہے کڑی بات کا سننے والا

گالیاں تم کو سکھا دینے دعا دو مجھ کو

ایسی کیا گوں ہے جو مگر کے کڑ کاٹوا
آنکھ والوں نے جو مول بتایا مہکنا
جانچنے بھی تو نہ پائے کہ تبا کر مہنگا
دل مرا ہاتھ میں لیتے ہی الگ ہینکنا

مال ایسا نہیں لاؤ اٹھا دو مجھ کو

اپنی ہستی سے نہ خاقل دلِ ناشاد ہے
ہو کے معزور نہ مٹی کہیں برباد ہے
اس خرابے کی وہاں بھی کوئی بنیاد ہے
باغِ فردوس میں بھی بوئے وطن یاد ہے

عطر مٹی کا دمِ مرگ سُنگھا دو مجھ کو

ڈہنگ یہ ٹھیک نہیں ہوش میں آؤ دیکھو
حسرتیں خاک میں میری نہ ملاؤ دیکھو
گر میاں چوکیں بس جی نہ جہلاؤ دیکھو
غیر کو دستِ حنائی نہ دکھاؤ دیکھو

گر لگانی ہے نہیں آگ لگا دو مجھ کو

تم کو یا نہ کہو میں نے تمہیں جان لیا
تم وہی شخص ہو جس نے مرا ایمان لیا
فائدہ کیا ہے مکر نے سے کہو مان لیا
تم کو تو حشر کے دن لاکھ میں پہچان لیا

میں بہلا کون ہوں میرا تو پتا دو مجھ کو

یوں پلٹ جاتی ہر دم بہر میں طبعیت دیکھو
دیکھنے والوں سے کتنے میں نہرت دیکھو
یہ مصیبت یہ تباہی یہ قیامت دیکھو
زہر بھی وہ نہیں تیرے مری قسمت دیکھو

جھوٹے منہ بھی جو کہوں پان لگا دو مجھ کو

حیف جاگا ہوا جب اپنا مقدر سوئے
وصل میں ہر کوئی آرام سے تھہر سوئے
حکم تھا آج نہ گھر میں کوئی دم بہر سوئے
وہ جو سوئے بھی شہیدِ عدل نہ کہہ سوئے

جب وہ آئے تو اسی وقت جگا دو مجھ کو

عمر بہرا ب نہ گرفتار بلا ہوں ہرگز
ہو محبت تو محبت نہ بنا ہوں ہرگز

قول سے اپنے ہر نہیں پہرا ہوں گز اب خدا چاہے تو میں تم کو نہ چاہوں گز

پہر یہ تقصیر ہو مجھ سے تو سزا دو مجھ کو

جھکو کیا میں تو تمہارے ہی لئے کتا تھا لوگ جانینگے برا تم کو جب اچھا ہو گا

ابھی سوچو تو مرا قول ہے بجا کہ عسا دل میں سو شکوہ غم پوچھنے والا ایسا

کیا کہوں حشر کے دن یہ تو بتا دو مجھ کو

پہلے اک شخص پر کچھ یز نہیں سا ہوتا تھا لگا چار دن بعد گر پڑے دیکھا تو کہا

میں نے تو دیکھ لیا ڈھونڈ لیا سالر جہا جھکو تھا ہی نہیں مہر و محبت کا شاں

تم نے دیکھا ہو کسی میں تو بتا دو مجھ کو

کم تو ہو جائیگی تدبیر سے وحشت دل کی یہ تو مانا کہ بدلتی نہیں قیمت دل کی

اُن کو معلوم تو ہو جائے حقیقت دل کی ہمدردی اُن کی میں کہ جاؤ نکاحا دل کی

دو گھڑی کے لئے دیوانہ بنا دو مجھ کو

فکر و تشویش ہر کیوں سوچ کیوں اتنا ہو میں تمہیں چور دوں یا بھی کہیں ہوتا ہو

جان بچ جائے تو نقصان تمہارا کیا ہو بے مروت دل بیتاب ہو جانا ہے

شیوہ خاص تم اپنا ہی سکھا دو مجھ کو

مجھ سے کتا تھا ابھی راہ میں اک کالہ نشیں آج محفل سے نکالا گیا وہ دشمن دیں

اُس کے اخلاص میں یحیٰ و سہ یہ پوچھا نہیں تم بھی راضی ہو تمہاری بھی خوشی ہو کہ نہیں

جیتے ہی دل غ یہ کتا ہے مٹا دو مجھ کو

محسن غزل صاحبزادہ محمد شیر علی خان شیر شاہ گزشتہ دواغ مصنف

چہرہ پر کچھ خود بخود فرم جا گیا میری قیمت پر کسی کا کیا گیا

پہرہ سدا صبر پر غم چھا گیا بیٹھے بیٹھے پر کوئی یاد آ گیا

کیا تصور تھا کہ دل تڑپا گیا

اس لب ہرزہ سرا کا کیا گیا وہ خجل ہو مجھ سے کب دیکھا گیا

جاگرا قدموں پہ اس پر چھا گیا جب شکایت سن کے وہ شرابا گیا

مجھ کو اس پر اور بھی پیار آ گیا

چین سے سوتے رہے وہ رات بسر اُن کو کیا معلوم اُن کو کیا خبر

کس طرح سے میں نے بکڑی ہوسر کہتے ہیں بیہوش مجھ کو دھیسر

کیوں مرے جاتے ہو یوں آ گیا

یاد ہے مجھ کو وہ قصہ طور کا صاف تھے کانچ میں پر وہ رہا

تھے ہمیں بران کا دل بھی رکھ دیا پیچ تو یہ ہے تیرا جلوہ ہی نہ تھا

چشم موٹے سے جو یوں دیکھا گیا

ماز تھا اپنی عبادت پر غضب وہ ہوتے شامل گنہگار و نہیں کب

یاد تھا کب عاجزی کا اُن کو ڈب میری بخشش سے چلے ڈبا و سب

ابر رحمت آگ سی برسا گیا

اُن کو فرصت کب ہے مئے کے دور سے وہ بُرے ثابت ہوئے ہر طور سے

کل یہ بچو نے سنا اک اور سے سبب میں رسوا ہیں وہ ریم جو رے

تو تہا شہید تیرا کیا گیا

رباعیات تہذیب سال نو

<p>۱۔ خواہ ہمیشہ رہے تیرا دل تنگ ہر وقت ہو بخود کی دعا خالق سے عشرت کی بجز نوید ہواے روز و میر ہر شب ہو شبِ برات ہر دم ہو خوشی بے ڈرے کی تو خوبی کا بیاں نامکن آفت کی میاقت کی وفاداری کی اس سال کی ہر گھڑی خوشی و گزرے میں تنگ کو دیتا ہے دعا میں بخود</p>	<p>۲۔ غم تجھ سے رہے دور ہزاروں سنگ یہ سال نیا تجھ کو مبارک اے تنگ یہ سال نیا سعید ہواے روز و میر ہر روز تجھے مید ہواے روز و میر لکے جو صفت کلاک زباں نامکن نامکن نہیں تعریف ہواں نامکن گندے جو گھڑی اسی خوشی سے گزرے یہ سال نیا ہنسی خوشی سے گزرے</p>
---	---

رباعی توصیف حلقہ الملک حکیم فاضل احمد اہل خانہ

<p>بخشا ہے عجب دست شفا ز داں نے بخود کا تو ہو چکا تھا بس کام تمام</p>	<p>۳۔ انصاف یہ ہے کام کیا مراں نے چینا ہوا اہل کے منہ کی اہل خاں نے</p>
---	---

قطعات

<p>۴۔ قطعہ نایخ تولدِ فرزندِ احمد مولوی محمد حسین صاحبِ محفل و مینِ ساورِ یاسست بہرِ ترو وہ محمد کہ جسے شانِ محبت لکھوں وہ وفا کیشن کہ ثانی نہیں جس کا پیدا</p>	<p>۵۔ وہ دوست کہ سب دوستوں کا ستر وہ دوست کہ سب دوستوں کا ستر</p>
---	---

پاک دل پاک نظر پاک روں پاک نہاد اُس کو اللہ نے بخشا ہو پس راہِ جمال مژدہ لائی جو صبا اُس کے تولد کا یہاں تمام کا نام ہے تاریخ کی تاریخ ہے یہ	نیک خونیک لہن نیک چلن نیک سیر نخل امید میں تازہ نظر آیا ہے ثمر اُس کی تاریخ یہ بخود دئے لکھی خوش ہو کر تم کو مسعود و مبارک ہو ہمایوں اختر
---	--

قطعہ تاریخ عطاءے خطاب حاذق الملک اسطوے زمانِ اعلان
دوران ابوسعید محمد علی بن ابی طالب صاحب مرحوم و مخفور

حاذق الملک کا خطاب دیا نام عبد المجید خاں ان کا آپ پر ختم ہو گئی خوبی آپ کی رائے آپ کی تشخیص ہم نے مانا کہ اور بھی ہیں طیب آپ کا لطف ہر مدارِ حیات آپ کا خلق خلق کے حق میں جاں بلب آپ نے سنبھالیں قوم میں آپ کی ہر روح پہنکی میرے آپ نے کیا جاری ابتودلی کا ہر گلی کو چہ آپ کی مدح پھر زباں میری	رہے آباد شاہ انگلستان جانتا ہے ہر ایک پیر و جوان آپ کا خاندان فخر جہاں آپ کا نسخہ آپ کا درماں لاکھ ہوں آپ سا حکیم کہاں آپ سے ملے جیتے ہیں انساں بن گیا صاف چشمہ حیاں ملک الموت آپ سے ترساں قوم کی جان آپ پر قرباں آپ سا کون ہو گا فیض ساں آپ کے دم سے بن گیا یواں آپ کا وصف پھر پھر چمکان
---	--

سنجے بچو دے مصرع تاریخ | حاذق ملک ویسی وراں

تاریخ مزیم و سوخت حضرت مختار شاگرد استادی حضرت شائع مرحوم مخدوم

نوشت است مختار واسوختے چو آمد بمن مرثوہ این کتاب ند آمد از غیب بچو و شنو خوب واسوخت لکھا کیا کہنا صاف کاغذ پہ نظر آتی ہے	چو از جوہر شوخی دس سونختے دلم گفت ہاں بہر سالت شتاب گلستان نازک خیالی بچو ہم نے دیکھی نہیں ایسی تحریر بیحجانانہ ستم کی تصویر
--	--

قطعہ تاریخ طبع دیوان منشی جگناتھ شوق شاگرد شاعر دہلوی

مرثوہ اے بلبلان باغ سخن طوطیاں چمن خموش نشوند رمزوان سخن ہیں داند حسن را ترجمان چو او نہو شاعرے نیست شوق را ماند عرض حال است مقصد بچو و گفت تاریخ طبع دیوانش	مستہ گشت گلشنانی شوق نبود سہل ہمزبانے شوق قیمت و قدر نکتہ دانی شوق کس نگوید چو او معانی شوق خود بود شوق مثل ثانی شوق قصہ او نیست مدح خوانی شوق میتواں دید خوش بیانی شوق
--	---

قطعہ تاریخ طبع دیوان می مولانا عبد الرحمان صاحب مخرم

خدا بخشے عجب طرزِ بیاں تھی	فصاحت تھی بلا گردانِ راسخ
معافی یاب پائی تھی طبیعت	بلاغت دل سے تھی قربانِ راسخ
جوانی میں سدھائے سوائے جنت	ہند ہاتھ موت سے پیمانِ راسخ
چھپایہ دوسرا دیوانِ اُن کا	یہی باقی تھا اک ارمانِ راسخ
لکھی بچھوڑنے یہ تاریخ اسکی	ہے گلزارِ سخن دیوانِ راسخ

۶۱۹

۱۵

قطعہ تاریخ طبع کتاب مرآتِ ولیاۃ دہلی مؤلف مولوی محمد شاہ صنفِ محقق

المتخلص بکت

نغمہ گو ایسا کہاں ایسا موسخ ہو کہاں	خوب ہی لکھی ہے یکتا نے یہ زیبا تاریخ
منہ والوں کے نشان اس نے کہیں پہلے	ہے جہاں کے لئے اعجازِ سیاحتِ تاریخ
جو نشان تھے پہلے وہ ہوئے سب معدوم	اب بتاتی ہو نیا ان کا ٹھکانا تاریخ
جس کو معلوم نشان ہو نہ کسی مرتد کا	رہنمائی کو ہے اس کی یہ بیضا تاریخ
کہوتی حال ہے دنیا میں خدا والوں کا	رمز و رویشوں کا کرتی ہے یہ فتا تاریخ
یہ نتیجہ ہے مؤلف کی جہاں گردی کا	ورنہ کچھ سہل نہ تھا ایسی جو لکھتا تاریخ
کچھ صلے کی نہیں امیب مؤلف کا قول	لکھ رہا ہے یہ مرے دل کا تقاضا تاریخ
و اد ہے قدر تو ناقدری جو اس کی بیداد	اہل انصاف سو کہتی ہے تمنا تاریخ
اتو سب منگئے منہ کے نشان بھی لینے	خاص اک وقت میں تھا علم ہمارا تاریخ
شغل دنیا میں جو اچھا ہے کتب بینی ہو	کلام مشکل ہے جو کاموں میں ہو کیا تاریخ
ہند کو فخر ہے جس پر وہ بھی دتی ہے	ہے یہاں کی تو ہر ایک خاک کا ذرا تاریخ

سال تاسخ میں کہوں فکر ہوا تیری پیچو
زیر دیتا ہے جو لکھ دیجے عیدہ تاج

قطعہ در توصیف عالیجناب حکیم محمد وصل خان صاحب مرحوم

اب میں عالم میں سیما کی جگہ وصل خان
ان پنہا ہر ہے طبابت کا ہر اک از نہاں
خاصیت ان پہ جمادات کی ساری ہر عیاں
ان کو معلوم ہو سب زہر کا نفع و نقصان
ان کی مگلی پہ ہیں سونہر کے آئے قریاں
ان کا دم ہر تاسا ہے دنیا میں اک پیڑ جواں
ہے کوئی اور سوا ان کے میسجائے زماں
یہ وہ ہیں بید بھی لے آئے ہیں ان پر ایماں
ان کے اشفاق و عنایت کا نہیں ہر پایاں
ان ہی کی ذات پہ ہر آج زمانہ نازاں
جنے ہاتی نہیں ہتی ہے مرض کی بنیاں
میں نے اتنی ہوئی دیکھی ہیں مطلب میری بیاں
ان کی چو کٹ کے سلامی ہیں سینا چل
ان کے بیمار کو بے انکے ہلا چیں کہاں
دھوم سے دھوم ہوئی نہند تو ما انگلاں
یہ تو عالم میں ہیں شہر عیاں چہ بیاں

مردے جی آتے ہیں ہمیشہ شفا پاتے ہیں
منکشف ان پہ دو کلمے مزاج اور خواہیں
ماہیت تو یہ نباتات کی پورے واقف
سنگیا ہی یہ اگر دیں تو وہ اکسیر بنے
ایک مگلی سے یہ تشخیص مرض کرتے ہیں
ان کا ہر نسخہ ہے چلتا ہوا حب کا تعویذ
ان کی تدبیر کے قائل نہ ہوں کیوں ہل ناؤں
یہ وہ ہیں پڑتے ہیں ہندو بھی تو کلمہ ان کا
ان کے اخلاق کی تعریف نہیں ہو سکتی
فخر و کی کو انہیں سے تو ہوا ہے حاصل
یاد ہیں ان کو بہت ایسے شفا کے نسخے
قاف ہیں ان کی ہر شہرت یہ خبر بڑھوٹا نہیں
ان کی دلیہز تبوں کے لئے مسعود بنی
تندرستوں کے لئے انکی محبت ہو مرض
ہند سے تا ہر عرب ہوم ہے کن کی ان کی
ان کی توصیف کی کچھ نمک و نہیں ہر حاجت

شاد و آباد رکھے ان کو خداوند کریم
ایک بیخود بھی دعا گو ہے ہزاروں میں

قطعہ تقریر دیوان مولوی محمد عبدالحی صاحب بیخود یونی

رات کے خواب کا کیا حال سنوں بیخود
ہائے کیا سیتھی کیا لطف تھا کیا صحبت تھی
چاندنی چٹکی ہوئی اور سہانا جنگل
وہ فضا سبزہ کی وہ فصل بہاری سماں
موجیں کرتی ہوئی پہرتی تھی ہوا مثل نسیم
جب نظر بنے پہرتی تھی نظر آتا تھا
بخت جاگا ہوا تھا سبزہ خوابیدہ کا
جوش زن موج قرا باد سحر سے بھی سوا
سیر کرتا ہوا کچھ اور جو آگے پہنچا
پاس جا کر اسے دیکھا تو یہ معلوم ہوا
مجمو کو حیرت کہ ابھی یہ مکاں کس کا ہے
عقل کتنی تھی تدم اب نہ بڑھانا آگے
باریابی کے لئے سوچ کر کیا فکر ہے کیوں
اتنے میں ایک پر پوش نظر آئی ناگاہ
اُس کی تعریف میں قاصر ہے زبان خامہ
شوخ طرار طر حصار سنگر آفت

جو نہ دیکھی تھی کبھی آئی ہے وہ سیر نظر
رشتک آتا ہے مجھے حال سناؤں کیونکر
ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوا صبح کی وہ نور سحر
وجد کے حال میں مصروف وہ ہر ایک شجر
شاخ گل کی بھی نزاکت و چمکتی تھی کمر
فرش پچھا ہوا غفل کا سیر راہ گذر
سیر کے واسطے نکلا تھا جو سعد اکبر
چشموں میں آبِ حضر نہروں میں آبِ کوثر
نظر آیا مجھے اک قصر فلک کا ہر سر
اس میں رہتا ہے کوئی ہے یہ کسی کا منظر
اسی حیرت میں بہت دیر رہا میں ششدر
دل بیتاب یہ کہتا تھا کہ چلئے اندر
روکنے والا تو بیٹھا نہیں کوئی در پر
یگنی مہک بولا کہ وہ پس پردہ در
میں نے دیکھا نہیں اس شکل کا دنیا میں بشر
لب میں اعجاز نہاں آنکھ میں جادو کا اثر

کہہ کر گن کے وہ دن کہہ وہ جوانی کی نمود
 آنکھ وہ غور کہ دیکھتے سے سائے دلیں
 حُسن میں ناز نہاں ناز میں اک کبر و غرور
 اُس چہ پائے لئے بیٹے میں غضب کا عالم
 ظلم میں رحم تغافل میں حیا کا انداز
 سوس گینیاں کھوئیں ظالم کی گلابی ڈور سے
 لب نازک پہ وہ کہہ پان کا لاکھا کم کم
 رخ پر نور پہ زلفوں کو ہوا سے خدیش
 دلربائی کی اداؤں میں غضب کی مشاق
 میں نے پوچھا کہ ترا نام ہو کیا کون ہو تو
 ایسے مدہوش کہ اتنا بھی نہیں ہوش تمہیں
 آپ کا حسن طبیعت ہو حسن و جمال
 میں نہ ہوں پاس تو اک شعر بھی تم کہ نہ سکو
 میرے ہی دم سے ہے عالم میں سخن کی شہرت
 جانتے ہیں مجھے سب مبدہ فیاض ہوئیں
 تاریخ حکم مرا طوطی نیشاپوری
 لونیڈیاں جدت وجودت مگر کی دونو
 تجھ کو تکلیف جو دی میں نے یہ تھا اس کا سبب
 نہیں دیوان سے گلہ مستمعنی کہئے

سر و نخل ثمرور کی طرح بار آور
 جلوہ وہ برقی کہ جس پر نہ تھری تھی نظر
 آنکھ سے شرم عیاں شرم و نخوت اظہر
 اُن خیرانی ہوئی نظروں میں ستم کا جو ہر
 آنکھ سے دور تصور میں ہر اک خستہ جگر
 ہال بکھرتے زلفوں کے ادھر ادھر
 ہاتھ میں چوٹی سی تلوار شکن ہاتھ پر
 سانس کے ساتھ نزاکت سے لچکتی تھی کمر
 لطف باتوں کو اشارہ نہیں زیادہ بڑھ کر
 ناز و انداز سے ظالم نے کہا یہ ہنس کر
 اس قدر بے خبری یہ بھی نہیں تم کو خبر
 نام نامی ہے مرا آپ کی فکر اظہر
 آزما دیکھو اگر تم کو نہیں ہے باور
 میری امداد سے ہوتا ہے بشر نام آور
 نہیں استاد جہاں میں کوئی مجھ کو بڑھ کر
 خامہ بلبل شیراز مرا دست نگر
 ذہن کہتے ہیں جسے وہ مرا دنا چا کر
 تیرے اک دوست کا پتہ تیرا کلام اظہر
 نہیں دیوان یہ ہر یہ ہے پے اہل نظر

نہیں دیوانِ رگ جاں کیلئے ہے نشتر
اب ہوا چاہتا ہو چاک مخالف کا جگر
وہی ہمنام ترے تیرے عنایت گستر
وہی استادِ ماںِ فخرِ جہاں نیک سیر
شعرِ فنی میں نہیں اب کوئی اُن سے بہتر
یتیمِ فولاد کا ہے اُنکے قلم میں جو ہر
اُن کا دیوان نہ کس طرح ہو رشکِ دور
اُن کی تقریر میں تحریر میں جادو کا اثر
بعدِ استاد کے کوئی نہیں اُن کا ہمسر
پہر کہاں نیند کہاں نیند کا آنکھوں میں اثر
یا دہتیں مجھ کو جو سب خواب کی باتیں زبور
عیش و مسازر ہے اور مقدر یا اور

نہیں دیوانِ محبت کا یہ افسانہ ہے
جلوہِ شاہدِ معنی نظر آنے ہی کو ہے
مخزنِ لطف و کرم معدنِ اشتقاقِ اتم
وہی بچو و ترے استاد کے شاگردِ رشید
شعر گوئی میں نہیں آج کوئی اُن کا نظیر
مرگئے اُن کی غزل و دیکھ کے حاسد لاکھوں
اُن کے ہر شعر میں ہے حضرتِ استاد کا رنگ
چار سوشہرہ و آبِ انگی سخن گوئی کا
نغمہ گوئی میں بلاغت میں ادبندی میں
سن کے یہ خوشخبری خواب سے بیدار ہو
اے کے قوطاس و قلم میں نے یہ لکھی تعریف
خوش ہے شاہد ہے اس کا مصنفِ طرب

قطعہ ورنِ سالگرہِ عالی حضرت سکندر شہزادِ دارا قریب بہرِ جہتی

شاہنشاہِ ایڈورڈ ہفتم و امِ اقبال

نخبہ فال ہو یہ سال نیک فال گرہ
دلوں کی کھل گئی یاربِ ذوالجلال گرہ
جو کمکشاں ہو کلاوہِ تومہ جلال گرہ
سب جہان میں قائم نہراو سال گرہ

ہے جشنِ سالگرہِ ایڈورڈ ہفتم کا
شریکِ بزم ہوئے آ کے مختلف اجباب
چمک کا نیزِ اقبال کی یہ ایما ہے
بقائے شاہِ داس کی بھی عمر بڑھ جائے

قداسے شاہ کے اقبال پر دل جاسے
 نظیر اس کی دنیا بچہم گردوں میں
 یہ عہد وہ ہے کہ ٹوٹا نہ عہد بھی جس میں
 رہیگی ظلم حمایت میں عمر ہر شہ کے
 بگاڑ سکتے ہیں کیا اس کا حادثات جہاں
 ازل سے باندھ رکھی ہے گرہ میں عمر ابد
 عدو کی آنکھ میں ل میں جگر میں سینے میں
 شمار عمر سے سلطاں کے بڑھ گیا رتبہ
 گرہ میں کیسے گوہر کے اب نہیں گوہر
 ہر ایک بچے کی ٹہنی میں زر نظر آیا
 دعائیں دینے میں سب ہوں شریک یہ جو
 زیادہ شاہ کا اقبال و عمر و دولت ہو
 ہزاروں سال رہیں ہم فریاد دلی میں

زبان لال سے کرتی ہر عرض حال گرہ
 یہ لاجواب گرہ ہے یہ بمثال گرہ
 کرے دلوں کی نہ کس طرح دیکھ بہاں گرہ
 بچی ہے گردش دوراں سے بالائے گرد
 کہ عمر خضر کی صورت ہو بے زوال گرہ
 اسی سبب سے ہو ایسی مرفہ حال گرد
 کشمکش تہی ہے برچی کی بٹکے بہاں گرہ
 بنی ہے دانہ تسبیح خوشخصال گرہ
 عطا و بزل شہنشاہ یہ وہ وال گرہ
 نسیم صبح نے کہولی جو بے خیال گرہ
 مری زبان سے کرتی ہے یہ سوال گرہ
 عدو کے واسطے ہو باعث زوال گرہ
 اسی طرح سے ہو ہر سال جشن سال گرہ

قطبہ قریب جلسہ تہنیت خطاب حاؤق الملک حکیم محمد اہل خاص صا

نام اعجاز ہے جس کا وہ سراپا تم ہو
 یعنی اس عالم ایجا و میں کیسا تم ہو
 خاص نکتہ ہو کہ یکتائی کا دعویٰ تم ہو
 سند آراؤ شہنشاہ اطبا تم ہو

حاؤق الملک کا ملتا تمہیں کیونکہ خطا
 آپ اپنی ہو نظیر آپ ہو تم اپنا جواب
 شہرت عام ہے دعوے پہ دلیل روشن
 سب طبیبوں کو ہے تقلید تمہاری لازم

چشمِ عالم کے لئے آنکھ کا تارا تم ہو
اپنے بیمار کے چینیے کا سہارا تم ہو
میں نے پہچان لیا ہے تمہیں اچھا تم ہو
کس قدر عاقل و فرزاند و دانا تم ہو
ملک الموت کیوں معرکہ آرا تم ہو
چشمہ فیض تھے وہ فیض کا دریا تم ہو
جاہ و اقبال و شہم نے جسے تاکا تم ہو
جس قدر دیکھنے میں آئینہ سیما تم ہو
دیکھ لو۔ زیب و بزمِ احباب تم ہو
اس کے ممدوح مگر شکر خدا کا تم ہو
بزمِ احباب جہاں ہو طرب افزا تم ہو
حاذق الملک ہو کیا مال مسجاتم ہو

حسنِ اخلاق بھی ہو دستِ شفا کے شال
ویس کر جیتے ہیں بیمار تمہارے تم کو
نبض پر ہاتھ رکھا اور مرض کے ہٹا
نہیں حکمت سے کوئی بات تمہاری خالی
بھاگ جاتی ہو اہل نام تمہارا سنکر
تم سے لقمان و ارسطو کو بہلا کیا نسبت
علم و اخلاق و کرم نے جسے ڈھونڈا تم کو
صاف باطن بھی ہوا اتنے ہی خدا کا گاہ
آج اس باغ میں رونق ہو تمہارے دم سے
جانتے بھی ہو یہ سچو کی دعا کا ہے اثر
تم سلامت رہو آباد رہو شاد رہو
چشم بد و دور مانے کی نظر ہے تم پر

قطعہ تقریب تجویز و وصول چندہ بنا بر تحطاز دکانِ بشکر یہ جناب صاحبِ ڈپٹی کمشنر بہادر دام اقبالہ

خوبیوں کی نہ کوئی حد نہ ہلائی کا شمار
آپ کے وصف کو تو لاتوں زباں ہو بیکار
آپ کی بات میں ہو حمدی کا اظہار
سوز بانیں ہوں تو پور می نہ صفت نہ ہوا

ہم غیرِ مز آپ کے اخلاق کی تعریف محال
آپ کی مدح کو چاہنا تو قلم ہے قاصر
آپ کی وضع سے ہوتی ہو شرافت ظاہر
آپ کے خلق کی تعریف نہیں حدِ بشر

آپ کے نام کی چینی ہر زبان پر سب کی
 کونسا دل ہے جو آپ کا مشکور نہیں
 آپ کے آتے ہی ولی کا نصیب جاگا
 آپ کے ظلِ حمایت میں جو آیا یہ شہر
 اپنی تقدیر کے لکے کو کہ گیا کوئی
 اس کی تخلیق میں ہے خلق کو اید اوینی
 عین کرباں میں ظالم نے لگا یا غلہ
 جو گذرتی ہو غریبوں پہ وہ سننے مجھ سے
 بے جہل فحط نے لاکھوں کا کیا کام تمام
 کچھ نہیں پر نہیں یہ پیٹ کا روزناہر سو
 رمضان کا بھی مہینہ نہیں کیا بات بنے
 کہنا مالٹا نہیں محتاج کو دو دو دن بھی
 پیٹ پر باندھ کے پتھر تو نہیں جی سکتو
 آپ نے ڈوبتی کشتی کو سنبھالا کیا تو
 میں محک عمل خیر کے مسٹر ٹامس
 نام ان کا بھی زبانوں پہ رہیگا جاری
 ہوتا ہے کوئی احسان یہ ممتے دم تک
 ختم اب نظم کو کرتا ہے دعا پر بیچو و
 دولت و ثروت مہصب میں ترتی ہو سوا

آپ کے نام پر آتا ہے زمانے کو پیار
 کوئی ہی وہ زبان جو نہ ہوئی شکر گذار
 آپ کے دم سے پہر آباد ہوا اُجر اویار
 دیکھنے کو بھی تو باقی نہ رہا کچھ اذوار
 ہر باں آپ میں دشمن ہو یہ حرب دوار
 یہ نور ہوتا نہیں جب تک نہ ہے کچھ آزار
 سچ ہے یہ قول کسی کا کہ بشر ہو ناچار
 دستاں قوم کی ہو میری زبان سرکار
 ملک میں پھیل گیا فاقہ کشی کا آزار
 بہوک کی چار طرف ہو چلی آتی ہو پکار
 شام کو روزہ بھی ہو جاتا ہے آخر افطار
 اور مشکل یہ ہو جینے کا ہے کھانے پہ دار
 ان کا کیرا ہے بشر اس سے نہ ہو گا انکار
 ایسے منجدار میں ایسی ہی مدد تھی درکار
 ان کی توصیف بھی ہے کلک باندو درکار
 ہو ہی خواہوں میں اس ملک کے اکھا بھی شمار
 لگ گیا دل پہ خلافت کے یہ بذل اثیار
 اس کو خافل نہ سمجھئے یہ بہت ہے ہشیار
 عیش و مساز ہے دور میں سب افکار

آپ دلشاد ہوں بدخواہ رہیں سنیہ نگار
جو طلب آپ کریں ے وہ خدائے غفار

خفیہ کا عمر طے نعت سکندر ہو عطا
آپ کے دل میں جو ہوں ہوں مرادیں پوری

قطعہ بشکر گزاری آنہ قلمی عطیہ مولانا سید محمد قطب الدین دلاوی علی
المخلص طرزی فوجدار ریاست الور

یہ عنایت ہے خاص حضرت کی
چاشنی ان میں ہر محبت کی
آنکھ شیدا ئی ان کی نگہ کی
ان میں ہر دل کشی قیامت کی
ان کی بوباس ان کی لذت کی
پہل نے پیدا جو دل کی صحت کی
خاصیت انہیں جام وحدت کی
آنکھ پڑتی ہے ان پر حسرت کی
کسائیں سو گند اس کی قیمت کی
لو ہے ہر ایک شمع الفت کی
کیریاں ہیں یہ باغِ جنت کی
حد ہی ہو کوئی اس عنایت کی
کیوں دعائے نہ عمر و دولت کی

آم نیجے جناب طرزی نے
کیوں نہ یہ خوشگوار و خیر میں ہوں
جان قربان ان کی خوشبو پر
ان پر نظر نہیں اُٹھتی
سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں حریف
جان آدم ہر ان کا شیرہ کیا
دیکھنے میں یہ ساغرِ گل ہیں
دانت رکھتے ہیں ان پر کام و زبا
ان کی اک قاش بھی ملی جس کو
گٹھلیوں کی صفت ہی سن لیجے
خام ہیں آم جس قدر ان میں
ایک سودس ہیں نے گنتی میں
یہ دعا گو ہر آپ کا بخود

قطعہ درج عالیجناب معالی القاب والامتاقب عظیم الحسن
صاحبزادہ نواب میر تملوات علی خان بہادر وزیر سرکار اصفیہ
حیدرآباد دکن دام اقبالہ

خوبیاں جن کی ہون مجھ کو یہاں
وصف اُن کا کہاں زبان کہاں
جس سے روشن ہوا مہتاباں
جس سے مستفیض ایک تباں
اُن کا دنیا میں عام ہے احساں
اُن کا مداح ہے ہر اک انبیاں
تو دکن کے ہیں وہ مہتاباں
لکھ سکے کس طرح یہ ہچکچاں
اُن کی چو کہٹ کو کہنے کا کہاں
دل میں عالم کے انکا ہواں
اُن کا چہرہ ہے اک گل خنداں
ہر وفا اُن کے عہد میں لڑاں
اُن پہ اقبال ہر بلا گرداں
اس صفت کے کہاں ہیں اسکاں

وہ تملوات علی بہادر ہیں
شمع کو مہر سے ہو کیا نسبت
روشنی اُن کی راہوں میں اتنی
اُن کے اخلاق میں ہو وہ حجت
خاص شیوہ ہو اُن کا لطف و کرم
اُن کے اخلاق کی ہو یہ تعریف
بالمثل ہے جو مہر شاہ دکن
بادشاہ و وزیر کے اوصاف
آستاراں اُن کا آسماں و بلند
کون ہر دل عزیز ہے ایسا
اُن کا دل آئینہ ہو اک شفاف
جنس الفت پسند ہو اُن کو
اُن پہ قربان طالع مسعود
اُن کو نیکی کا اک فرشتہ کہوں

<p>ان کا لطف و کرم ہے بے نیچو و پر ختم کرتا ہے اب دعا پہ سخن خوش و خرم کہے خدا ان کو دولت و عمر میں ترقی ہو ہے اُن پر خدا کا فضل و کرم</p>	<p>یہ ثنا خواں ہو میں فیض رساں دل سے آئیں دعائیں تائبان عمر بہر وہ رہیں نہیں شاداں وہ جو ان بخت ہوں ہیں جواں اور سلطان کا سایہ دہاں</p>
--	---

سہرہ بقریب عقد کل حکیم رضی اللہ عنہ خلیفہ اصغر علیہ الصلوٰۃ و السلام

<p>دل اپنا فدا کرنے کو تیار ہے سہرا نوشاہ کا عاشق و طلبگار ہے سہرا پہنڈے میں جو گیسو کے گرفتار ہے سہرا یہ پھل کھلتا ہے برساتا ہے موتی سر سبز اسی سے تو ہے گلزار منسا بہیلی ہوئی ہیں چاٹف رخ کی ضیائیں یشیفۃ حسن کا یا حسن ادا کا گل پوے ساتے نہیں اللہ کے مسرت دیکھی ہے عجب سیروم آرسی مصحف جب دیکھتے مستوں کی طرح جہوم رہا ہے شوخی کو تبسم کی یہ کہنے نہیں دیتا پہلوں کی یہ خوشبو ہے عارض کی چاہ</p>	<p>نوشاہ ہے یوسف تو خریدار ہے سہرا موئے کی طرح طالب دیدار ہے سہرا قدموں میں پڑے ہوئے کو تیار ہے سہرا کیا ابر کرم ابرگر بار ہے سہرا عاشق کے لئے وعدہ دیدار ہے سہرا کیا نام خدا حسن کا بازار ہے سہرا معلوم تو ہو کس کا خریدار ہے سہرا کس شک چمن کیلئے درکار ہے سہرا کیا جانے کوئی محرم اسرار ہے سہرا کس درجے عیش و سرشار ہے سہرا کیا نیچی نگاہوں کا طردار ہے سہرا مکی ہوئی ہے بزم پر انوار ہے سہرا</p>
---	--

پہلوں میں مضامین کے ہمالیا ہو بخود
تماشا ہے بہری محفل میں سہرا
سرا پا نخلِ اہمن بنگیا ہے
ریاض الدین احمد خاں ہیں دلا
جسے دیکھو اسی کو تک رہا ہے
اسے دیکھیں تو دیکھیں دل کی آنکھیں
جواہر کی ضیا رخ کی تجلی
ہر اک غنچے کی مٹی میں ہر اک دل
خوشی سی ہے خوشی شادی سی شادی
رضی الدین احمد خاں کو بخود

ایضاً
تہجیہ ریاض آپکا تیار ہے سہرا
کھنسا جاتا ہے سب کے دل میں سہرا
ہنگامہ عارفِ کامل میں سہرا
کرے گا گھر کسی کے دل میں سہرا
ہلالِ عید ہو محفل میں سہرا
سمائے اکھمہ کے کیا تل میں سہرا
رہے گا پردہِ حائل میں سہرا
یہ گوند ہے بڑی مشکل میں سہرا
نہیں پہلا سہانا دل میں سہرا
پہ دیں گے نذر محفل میں سہرا

ایضاً

مانگتا تھا اسی دن کی تو دعائیں سہرا
کہیں غنچہ کا تہم ہے کہیں خندہ گل
چرخِ تہمت ہوم ہر سہر کی بیاض الدین کے
اُن بھیگاؤ کا کہیں وردیہ کھدو سب کو
حسن کی دید کو ہر دیدہ موئے درگا
پوسہ دامن کا لیا منہ بھی قدموں پہ کھا
دیکھ کر جلوہ ترا ہوش اڑے جاتے ہیں
نظر بد کا اثر اس پہ نہ ہو گا ہر گز

رخِ نوشاہ کی لے کیوں بلائیں سہرا
دلِ ربانی کی دکھاتا ہے ادائیں سہرا
مہ جبینوں کو کو دیکھنے آئیں سہرا
باندھنے کے لئے جس وقت اٹھائیں سہرا
لن ترانی کی سناتا ہو صدائیں سہرا
چپکے چپکے کئے جاتا ہے خطائیں سہرا
کھارہا ہے ترے دامن کی ہون سہرا
گوند ہا مالن نے ہے پڑھ پڑھو عالج سہرا

ضکی عمر ملے بخت سکندر پو نصیب نفل رقص ہر سب جمع ہیں رباب نشاط ایک بچو وہی نہیں اور بہت ہیں شاعر	ہاتھ پھیلا کے یہ دیتا ہے دعاں سہرا یہی موقع ہر یہی وقت ہر گائیں سہرا باری باری سے کہو سب کا سنائیں سہرا
---	---

سہرا تبرقیر حشمت شادی جناب محمد سلطان حیدر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ الٰہین شیخ پور

ہے کیوں نہ اکھول میں ہر آن سہرا لب غنچہ وا ہو گئے ہیں دعا کو صدایہ چٹکنے میں غنچے کے آئی ادب مصحف رخ کا ملحوظ رکھیں پڑے گی نہ رخ پر نظر ایسی ویسی زمانہ ہو خواہ ہو کیوں نہ کس کا ہزاروں ادائیں ہیں ہر اک ادائیں نئی طرز میں ہم نے لکھا ہے بچو و	بہت سے دلوں کا ہر ارمان سہرا مہارک ہو تھو کہو یہ سلطان سہرا خدا بھول ہیں تجھ پہ قربان سہرا گلوں کے ذرا اکھول دو کان سہرا بنا چشم بد کا نگہبان سہرا کہ فصل ہزاراں کی ہو جان سہرا نیا دیکھنے میں ہے ہر آن سہرا بھالے نہ کیوں نہ کنی شان سہرا
--	---

ایضاً

جلوہ حسن سے پر نور ہے ایسا سہرا سایہ مخلوق تو سہرے کی تماشا کی ہو حسن نوشاہ کی دیکھی یہ کرشمہ سازی اُس کو اکھول میں جگہ دیتا ہر اہل نظر اسکی لڑیوں میں نہان ہو گئیں سچی نظریں	سر سے پانک شجر طور ہے گویا سہرا دیکھتا ہے تری صوت کا تماشا سہرا بنگیا ہر ہمہ تن دیدہ مولے سہرا چشم عالم میں بن آنکھ کا تارا سہرا بنگیا پر وہ مگر شرم و جیا کا سہرا
---	--

عقل کہو دیتی ہو وہ دل چھپٹ لیتا ہو شوق دیدار سے اک دل بھی نہیں بھلی ایک کتاب ہے کہ اکھوں کا ہو احسان مجھ پر تم کو مسعود و مبارک ہو محمد سلطان	ہو معاون نگہ ہو شر با کا سہرا آئینہ گاو یکنے ہر اپنا پر یا سہرا ایک کتاب ہے کہ قیمت زد کیا سہرا آج لکھا ہی ہے بخود نے تمہارا سہرا
--	--

سہرا بتقریب شادی برادر عزیز از جان خواجہ عبد المجید رحمۃ اللہ علیہ

کھلتے دیکھا ہیوں کہیں سہرا دیکھتا ہو نگاہ حیرت سے ماہ و پروں سے لعل گوہر سے محفل رقص کا ہسانہ ہو آنکھ پڑتی ہو اس پہ عالم کی نام پوچھے جو کوئی نوشتہ کا ہو یہ فرخندہ نخت عبد مجید شرط انصاف یہ ہو بخود نے	مانگتی تھی تری جبین سہرا صنعت صورت آفریں سہرا قدر و قیمت میں کم نہیں سہرا دیکھنے آئے ہیں حسین سہرا بے زمانے کا دشیں سہرا بول لٹھے یہ بس ہیں سہرا منہ سے کیا بولتا نہیں سہرا خوب لکھا ہے و نشیں سہرا
---	--

ایضا

حسنِ نواشاہ پہ جب آنکھ پڑی ہرے کی آئینہ بنکے ترے منہ کو نہ دیکھوں کیونکر یاو کرنے کی فقط دیر تھی تیجے تیجے جوشِ شادی ہو کھلی جاتی ہیں کلیاں کیا کیا	بنگنی تارِ نظر رخ پہ لڑی ہرے کی آج قیمت نے دکھائی ہو گہری سے کی آگیا دیکھتے ہے عمر بڑی سے کی پہلوتی جاتی ہو ایک ایک لڑی سے کی
--	--

گمل کھلانے کے لئے فصل ہراں آئی	دھوم جن وقت کہ گلشن میں پڑی تھی کی
سہرہ بند بجات جو سہرا تو ہنسی تھبات	دیر سے راہ یہ تکتی ہو کٹری سہرے کی
کچھ نہیں کہلتا ہے سچو وہ یہ بقول استاد	عید آئی ہو کہ آئی ہے گٹری سہرے کی

سہرا بتقریب کتخدانی شیخ عبدالحق فرزند شیخ عطاء اللہ صاحب کلیل

بن گئی خوب شعاع رخ انور سہرا	کہ نظر آنے لگا تھے کے اوپر سہرا
حسن کیوا سطلے پروہ تو بہ لازم ملزوم	حسن آگیاں ہو جبیں حسن کی چادر سہرا
قابل وصف ادا خاص ہو اگر تھی ہے	اس بہن کا کہیں ہوتا ہے بہلا ہر سہرا
جلوہ فرا جو یہ نوشاہ ہو عبدالحق	جلوہ رحمت خالق ہے سراسر سہرا
شاد ہیں پہول بھی اللہ سے شادیکاجوم	ہر خوشی سہرے پہ چھانی ہوئی سر سہرا
جمو منے میں جویں متانہ او امیں اس کی	پی کے آیا ہے نئے عیش کا ساغر سہرا
ان کو لڑیاں نہیں کہتے ہیں تخی کو بیت با	غیش تقسیم کرے کیوں نہ برابر سہرا
ے کے شتے کی جگتہ زار شعاع خورشید	خوب گوندہا ہے یہ المں نے منور سہرا
پہر گیا جلوہ امین کا سماں آنکھوں میں	منہ ترا دیکھ لیا جس نے اٹھا کر سہرا
جس طرح بزم سے دولہا کو ہے رونق حلق	ہے اسی طرح سے نوشاہ کا زیور سہرا
مسند زمرے نوشاہ مبارک ہو تجھے	بن گیا تیرے لئے بخت سکندر سہرا
دل میں حسرت ہو کہ آنکھیں تر و قد موقوف ملے	کہ نہیں سکتا ادب ہوئے منہ پر سہرا
اتنے پرووں میں بھی تو موج تبسم نہ چھپی	منہ پہ رومال ہو رومال کے اوپر سہرا
مسکی جاتی ہیں یہ غنچوں کی قہا میں دیکھو	اپنے جلے میں سماتے نہیں بنکر سہرا

خوب لکھا ہے یہ بچہ جو نے بھی انصاف ہے

سہرہ تقریب عقد نکاح حافظ محمد سلیم الدین فرزند سبستی مصنف

مبارک ہو سلیم الدین کو یہ بیاہ کا سہرا نہ ہو ترجیح گل کو آج کیونکر لعل و گوہر پر ہوئی برا ابتدا ہو لو تکتے مے و ابھی کیا ہی جہیں کی روشنی و عقد پر ویں بن گیا طرہ بڑی محنت و گوند بادل لگا کر اس کو مال نے عزیز الدین کو کہتی ہیں کلیاں کسل کے سیر کی دعا پر تیرے سہرے کو کیا ہی ختم بچہ جو نے	بڑے ارمان کی بدی بہت ہی چاہ کا سہرا و عائیں اس نے نگین تہن جن لو شاہ کا سہرا کوئی دن میں بند ہے گا سر پہ عروجاہ کا سہرا شعاع رخ سے روکش و شعاع ماہ کا سہرا نہو کیوں سستی تو صیف خاطر خواہ کا سہرا مبارک ہو تمہیں فرزند عالی جاہ کا سہرا ترے بدخواہ کے سر پہ ہو دو واہ کا سہرا
--	---

سہرہ تقریب عقد نکاح حکیم محمد جمیل خاں فرزند ولید ارسطوے دوران
افلاطون زمان عالیجناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اہل خالص صاحبہ اللہ تعالیٰ

ترے سہرے پہنچ کر ہو گیا ہو سرخرو دہرا دعائے نیم شب مقبول تھی اہل تمنا کی دکھائے گارخ نوشاہ اعباز میحانی ضیائے رخ کا پردہ بنگئی بڑھ کر حیاتیری تمنا نوجوانوں کو ہوا کرتی ہے سہرے کی رخ نوشا کا جلوہ بس گیا ایسا نکا ہو نہیں خطر کی عمر اقبال سکندر عین جمشیدی	ترے قدموں پہ گر کر اب بڑا مے آکر سہرا کہ نکلا بانہ کر گھڑت جمیل ماہر و سہرا چٹک نچھوں کی کہتی ہے کریگا گفتگو سہرا یہ طاقت تھی ملانا آنکھ جسے دو بدو سہرا مگر تو وہ ہے خود کرتا تھا تیری آرزو سہرا کہ آنکھوں کو نظر آنے لگا اب چار سو سہرا یہ چیزیں زند کو لایا ہے بعد بچہ جو سہرا
--	---

دعا کے واسطہ دست دعا ہو ہو سہرا
یقین تھا ہم کو لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ

دعا عمر و دولت اب بان غنچہ مانگو گی
نہ فرصت تو کیا ہو خوش نکتا ہو کہین بخود

تقریظ الطابع و متاب داغ

مانتا ہو جسے بڑا چھوٹا
کس کا بچتا ہے آجکل ڈنکا
مستند اب زبان ہو کس کی
کس نے سانچے میں شعر ڈالے ہیں
لوگ کہتے ہیں کس کو جان سخن
کون شیریں کلام ہو یا
کس سو دلی کا نام روشن ہو
زخم کس کا جگر پہ ہے کاری
کس نے پائی زبان محسالی
جو حسیں ہو وہ محو حسیں ہے
کس نے دل سے بہلا دیا سب کو
اس کو مانے ہو ہو ایک جہاں
اس کو اہل زباں نے کب مانا
ایسی شہرت دکن میں تھی کس کی
آج کس کی طرف زما نا ہے

کون ہو وہ جہان میں ایسا
کس نے میدان شاعری مارا
لاقی مدح شان ہو کس کی
کس نے مضمون کو نکالے ہیں
یوں بڑھانی ہو کس نے شان سخن
آج کل کی نام ہے ایسا
کس کے ہتھ میں آج یہ فن ہے
کس کا سکہ ولوں پہ ہو جاری
کس کا مضمون ہو تر و عالی
کس کا ایسا کلام رنگیں ہو
کس نے اپنا بنایا سب کو
اگلے لوگوں میں تھی یہ بات کہاں
جو خلا ف اس زبان کے جانا
دھوم اہل سخن میں تھی کس کی
شاہ آصف نے کس کو مانا ہو

جانتا جو نہ بتاؤں اُسے
 اُس کا چہیتا ہو تمیرا دیواں
 لوگ معجز بیاں کہیں جس کو
 میرے استاد داغ کے آگے
 برقی این بیاض نامہ ہے
 کیا بچیں حاسدانِ خستہ جگر
 سخت و دشوار ہے اماں پانی
 سننے والے کا ہوش پراں ہے
 اس کو دیوان کون کہتا ہے
 مامکے دل میں داغ ہو اس کا
 ماہتابِ سخن ہے یہ دیوان
 ہے ترانہ لبِ معنی کا
 شاعروں کے لئے وثیقہ ہے
 اک جہان اس پہ جان دیتا ہے
 اس کی شوخی کا بتلا ہے کوئی
 ایک نگینیوں پہ مرتا ہے
 کوئی مطلع پہ جان دیتا ہے
 گرم مضمون کو کوئی سنتا ہے
 ہے کسی کی زبان پر نالہ

نام استاد کا سناؤں اُسے
 آج جو خسروِ سخن ہے یہاں
 فخر مند و ستاں کہیں جس کو
 ہو جو عرفی بھی تو قلم رکھتا ہے
 لنترا فی صریحِ خامہ ہے
 کلاک میں ہیں سناں کے سبجہ ہر
 ہے سیاہی میں تیغ کا پانی
 نقطے نقطے میں نکلتے پنہاں ہے
 یہ فصاحت کا اک صحیفہ ہے
 مجہدیں اس کے نام پہیں فدا
 آفتابِ سخن ہے یہ دیوان
 ہے یہ نوشہ عروشِ معنی کا
 لبِ زاہد پہ یہ طیف ہے
 جس کو دیکھو وہ اس کا شیدا ہے
 طرزِ گفتار پر فدا ہے کوئی
 ساوگی اک پسند کرتا ہے
 کوئی مقطع پہ پیٹ لیتا ہے
 کوئی پڑہ پڑہ کے سر کو ہنتا ہے
 ہونٹ پر ہے کسی کے تجالہ

کہیں معشوق کی زبانی ہو
 شادی وصل کا بیاں ہو کہیں
 شکوہ دیکھ کہیں گلا دیکھ
 شکوہ جو رہا سب ان کہیں
 کہیں غیہ وں کی کچھ حکایت ہے
 شکر کرنا کہیں شکایت کا
 تذکرہ ہے کہیں رقابت کا
 شمع و پروانے کا بیاں کہیں
 کہیں صیاد کے شتم کا بیاں
 کہیں کچھ کہہ کے جھٹ پلٹ جانا
 کہیں معشوق کی طر فزاری
 کہیں جنگلی جگر میں سے لینی
 کام اک بانگین کا کر جانا
 کہیں تہمت کا اپنے سر لینا
 کہیں دشمن سے بات کر لینی
 کہیں غمخوار سے جگرہ جانا
 کہیں جنت کے نام پر مرنا
 کہیں توہیں بادہ خوار و نی
 کہیں صحرا سے ماغ کو جانا

کہیں گدڑی ہوئی کہانی ہو
 غمِ فرقت کی داستان ہو کہیں
 عاشقانہ معاملہ دیکھ
 ظلمِ افلاک کا بیاں ہو کہیں
 کہیں قسمت کی کچھ شکایت ہے
 کہیں رونا ہے دردِ فرقت کا
 ذکر ہے کچھ کہیں محبت کا
 گل و بلبل کی داستان ہو کہیں
 کہیں بیداد آسمان و فغاں
 کہیں شکوہ زبان پر لانا
 دل بیتاب کی کہیں خواری
 کہیں چہیتی ہوئی سی کہدنی
 خود کہیں ساوگی سے مرجانا
 کہیں شکوے پہ اُس کو دہلینا
 کہیں مٹی پلید کر دینی
 اور ناصح پہ منہ کھیا آنا
 کہیں پرہیز خور سے کرنا
 ہے کہیں مدح میگا روئی
 کہیں گلشن سے دشت میں آنا

کبھی جہنت میں جی کا گہرا نا
 گل و بلبل چب نظر کرنا
 کبھی ناسازی مزاج کا ذکر
 نامہ بر کی کبھی مدار تیں
 کبھی مہنگاں کا خونچکاں ہنا
 راہبر سے کبھی کشاکش جانا
 جان و یگر بھی بوسے لینا
 کہیں رمان دل بیان کرنا
 حسن لیلیٰ پہ منہ کبھی آنا
 کبھی مجنوں کے حال کی تقلید
 کہیں الفت کی گرم بازاری
 کبھی زنداں میں نالہ و فریاد
 شوق ویدار کو نوید
 شوخیاں ہیں کہیں جو آفت کی
 کبھی چے مل اُس کے کم جانا
 بات اسکی کبھی اڑا دینی
 کہیں ہنسنا کہیں ہنسا دینا
 کہیں تعریف ظلم کی کرنا
 وصل اُن کے خیال ہو گا ہے

کوچہ یار یاد آج بانا
 دور و فرقت میں رشک و مرنا
 کبھی ہر دم وصال یار کی فکر
 کبھی اُس سے بھلی شک کی باتیں
 کبھی اپنے سے بدگماں ہنا
 خود کہیں راہ سے ہٹنا جانا
 گالیاں کما کے دل کہیں دینا
 راہِ آفت کہیں نہاں کرنا
 طرز و حشت نئی دکھا جانا
 کبھی کچھ سارہاں سو گفت و شنید
 کہیں یوسف کی وہ خریداری
 ہے کبھی قید زلف سے دلشاد
 وعدہ حشر کی اُمید کہیں
 دہمکیاں ہیں کہیں قیامت کی
 کبھی محفل میں اُس کی جہ جانا
 اپنے مطلب کی کچھ بنا دینی
 کہیں رونا کہیں رُلا دینا
 کہیں اپنی وفا کا دم بہرنا
 نا اُمیدی وصال ہو گا ہے

کبھی نالوں و بھوش کہو دینا
 کہیں ممنون لطفِ بچہ کے
 یاد شوخی میں بے قرار کہیں
 کہیں تکرار کا مزہ لیتا
 کہیں تو عید کا بیاں کرنا
 دیکھ لینا وہ ہر کہیں اُس کا
 کہیں شبیہ و مثال کہیں
 کہیں استاد و ذوق کے انداز
 کہیں جرات کے ڈھنگ ہر سا
 کہیں اندازِ میر و مومن کا
 حمد میں خوش ادا بیان کہیں
 دین و ملت کا ہے کہیں جگڑا
 کبھی تجانے میں چلے جانا
 لبِ معجز نما کا حال کہیں
 کہیں خموں پہ یقینِ چمن
 کہیں فصلِ بہار کا ہے سماں
 کہیں دامتق کے حال ہیں
 کوہن کا لکھا ہے حال کہیں
 اس طرح کی کوئی کتاب نہیں

خود کہیں بکسی سے رو دینا
 ذکر چھوٹے کہیں خوشامد کے
 جبر پر بھی ہے اختیار کہیں
 لنتِ اتنی کہیں سنا دینا
 غیہ پر یار کا گمان کرنا
 کبھی اپنے پہ بھی یقین اُس کا
 عاشقانہ بھی میں خیال کہیں
 طرزِ غالب کہیں بہ راز و نیاز
 کہیں سودا کے رنگ ہیں سارے
 اور ہر خاص طرزِ سب و جدا
 نعت میں کلفِ شانِ بان کہیں
 مسئلہ ہے کہیں تصوف کا
 کبھی کعبہ میں اُس کو دیکھ آنا
 سحرِ چشمِ تباہِ حلال کہیں
 کہیں تازہ ہے داغِ گلشن
 کہیں جلوہ و کہا رہی ہر خزاں
 کہیں وہ ذکرِ اُلفتِ شیریں
 پیرزن کا لکھا ہے حال کہیں
 سر سے پاتا کہیں جاب نہیں

جتنے مضمون میں مہ جال میں
جو قصیدہ ہے انتخاب ہو وہ
ختمہ پنجو پہ وصف ہاں نہوا
یہ زباں پر بیاں نہیں دیکھا
مدح میں اس کی گل کرتے ہیں
اتنی طاقت بہلا کہاں میری
فکر تاریخ ہے ابھی باقی
اس کی تاریخ لا جواب لکھوں
تخریج ہے جواب کا اسمیں
تیسرا یہ۔ کارنامہ داغ

جتنی غزلیں ہیں عیشاں میں سب
جو رہائی ہے لا جواب ہے وہ
کون ہو وہ جو مدح خواں نہوا
ایسا جادو زباں نہیں دیکھا
سیکڑوں این باں پر محنتیں
کر سکے مدح جو زباں میری
سے پلاتا نہیں ہو کیوں ساتی
لکھوں جو کچھ وہ انتخاب لکھوں
میں صنعت رکھی ہے کیا اسمیں
کس نے پایا ہے اس طرح کا مدح

تقریظ مذکرہ مخمخانہ جاوید مولفہ عالیجناب مکرئی لالہ سریرام صاحب ایم۔ اے

لبا لب بہر کے ساقی جامِ دینا
شراب روح پرور کا پلا جام
گہٹا گہنگور چھائی آسمان پر
وہ مے جو بے پئے مسرور کرے
کچھ آنکھوں میں طراوت آ رہی ہے
کبھی گلچیں کے ڈر سے ہم جانا
کہ جو رنج و الم دل سے بہلاؤ

ہمارائی مئے گلفام دینا
پیاسہ میں بہت دن کے شام
پڑے ہیں تیجہ لے کاٹو زبان
وہ مے جو نشہ میں چور کر دے
چمن پر آج رنگت آ رہی ہے
کبھی بلبل کے لب پر ہے ترانا
سخن رنگیں کوئی ایسا سنا دے

برس کر ارجب سے کچھ گھلا ہے
 قیامت تو ہانی غنچے نے چٹک
 وہ شوخی سے صبا کا گدگدا نا
 ہوا ہے سبزہ کا وہ لہلہا نا
 وہ مشتاقی تم سر و لب جو
 وہ ہر سبیلوہ فرما اُس کی قدرت
 وہ نہروں میں رواں آب مصفا
 وہ زیبائی وہ رعنائی گلو نکی
 ہوا ہے ہر طرف بادل کا پھٹن
 یہ گندری سیر جب میری نظر سے
 ابھرائیں وہ دل کی سار جھٹیں
 کسی کی وہ جھانیں یا د آئیں
 وہ اپنی اشکبار سی یا د آئی
 کسی کا مسکرا نا یا د آ یا
 وہ یا د آئی کبھی کی اپنی حالت
 وہ شوقِ صول نے پہر گدگدا یا
 رکھلا سینے میں پہر بارغِ تمنا
 جدائی سے کلیجہ شق ہوا پہر
 سو پہر ہو گیا آنکھوں کی جاری

چمن کا رنگ ہی بدلا ہوا ہے
 گری ہو دل پہ بجلی سی کڑک کر
 وہ پہولوں کا ادا سے مسکرا نا
 طہور خوشنوا کا چھپا نا
 تڑپ کر درد سے قمری کی کو کو
 تماشا دیکھ کر زگر سے حیرت
 خراماں ہر طرف طاؤس زریبا
 پہر اُس پر خوشنوائی بلبلو نکی
 شب جہتاب سونے پر سہا گا
 لہو جاری ہوا زخمِ جگر سے
 کبھی کہا میں تھیں جتنی کارِ جھٹیں
 مجھے اپنی وفا میں یا د آئیں
 وہ دل کی بیقراری یا د آئی
 وہ ہنس ہنس کر ملنا یا د آ یا
 نظر میں پہر گئی اک بت کی صورت
 وہ یا د یار نے پہلو دیا یا
 ہرے پہر ہو گئے داغِ تمنا
 بنا سینہ مرا ماتم سرا پہر
 تڑپ کر پہر گزاری رات ساری

گرمیاں کو کیا پہ چاک میں نے
 مٹکا ہوں نے ادھر صحر کو تاکا
 بن آئی پہر سپر فتنہ زرا کی
 جب اس دے جے کو نوبت اپنی پہنچی
 دل مضطر کو سبھا یا بہت سا
 تسلی دی مجھ کو دل کو دلا سا
 بیاں کی میرے آگے کہانی
 مجھے تو عشق ہے شعر و سخن کا
 مرے دل کو کیا قابو میں کیسا
 مجھے سنبھلا ہوا جب سے پایا
 سنا کر ذکر کچھ اک تذکرہ کا
 کتاب اک ایسی نکستی لا کر آگے
 اگر ہر موعے تن میرا زباں ہو
 کہیں سادہ کہیں طرز رنگیں
 جہاں تعریف بوزلف و دوتا کی
 کسی نے ٹوئیاں بہر دین یا نہیں
 کسی کی سادگی ہو قابل داد
 کسی کو ہے ادائندی کا لپکا
 کسی کو استعارہ بہا گیا ہے

آرائی سر پر اپنے خاک میں نے
 ادھر تلووں نے خار و فکو ٹٹولا
 سر شوریدہ نے دیوار تاکی
 تو پہر عقل مال اندیش چونکی
 طبیعت کو سنبھالا مجھ کو روکا
 پلائی کچھ دوا صدقہ اُتارا
 سناے شعر بھی کچھ منہ زبانی
 ہوا وہ زور کم دیوانہ پن کا
 دکھایا معجزہ جادو میں کیسا
 خزانہ اک محافی کا دلا یا
 کیا تقریظ لکھنے کا اشارا
 کہ وحشت جس سے کوسوں دور بہا
 توہاں کچھ اس کی خوبی کا بیاں ہو
 چنے پھٹکے ہوئے سادے مضامین
 وہاں سچیدگی ہے کس بلا کی
 کسی نے گرمیاں کی ہیں بیانیں
 کسی نے طرز نو کر لی ہے ایجاد
 کوئی تشبیہ کی جانب ہو لپکا
 کوئی ڈھلکر زبان پر آ گیا ہے

معافی پر نگاہیں ہیں کسی کی
 کہیں شوخی کا عالم فرا لا
 نقیصہ میں کسی نے نام پایا
 کوئی الفاظ کی شوکت کا عادی
 کوئی نازک خیالی پر مٹا ہے
 کہیں ہی فارسی ترکیب ساری
 نئی ترکیب کا ہے کوئی موجد
 کہیں الفاظ کی جادوگری ہو
 کسی نے تیر کر جیتا ہے پالا
 کسی نے چوٹ کہا کر آہ کی ہو
 کسی نے چٹکیاں ملی ہیں جگر میں
 ستم کے ڈکھڑے سے ہیں کسی نے
 کسی نے پھول توڑے ہیں چمن سے
 غرض ہر شعر چوٹی کا چٹنا ہے
 کسی نے تذکرہ لکھا ہے ایسا
 کسی سے ہو سکی کب ایسی محنت
 مؤلف اس کے ہیں لالہ سریرام
 بہرے ہیں بان میں اوصاف حیدر
 ہزاروں پر پہرا ہے ان کے پانی

جگر کے پیر آہیں ہیں کسی کی
 کہیں سادگی کا بول بالا
 کسی نے مدح میں انعام پایا
 کسی کی بندشیں ہیں سید ہی سادی
 تو کوئی روزمرہ پر فدا ہے
 کہیں بار و زباں ہی پیار بھائی
 پُرانی طرز کا کوئی مقلد
 کسی نے گو و پھول سے بھری ہو
 کسی نے ڈوب کر موتی نکالا
 کسی نے دل کے اندر راہ کی ہو
 سمایا ہو کوئی ظاہر نظر میں
 کہیں موتی روئے ہیں کسی نے
 کسی نے لعل نگاہیں مین سے
 سنا جے اُسی نے سرو نہا ہو
 کہیں تم نے سنا دیکھا ہو ایسا
 پہر اُس پر صرف دولت صرف بہت
 خلافت کے زباں زد انکا ہو نام
 لکھے ہیں شعر سارے چیدہ چیدہ
 کبھی جب یہ تصویر معافی

کوئی شاعر نہیں جو مدح و ثناء بانی
 مہینوں بلکہ برسوں تک چھانی
 کیا ہے کام یہ اک عمر بہر میں
 جہاں قلمی کوئی دیوان دیکھا
 کتابوں کی یہاں تعداد کیا ہو
 ہزاروں ہیں کہیں دیوان ہیں
 کتاب ان کو بھی ہو کب جہان میں
 خریدی جو جہاں سو ہاتھ آئی
 لکھا ہے تذکرہ جادو کیا ہے
 زمانہ ہے خریداروں میں اس کے
 کہاں تقدیر نے پہنچا دیا ہے
 نظر تک حضرت صوف کی پہنچا
 قلم نے کی ہے برسوں چبھ سائی
 نہیں مشکل ہوشہ کی مدح خوانی
 فریوں فز بھی ہو معجز رقم بھی
 اسی کی سلطنت ملک و کن ہیں
 اسی کا کام ٹھہرا حکم رانی
 دعا گو باب عالی کے ہزاروں
 قلم والے اس کا دم گان جو اہر

ہوئے جس سے نہ یہ جا کر ملاقی
 گنوا دی عشق میں اسکے جوانی
 سفر برسوں کیا ہے بحر و بر میں
 ہزاروں کیسے ظالم نے خریدا
 زمیں سے چہت تک لک کرہ ہزار
 کہیں ہو تذکرہ کی کان اس میں
 نہیں اصلاً غلو میرے بیان میں
 یہی دولت یہی ان کی کمائی
 زمانے سے نرالا ہے نیا ہے
 جسے دیکھو طلبگاروں میں اس کے
 معنون نام نامی سے ہوا ہے
 بہت دن میں نصیب لے سکا جاگا
 جب اس دیکھ ہوئی حاصل سائی
 پہر اس پر خسر و ملک معانی
 ملا ہے اس کو نیزہ بھی قلم بھی
 اسی کا راج اقلیم سخن میں
 اسی کا شغل ہے شیریں بانی
 ثنا خواں خوش مقالی کو نہراں
 غزل ہے اسکی یا کان جو اہر

اٹھا کر ہاتھ جو اب دُعا کر الہی شاد کو دست در کہنا اسے حاصل ہو عیش کا مرانی مؤلف کا رہے نام اس کو قائم	اثر بخشے خدا سے التجا کر دکن کی سلطنت آباد رکھنا عطا کر اس کو عمر جاودانی مزا پس اس کو پڑھ کر شاہِ دایم
---	--

قصیدہ در مدح سکندر رشوکت نوشیرواں محدث شہنشاہِ انگلینڈ و قیصر
ہندوستان ملکِ معظم ہرچٹھی جاج پنجم دام اقبالہ و شمتہ واجلالہ

توشہ والا ہم عالی تبار تیرا ہمسر کوئی دنیا میں نہیں چرخِ اختر تیرے ایوان کی ہیں فخر انگلستان و لندن تیری تاج یگانہ دہر کا تو بادشاہ بجھسے وابستہ تیرے کی خوشی تیرے سائے میں گلزار ہو ستاروں کو زیادہ تیری فوج تیرے قبضے میں ہیں قلمیں کئی تجملہ شایاں تجھ کو زیبا سوری تو میرا حمد و ح میرا بادشاہ تو خدا کے فضل کو ہے مستفیض	میں رعیت اور وہ بھی خاکسار مجھ سے بہتر تیرے خاکِ رہگذار پستی طلع مرے سر پر سوار ہندو دہلی کیلے میں منگ عار ناقصوں میں ہو یاں میرا شمار مجھے برکتِ مرے کیل و نہار ہو خزان مجھ تک اگر پہنچے بہار داغ ہیں سینے میں میری تین چار ہیرا دل پر بھی نہیں ہو اختیار میری عادت میرا شیوہ انکسار میں سرا مداح تیرا جاں نثار میں کرم کا تیرے ہو یاں امیدار
--	---

ہے دعا گوئی مرو لب کا شکار
کیا کہوں حیران ہوں آئینہ وار
بے کمالی سے مگر ہوں نرسر مار

تاج بخشی کام تیرے ہاتھ کا
دولت ویدار تیری اور میں
میں جیسا لکھا ہے مطلع اور بھی

مطلع ثانی

جورج پنجم بادشاہ نامدار
اے شہنشاہ دمانی اقتدار
اے غریبوں ہیکلوں کے دستیار
اے سراپا رحمت پروردگار
بڑھتی تو قیصر تاج زرنگار
جو خوشامش کا تری کیا ہے شمار
کب ہوا دنیا میں تجس شہریار
یہ رہیگا لطف تیرا یادگار
اک نظر کا میں بھی ہوں امیدوار
مجھ کو بھی حاصل ہوا یہ افتخار
ہے اجابت کو دعا کا انتظار
ہوں تو میں بچو و مگر ہوں بخیار
خوش رکھے تجھ کو مرا پروردگار
اس سے بڑھکر ہوزمانہ سازگار

اے فریدوں شوکت و کسری قفا
اے سکندر مرتبت دار اشکوہ
اے عدالت گستر و فریادرس
اے سراپا نشان الطاف و کرم
تیرے سر پر جیب جگدیس کو ملی
بخشتے تو جس کو چاہے مملکت
کون تھا عالم میں تیرا اساسخی
آکے دلی کی بڑبانی آبرو
ہو کرم کی اس طرف بھی اک نگاہ
میں بھی اک ستار ہوں دلی ترا
اب دعا پر ختم کرتا ہوں سخن
ہاتھ سے یہ وقت کھینچنے کا نہیں
دوست تیرا و دشمن پائمال
ملک دولت میں ترقی ہو سوا

ہر برس میں اک برس بچائے عمر
تو ہے دنیا میں تار و ز شمار

قصیدہ در مدح حضرت عالیہ سکندر شوکت نوشیرواں معدلت حضرت
سلطان جہان یکم والے ریاست ہو پال

اے شانِ جہانِ فی سلطانِ جہانِ یکم
ممدوحِ جہاں تو ہو مداحِ ترا عالم
اسکندر و دارا سے ہوشانِ تری کرم
ہے عدل میں تو آگے بخشش میں تو اقدم
اب اہلِ فلک کو ہو تعظیمِ تری الزم
اب شیر سے بکری کا ہو ربط بہت باہم
کیا ابر بہاری ہو لشکرِ کاتری پرچم
یہ عیدِ مبارک ہو آتی ہو صد اپہیم
ہے رنج و خوشی با ہم شاد و غم تو ام
آباد ہر اک گھر ہے ہر دل ہو خوش و نرم
تو فیضِ نجم ہے وہ نام کا تھا حاتم
افلاس کے زخموں کا ہو لطفِ ترا مرہم
ہر چاہ ہلا کیونکر بچائے چہرِ زمرم
گردن پہ سر دشمن رہ سکتا ہو کب سلم
نچائیلی اب موٹی پہلوں پہ جو ہے شبنم

اس عہد کی تو بلقیس اس وقت کی تو مریم
الندے تری شوکت اندے تری شہرت
اقبالِ ترا چاکر نصرت ہو خدا تجہ پر
شاہانِ گذشتہ سے نسبت بھی کیا دیجے
افلاک سے ہے اونچا ایوانِ کاترے شمسہ
سطوت سے تری ایسا ظالم نے تم چوڑا
اک فتح برستی ہو جب اس نظر کی ہے
نغارہ جو بجاتا ہے بادل جو گر جتا ہے
یہ دور ہے عشرت کا یہ قول غلط نکلا
ہو پال گلستاں جو کیا جوشِ بہاراں ہو
ایسی تھی کہاں لت تجھ سے اُسے کیا نسبت
مفاک زلنے کے ہیں داد طلب تجھ سے
لاکھوں میں کہاں تہسا تو فرد ہو تو یکتا
شمشیرِ ظفر سیکر نیزہ ہے ترا اثر در
یہ سیرِ چمنِ شیریں ہے فیضِ سو کب خالی

بیگانہ بیگانہ ہے منوں میں زمانہ ہے
 کچھ بات نہ تھی گو یا انسان کا سفر کرنا
 وہ اس پر طلعت و پھل فلک نعت
 جاننا نہیں سب انسر شیروں کا ہو یہ لشکر
 دیوں نام تو جیو و کا تو نے بھی سنا ہو گا
 یہ جوشِ مسرت ہو عیش کی کثرت ہو
 ہو ملک میں افزونی دولت ہو تری دنی
 اولاد کا سکھ دیکھ تو رنج نہ دکھ دیکھ

ہے نقشِ سلیمانی ہر ایک تری خاتم
 اس درجہ اولوالعزمی پر عزم بھی محکم
 سرعت میں پہنچلی ہے یہ جنگ میں پیغم
 ایک لیک سپاہی ہے پلٹن کا تری رستم
 وہ تیرا دعا گو ہے دیتا ہے دعا ہر دم
 ہر دم ہو خوشی حاصل ہر لحظہ خوش و خرم
 جب عید تجھے آئے دشمن کہ ہو گھر ماتم
 تو روزِ قیامت تک دنیا میں ہے قائم

قصیدہ درشن عید الفطر صاحبزادہ نواب محمد شبیر علی خاں بہادر شبیر

میں شبہ ملکِ سخن ہوں مجھ سمجھو نہ حقیر
 کم نہیں طیل و حلم سے یہ دوات اور تسلیم
 بنگیا حب کا عل میری زباں کا جادو
 جس قدر وہن رسا اتنا خیل ہے بلند
 ہو اگر مجھ سے کہیں معرکہ آرا دشمن
 امتحانِ صولت و سطوت کا اگر ہو منظور
 معترضِ بند مرے سانے بدگو ہیں نموش
 عرش کی لائے خبر کیوں نہ مری فکر رسا
 ہے ہمتِ بالِ ہما سے مری دہنجی پروا

شاعروں کے لئے فرمان ہو میری تحریر
 بوق و قرنا کی صدا ہے مروی خامہ کی صبر
 کر لیا میرے مضامین دلوں کو تسخیر
 میری اقلیمِ معانی کے یہ دونوں میں زیر
 زخمِ کاری کے لئے میری باں ہو کشمیر
 موم چھڑ کر کے میرے سخن کی تاثیر
 کیل دیتی ہو زباں میری مدلل تقریر
 جھمکو یہ مبدہ فیاض نے دی ہو تو قہر
 میں وہ شہباز ہوں شہرت ہو مری عالمگیر

اب کہاں ہو کوئی صیاد معافی مجھ سے سا
 میرا شاگرد وہی انشا میں دبیر گردوں
 پھول چہرتے ہیں باں ہو مری ہرنگ چمن
 حسن ہے یہ بھی کوئی چسپیدہ بیانی میری
 وہوم عالم میں مری فوج ظفر موج کی ہو
 بلٹیں میری وہ تیار رسائے ہیں وہیں
 یعنی ہر شعر ہے جانا ز سپاہی میرا
 دہاک ہو جن کی زبان میں ہی شیر ہیں
 قنادا ماز ستم کے یہ بلا کے ہوں دلیر
 حسن ایسا ہے کہ معشوق فدا ہیں ان پر
 نور کے پتیلے ہیں صوت میں چمک میں بجلی
 زخم ان کا بھی بہر تابی نہیں جیتے جی
 پرورش پانی ہے رہ کر مے و ملیں برسوں
 یا اثر ان سے زیادہ کوئی دنیا میں نہیں
 عید کا روز ہے لایا ہوں سجا کر ان کو
 اُس کی توصیف میں لکھا ہے یہ روشن مطلع

طائر سدرہ مرے دام میں ہوتا ہوا میر
 اب کہیں جا کے اے آئی ہو رسم تجرید
 طبع رنگیں ہو مری شاہد گل کی تصویر
 بنگلی ماہ جبینوں کی طسلائی زنجیر
 جس کا ثانی ہو جہاں میں کوئی حسن کا نظیر
 جن سے سب میرے حریفان سخن ہیں دلگیر
 میرے ہر شعر کا لکھیتی ہو چہرہ تقدیر
 ہیں شجاعت میں جو رستم سے سوا با تو قیر
 دل سے ہلکے نہیں پڑتا کبھی ان کا کوئی تیر
 نازک منے ہیں کہ کبھی نہیں ان کی تصویر
 ماہ گردوں کو جھل کرتی ہو ان کی تنویر
 سر سے دل تک اتر آتی ہو انہیں کی شمشیر
 ان میں اب تک ہو مے گرم ہو کی تاثیر
 میری سرکار سے پاتے ہیں اثر کی جاگیر
 قدر وال مجھ سے سوا ان کا ہوا با تو قیر
 اور بھی آج چمک جائیگی ان کی تو قیر

مطلع ثانی

ہے وہ شبیر علی خان بہادر شبیر

حسن اخلاق و سخاوت میں نہیں جس کا نظیر

میر گروں جے کہتے ہیں جیسے اُس کی
 دل سے ملنا ہے۔ شہرِ غصہ و جھک کرینا
 یاد ہے اُس کو طریقہ وہ ملناری کا
 اُس کے دیک کوئی جا کر نہیں پہتا محروم
 حمل بھی ہے وہ اُٹنا ہی کہ جتنا فیاض
 چشم پوشی بھی جو کرتا ہی تو اس موقع پر
 رعب سے اُسکے چغلور کی ہو نہ زباں
 در و مند و کل زمانے میں معالج وہ ہے
 اُس کے گلشن سے بہا آ کے نہیں جاسکتی
 علم میں حلم میں یکتا ہی نہیں اُس کا جواب
 نظم میں شریں ہر طرح کی قدرت حاصل
 کیوں نہ ہو داغ کا وہ بھی تو ہوا گر و رشید
 دہم سنتا ہوں بہت اُسکی سخن فہمی کی

ہے اُسی کے تو یہ جلوے و زریں پر تو میر
 دل میں ہر ایک کا گھر سب کی نظریں تو قیر
 کہ مصور سے بھی کہتی نہیں اُس کی تصویر
 وہ بنا دیتا ہی دم بہر میں فقیروں کو امیر
 بخش دیتا ہے جو ہو جائے کسی کو نقصیر
 کبھی ملتی نہیں نوکر کو خطا پر تعذیر
 کر نہیں سکتی وہاں میری برائی تقدیر
 روتی صوت کو ہندا دیتی ہو اُسکی تدبیر
 باندھ لیتی ہو اُسے موج صبا کی زنجیر
 عقل میں فہم میں بیشل نہیں اُس کا نظیر
 نغز گو سیف زباں شوخ بیاغوش تقریر
 بات میں اُسکی اثر شعر میں اُس کے تاثیر
 داد لینے کے لئے کی ہو غزل یہ تحریر

غزل

چرخ کو لاگ خفا یا رخِ مخالف تقدیر
 پہلی جان مری نیم نگاہی تیری
 جھکو دیکھیں نگہ غور سے میرے اجاب
 خونِ دل میری غذا آہ و بکا شغلِ مرا
 ہائے کیا خاک کہوں اپنی مصیبت تم سے

وہ پلٹ جاتی ہے ہوتی ہے جو سیدی ہم
 میں تو سمجھا تھا کہ دل نہ تھی پہنچے گا تیر
 یاسِ حسرت کی اگر دیکھنی چاہیں تصویر
 غم ہے تہہ کلکاں وہ ہے میری جاگیر
 بے اثر بات مری آہ مری بے تاثیر

دل میں چہرہ جاتی ہو ہر ایک ادا ظالم کی
رو رہے ہیں وہ مجھے بیٹھکے پائین مزار
بے لئے دل میں وہ چلی کبھی تھے ہی نہیں
قتل کر دیں گے بلائے وہ مجھ پوچھ تولوں
آکے زاہد ہو خیل اس میں یہ فردوس نشہ
تیز رفتار بھی ہے شونخ ادا بھی ظالم
کر دیا اس نے وہ دم بہر میں غلط مقصود
نہ کہلا اب بھی اگر غنچہ خاطر یہ سجود
ہو چکی ختم غل مدح ابھی باقی ہے
مدح حاضر میں پڑ ہوں مطلع و لکھش ایسا

پڑ گئی جس پہ نظر اس کی ہوا وہ پنجسہ
خاک ہو کر محبت میں ملی ہے تو قیسہ
اکھڑے بھی شونخ ہے پانی ہو طبیعت بھی شریہ
آپ کیوں مجھ سے خفا تھے ہیں میری قصیدہ
اس کا کوچہ ہے غمیدان وفا کی جاگیر
ایسی چلتی ہوئی دیکھی نہیں ہم نے تیشہ
میں نے برسوں میں اگر وصل کی سوچی تدبیر
آج سے ہم بھی بدل لیں گے تخلص دلگیر
قطرہ اخامہ پہ رکھلوں تو کروں کچھ تحریر
جس کو سنکر نہ سے پہر کوئی بلبل کی قصیدہ

مطلع ثالث

آج کہتا ہوں تری خاک قدم ہو اسیر
تجھ پہ ہے فضل خدا تجھ پہ نبی کا سایہ
جس سے تو دل سے ملے اس کو خدا لجا سے
تجھ کو خالق نے محبت کا بنایا پستلا
ڈال دی جس پہ نظر پڑ گئی گردن میں کند
سبزہ خط ریح پر نور پہ ہے جلوہ نما
زعفران آگے لگی باغ میں سبز کی جگہ
اہم عظم کی ترے نام میں دیکھی تاثیر
تیرا حامی ہے علی تیرا معاون شبیر
تو ولی ابن ولی تو ہے امیر ابن امیر
قدر دانی ترا شہوہ ہے وفا تیرا خمیر
کر لیا چشم غایت نے زمانہ خمیر
اس کو میں سورہ یوسف کی لکھو لکھو تفسیر
بنگلی فیض قدم سے ترے ولی کشمیر

آج کہتا ہوں تری خاک قدم ہو اسیر
تجھ پہ ہے فضل خدا تجھ پہ نبی کا سایہ
جس سے تو دل سے ملے اس کو خدا لجا سے
تجھ کو خالق نے محبت کا بنایا پستلا
ڈال دی جس پہ نظر پڑ گئی گردن میں کند
سبزہ خط ریح پر نور پہ ہے جلوہ نما
زعفران آگے لگی باغ میں سبز کی جگہ

<p>ماہ روشن کوئی ان میں ہو کوئی مہر منیر ہو جو ایسا تو کروں وجہ فضیلت تحریر جمع ہیں پاک نفس پاک نظر پاک ضمیر تیرے دھن کے نئے ہے بٹی چھی ہی تیر منہ کی کہا کر بھی تو جاری نہیں ہوتی کھیر بہول جاتا ہر ترے سامنے رتم تقریر کوئی ہو گا بھی بہادر تو ترے عشر عشر</p>	<p>محمد سے پوچھے کوئی رتبہ تری دربانوں کا جشن جمشید سے افضل ہو بہت جشن ترا عید کا روز ہے افطار ہوئے ہیں روزے دوستوں پر جو یہ تیری ہو عنایت کی نظر تیرے دوسے ترے دشمن کا ہو سو کہہ گیا کانپتا ہے تری ہیبت تو تن روئیں تن تیرا ثانی تو شجاعت میں ہوا اور نہ ہو</p>
--	--

قطعہ در وصف شمشیر

<p>جسے آگے ہے جو اہر بھی نگاہوں میں حقیر اس سے سب ڈرتے ہیں عادت میں کی حکیر یہ وہ صیاد کہ ہے پیاک اہل اس کا اسیر اس کا جوہر ہے نظروں تو سکیلے کا خمیر یوں نظر آتی ہو اہری ہوئی جوہر کی لکیر یا کسی شوخ کے غصے کی کچی ہے تصویر چرخ پر چڑھ کے اتر آتی ہر دم بہر میں شیر تیرے قبضہ میں ہو اس طرح سے تیری شمشیر</p>	<p>تری تلوار کے اوصاف رقم کرتا ہوں آب میرے کی زعفرانی ہو رنگت اس کی یہ وہ قاتل ہو کہ ہے موت بھلی سچی تو ہاں جو ہری جانتے ہیں اس میں جو کچھ جوہر ہیں ہو خط سبز کا آمینہ میں جسطح سے عکس عکس ہے ابروئے پر خم کا یہ تلوار نہیں اس پہ ہوتا ہر عید کا دہو کا سب کو کوئی معشوق ہو جسطح کسی کے بس میں</p>
---	--

قطعہ در توصیف اسپ

<p>میں نے کاغذ پر آماری ہو پری کی تصویر حرکت کان کی کتنی ہو کہ چلنے کو ہے تیر</p>	<p>وصف لکھا ہر تری اسپ پری پیکر کا چھوٹے پیکاں کے برابر ہے کنوئی اس کی</p>
---	--

ماہتا بیٹھا ہوا چوٹی کو کمر آنکھ نہ بڑی
 گاچی مختصر اس پر ہے کشادہ سینہ
 ور سے یہ نظر آتا ہے ہنس کلفنی کا
 بند شبیہ سے آواز ہے چالاک میں
 شرم آتی ہوتی ہے آگے قصیدہ پڑھتے
 تم کرتا ہے ترا وصف دعا پر بیخود
 ل بڑ ہے اور زادل میں خوشی اور بڑ ہے
 مان بجاتے جو اہر کی جواہر حسانہ
 نہ نہ دیکھے کبھی آئینے میں دشمن تیرا
 دیاں یوں تری اولاد میں تیری آجائیں
 ل سے دی ہیں تجھ جتنی یہ دعائیں دی ہیں

کاکل ایسی ہے کہ عشاق کے دل میں کسیر
 اس کی گردن کا جواب اور نہ پہنچے کا نظیر
 یا اڑا مرغ سلیمان کوئی لیس کر تصویر
 برق کی تیزی رفتار ہے اس کی تاخیر
 توجہ عنی کا ہے ہر سر تو نظیری کا نظیر
 لوگ کہتے ہیں کہ ہر اس کی دعائیں تاثیر
 جس قدم پر ہے اتنی سوا ہو تو تیسر
 تیرا اقبال زیادہ تری دولت ہو کیشہ
 یہ حقارت ہو کہ خود اپنی نظریں ہو حقیر
 جیسے کاغذ پہ اتر آتی ہے عکسی تصویر
 نشاد و آباد رکھے تجھ کو مراد قذیر

دیگر قصیدہ

یوں بنا کہل کے ہر اک پہول جو عیش کا جام
 پہلے غنچے سے کہلی باغیں کیوں ل کی کلی
 جب کیا شاہ گل نے جو نکالا جو بن
 یا ہوتی وہ دل بلبل کی طیش اور خلش
 رہ گئی کس کی نظر پر یہ معمّا کیا ہے
 جد کرتے ہیں شجر سن کے صدائے طآویں
 ش لویا یاں چین کے ہیں وہ دلکش نفے

فصل گل آتی ہے کیا عید کا لیکر پیغام
 تاکر جہاں کے کیا سبرہ نے یہ کس کو سلام
 کیا سبب اس کا جو نکھرا ہوا ہے بلخ نام
 سرو کی شاخ پہ قمری کو ملا کیوں آرام
 چشم ز گس پہ فلک نے جو اتارے باوام
 گوگ کو بل کی مٹاتی ہو دلوں کے آلام
 جس سے ثابت ہو کہ ہوتا ہے انہیں بھی الہام

بل بلی کو بہائی ہو چلنے کی صدا
دلوت منبل میں جو شبنم نے پروئے ہوئی

پہٹ پڑا باغ پیاد یہ کہاں آجوں

سہو سو سورج کی سورج سے چمک میں نہیں کم
آنکھ لڑتی ہو جو اناں چین سے کیا کیا
لوکش ایسی ہو کچھ اس سال ہوا گلشن
نہر میں خل کہیں سیل فنا کو نہ ملا
اب نہ ڈھانیکا تہ اہل زمیں پر یہ فلک
یہ سماں دیکھ کے چاہا کہ سبب ہو معلوم
ہر طرف میں نے تجس کی نظر دوڑائی
الغرض عید کے آنے کا مجھے ہیڈ کہلا
عید شبیر علی خاں کے لئے آئی ہے
اُس کے صدفے میں کچھ ادوں کو بھی دیدی غنچی
مدح حاضر میں وہ بیاختہ مطلع لکھوں

ہر دیا تھا دہن غنچہ میں کیا حسن کلام
تہا یہ عجاز بہاراں کہ رہا اُن کو قیام
کوئی میں تھی کلی ہی رہا وہ سب گل افرا

گل مہتاب پہ دھوکا ہے کہ ہے ماہ تمام
مہم کو دوسے کہ نہ ہو تعفت میں روزہ بنام
بنگلی موج صبا شاہ گل کے لئے وام
قصر گردوں کی طرح ہے حبابو نکو قیام
اب نہ لیگا کوئی دنیا میں کبھی رنج کا نام
بات تو ہے یہ خوشی کی جو رہے اس کو قیام
آنکھوں آنکھوں میں ہو کر گرسن سون کو کلام
اٹھ گیا پر وہ جو تھا مٹ گیا سارا اوہام
روزے افطار ہوئے ختم ہوا ماہ صیام
اُس کی لوٹنی ہو طرب عیش ہو خاص اُن کا غلام
سُن کے حسرت ہو جس کو ہر اک خاص معلوم

مطلع ثانی

دین سے تہم کو شرف تجھ سے ہو اسلام کا نام
میں کہاں اور کہاں مدح سرائی تیری
حد بھی آخر ہے ترے لطف و کرم کی کوئی

فخر کیونکر نہ کرے نام پہ تیرے اسلام
مجھ سے وحشت زدہ کو تو نے کیا خوب ہی نام
دل مرا موہ لیا تہم کو کر دں تہم کے سلام

تیرے اوصاف حمیدہ تو نہ ہونگے ارقام
جو خوش تر از شیدہ و سعادت ترا کام
لب سجا ترا اعجاز نہ سائیرا کلام
بھکو واند نہ نہیں تیری بزرگی میں کلام
تیرے تقویٰ نے کیا ذکر کو بھی سکے حرام
یوں ترے عہد میں انجود کا سربستہ ہر جام
تو وہ ہے قیصر و فقیر ہیں تیرے خدام
جم و پر ویز کج خسرو بہرام کدام
نام شیطان کا سب لیتے ہیں بیکر و شام
ہوا جانت تو کروں ایک غزل بھی ارقام

کیا لکھوں صبح میں اب سوچ رہا ہوں میٹھا
ترہ عادت ہو تری بھکو عبادت کا ہر شوق
دل ترے سینے میں اک لور کی روشن قندیل
خواب میں بھکو کیا ہے شہر جیلاں نے قید
نام سے دختر رز کے نہیں واقف ہم لوگ
مے تو کیا نے کی کبھی بوجھی نہ پہوٹی اس سے
تو وہ ہے دین کی اک شان ہو تجھے قائم
تو کہاں اور کہاں رتبہ عالی تیرا
تیرے دشمن کی بہت ہنر بڑی گت دیکھی
خامہ فرسا ہے بہت جو شہ طبعیت میرا

غزل

جو نہ پوری ہو کبھی ایسی تمنا کو سلام
تمنے بھی دیکھ لیا میری دعا کا انجام
اب ادھر سے چلا آتے ہیں محبت کی پیام
بولتا ہوں تو وہ کہتے ہیں نہیں تجھے کلام
تیری محفل میں تو بیٹھے ہیں وفادار تمام
بندہ پرور کبھی لے لیجئے میرا بھی سلام
باندھ کر ہاتھ ادب سے جو کہا میں غلام
سانس جتناک ہو رواں سینے میں چلتا ہر جام

کیا نکلتا نہیں ناکائے جاوید سے کام
وصل کی شب ہو میں کیا کیا نہ مرادیں میری
تیرے قربان صبر مرا کیا کہنا
ڈہال کر غیر پر دشنام دے جاتے ہیں
بی وفا کون ہر آنوں میں ذرا پوچھہ تو لے
آنکھ اٹھتی نہیں اب ایسی بھی کس کام کی شرم
پوچھ کر مجھ سے وہ تو کون ہو کیا شرمائے
زندگی اس پہ ہر قوف پئے جائیں شراب

<p>انگلیاں اٹھتی رہیں وضع کی پابندی پر رہ روپے کی کو نوبت بھی نہ آنے پائی رنگ ہر زم میں جھوٹے جوار کہا ہے اپنے ممدوح کے پھر وصف رقم کرتا ہوں تو نے اجمیر میں خواجہ کی بھری ہیں نگین</p>	<p>نیک نامی کے لئے ہم نے کیا کیا بدنام میٹھی باتوں ہی سے ظالم نے کیا کام تمام کہیں بجا تائب نہ ہو تو کہیں مے آشام تو سن طبع کی پھر مدح میں عزتی ہو لگام تو نے اس عمر میں کیا کیا نہ کئے فیض کے کام</p>
---	--

قطعہ در وصف تیغ

<p>تجھ کو دربار سے خواجہ کے ٹی وہ شمشیر مغربی پہننے تو دیکھی نہیں ایسی اب تک دو دنوں باگوں پہ تری تیغ کو کتے دیکھا جس کو سمجھتا ہے تیغ قضا اک عالم طائر روح عدو اس سے کوئی بچتا ہے ضرب سے اس کی بچے خاک تن روئیں تن</p>	<p>جسکے اوصاف میں قاصر ہو زبان صمصام مہم ہیں آئینہ رو تیز زیاں خوں آشام کیا چہرہ اسے بدن کیسی بہ نازک اندام ہے پرنما تری شمشیر کا وہ ایک نیام دو فوجاں تو یہ پہیلا ہوا جو ہر کاہی دام کی ہر سسکی جگہ فتح کی آیت ارتام</p>
--	--

قطعہ در توصیف اسب

<p>اب ترے گھوڑی کے اوصاف لکوں یا نہ لکوں برق نے چند قدم سانچہ دیا تھا اس کا اس کو کہتے ہیں خوشگ و ہجاست کہتے ہیں لطف تو یہ ہے کہ ہے ساز بھی اسکا ہر رنگ ہے شب قدر سے بھی قدر سوا کچھ اس کی آؤ گیا باغ سے یہ باد بہاری کی طرح</p>	<p>اس کی تیزی تو یہ کہتی ہے کہ مشکل ہو یہ کام رگئی تھک کے تو یہ بولی کہ آہستہ خرام مشکب خالص سے بنایا گیا ہے جسم تمام چوٹیاں حور کی گوندیں تو بنی اس کی لگام نسل کا ہے یہ عرب شبہ نہ کچھ اس میں کلام کبک و طاؤس اڑاتے ہی سب طرز خرام</p>
---	---

تو بھی قائم ہے جب تک ہے دنیا کو قیام
اور باقی ہے کیا دل میں اک اللہ کا نام
تجھ کو فرصت نہ ملے صبح سے لیکر شام
تیرے سایہ میں بڑی ہو تری اولاد تمام

ختم کرتا ہے قصیدہ کو دوسرا پر بیخود
ہے دُعا دل کی مرادیں تری ساری برائیں
تیری سرکار میں ہو عیش کی کثرت اتنی
مخل امید کے پرہان چڑھیں پہل سائے

ہوں ترے حق میں جو مقبول دعا تیری
میں بھی دل کہوں گے لوں پہ تو بہت کمالِ انعام

دیوانِ گفتارِ بیخود

بعونہ تعالیٰ

اختتام یافت

شاگرد استاد و دانشمند شیخ محمد حسین اعجازی قزوینی

بقلم خاکسار فضل اللہ شاہجہاں پوری

تقریبات و تاریخات دیوان گفتار بخود از تاج انکار سخن طراز انجمن صاحب فن تھی
 تقریبات و تاریخ از قلم فصاحت رقم صوفی تین سخن و بے ہمتا تاثر بی مثال نامم خوش مثال
 و لا رفعت عالیجہ علی القاب شاہزادہ نواب امیر الملک بہادر گورگانی اتمخلص بہ احقر
 نشانی جلالت آب حضور پر نور عالیجاہ بہادر شاہ ثانی ظفر دہلوی

ہمارے کیا بلکہ پیروں کے پیروں کے ظاہر میں سیدے سادے لیاقت علمی میں لایق
 فن شاعری میں فائق تہذیب میں کامل اخلاق حمیدہ کے عامل شاعروں کے استاد شاعری
 کی امداد ہر کام کی شدہ بد نام کے بخود و علی کے روشن چراغ جاشن خباب نصیح الملک داغیے ممتاز
 شخص کی تعریف آفتاب کو شعل دکھانی اور قلم کو حکمت بتانی ہے۔ کلام کی خوبی کی داد کہہنے
 کی استاد ضرور اور یہ اپنے سے دور تو پہرہ قول مشہور ہے

صائب و دوحیز می شکند قدر شعر را تحمین ناشناس و سکوت سخن شناس
 کلام خود اپنی تعریف کر رہا ہے مضمون اپنی خوبی میں لاکلام کا دم بہر رہا ہے بندش اپنے
 پر کو لے ہوئے سخن شناس حضرات کو سرور بنا رہی ہے۔ زبان متحد سکھارہی ہے۔ اس احقر کو
 کچھ لکنا نہ آئے تو کیا لکھے اور سمجھ نہ ہو تو کیونکر کہہ سکے اور کہے تو تحسین بے وقوف کیا فایده
 دے سکے نیز ایسا کلام کب کسی کی تعریف کا محتاج ہے۔ اس کی خوبی کو مدح کی کیا احتیاج ہے
 خاص کر اس حقیر کو جس کو سب احقر کہیں کسی بہتر و برتر کی تعریف کا کیا شعور ہے۔ مگر اپنے مرشد
 نامہ کی توصیف ضرور ہے۔ اس لئے قلم اٹھایا اور اپنی بے یامتی سے نہ شرمایا
 مگر قبول افتد نہ ہے غرض شرف۔ امید ہے کہ میری بے حقیقتی اور نالیامتی کے جاننے والے
 جسکو معذرت سمجھ کر کسی بُرائی پر نظر نہ فرمائیں گے اور میری عقیدت مندی کو پیش نظر رکھ کر انہیں زبانی گئے
 اچھے ہو کر ہیں کیوں آپ بڑا کہتے ہیں ساتھ اچھوں کے بُرے بھی تو لگاتے ہیں
 قطعہ تاریخ

<p>خود بخوبی خویش می نماید دیوان خیال بخود و آدم</p>	<p>تصنیف و مصنف ہر دو اعلیٰ تاریخ طبع نذا با حقیر</p>
<p>تقریباً چکیدہ خامہ اعجاز رقم فصاحت و بلاغت توام ناثر بے عدیل جہاں دبیر کجائی زمان خانصاحب جناب مولوی سید احمد مولف فرہنگ آصفیہ وارمغان دہلی وغیرہ وظیفہ خوار سرکار حضور نظام خلد اللہ ملکہ</p>	
<p>گفتار بخود</p>	
<p>اس کی بھی عجیب رفتار ہے۔ گیارہ برس تک انتظار ہی انتظار میں رکھا۔ بہتیرے شیدایان زبان کو پُر اسان ہی سلا دیا۔ بارے خدا خدا کر کے اب وہ دن نصیب ہوا کہ اس یوسف دہلی نے اپنے چہرہ مبارک سے نقاب اٹھا کر ہزاروں غن فہوں کو سرشار و بخود کر دیا۔ آپ جانتے ہیں یہ کون ہے بخود کا سرور افزا کلام ہے۔ وہی بخود جس کے آباؤ اجداد نے شاہی وزارت تک ترقی کی۔ رئیسان با اختیار کے مصاحب خاص ہے اور انہیں کے مورث اعلیٰ نے شاہ جی کا تالاب اور شاہ جی کا چہتا بنوایا۔ تالاب تشنگان عزت و حرمت کے واسطے بحرِ خضر تھا۔ اب جملہ حیوانات کے لئے سچا حیات ہے۔ چتا بھی عجیب کرامت بہرہ و طلسمات ہے جنہیں جاننے گرمی میں کہیں پناہ نہیں ملتی وہ اس چہتے میں آکر بسر کر لیتے ہیں۔</p>	
<p>آپ کا نام نامی منشی سید وحید الدین احمد صاحب خجندیہ حضرت داغ نے آپ کی زبان کو بھسالی اور مستند زبان ہونے کا سر شفا کٹ عطا فرمایا اور اصنافِ سخن پر قادر ہونے کی داد دی ہے۔ ایک بزرگ نے نواب صبح الملک کو لکھا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا کہیں یہ گدی خالی نہ ہے۔ نواب صاحب نے جواباً لکھا کہ بخود دین یعنی دو بخود ہیں۔ ایک مولوی عبدالحی بدایونی دوسرے سید وحید الدین احمد دہلوی۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ آپ دونوں صاحبوں کے</p>	

کلام کو تمام شاگردوں کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں اب اس بات کی تمیز کرنی چاہئے کہ کس کو انتخاب کیا جائے۔ مولوی عبدالحی بدایونی خوش کلام۔ خوش فکر ضروریں بلکہ زبان و ہلی کے کامل متعلم۔ ماہر زبان۔ صحبت یافتہ بل کمالان زبان اردو۔

منشی سید وحید الدین صاحب اردو کی محسال اور اس محسال کے خراب لاجواب اردو ان کے گھر کی ٹونڈی پر اُس کی گودیوں میں پہلیں۔ ان کی زبان فطرتی ہو۔ اور ان کی زبان انسانی۔ پس اس وجہ سے ان کو اپنی ہلی نے جانشین داغ قرار دیا۔ سیکڑوں داغ کی زبان کے عاشق اس طرف جھک پڑے۔ ایک ہم کیا استخوانانہ۔ باو شاہ سخن۔ شمس العلما خواجہ حالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک تحریر میں خود ان کی زبان کی تعریف میں طب اللسان ہیں چنانچہ اس جگہ اُس کی بچہ نقل ناظرین دیوان کے ملاحظہ عالی سے گزاری جاتی ہو۔ وہ ہوا۔

روندا جلسہ دستار بندی و جانشینی نواب نصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم دیکھ کر مجھے بے انتہا مسرت ہوئی اور اس بات کا افسوس ہوا کہ جلسہ مذکور میں مجھ کو شریک ہونے کا موقع نہ ملا۔ میں عزیز شیخی سید وحید الدین صاحب بخجو کو بلاشبہ مرحوم کی جانشینی کا مستحق جانتا ہوں امدان کارشید ترین شاگرد اور شاعری میں ان کے قدم بقدم چلنے والا سمجھتا ہوں اب جانتے کہ معلوم ہے نصیح الملک مرحوم بھی ان کو ارشد تلامذہ میں شمار کرتے تھے اور اپنی جانشینی کا سبب زیادہ مستحق سمجھتے تھے فقط راقم خاکسار الطاف حسین حالی بقلم خود۔ ۱۹ فروری ۱۹۰۷ء

اس سے زیادہ کہنے کو لوگ داخل خوشامد تصور فرمائیں گے لہذا ان کے کلام میں سے چند جربہ اشعار لکھ رکھا دینے کافی ہیں۔

نہیکھا تھا جو بزمِ دشمن میں دیکھا	محبت تماشے دکھاتی ہے کیا کیا
کیا اسی کا نام آفت ہے کہ جب دیکھا اُسے	خود بخود اک جوش پیدا دل کے اندر ہو گیا

<p>کھل جاتے یہ دل کی پہانس وہ سالان پیدا کر مراد دل دیکھ کر وہ اپنے دل پر ہاتھ جھٹکتے ہیں نئے سرے انہیں ہاتھوں کے اماس کو جھٹکتے ہیں ڈھونڈے سے بھی ملے نہیں لوگ دو کو تم بھی نادان بنے جاتے ہونا دان کے ساتھ بندہ پرور ظلم کی کثرت کسی اتنی نہیں جناب شیخ کعبے سے نہایت شرمسار آئے آپ آرام کریں آج یہیں رات کی رات</p>	<p>کھٹکتی ہے مے پینے میں یارب آرزو اسکی یہ کوئی بہید جو اس میں بھی کوئی راز مخفی ہے وہی ہم ہیں وہی دل ہے وہی دل کی تمنا ہو اس طرح سے برباد نہ کر اہل و مناکو کیوں اُکھٹتے ہو ہر اک بات پہ بخود اُن سے ہمنے دیکھ لے زمانہ ہم نے برتے ہیں جس خدا جانے کہ کیا گدزی خدا جانے کہ کیا ہتی اور مہمان ہو دو چار گھڑی کا بخود</p>
--	--

<p>قطعہ تاریخ از فکر عالی حاجی حرمین شریفین حضرت انور صاحب ازبیدی</p>	
<p>بہار افروز ہے سنتے رنگیں حسردیواروں نے اکھونو لگایا کسی انور نے تاریخ سیسی</p>	<p>پھلا پھولا ہے کیا گلزار بخود چھپا جب دفتر اشعار بخود تعالیٰ اللہ ہے گفتار بخود</p>

قطعہ تاریخ چکیدہ قلم فصاحت و بلاغت رقم جناب حکیم مطیع احمد صاحب احمد شخص
بدایونی شاگرد جناب ممتاز الشعرا حاجی عطاء محمد صاحب عطاء بدایونی

<p>دیوان بخود کا چھپا دنیا میں شہرت ہو گئی گلستہ عیش و طرب کہتا ہے ہر فرد بشر یہ دیواں ہو تعلیم کی درس گاہ سبق پائیں گے اس و اہل سخن</p>	<p>اس کی خوشی کی حد نہیں اس کی خوشی کا کیا پایا تم بھی اسے احمد کہو۔ نظم نشاط حاد و اداں بتائی ہے طرز ادا نو بنو مزاعات بخود۔ تم احمد کہو</p>
--	---

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر شاعر نازک خیال ناظم شیریں مقال فصاحت و بلاغت و سنگاہ

جناب علی احمد قویشی بلاغت مختص امر دہوی یادگار حضرت سلام مرحوم و مغفور ایڈیٹر رسالہ
ترقی سخن بہی

عاشقِ شعر و سخن کیوں اس کے شیدائی نہ ہوں ہر غزل ہے منتخب اس منتخب دیوان کی حضرت بخود کو دیں کیونکر نہ داد اہل سخن رنگ ہوا شعاریں بالکل فصیح الملک کا فرویں اس وقت بیشک آپ اپنے رنگ میں خوب سلک نظم میں موتی پروئے فکر نے روزمرہ وہ لکھا دی کو جس پر غم ہے مادہ طبع بلاغت نے یہ سال طبع کا	بنگیا گفتار بخود ایک معشوقِ حسین چہت بندش ہوزبان شستہ مصرع و شش خوش بیانی آپ کی ہے قابل صد آفریں شاعری نے آپ کی منوادیہ جاشیں کون استاد کی کا حضرت آپ کی قابل نہیں جس کی آب و تاب سے ہر شعر کی چکی زمین مرحبا صد مر جہا آفریں صد آفریں اکدیا۔ بخود کا دیوان جو مفید شائقین
--	---

قطعہ تاریخ از نتجہ افکار غواص بحر سخندان کشف و قائق معانی شاعر رنگیں بیان
ناظم شیریں زبان حضرت ضمیر الحق محمد نور خاں بیگلر مختص ایڈیٹر افتخار جاوہر شاگرد
رشیہ حضرت راقم الدولہ مولانا طیر دہوی مرحوم

جانشین داغ کا دیوان چھپا نکر ہے تاریخ کی نجب کو اگر طبع بخود کا ہو گیا دیوان گلشنِ نظم میں بہار آئی مصرعہ سال طبع لکھ بیدل	اس کو بیدل لالہ زار داغ لکھ طبع زاد یادگار داغ لکھ جو ہے شاگرد نامدار داغ آج پھولا ہے لالہ زار داغ طوطی ہند یادگار داغ	دیگر
--	--	------

قطعہ تاریخ از نتجہ فکر بلند بحثہ نیچ و کمتہ طراز جناب سید دولت علی صاحب المختص بیگلر

<p>حضرت بخود کا دیواں چپ گیا کس نقد ہے صاف پاکیزہ کلام شکریں گفتار ہے طوطی دل گنتی کی ادروں میں بیچ خوبیاں اس مرقع میں نئی تصویریں ہیں سب پرانے رنگ پسکے ہو گئے آسمان پر ہر زمین شعر ہے حضرت بخود کے اس دیوان کی اُس کا ثانی کون جو ہولاجواب لکھا بیکل نے یہ سال الطباع</p>	<p>آرزو مندوں کی بن آئی اخیر طبع روشن ہے کہ اک بدر نصیر کیوں نہ اس کا دم ہر سچ ہر صغیر اس میں آن وصفوں کی تعدد کثیر دیکھ لیں کہ نہ لکیروں کے فقیر اس کے آگے سرنگوں ہو جی پیر یا دماغ حضرت شاہ نصیر داد دیتے ہوئے گرداغ و امیر کس سے دے تمثیل اس کی یہ حقیر ہے یہ واحد آپ ہی اپنا نظیر</p>
<p>قطعہ تاریخ نوک ریز قلم فصاحت رقم شاعر بے مثال سخنور شیریں مقال بلبل بیان خوش بیانی طوطی گلستان معانی جدت پسند ناظم مضامین بلند معدن سلاست منبع فصاحت جناب مرزا ذاکر حسین صاحب تزیینات لکھنوی المتخلص ثاقب یادگار نواب اسد اللہ خاں غالب مرحوم نور اللہ مرقدہ</p>	<p>شاہد گل نے نقاب الٹی نظر آیا جمال خون دل سے مدتوں سینچا گیا ہے ہر نہال رات دن فکروں نے کی ہے اس چمن کی پہچان چشم میگون فونگو جس کی ہوا دنی مثال یہ بہار بے خزاں ہوا در حسن لازم ال</p>
<p>رونمائے حسن ہے بخود کا گلزار سخن پتے پتے سے عیاں ہیں باغباں کی محنتیں دل کو اندیشوں نے غفلت میں بھی کہا ہوشیار ہر کلی خوش رنگ اپنی وضع میں تصویر ہے رنگ شادابی کسی پودے سے جانیہا نہیں</p>	<p>شاہد گل نے نقاب الٹی نظر آیا جمال خون دل سے مدتوں سینچا گیا ہے ہر نہال رات دن فکروں نے کی ہے اس چمن کی پہچان چشم میگون فونگو جس کی ہوا دنی مثال یہ بہار بے خزاں ہوا در حسن لازم ال</p>

<p>سادنی رہی تھی ہے روزمرہ بول چال آپ میں مستاد فن کس کو اس میں احتمال کیوں نہ ہو گفتار خود صاحبِ محرم سال جلوہ گاہ گنجِ معنی بزمِ رنگین خیال</p>	<p>کلمہ بکشتہ کی تھی تھی دل کے لئے جس میں تھی تھی تھی تھی تھی تھی سہ سہ سال میں وہاں کے پھنکی نوید فکرِ قافِ سال جہری میں ہے یوں گوشتاں</p>
---	---

قطرہ تارِ سخن نگاشتہ قلم جو اہر رقمِ مخمور تھی ناظم باکمال جناب محمد حسین صاحبِ جلیلِ تقادرتی یونی

<p>نسب دیوانِ غریدِ گلشنِ راز مردوش آدِ جلیل از پرودہ غیب</p>	<p>طرب افزہ مضامین صاف و شریح اکلام اوجِ بھجت راحت روح</p>
---	--

تقریظ از قلم طبع و قناد اثرِ حدیم المثال جناب خواجہ حسن نظامی صاحبِ خواہر زادہ حضرت

محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ

کلامِ بخود

سنائیوں چپا ہے۔ اور میری تقریظ چاہتا ہوں۔ میں کیا لکوں۔ نہیں شاعر ہوں نہ میرے باپ شاعر تھے
نہ پیامید ہو کہ میرا بیٹا شاعر بنے گا۔ البتہ جناب بخود کا تخلص ایسا پیارا ہے کہ مجھ سا ستارہ دیوانہ
اس نام میں اپنے دل کا تعلق پاتا ہے۔ اس لئے کلام بے خود پر چند حرفوں کو جوڑ دیتا ہوں۔
کہتے ہیں کہ اب دلی میں بخود جیسا کوئی شاعر نہیں خبر نہیں کہ کتنا کدوست ہے لیکن یہ تو سب کو ماننا پڑیگا
کہ دلی کی وہم تصوف کو بے خودی والوں کے مراروں سے کچھ باقی رہ گئی ہے ورنہ غریب کا مدت
ہوئی دم کل چکا ہے

میری نظروں میں اب کچھ رنگِ ملی جم نہیں سکتا وہی مٹی کے تو دے ہیں وہی حنا کا پانی ہر
لہذا بخود نام شاعر کو اگر سب پر فوقیت دی جائے تو نامناسب نہیں ہے۔

جناب بخود پبلک میں خود کم آتے ہیں مگر اپنی سخن طرازی سے اردو ادب کے ہر گھر میں کے
چلائے ہیں۔ ان کے کلام کی خصوصیت شاعرانہ تو شاعر جانیں صوفیانہ حکمتِ نظر سے اس میں ایک
گہرائی کیف اور بوتل ہوا اثر ہوتا ہے۔ ادیب میر نے نردیک کلام وہی ہے جس میں یہ اوصاف

خصوصاً آخری صفت زیادہ ہو۔

خداوند کے کمرس اتنا چوں اور قیامت کے پورے پھٹنے والا کہلاؤں ورنہ کلام بخود کا مرزا سوچا پس برس کے بعد آئیگا۔ اور آجہ نسلیں اس کی قدر کریں گی اب کیا ہے۔ اب تو ذاتیات کی بحث میں بڑے بڑے لائق لوگ دوسروں کی قابلیت سے انکار کر جاتے ہیں۔ جب ذاتیات پر جھگڑنے والے مرجائیں گے میں اور بخود صاحب بھی قبر میں چلے جائیں گے تو انصاف کیا جائیگا اور اس کلام کو ادب اور دو کا خوشنہ جو ہر کہا جائے گا۔

تقریظ از خاتمہ انجیل از رقم بیل گلزار فصاحت طوطی شکرستان بلاغت نقاد سخن سچا
زمن مسٹر محمد حامد علی خاں میر سٹراٹ لاکھنؤی

جناب منشی سید وحید الدین احمد صاحب بخود

منشی سید وحید الدین احمد صاحب بخود ہندوستان کے مشہور شاعروں میں سے ہیں دہلی کے رہنے والے ہیں شاعری آپ کا آبائی فن ہے آپ کے والد سید نس الدین احمد عرف سید احمد شاعر ہیں سائنم تخلص کرتے ہیں آپ کے دادا سید بدر الدین احمد عرف فقیر صاحب کا تخلص پہلے سالک اور بعدہ کاشف تھا حضرت غالب کے شاگرد تھے آپ کے پردادا امتیاز الدولہ انتھار الملک نواب سید احمد میر خاں بہادر منصور جنگ عالمگیر ثانی کے وزیر تھے مفتی محمد صدر الدین خان صاحب آزرہ آپ کی والدہ کے پو پاتھے۔

منشی سید وحید الدین احمد صاحب ۲۲ رمضان المبارک ۱۲۸۵ ہجری میں بمقام بہرت پور پیدا ہوئے دو ماہ بعد آپ اپنے وطن دہلی میں آئے ۴ برس کی عمر سے آپ کی تعلیم دہلی میں شروع ہوئی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھ کر مرخیز و دیوان غالب (فارسی) حضرت حالی سے پڑھاؤں میں تیز اور حافظہ قوی تھا جو پڑھتے تھے جلد یاد ہو جاتا تھا اور یاد رہتا تھا نظم کے مشق نے عربی کی تعلیم نہ ہونے کی تہنیتا بارہ برس کا سن ہو گا جو آپ نے شعر کہنا شروع کیا آپ کا پہلا شعر یہ ہے
دل سے نکل گیا کہ جگر سے نکل گیا : میر نگاہ یار کہ ہر سے نکل گیا
اس شعر میں کسی کی اصلاح نہیں ہو ۱۲ برس کے لڑکے کی اور یہ زبان سجان انداموں میں غزل

حضرت مولیٰ نے آپ کے چچا صاحبِ مدظلِ الدین کو عرفِ سیدنا صاحبِ مجلس بہ موزوں ایک دن
 کہہ گئے تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کیا لکھتے ہیں فرمایا قول کہ رہا ہوں آپ نے کہا
 کہ وہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ میں نے آپ کے چچا صاحب سے کہا کہ تم کیا کہو گے یہ بات آپ کو
 ناگوار ہوگی ادب سے چپ رہے کہہ جواب نہ دیا لیکن دل میں کہا انشاء اللہ تعالیٰ ہم غزل کہیں گے
 اس وقت کب کا سن چودہ برس کا تھا غزل کی اولیٰ کسی کا سن واقعہ کے ۲۵ برس بعد آپ نے
 انہیں چچا صاحب کی غزلوں کا اصلاح سے فرین کیا بھان امند
 ایک دن کا ذکر ہے کہ جناب حکیم عبداللہ خان صاحب رسا آپ کے ماموں غزل کہہ رہے
 تھے خال کب حال کب آپ حاضر تھے رسا صاحب نے یہ قطعہ کہا

قطعہ

دیکھو تو آئینہ ذرا اے حضرت رسا : چہرے سے آشکار تھا رنج و ملال کب
 ہم نے نہ کہد یا تھا کہ اچھا نہیں ہے عشق : کب تم تھے بے قرار ہوا تھا یہ حال کب
 آپ نے فوراً مصرعے لگائے اور وہ یہ ہیں یہ

میری خطا معاف ہو بے شرم کی یہ جا : یہ حال زار اہو حضرت سا پار سا
 بخود کی نمک ل کو بھی تو دل سے ہلا دیا : دیکھو تو آئینہ ذرا اے حضرت رسا
 چہرے سے آشکار تھا رنج و ملال کب

تھا قول آپ کا تو کہہ دوں نشیں ہو عشق : یا کہتے ہو کہ موت سے بڑ کہیں ہو عشق
 کیوں ہو زبان پہ دمن و نیا و دیں ہو عشق : ہم نے نہ کہد یا تھا کہ اچھا نہیں ہو عشق
 کب تم تھے بیقرار ہوا تھا یہ حال کب

جب حضرت حالی کو یہ مصرعے سناے حضرت حالی بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ تم شعر کہا کرو
 اب کیا تھا روز ایک وہ غزل کہداتے پڑتے اور محظوظ ہوتے اور غزل پہلا ڈالتے اسی طرح ایک
 دیوان کہا اور چاک کر ڈالا پہلے ناؤ تخلص کرتے تھے ۱۹ برس کا سن تھا کہ خود تخلص رکھا کبھی کبھی
 حضرت حالی کو اپنا کلام سنائے اور اصلاح سے مستفیض ہوتے حضرت حالی کی تحریک سے
 شاعرانہ ہجری میں حضرت حاجی کے شاگرد ہوئے جناب مولوی عبدالرحیم خان صاحب دہلوی پٹیل

مخلص کب کو حضرت داغ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ ان دو بھائیوں کی طرف اشارہ کر کے کہنا
اپنا شاگرد کیجئے حضرت داغ نے بخود فرمایا کہ کوئی اپنی قول پڑھو آپ نے غزل شرم کی
صبا دیکھا۔ جفا دیکھا یہ غزل اُسی دن کی تھی مولوی صاحب نے مصرع طرح دیا تھا جب یہ شعر
جب آگے بڑھی اپنی اک بات نئی پائی : ان دیکھنے والوں نے تجھ کو ایسی کیا دیکھا
حضرت داغ پڑک گئے بہت تعریف کی اور جناب مولوی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا
کہ سنہ شوق معلوم ہوتے ہیں جناب مولوی صاحب نے فرمایا کہ میرے علم میں تو کبھی کبھی کہتے ہیں
یہ غزل تھوڑی دیر ہوئی آج ہی کسی ہے مصرع طرح میں نے دیا تھا۔ حضرت داغ نے فرمایا کہ اس شعر
دیہ شعر غزل کا تیسرا شعر تھا کہ پوچھی مشائی کا پتہ دیتی ہے۔ بخود کو اپنا راز کھنا پڑا عوض کی روز
ایک دو غزل کہتا ہوں۔ اپنے آپ کو سننا تا ہوں سننا کہ پہاڑ ڈالتا ہوں اسی طرح ایک بہت بڑا
دیوان پہاڑ چکا ہوں۔ حضرت داغ آپ کا کلام سننا بہت محظوظ و مسرور ہوں اور اس قدر
خاص توجہ و محبت فرمانے لگے کل تین ماہ اصلاح دیکر فرمایا کہ اب آپ کو اصلاح کی ضرورت نہیں
حضرت حالی و حضرت داغ آپ کے کلام کی اکثر تعریف فرمایا کرتے تھے آپ کی زبان کو حضرت
داغ اپنی زبان کہتے تھے۔ چنانچہ بخود کہتے ہیں :۔

زباں استاد کی بخود ترے حصے میں آئی ہو پھر اتنا بھی نہیں کوئی خدا کہے ترے دم کو
متر و کات داغ کے آپ تحت پابندی میں مثلاً سدا ہیشہ کے معنی میں۔ میں۔ کانوں دینا
یاں وال بجا ہے یہاں۔ وہاں وغیرہ آپ کے یہاں ترک ہیں صرف ایک غزل میں رہتا دیا ہو
کہ یہ لفظ ردیف میں واقع ہوا ہے اور یہ غزل ایک مشاعرے کی طرح میں کی تھی۔ ورنہ آواز بجا ہے اور
عظم نہیں کہتے۔ دیوان بخود چپ رہا ہے انشاء اللہ بہت جلد شائع ہو گا۔ میں دہلی سے رخصت
ہو رہا ہوں حضرت غالب کی قہر بھی فاتحہ پڑھا آیا جب دہلی آتا ہوں حضرت غالب کی قبر پر فاتحہ
ضرور پڑھتا ہوں (المازم اسباب باندھ رہا ہے میں اس کو ہاتھیں بھی دیتا جاتا ہوں اور سڑکوں
بھی لگتا جاتا ہوں چندا شعر بخود صاحب کے میرے سامنے فرش پر رکھے ہوئے ہیں۔ شوخی
سلاست۔ صفائی وغیرہ آپ کے کلام میں پائی جاتی ہے۔

قربان اس زبان کے صفتے بیان کے
تاصح کی بات ہی نہیں جو بے لگائی نہ ہو

جسکے ہمسائے تو جو مجھے انساں سمجھے
چاہے غلوں پہ نہ سناں جمانا تہا
ہیں شعر میں یہ الفاظ ملاحظہ ہو۔

نفاکت آج تک عکس کو جاننے نہیں دی
اس مطلع میں کیا اثر ہوا ہے مصرعہ ثانی پر نظر ہے کیا خوب کہا ہے
اسے کاش مری آہ میں اتنا اثر تو ہو
انگریزی میں ایک مثل مشہور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے پہلی ہی نگاہ میں عاشق ہو گیا جو مطلق
انگریزی نہیں جانتے اور نہ پیش کشی سنی لیکن کیا خوب فرمایا ہے
پہلی نظر میں وہ مجھے عاشق سمجھ گئے
پہچان لے نگاہ کو اتنی نظر تو ہو
سچ ہے شعر اغیب کی کٹری لاتے ہیں۔

آدمی جو کام کرے استقلال سے کرے اس مضمون کو بخود نے کیا خوب نظم کیا ہے۔
پیکار کا آج کچھ ہو تو کل کچھ زبان پر
اس شعر کی تعریف نہیں ہو سکتی ہے
شکوہ ہو یا ہوش کر گر عمر بہر تو ہو

نامامیدی نے مٹا دی آرزو
کام یوں نکلے دل ناکام کے
افسوس وقت نہیں دے نہ تحریر کو طول دیتا توڑی دیر میں سوار ہوتا ہوں۔ دہلی خدائے آباد رکھے۔ خجستہ
ہوتا ہوں اپنے اُن مورث علی حضرت مولانا سید الدین رحمۃ اللہ علیہ جو ہندوستان میں بہلول لہوی
کے عہد سلطنت میں تشریف لائے اور حضرت کی اولاد جو کئی صدی تک دہلی میں ہی اور بالائے حوض غمی
حضرت کے مراشریف میں آرام کر رہی ہے اسے رخصت ہوتا ہوں۔ خدا حافظ اسے پرانی دہلی (ذوق)۔
مومن۔ خالہ۔ آرزو۔ شفیقہ۔ درد سوز۔ سالک دیران۔ اللہ۔ ظہیر۔ نیر۔ مجروح وغیرہ کی یاد دلاتے
خدا حافظ۔ خدا حافظ و ناصر جناب حافظ حکیم محمد اہل خالص صاحب حاذق الملک شملکھن خیدارات و
تم جو اور مخلوق خدا کا کام۔ تم سے لوگ پیش نظر تھے جن وقت میں نے یہ مطلع کہا تھا

جو مخلوق خدا کے کام میں مصروف ہیں سو
میں حیران ہوں کہ ایک منٹ کی تو فرصت نہیں اور پھر شعر کہتے ہو اور خوب کہتے ہو کمال کرتے ہو

حضرت متقی (سید علی نقی) لکھنوی اسی فرض عظیم انصاف میں مبتلا ہیں نہ بہر عدالت و خفیہ کی سترت و لہجہ کرتے ہیں خدا جل جلالہ نے شعر کس وقت کہتے ہیں سخا حافظ حضرت تاجن جناب نواب شجاع الدین خاں بہادر چلتے وقت چند شعرا اپنے پڑے دیتا ہوں نہیں معلوم پر کب ملاقات ہو دہلی کی شاعری کی دنیہ میں چل پہل آپ کے دم سے ہے۔

ہر زمانے کا اک فسانہ ہے : ہر زمانے کا اک زمانہ ہے : کام جو آئندہ سے نہیں لیتے
 اُن کو سادہ ورق زمانہ ہے : جس میں سب رنگ ہیں مانے کے : ہم غریبوں کا وہ فسانہ ہے
 بے ہنچ کچھ خیال ہیں دل میں : مغسولوں کا یہی خزانہ ہے : اُنکی سب ہاں میں ہاں ملاتے ہیں
 وہ جد ہر ہاں دہر زمانہ ہے : جتنا شاکی ہو نہیں زمانے کا : اتنا شاکی مرزا زمانہ ہے
 خدا حافظ علی جناب نواب سعید الدین احمد خاں بہادر طالب حضرت کو دیکھ کر یہ شعرا انکار کرتے
 ہوں : وہ سادی اُن کی وضع و اخلاق و لہجہ : ابونکوا کہیں ڈھونڈتی ہیں اس زمانے میں
 خدا حافظ جناب نواب سراج الدین احمد خاں سائل : کس منہ سے کہوں جاؤ خدا حافظ و نا صبر :
 پھر آنا مہلک ہو ۔ مبارک ہو شعر بھی : مقطع میں پڑے دیتا ہوں :

حادثہ سمجھ جائیں گے انہیں نہ ملانا : دل کتاب ہے جو کچھ وہی کہتی ہے نظر بھی
 خدا حافظ جناب محمد کریم خان صاحب عرف شوخان صاحب شیدا آپ کو دیکھ کر یہ خیال دل میں گزرتا ہو
 کہ ذوق و مومن و غالب کا کیا زمانہ ہو گا : کیا وہ صحتیں ہو گئی : تم سلامت رہو نہ رابر برس :
 ہر برس کے ہوں پچاس ہزار : خدا حافظ حضرت مضطر : جناب حکیم اس علی خان صاحب اجا :
 محمد مرزا خاں صاحب عالی خلیفہ حضرت سالک : جناب مرزا محمد علی خان صاحب علی : جناب نواب
 فیض احمد خاں بہادر فیضی : جناب آغا ظفر علی بیگ صاحب شاعر جناب سریرام صاحب مولف
 خزانہ جاوید جناب بخونکے حضرت خدا حافظ خدا حافظ : پھر میں گئے اگر خدا لایا ۔

قطعہ تاتخ شاعر ناز کنیال عبدالرزاق صاحب حمزہ کلرک پوسٹ آفس ضلع فتح

گدھ شاگرد حضرت ممتاز الشعرا عطاء اللہی

ہے یہ دیوان حضرت بیخود : ہر غزل اس کی فیض کا دریا

گل بطنہ کرم مکتے ہیں • باغ افصال تم کو حمزہ

سریہ اکبر گاہر درخشاں خیال شیریں مقال دیوان دشمن لال مراد صاحب دہلی

بنامیکہ زیباست یکتایش • بنامیکہ یکتا است زیبایش • مصفاست فانوس نیلی سپر
فرورزاں دو قندیل ازماہ مہر • توئی شاہ ہر عاجز و بیکساں • توئی پاک سلطان نار و جہاں
بستان بستان ہمہ چمن آرائی بلخ نکوین و ایجاوراکہ گلہائے رنگین سخن • گلستان جہاں فیض
آب و ہوائے رحمت خود شگفتانہ • چمن چمن توصیف گلہستہ پیرائے روضہ دین • قدس آمین
خوش را کہ رنگارنگ بندہ ہائے بوستان ملت خود فرمودہ • چچورگ گل آب و رنگہ بخشیدہ •
دریں آواں شگفتگی زبان • بلبل گلزار رنگیں بیانی • طوطی شکرستان شیریں زبانی • رشک
نظیری و خاقانی • صدر شیش مسند زبان دانی • یگانہ روزگار • مشہور ہر شہر و دیار شاعر • ماہر •
ادابند • ناظم و پسند عالیخاندان • والادودمان منشی سید وحید الدین احمد فیاض زبان بچہ و
صاحب دہلوی جانی شہر نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مرحوم و مغفور روشن ضمیر
بسیار خوب است • ہر دل را مرغ خوب است •

جانشین داغ دیوان زور رقم • دل بمضمونش فدا گشت واسیر
اہل عالم فیضیاب ازوے شدند • از شنگویان ادب برنا بپیر
کس چو ہر سال طبعش حایک • گوئی کہ دیوان بچہ و سبے نظیر

تقریظ از متجہ فکر بلند پر واز نکتہ سنج و نکتہ طراز واقعہ روز فارسی بان جناب مولوی خواجہ
عبد المجید خان صاحب بی لے پروفیسر فارسی شن کلج دہلی

ایں چہ اداظرانہ است کہ می رسد • وایں چہ صدائے زمزمہ است کہ برمی خیزد • گلشن و کون و
مکان پرآوازہ است • و گلبن سخن تر و تازہ آہاں در مردگان در قبوری قصند و آسمانیان وجد
می کنند و بر زمینان تمنیت خوانند و مارا زیبا است اگر دل و جان خود بر ایں مژدہ شاکر کنیم • مصرعہ
نہ ایں مژدہ خود راحت جان ماست • ایں چہ شادی پدید آمد کہ ہمہ شادی مرگ شدہ اند • شاید

ملک گوهریار گوهر فروخته و جوهرهای مہنی را صلائے عام داده۔ ہاں بیامید و نہ امید کہ خدا
 شہوار دارم بد جاہر خوش آب۔ چوب بریدہ کلم برگ و بار آورد۔ و کیور قلن سخن و کشیدہ رست
 جلد بیلان ماعروسے نوپید اند و یا شاہد رعناے سخن از رخ خود نقاب انداخت۔ این گنکار
 کیست۔ دایں کتاب نایاب را نام صیت۔ سروش عالم غیب ایں خداور داد کہ از گفتار بخود و در زمانہ
 سخن می بود۔ و دیوان و حید عصر چاپ می شود۔ اگر ایں بندہ از صاحب دیوان سخن مانند و از
 نغز گفتاری او قلم را نامیہ مساکر داند در ایں کار چه حد دارد کہ از مرہ شعرانیت و از شعر گوئی
 و شعر فہمی بہرہ نہ نکشہ پس براں کلام معجز نظام چه نوید بہتر آنست کہ اعتراف کم مائیگی خویش
 کند ہاں ہم نمی تواند چرا کہ مجبور از امر بخود دست دادی خواهد کہ ایں بندہ بے بضاعت بہر نہج جادہ و شہاد
 گزار مدح سرائی را طے کند چوں از ارشاد چارہ ندید لا جرم ایں کار پیش گرفت۔ نغز اوئی سید و حید
 خان صاحب بخود و از ان خانمان والا نشان است کہ ایشان با سادات مہنی آہینی می نامند کہ ایں
 عالم سغلی را از وجود خود و نشان مہنی دارند صاحب من بواسطہ صحیح با حضرت غوث الاعظم
 رحمۃ اللہ علیہ می پیوند و در سہند بہ اسم غوث پاک کہ اشتہاری دارد۔ چہ نسبت خاک را با عالم
 پاک۔ کجا آن جناب و کجا ایں ناکس بے آب و تاب مگر خاک چوں بہ دامن پیوستہ می شود آں
 از تہ خاک برداشته غبار دامن ہمیش کردہ اند پس مدوح من از ان نسبت سر بلند شدہ است
 اجداد او کہ در سہند سیدند و نام و نشان بر آوردند یکے حضرت شاہ نظام الدین احمد عرف
 شاہ جی بود کہ تا اکنون در دہلی تالاب شاہ جی و چہ شاہ جی بر عظمت او گواہ است۔ جد بزرگوار
 مدوح امتیاز الدولہ انتخار الملک سید احمد میر خاں بہادر منصور جنگ بر عمدہ وزارت ہند
 در عمدہ حکومت عالمگیر ثانی سرفراز بودند و از جانب مادر مدوح نوادہ آل مردار و بزرگ است
 کہ منشی محمد شفیع خاں عرف منشی آغا جان میگویند و بین ایناے روزگار مشہور و معروف بہ خلق عجم
 است و شہرہ نبل او افاق عالم را فرا گرفته در بدو شباب بہ عمدہ جلیلہ میفرشی رزیدہ شد یا ستہائے
 راجستان در سرکار انگلیس سرفراز بودہ و ایام پیری را در گوشہ نشینی و عزلت گزینی و در خدمت آبکا
 جنس بسر کرد۔ جد و الایے او سید بد الدین احمد عرف فقیر صاحب بخلص کا شفت مشہور بودند و دیانت
 بہر تپور میاں سرداران والا نشان شہرہ می شدند و در مرہ شعرائے زمانہ سر آوردہ بودند

و بسیار پرگو و دیوان گرداوردند مگر از نایابی اخلاف هک طبع نه پدیدد بزرگوارا سید شمس الدین احمد صاحب عرف سید احمد هم در عالم شباب مشق سخن میکرد اما در شاعری کسے چوں بخود از خانوادہ برنخواست و کسی را عزت جانشینی استاد زمانہ حاصل نہ شد داغ در حق ممدوحی فرماید کہ زبان او زبان داغ است و این تعریف بسیارند بیاست چرا کہ او ہم از بلی برخواست و بیخستہ زبان مادر می داشت شعر و حید را پایا لیت کہ اندازہ آن گرفتن بس دشوار است چرا کہ بے اندازہ است از عہد طفلی مشق سخن کرده و پیر زمانہ کہولت رسیدہ ہمہ نشیب و فراز شاعری را طے نموده و بدرجہ کمال رسیدہ می گویند کہ ہر کمال را زوال است مگر بندہ می گوید کہ این کمال را زوال نیست چرا کہ در باب صاحب من تحصیل محال است پس از برہان عقلی و نقلی ثابت شد کہ جانشین داغ بودن او را سزاوارست چنانکہ مثل داغ ہمہ بار بار و بوزن و مصلی ساپے سپر نموده از درکات پائیں بہ منزل بلال رسیدہ ہمارت سخن بدست آورد کہ دیگرے را دستیاب نشدہ و ہر چہ گفتہ از سوزش و رون گفتہ و راز و دل بر زبان جاری داشت ہر چہ کہ در تعریف او بگویم کم است کہ ممدوح من بالا از ہمہ مدح است پس ختم کلام بریں اشعاری نمایم کہ حسب حال اوست ۵

بربط و چنگ شاعری بنواخت
بلکہ در موئے تن شدہ ساری
کے شود رونق سخن پیدا
داغ دل ہیں کہ روشنی آرد
پیش او و رد می رسد یلغار
طبع اہل زمانہ را مرغوب
یعنے گفتار او ہمہ لغز است
جان عاشق فراق می جوید
شاہداں لا کنند بہ زوال رام
پے دیدار داغ بارغ رود
در گلستان بخود است انبار

با سخن پر و دل چو صحبت داشت
در و دل بر زبان شدہ جاری
نہ نہی جان گروریں سو و ا
داغ لالہ نہ خوشنما دار و
و رہا شد چو زیور اشعار
پس چرا شعر او نباشد خوب
شعر او پر بلند و پر مغز است
ذوق در دین فراق گر گوید
وصل را گرہ آورد بکلام
نی المثل گر سخن ز راغ رود
گر ضرورت بود گل چینار

زیر افلاک او چسپا کرد است
سروی در شمال ذات است
داغ مرحوم را چراغ این است
یافت از گوهرش بلندی با
خود مگر شاعری نه می داند

ببخودی میں کہ از خودی بگذشت
گوهرش از شراد سادات است
جدا جانشین داغ این است
برورش از نیاز مندی با
خواجہ از شاعران سخن راند

قطعه تاینچ چکیدہ قلم گوہر قلم شاعر خوش بیان جتنا کہ محمد علی خاں صاحب اتالیق میر فضل الاحمد علی

حضرت سید وسید الدین بخود دہلوی بجن پو ابلا رود زبان سوچا تو زبان داغ کے شاگردا شد جانشین داغ بھی
پہر زبان بھی دہ زبان جو پیش سو آن جو سید کدوم کوچ پو چو تو دہلی کی غنہ گویا نہین نکو دہلی کی زبان کی کان ہو
سے انیس کی ذات کو کچھ رونق برم غنہ جمیع اوصاف یہی ات دار نشان ہو پو مدھر رونق شکو اپنے ہم فن میں نصرت
مخلص شاعر کا گویا تان می جاں ہو پو شاعران طبقہ آخری میں دن ہی میں پو مانا ہو اکو پو نصف ہو یا ایان ہو
اس سخن کو خدا رکھے پو است تا با پو ورنہ پھر دہلی تو کیا ہندوستان میدان ہو چسپا گیا دیوان اکا ہو گئی پوری اد
شکر ہو اللہ کا اللہ کا احسان ہو پو طبع ہو کر پو انداز نبالس پو گیسبا شمع ہو یا ماہ ہے یا مہر نور افشان ہو
سنہ غمہ شمع پو شعاع مہر تاباں کہ خط پو ہر ورق نور شد نورانی کا شندان ہو ہے اگر ہر لفظ پر عقد ثریا کا سماں
ہر سطر پر لکشان چرخ کی کہ نشان پو لکھنؤ پو عیسوی مصرع روشن قتیج پو قلم جانشین داغ کا دواں ہے
۱۰۱۴

قطعات تاریخ شاعر شیریں بان نگیں بیان لالہ پیکر لال صاحب دلق دہلوی شاگرد رشید

خلاق المعانی مولانا راسخ مرحوم

وہ چسپا ہے کھام بیخود کا پو جو جواب اس کا غیر ممکن ہے پو اس کے ہر اک سخن کا خوبی میں
دنگ ہو تگ میر و مومن ہے پو لکھ پے ختم طبع اسے رونق پو داغ کا فیض عیسوی سن ہو
وہ چکا سخن آئینہ بن کر پو کہ ہو ہر نظر و بے جس کی حیراں پو دکھائے ہیں اس میں نصاحت کو معنی
سبق لے نہ کیوں اس کو ہر ایک لال مصفا مضامین نئی بندشیں ہیں پو سلامت پہ چن بلاغت ہے قرباں
امید ولی آج بخود کی نکلی پو ہوا مدتوں بعد پورا یہاں پو سخن گستر و لغز گوئی پو اپنی

وہ کم ہے کہ ہوں جس قدر بھی تامل ہے ہو جو جانشین آغ صاحب کے جب کہ میدان داغ ان پر با آسماں
 بہاروں پر ہو کیوں نہ رنگ معانی بے شکفتہ ہو گلا سے مضمون کا ہستان بے فدا جو بے نظم ہے زمانہ
 یہ آرد و زبان پر کیا آج احساں بے کو طبع کا سال تاریخ رونق ہے چہرہ بے نظار بے خود کا دیوان
 ہو اکوٹا جلوہ آراستیں بے یہ نظرس میں عالم کی کس پرندہ نقاب اٹکاس شاہ حسن نے
 جہاں خود دید آج کس کا ہوا بے عروسی سخن نکلی ہر دہکے سے یا بے ہنگام سے بے ہر کوئی مد لقا
 نظر لگا صاف کس کا جمال بے ہر اک کس کو حیرت سے تکتا ہے بے ہر اک میں انداز پہل بے غضب
 تم شوخیاں ہیں قیامت آواز بے زلے کرشمے نیا حسن ہے بے نظراتی ہے جس میں شان خدا
 جو دیکھا آدھر دیدہ غور سے نہ تو آیا نظر اک مرتع نیل بے کیوں گوئے کوں نقش معنی سے ہیں
 اکیں رنگ مضمون بے خوشنما بے گئی اکھ جب حسن الفاظ بے تو دل کو سرا سہ یہ ظاہر ہوا
 یہ ہے داغ کے جانشین کا کلام بے ہوا جلوہ گرا بے حسن صفایہ دیوان بے آپ بے نظریہ
 نہیں اس کا ثانی کوئی دوسرا بے جو ہے فکر تاریخ رونق بے کو بے کہ پیش گفت رجحان و تہیہ
 قطعہ تاریخ خاصہ گلستان معانی لہچندی پر شاد صفا شیدا از ارشدہ تلمذہ مولانا راج مرحوم

چہ شد دیوان بخود طبع با ایں آب تاب کہوں بے ہے تاریخ طبعش من ہم از دل صد گھر فہم
 کسے پر سید از شیدا چو سال عیوی بخود بے زبے از جانشین داغ و دنیاں جمع شدہ گفتہ

آفرین طبع زاد صاحبزادہ عالی شہزاد شہسوار میدان فصاحت و الارفعۃ عالی
 بنائواب محمد شبیر علی صاحب ہنر و خلعت محترمہ بانس نواب کلب علی انصاف
 بہادر خلد آشیال تلمذ حضرت داغ و مصنف

شب کو بیٹھا ہوا تھا میں تنہا	اور دیوان داغ سنے تھا	آخر اُس کو اٹھایا میں نے
دیکھنے کو جو واکس میں نے	لفظ ہر ایک لا جواب ملا	جو ملا شعر انتخاب ملا
اُس میں ایک ایک ایسا مصرع تھا	کیجئے جس یہ لاکھ شعر فدا	دل کبھی بندشوں نے تڑپایا
کہیں مضمون نے غصہ بایا	وہ زباں کی کہیں صفائی تھی	اب کوثر سے و بکراتی تھی

رنگ ایسا زبا کا تھا عیاں
یا تو الفا تھا یا یہ تھا المام
ہجر کا ایک جہاں مضمون
بعد اس کے مجھے بندایہ خیال
شاعری مر گئی نہ داغ مرا
کون ہو اب جو وہ زباں پاس
کس کا ایسا کلام فطرس کا
کس کا اب ہو اثر جوانوں پر
اسی الجھن میں تھے بجا نہ حس
کہ طبیعت نے میری مجھ سے کہا
داغ ہی نے اُسے بنایا ہے
داغ کی شوخی اُس میں آئی ہے
داغ نے اُس کو یہ ملی دولت
داغ ہی نے اُسے سکھایا فن
داغ کا جانشین آج جو وہ
لیکن افسوس ہو تو ہے اُن کا
چکے خورشید کیا اگر ہو ابر
جو ہو پوشیدہ وہ کمال ہی کیا
فیض وہ کیا جو فیض عام نہیں
ایسا شاعر فصیح شوخ بیاں
ایسا رنگیں کلام تازہ سخن
ایسی طبع رواں یہ فکر سا
ایسی تاثیر یہ بلا کا اثر

چوم لیتے دین کو اہل زباں
وصل کا تذکرہ اگر دیکھا
کر دیا اُس نے دل کا حال
ہو گیا اُسے شاعری کا زوال
کیسا فن مل گیا زمانے سے
کس طبیعت میں رنگ وہ آئے
جس کو سن سن کے لوٹ جاتیں
کان مشتاق اب میں کس کے
یا تو نگ بھی رہی نہ میر سے پاس
کیوں پریشاں ہو یاد جو کہ نہیں
داغ کا رنگ میں آیا ہے
داغ کی سی زبان پائی ہے
داغ کی سی رواں طبیعت ہے
داغ کا اُس سے نام سے روشن
میں یہ بولا کہ جانتا ہوں میں
نہیں ظاہر کلام بیخود کا
حسن کیا حسن جس کا پردہ ہو
جو نہ ہو بدر وہ ہلال ہی کیا
ابر کیا جو کدیں نہیں بر سے
ایسا نازک خیال ایسی زباں
نغز گویا گرم یہ اشعار
ایسی بندش یہ طرز کیا کنت
اُس کے مفعول نئے نکلتے ہیں

ایسا دیکھا نہیں بشر کا کلام
دل میں اک ولولہ ہوا پیدا
تذکرہ بادہ نوش کا دیکھا
لٹ گیا شاعری کا باغ بہرا
یہ ہوا ایک جان جانے سے
درد وہ کس کے شعری ہو عیاں
کس کے اب شعر ہوں یا تو نثر
چلتے شعر لب لبیب کس کے
اسی افسوس درخ میں میں تھا
بیخود دہلوی وحید الدین
+++++
داغ نے اُس پہ کی بڑی محنت
داغ ہی کی ہی اُس میں جدت ہو
داغ کا دوسرا مزاج جو وہ
اُن کو استاد مانتا ہوں میں
معل ہو کان میں تو کیا ہو قدر
زر وہ کیا زر جو زرب کیسہ ہو
وہ سخی کیا ہے جس کا نام نہیں
کیا وہ چشمہ جسے ہر اک تمسے
ایسا مشتاق ایسا کمال فن
ایسا فیمیدہ ذو کی ہشیار
ایسی آمد بلند ایسی منظر
اُس کے سانچے میں شعر ڈالتے ہیں

جو ہے مصرع وہ لوگ نشر ہے
بھر کے نام سے کہیں نہ یاد
رشتہ دشمن کی ہیں کہیں چہریاں
کہیں خیر نگہ اور آشہ شیر
کہیں کاغذ سیاہ ہوئے ہیں
کفن افسوس کوئی ملت ہے
کہیں گل فصل گل دکھاتے ہیں
نہیں گلشن کہیں ہے ویرانہ
کوئی طالب فراق میں بیہوش
کوئی ناصح کو نام دہرتا ہے
جس کا دیوان ایسا کان سخن
جس کو استاد آج سب مایوس
سے المالیوں میں پوشیدہ
جنس بیکار ہے دہری گھر میں
کس کے آگے زبان پہ ہم لائیں
کہ خیر میرے پاس تک پہنچی
تذکرہ تھا ابھی ابھی جس کا
اب نہ موقع رہا شکایت کا
تم بھی تفریط کوئی لکھتے ہو
شکر کرنے لگی رہاں میری
محمد میں اتنی کہاں بیاقت ہو
چیز ہی کیا ہیں حضرت شبیر
اور پھر اس پہ اس قدر محبت

شعر جو ہے وہ تیز خنجر ہے
ظلم معشوق کا کہیں رونا
کہیں دل کے نکلتے ہیں ارماں
کہیں ہوتی نہیں ہے رات بسر
کہیں قاصد تباہ ہوتے ہیں
کہیں فصل بہار کی لہریں
کہیں بھونکنے خزاں کے آتے ہیں
ور و لہار دیکھا بند کہیں
کوئی مطلوب سو ہے ہم اغوش
کوئی خوش حال ہے غراب کوئی
جس کے اشعار ایسے جان سخن
رکھی جائے چپا کر ایسی شے
رکے سکے ہو گھر میں بوسیدہ
آئے بازار اہل محفل میں
کون سنتا ہو کس کو سبھائیں
پاس آکر کیا ادب سے سلام
ہے اُسی نے مجھے یہاں بھیجا
اپنا دیوان اُس نے چھپوایا
قطعہ تار تار ہو جو کچھ ہی ہو
دوسری یہ خوشی ہوئی حاصل
صرف بچو کی یہ عنایت ہو
اُس کو اشعار بھیجنے لے لو
کی فقط میں نے حکم کی تعمیل

وصل کے ذکر سے کہیں ل شاد
مرد دل بر سے خوش کہیں ہونا
نازد انداز کی کہیں تصویر
کہیں یہ خوف ہو کہ ہو نہ سحر
کہیں خنجر گل پہ چلتا ہے
کہیں لبریز سے ہیں نہریں
کہیں محفل کہیں ہے غمناک
دل کو تھامے ہے دھڑکیں
کوئی واعظ سے بحث کرنا ہو
کوئی ناکام کامیاب کوئی
جسکی طالب ہزار ہا جانیں
جائے افسوس ہو تعجب ہے
قدر گو ہر نہیں سمندر میں
ٹوٹیں گا ہاک وہ گھر کے دلیں
میں طبیعت سے کہہ رہا تھا ہی
منکر اگر کیا یہ مجھ سے کلام
یکے غم نہ اُس کی غفلت کا
اور ہے آپ سے یہ فرمایا
ہوئی یہ سن کے انتہا کی خوشی
مجھ کو سمجھا گیا کسی قبل
ور نہ میں کیا ہوں کیا مری تحریر
ہے دیکھنا چرخ سورج کو
.....

تقریظ بطرز جدید و قطعات تیارخ ریختہ کلاک معجزہ کلاک فصاحت رقم غویں
بحر سخن دانی کشف قائق معانی حاجی عربین ممتاز الشعرا حضرت عطا محمد صاحب المتخلص
وکیل بدایوں شاگرد رشید نواب فصیح الملک حضرت داغ و صلی نور اللہ مرقہ

یا فتاح یا اول بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ صل علی محمد سید السادات وآلہ و صحابہ و ازواجہ وسلم ابدًا ابدًا + معین فضل کمال
سیحادم + مجتہد وقت ماہرین + آفتاب اوج برج جلالت معانی + یار عزیز خباب سید
و جلالہ بن احمد صاحب بخود + السلام علیکم مزاج مع الخیر + قطعات تاریخی نو بہنو + ملاحظہ
خاطر مبین ہوں + راتیم نیاز مند ابو دوحبت عطا محمد عطا بدایونی + پتھرہ نومبر بانجام رسید
بعد دو قطعات مانجے + ازین یاد کیش حاجی عطا محمد عطا بدایونی وکیل عدالت + شاگرد خباب جہاں
اوستاد پاک بیان نواب فصیح الملک مرحوم دہلوی +

لی ان کو طرز سخن داغ کی + یہ گفتار بخود ہے گفتار داغ
ہے ان کے دہن میں زبان داغ کی + عطا ہے یہ - دیوان گلزار داغ
میرے استاد بہائی بخود نے + ایضا خوب پایا ہے ذہن اور داغ
ان کے دیوان کی تجلی سے + ہو اپر نور شاعری کا چہر داغ
رنگ استاد کا دکسایا ہے + وہ لگایا ہے ہر زمیں پر بار داغ
اس کو کہنا عطا مناسب ہو + ہر مکتون آفتاب داغ
عطا بہائی بخود کے دیوان سے + ایضا بہت ذوق رکھتے ہیں احباب داغ
یہ جلوہ ہے سب فیض استاد کا + کہو اس کو - اسرار متاب داغ
میں نے بخود کا جب کلام سنا + ایضا سنگیامیرے دل سے خار داغ
بہائی بخود کو تم عطا کہدو + طوطی ہند یاد گار داغ
+ زیورات سخن + محب صادق ممتاز الشعرا

قطعہ تیارخ چکیدہ خامہ نمبر شمامہ شاعر خوش بیان خانبخرا خان صاحب مختلف کبر خضرت کرم

میں نے دیکھا کلام بخود کا : ہیں خلاصہ یہ داغ کے عابد : ایک شہابی نہیں مانے میں
 ہیں خلیفہ یہ داغ کے عابد : تقریظِ مستحکم قلم فصاحتِ رقم سخن سنجِ حالی و داغِ جناب
 شیخ محمد عطاء اللہ صاحب بی اے۔ ایل ایل بی وکیل و جامل چیف کورٹ پنجاب

ایھا الناظرین۔ حضرت منشی سید وحید الدین احمد صاحب بخود جانشین داغ کی عالمگیر شہرت بفضلہ
 تعالیٰ استفہد کر کہ مجھے زیادہ ضرورت اس امر کی نہیں معلوم ہوتی کہ حضرت ممدوح کی بابت زیادہ قلم
 فرسانی کروں صرف اتنا ہی کہ دینا کافی ہو کہ آپ کی علمی قابلیت اردو فارسی لٹریچر میں بہت زیادہ ہے
 یہی وجہ ہے کہ آپ کو نظم و نثر دونوں میں یکساں ملکہ تامہ ہے۔ ورنہ بالعموم بہت سے حضرات زمانہ
 باضنی و حال میں ایسے تھے اور ہیں کہ اگر ناظم ہیں تو ناشر نہیں اور اگر ناشر ہیں دسترس کہتے ہیں تو نظم
 سے عاری ہیں مگر قدرت کے فیاض ہاتھوں نے منشی صاحب کو ہر دو صفت سے آراستہ
 کیا ہے۔ کیوں نہ ہو اول تو خدا و اولیائے اُس پر طرہ یہ کہ زبانِ فانی کی تعلیم آپ نے ایسے
 زبردست اور ہاکمال استاد سے پائی ہے جس کا علمی دنیا میں از شرق تا غرب شہرہ ہے۔ ہندوستان
 نہ صرف ہندوستان بلکہ چار و آگ عالم میں کون ایسا ہے جس کو تقدیرِ مہارت بھی لکھنے پڑھنے کی ہو
 اور وہ آپ کے نام نامی سے واقف نہ ہو۔ وہ کون بزرگ ہیں حضرت شمس العلماء مولانا ابوالفضل اولانا
 خواجہ الطاف حسین صاحب حالی قدس اللہ سرہا جعلی عجبۃ مشاہیر جیسے جلیل القدر استاد کے
 رہبر و ہمارے منشی صاحب نے زانوے ادب طے کیا۔ باوقفت اور قابل استاد کا نام ہی
 اس امر کی کافی شہادت ہو کہ منشی صاحب نے کیسے کیسے فیوضِ شفقتِ استاد سے حاصل کئے
 مگر یہ ضرور ہے کہ استاد کی محنت صرف ایسے ہی شاگرد پر بار آور ہوتی جس میں خوب بھی ماوہ ہو
 نظم میں آپ کو بلبلِ ہند فصیح الملک حضرت داغ مرحوم دہلوی اور استاد شاہ و کن کی شاگردی
 کا فخر حاصل ہے غرض کہ جو ہری بھی کہیں اور قفل گر بھی کہیں۔

آپ جنی اور حسینی سید ہیں بسلسلہ خاندان آپ حضرت شمس بحار فین و نجم الکاملین غوث الاعظم
 حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منتب ہیں بلحاظ قابلیت ذاتی و جہت
 نسب آپ ہر صورت سے ممتاز ہیں۔

دیوان میں اگرچہ اندازِ ایشیائی شاعری کا ہے اور متبع استادانِ سابق کا ہو مگر نگاہ

تعمق سے دیکھتے تو اس میں بھی ایک مرالی ادا ہے نیازنگ ہے اکثر فلاسفہ اور حکمت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ دیوان کی شاعرت کرنے سے آپ نے بلاشبہ اردو علم ادب میں بیش بہا اضافہ کیا آپ کے خود سلم الثبوت استاد ہونے کے واسطے صرف یہی عرض کروینا کافی ہے کہ آپ کا سلا مذہ نہ صرف دہلی میں جو آپ کے ہونہار اور قابل فخر فرزند ہیں بلکہ دور دور شہروں میں بکثرت ہیں۔

تقریظ از نتائج افکار غواص کج سخندانہ کشف قائق معانی خن فہم خن سنج مولانا
مولوی عبدالرحمن صاحب مولوی فاضل منشی چائل پریویر عربی مشن کالج دہلی

شعر زبان کی جان ہے۔ اور زبان اس کا خون۔ اگر زبان میں شعر نہیں تو ابھی تن جیان ہے۔ اگر نظم سے محروم ہے تو زچور حسن سے عاری ہے شاعری کا آغاز ہونا اور زبان کی تن جیان میں جان کا آنا ایک بات ہے اسی لئے شعر و سخن کے نشوونما کے ساتھ ہر زبان اوج و عروج پاتی ہے۔ اور عہد عہد کی نظم اپنے اپنے زمانے کا حسن و انداز دکھاتی ہے۔ جو پیدا ہوا اسے زندگی کے خوش و ناخوش انقلاب سے چارہ نہیں زبان کو بھی اس مرحلہ سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ خاص کر جبکہ اور اور زبانوں نے نئے نئے اندازوں سے ہر وقت کا سابقہ رہنے لگے کیونکہ زبان پیدا ہو کر کہیں بند نہیں ہو سکتی یہ وہ چشمہ ہے کہ چشمہ سار سے ابلا جہد ہر رستہ پایا بہ نکلا جسٹ خاشاک پاک و ناپاک جو سامنے آیا ملتا چلا گیا چشمہ ہر جگہ وہی چشمہ ہے۔ لیکن یہاں وہاں میں فرق ہو گا جو عذوبت و صفا سرچشمہ پر ہو گی وہ کہیں نہ ہو گی۔ گنگا ہر جگہ گنگا ہے۔ مگر جو بات ہری دوار میں ہو وہ کہیں نہیں زبان کا بھی ایک نہ ایک مخرج و مرکز ہوتا ہے جہاں کی بول چال صاف شہری۔ مسلم معیار ہوتی ہے مرکز سے دور و نزدیک لوگ اس زبان کو بولتے ہیں۔ اس میں شعر کہتے ہیں مگر نگاہ مرکز اور مرکز کے زبان کی طرف رہتی ہے۔ کہ اپنی زبان معیار سے گری تو نہیں۔ وضع قطع طور طریق رنگ و ننگ میں فرق تو نہیں آیا۔ اسی متبع کی بدولت باہمنہ نیرنگی زبان میں یک رنگی رہتی ہے۔ اردو کا اولین مرکز اور مسلم معیار دہلی اور مسلح والوں کی زبان ہے۔ ایرے غیرے کی نہیں۔ جو اڑھڑی اور اڑھڑی ہوئی دلی میں ادھر ادھر سے اکرا بے ہیں بلکہ ان کی زبان جن کے گھروں اور گھواروں میں پٹی اور پل کر جوان ہوئی گفتاد بیخود وہی زبان ہے اور اردو اور

وئی دولہا کو اس امر پر ناز ہونا چاہیے کہ شاعر مستند فنی سید وحید الدین احمد صاحب سلمہ کی محاسنی
 زبان اور حالی بولان جوین کا علم و فضل مسلمین کی خاندانی وجاہت و سیادت کے طغرا پر شاہی و
 استہک و تارتیں اور اندر میں عزت کے صلو کرتی چلی آئی ہیں۔ جنگی شاعری نے فصیح الملک داغ و بلوکی
 استادی کے سایہ میں تربیت پائی۔ اہل نظر نے انہیں استاد کا رشید ترین شاگرد اور اکابر دہلی
 نے جانشین مانا۔ برادر داغ و بلوکی رشید عالم نے سر پر دستار خلافت باندھی، بہری مجلس نے
 سہار کبادوی باغی گفتار تجھ و محاورے کی جان اور غزل کا ایمان ہو۔ بیان کا ڈھنگ وہی داغ
 کا کھلتا ہوا رنگ ہو۔ ساخت سے دور مینا نگلی سے معر ہے۔ دیوان نہیں۔ زبان کی صفائی، مطالب
 کی خوش ادائی کا وقار اور الفاظ کی خوبی۔ بندش کی خوش اسلوبی کا مطر ہے تانت اس کی سلامت
 پر لوت ہو۔ اور نزاکت و لطافت اس پر قربان۔ اس کے چھتے لفظ کھٹکے فقرے حسن و عشق کے
 ناز و انداز ہیں۔ مضامین جذبات مجاز کا عکس ہیں یا معارف حقانیت کا پر توہ غرض دیوان طرز قدیم
 کی تازہ یادگار ہے اور راہروان عرصہ جدت کے لئے رہنما ہے گفتار کہ جدید افکار و خیالات۔ طرز
 انداز کی رو میں اگر زبان کی شاہراہ سے دور نہ ہوں۔ امید ہے کہ قدامت پرست اس دیوان کو
 ذوق شوق کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور جدت پسند اس سے خوش نوا کی اور خوش ادائی کے
 انداز سیکھیں گے۔

تقریظ و تالیف شاعر شیریں بان مولوی عنایت الرحمن شاگرد مصنف

شاعری سے مجھے اب تو ہونی حاصل معراج
 اللہ اللہ رے تری شان زبان آرد و
 نیا انداز نئی وضع زالی رنگت
 اس کے ہر شعر میں اک قلم معنی ہے رواں
 بادہ خواروں کے لئے اربہاراں یہ ہے
 میکشوں کے لئے اب بادہ انگور یہ ہے
 چوم لیتی ہے نصاحت بھی زبان بچو د۔
 شاعروں کا کیا سر تاج خدا نے تم کو

خوب دیوان چھپا حضرت تجھ و کا یہ آج
 تجھ میں پیدا ہوئی اب جان زبان آرد و
 ہر غزل میں ہے نئی بات انوکھی ہے صفت
 بحر و خاں ہے استاد کا میرے دیوان
 حار فوں کے لئے گنجینہ عرفاں یہ ہے
 لہا دوں کے لئے جنت کی بس اک جہیز یہ
 اللہ اللہ یہ انداز بسیار بچو د،،،
 کیا رتبہ دیا بس آج خدا نے تم کو

<p>چمنستان - جانی کے گل تر ہیں آپ بہر معنی کتہ ہوتے ہیں شنوار لیے سات عنایت کی بھی رنگیں سیانی میں ہر جس کی مدت سے رہا کرتی ہیں آنکھیں شاق عہدش سے ڈھونڈ کے لایا ہو مضامین میں جو ہیں مشوق وہ عاشق ہیں فدائیں اس پر عرض کر مصدعہ نار مخ عنایت تو بس</p>	<p>فلک شعر و سخن کے مہ الوہ ہیں آپ ہوتے ہیں ہل کمال ایسے سنور ایسے کیوں نہ ہو حضرت بیجو کی غلامی میں ہے یہ وہ استاد کا دیوان ہے اللہ فنی یہ فرشتہ ہے کہ انسان ہے اللہ فنی عاشقوں کی نو یہ بس جان ہو اللہ فنی کیا ہی بیجو دکا یہ دیواں ہے اللہ فنی</p>
---	---

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر حکیدہ قلم معجز رقم شاعر شوخ طبع سخن فہم حکیم فنی عبد الغنی صاحب غنی
ٹورامائٹ بدایونی پروپراٹر قلمی پرنسپل ڈائریٹر اخبار آئندہ چارک

<p>دینے کے شدائیں کلام مطبوعہ درگوش غنی بخت ہاتھ</p>	<p>از فضل خدائے پاک و سرمد بہ نویس - ارتقا سے بیجو</p>
--	--

قطعہ تاریخ از طبع و قاراعجاز نگار عالیجناب سید غوث محمد خان صاحب المخلص
پہ غوث ہلوی ازیری محمڈ و سردار راج بہر توہم می مصنف و ملیب حضرت مصنف

<p>برادر زادہ من بیجو شیریں سخن کنوں گہر نجان معنی عاجز انداز قیمت و قدرش تجدید زبان حال کارے کرد سخن آدابندی زبانہانی بزم تہش آمد وحید عصر شہو جہاں شد در سخن گوئی جمال نوع و س معنی طبع بلندش را چہ دیوانے کہ جدول ہاؤا داناہار و قلم چو کردم فلکائے غوث از پے تاریخ طبع او</p>	<p>چنان تصنیف دیوان کرد شد عالم برائش خوشا از درج طبعش شد نمایاں گوہر کنوں چہار دوسے معلے صاف و شستہ نظم و کلام بیاد و مرغ عقلمش دے از لاکھاں خطاب جالشیں رخ بوے گشت نہیں زوں طلم دلر باگویم پے تغیر حساب انوں باجرائے مجر نورزدہ ہر صفحہ شد و جوں بیاد ناگماں آواذ غیب از رفعت گردوں</p>
---	---

<p>بیک صرح میں میسوی نویں ام حبیری کرد تصنیف خود آن دیوان وہ دیوان کہ خوف تلمیش</p>	<p>چلیع بزم طبع - وہم - بیان باخوش مضمون ایضا مادی زو بطبع من باشد راجح محسن عن باشد</p>
<p>قطعہ تاج از تہجہ فکر بلبل گلزار سخندان طوطی شکرستان شیرین بیانی عالیجناب منشی رضا علی حساند اکبر آبادی صاحب دیوان میر تقی میری شری را جید نانا</p>	
<p>دیوان وحید الدین کا جس شخص نے دیکھا کہا کیونکر فرمیں کہ نہ ہو جانشین داع ہیں طبع کلام غزل گایوں سال تم لکھو فدا</p>	<p>بیشک مد معنی سے ہے بحر عن کو ہر دیا رنگیں طبیعت حق نے دی دل فتنہ محشر دیا گویا اک عالی طبع نے عالم کو بخود کر دیا</p>
<p>تقریظ و تاریخ از شرح خامہ اعجاز رقم مشکین سلم مخمور دہندہ معدن خلق عظیمہ ناشر شیریں بیان عالیجناب کنور بدری کرشن قریب تلمیز خباب شیراز بان مرزا ہر گویا لفظ سکند آبادی</p>	
<p>نہ خودی غیث مانا زہم کہ خود را از خودی می پردازم ۵ انا کہ بہ بزم قال خود گشتند و مجلس و جد و حال بخود گشتند و رستند ز بند دہر و باجوش نشاط و بر قدرت ذوالجلال بخود گشتند خامہ را کہ ہر اہم ہوی و بی پروا خرام است چہ یاد کہ با کشاف کشاف حقیقی چہ برد - رونق بہار گلزار جہاں کہ در نظر داشتش مقصود نظار گیا است و خوبی خیابان لالہ زار جہاں کہ تاملش مطلوب وجود موجود جہاں است از دست کہ نگہ را از تار نظر برود و سرائی تو صفتش مذاق تار طہور در بر - و پرورہ دماغ را از خیال ترنم سرائی او صافش صدائے زنگولہ نوازی در سر سرود نغمہ ہائے معرفت دارد و دیوانی و صدائے نغمہ قتل کہ من اند گلو دارم دہان معشوقان زبان با طہار فصاحت و شہجہ گردیدن - و زبان عجیبان جہاں باوصاف بہار حیرت افزایش پا بدن از دوائے سوسن کشیدن چشم دانیان با میدان استماع جالش ہمہ تن دلמיד گوش گردیدن - و گوش جہانیاں باشتیاق تماشاے بہار شش با ستعارہ چشم در سخن سنجیدن ہما گلزار سیت ہمیشہ بہار و بہار سیت ہمیشہ گلزار - روضہ رضوان بہ پرستار شش خط غلامی بر</p>	

شیدہ۔ و گلزار فرخار بجاوب شعاع آفتاب خدایا از خیالانش فرو چیدہ چشم خیال و خیال
چشم جہاں از خیال چشم رسیدنش سپند بر آتش دل افروختہ حسن جمال و جمال حسن گلزار
جہاں بقرمانی حسن و جمالش از سودایے دل نقد و رکیہ انداختہ۔ آسمانیال ہوا سے پھینش
مشتاق و بیاض و سیر حریج و بحریر تو صیف برگ درخانش پر آگندہ اوراق۔ گلزارے کہ مقصود
نظارگیان از آشناسنت و خیالہائے کہ بخوبی خیال ہاں جہاں ہر از دہم نواست بہن است
کہ پیش نظر داشتہ ایم و بحریر تو صیف رنگ بوش قلم برداشتہ ہاش گفتار بخود است
کہ از تالیط و قادمولانا سید وحید الدین احمد صاحب بخود دہوی غن نج و سخندان عالی خیال است
کہ جانش حضرت نواب فصیح الملک بہادر میرزا خاں داغ دہوی است کہ بحریر تو صیفش زبان
لاناگ چرخ گنگ و لال است ۵

<p>گل خورشید بر دستار فرق فروداں بینی بنوک خامہ اش عنقائے معنی را نشان بینی حساب خفتگان گور در سود و زیاں بینی نظام عنصر جسم عروس اندر جہاں بینی</p>	<p>لاناگ بر فلک سازند تعظیم خیال او چو حرفے از مضامینش بہ پر واد کنند آید حریر خامہ اش چوں نعرہ از تالہ بردارد ز صدر وابتدا و از عروض و ضرب نظم او</p>
--	--

تا ایں گلشن بیچارہ ہمیشہ بہاد آفتاب چہرہ خویش را از سراق رعنائی بجلو بر آورده متاع صبر
از کیہ دل نظارگیان بشارت برودہ آفتاب از غایت شوق انظارش چشم بر رخ کشا و ہ
و از جوش اضطراب و انتظار جمال جہاں آرایش فعل درتش افتادہ۔ ہون دہ زبان گلزار
جنان عن طرازی ادصافش رطب اللسان ست و ز گس ہمدار بہ آرزوے دیدارش از غایت
استباق چشم باز و حیرانت سطورش با سطور بروے ہر خاں ہوا است و بین السطورش
با چہرہ تشبیس خورشیدی جہان دساز ہر نقطہ اش بالقطہ خال محبوباں در ناوک انگنی و ہر
عرفش با صا و چشم معشوقاں در چشمک زنی۔ الفاظ سلسلش بازلف کشا و ہ سویان ہمسرو
مضامین ناگزشت ذاکت ناز خواں و در بر۔ تانہا بہر بہیت خواں ثوابت و سید و مہر ضیائش
دہر و جمیعت نازنینان و دوازوہ ہر دوح در رفتار است و خامہ سیاہ جامہ فروغ بچھاں
در توصیف خیالات مصنف در گفتار ای گلشن بیچارہ از صواد چشم حاسدان بر کنار باد و ہسل

قطعه تار مین | کلام هاشم داغ شد طبع | پدید آمدن شان شان بجود

نہان اردو از سر زندہ گروید باہل نہ صد احسان بیخود فروغ آور وہ گلمائے معنی

شکستہ شد حواں بستان نمود بی آغاز طبعش گرگوئی کہ نادر طبع شد دیوان محمود

ہم از تکمیل طبعش چہرہ امسال کہ بستان فن دیوان میخورد

قطعه تاسخ من تناسخ فکر و قاطع نقاد خباب محمد قمر الحق قمر الیونی شاگرد و جانشین خود می

تم لکھو سال طبع تم مجھ مئے کا دل چاہا ہے یہاں دیکھ کہ آج میخانہ غزنوی ہندوستان جانتے میں حساب بخود

سلیس مضمون میں حیات بن نثر کا کلام سرسبز باغیچہ ہے نہ کہ کھوکھلا پتھر کی عمارت۔ یہ نثر کھوکھلا پتھر کی عمارت نہیں بلکہ کھوکھلا پتھر کی عمارت ہے۔

کلام نواب میرزا خاں جس طرح شاعر و نگارِ نعمت و آفرین طرح سے غنچوں کو درِ نعمت کھلا رہا۔

قطعه تیانج شاعر گدیمان شیرین زبان آغاج حسن و متخلص به قدر

میرے اُستاد حضرت سید محمد رشک عرفی و مخبر خاقانی بزم اردو کی جن سے رونق ہے

ختم جن پر ہے بس باندانی جن کے زور قلم نے اردو کی ہر زبیں میں یہ کی در انشائی

آسماں کرو یا زمینوں کو
پتھروں کو بنا دیا یا فی
اکٹ منہس کے یوں ہوئے گویا

ہم نے تو قدر تیری ہمدانی یعنی ولوان دیدیا مہمنے

فکر چسن کے ہو گئے، مجھ کو کام لیکن بنا باسانی پسنا سب سے از سر الفضا

نسخہ سہاولا ثانی

تقرظ و تبارخ از تنه کج طبع سخن نه بشمار. دوسه عطار و نوح رخاب منتهی گوئی شکر حساب.

سریر و یایی ازین جن مورون بین دبیر سار و سریر باب فی مور و سریر

فصیح لوی تمیز لواتیج المکابہ در داغ حضرت حمیر لوی اور خوروشی لہ بہاری لاشاق لوی

واہ کیا لکھنا یہ ہے کیا زالی آن ہے
سچ تو یہ ہے واقعی سخن کی کان ہے
ہاتھ غیبی یہ بولا کس طرف کو دیان ہے
بات جو شکل سمجھ رکھی ہے وہ آسان ہے
جائیش داغ کا دیوان والا شان ہے

ہاتھ غیبی یہ بولا واسلام
بے بدل مشہور بخود کا کلام
زبان قلم سے ہو تعریف کی
کہ جو خوب بخود کا دیوان چہا

دیگر دیکھ کر دیوان ہوتا ہے نگاں اک بلخ کا
بجز ہاں ہے بخود کامل جناب داغ کا
چاند کی سی چاندنی ہر شعر سے جھکے کھلی
خوب ہے دیوان بخود مایہ روشن دلی

دیگر جس کا مداح اک زمانہ ہے
کیا فصاحت کا یہ خزانہ ہے

دیگر جس سے دلی کا ہوا مشہور اک عالم میں نام
ہے نیا منشی وحید الدین بخود کا کلام

تقریظ مع تادیخ

عطر سخن ہے کس کا عالم مکہ ہا ہے
سانچے میں مصرع مصرع گویا ڈھلا ہوا ہے
روشن ہیں سب معانی مطلب میں صفا
معشوق کی نظر ہے عاشق کا دل غدا ہے
ابر کی گرتنا ہے خجہ کنچا ہوا ہے

چہپ گیا دیوان بخود آج کیا شاندار
کیا مضامین بہر دے ہیں میں نگارنگ کے
فکر تاریخ اشاعت میں جو دل بیتاب تھا
کچھ ضرورت ہی نہیں اس میں زیادہ عوز کی
عیسوی سن اسکے چہپ جائے کہ لکھدے قصیر

فکر تہی دیوان کے تاریخ کی

کی ہدایت لکھدے قصیر خوشنوا

وہ کہے ہیں میں مضامین شعر

جو ہے فکر تاریخ تم کو قصیر

واہ کیا رنگیں ہیں مضمون کیا شگفتہ شعر ہیں

لکھدے تاریخ اشاعت بھی تم اس کی یہ قصیر

حضرت بخود ہی ہیں کیا شاعر خوشنویس

طبع کی تاریخ سمت میں یہ لکھدے اے قصیر

خوب دیوان چہپا ہے بخود کا

فصلی سن اس کا اے قصیر کہو

واہ کیا پاکیزہ دیوان ہے زبان صاف کا

اس کا سال طبع یوں لکھدے قصیر ماونفا

سازہ مشام جان ہی پہلی ہوئی ہے خوشبو

بندش ہو چست کیسی پاکیزہ روز مرہ

دہلی کی یہ زباں ہے شہتہ محاورے ہیں

ہر لفظ تیر و خجہ ہر شعر نوک لشت تر

زلفوں کی گر صفت ہو سنبھل کے بل نکالے

<p>میں نے ایک صفائی اک شعلہ لور کا ہے قامت کا گریاں ہے محشر پہا ہوا ہے تیرنگا و ظالم چمکا لگا گیا ہے گلتا نہیں ممتا کچھ نکرار سا ہے رفتار کے چلن کو فتنہ بنا دیا ہے گویا کہ بول نالک کاٹے میں ملتا ہے مست شراب ہو کر بلبل چمک گیا ہے وہ بول چال دیکھی اک لطف آ رہا ہے کیا پھول کھل رہے ہیں گلشن ہر اہل رہا ہے طوطی ہند شاید بلبل بنا ہوا ہے کیا پھول اس کے سونچیں کاٹا لگا ہوا ہے واللہ ہے یہ دیوان یا اک چمن کھلا ہے باغ کلام بخود کیسا کھلا پہلا ہے</p>	<p>میں نے ایک صفائی اک شعلہ لور کا ہے قامت کا گریاں ہے محشر پہا ہوا ہے تیرنگا و ظالم چمکا لگا گیا ہے گلتا نہیں ممتا کچھ نکرار سا ہے رفتار کے چلن کو فتنہ بنا دیا ہے گویا کہ بول نالک کاٹے میں ملتا ہے مست شراب ہو کر بلبل چمک گیا ہے وہ بول چال دیکھی اک لطف آ رہا ہے کیا پھول کھل رہے ہیں گلشن ہر اہل رہا ہے طوطی ہند شاید بلبل بنا ہوا ہے کیا پھول اس کے سونچیں کاٹا لگا ہوا ہے واللہ ہے یہ دیوان یا اک چمن کھلا ہے باغ کلام بخود کیسا کھلا پہلا ہے</p>
---	---

تقریظ و قطعہ تیار بخ طبع از ادشاعر زنگین بیان سخنور شیرین زبان جناب منشی قمر الدین
 صاحب قمر و جلوئی شاگرد شید حضرت مصنف

<p>ہر اک شعر میں رنگ مستانہ ہے صفت یہ بڑی لاجواب اس میں ہے جنہیں ہر شراب سخن کا مزا یہ دیوان ہے ہم سے مستوں کی جان مصنف نے اس کے کیا ہو کمال کہ طبع نہیں جس کی ڈھونڈنے نظیر میسر ہیں دیوان ایسے کہاں</p>	<p>ہر اک شعر میں رنگ مستانہ ہے صفت یہ بڑی لاجواب اس میں ہے جنہیں ہر شراب سخن کا مزا یہ دیوان ہے ہم سے مستوں کی جان مصنف نے اس کے کیا ہو کمال کہ طبع نہیں جس کی ڈھونڈنے نظیر میسر ہیں دیوان ایسے کہاں</p>
--	--

زمین جن کے ہر ایک ہوا سماں ۛ لگائے ہیں ہر صنف کو چل چاند یہ دیوان کوہ پر لہر چاند
 کموں کی مری عقل حیران ہو کہ ایک ایک شعر اسیں دیوان ہے یہ دیوان دنیا میں ہر کتاب
 یہ دیوان ہو آپ اپنا جواب یہ دیوان بیشک ہو دنیا میں فرد کئے اور دیوان سہاس نے گرد
 مصنف کا روشن کرے گا یہ نام جو اہر کے بحرے ہیں اس میں تمام یہ ظاہر ہے صورت سے ہر شعر کی
 پرونی ہے اک موتیوں کی لڑی یہ دیوان پہلوں کا گلہ شاہو جو اہر کے مولوں بھی تو ستا ہو
 یہ دیوان ہے گلشن بیخزاں وہ کامل ہے اس بلخ کا باغباں
 نہیں مدح کر سکتی میر نئی باں نہ بھییں سے کس طرح سحر فن لگایا ہے جس نے یہ تازہ جن
 نہیں کہتے اس کو سخن گسری اسی کا تو ہے نام جادو گری ہزاروں طرح کے کہلائے ہر حال
 برابر برابر جہائے ہیں ہول مصنف کی گل چینیوں کا گواہ یہ دیوان ہو رنگینوں کا گواہ
 کروں اس کی تعریف میں کیا بیان کہ اسکا شناخواں ہو سارا جہاں وسیل اور بھی ایک بیت ہے یہ
 کہ سب خوبیوں کو مزین ہو یہ فصاحت بھی اس میں بلاغت بھی ہو تخلیل کی ظاہر نزاکت بھی ہو
 بہت بڑھ گئی شان علم ادب یہ دیوان ہو جان علم ادب کہیں میں بیان و معانی کے راز
 کہیں ہو حقیقت کہیں ہو محاز یا ہے کہیں کام تشبیہ سے حذر ہے مگر محام تشبیہ سے
 کہیں استعارہ کو رالے نئے کہیں میں اشارے نزلے نئے کسی جا ہے تاویل کا التزام
 کہیں خوبصورت کنائے تمام مثالیں ہیں اسکی بڑی ہمیشاں کوئی کس سے آخر اسے پیمثال
 صنائع بدائع لطیف نکات غرض اس میں موجود ہیں بے متناہی حقیقت میں ہیں خوبیاں تو تمام
 نہیں عیب کا دیکھنے کو بھی نام یہ ہر طرح کے پالے ہے کہ اردو کے چہرے کی یہ ناک ہو
 درست ہر شے اسکی ہر بات ٹھیک نہیں ہو کوئی لفظ اس میں یکیک کہیں تکنت ہو شرارت کو ساتھ
 کہیں ہو ظرافت متانت کو ساتھ کہیں میں بڑے گہر و گہر و خیال ہر اک ہی جن کا سمنا عمل
 کہیں ہو وہ مضمون آسان جے سننے کوئی بچہ بھی نوادادوس یقیناً جو جس طرح ہو ہمیشاں
 مصنف بھی ایسا ہی ہے بالکمال ہو جی چاہے جینی میں سنگلاخ سمجھے ہی اس کو نہیں سنگلاخ
 بہت بے تکلف نکالے ہیں شعر بلاغت کے سانچے میں نئی بالادیں شعروانی طبیعت میں ہو اس طرح
 کہ دریا میں پانی ہے جس طرح پڑے ہیں بحر و میں مشکل زحاف تو گذرے ہیں ہر ایک کی طرح مناس

<p>لی ہے تیا مستکی فکر رسا کہ ہر بات میں بات ایجاو ہے یہ دعویٰ نہیں ہے مرے دلیل نہیں کم ہیں استا و اسلاف کو کوئی اُن کا مد مقابل نہیں لٹائے کوئی آنکھ بھی کیا مجال تخیل کی قوت کی حالت ہے یہ کیا ہے یہ پھر اور اس پر غضب کہیں طرز جرات کی سودا کا رنگ قصیدوں میں دلی کے عرفی ہیں آ ہے مرکب بر سب کی حاصل عبور نہیں آتا وہم و گماں میں کوئی حقیقت میں بخود سے معجزیاں کہ یہ داغ صاحب کے ہیں حائش وہی ہے رباں قابل امتیاز ہے ان کی رباں میں بھی وہ ہائز وہی عاشقانہ ہیں سارو نیال کلیجوں میں لینی وہی چٹکیاں وہی کہنی ہر بات چہتی ہوئی ترپ جائے سنتے ہی تنکو بشر مضامین ان کے بطور مثال وہ دیوان کی اُنکے تفسیر ہو کہیں ذکر ہے چاندنی رات کا</p>	<p>کسی کا اجارا یہ اُس کی عطا یہ اوصاف سلسلے خدا و اہل یہ دیوان ہے دعوے کی عزت ہیں استاد میرے بڑے بالکمال کسی کو بھی یہ بات حاصل نہیں دکھایا ہے ایسا طبیعت کا زور طبیعت محض اس پر نزاکت ہو یہ کہیں ذوق غالب کی طرز بیاں تخیل میں برتا ہے مومن کا ہنگ روشن پانی سب سے جدا ہے مگر نکلے ہیں پیکر مگر سب سے دور کچھ ایسی ہے ان پر خد کی عطا سخن سنج ہوتے ہیں پیدا کہاں انہیں کے سے ان کے ہیں سا خجمل وہی فقرے فقر میں سوز و گداز وہی ہر صفائی وہ ہی شستگی وہی جابجا ذکر حسن و جمال وہی سہل آسان طرز میاں وہی گفتگو دل میں کستی ہوئی وہی داغ کی سی ہیں گلچینیاں مجھے بھی دکھانے پڑو خال حال کہیں جلسے کرنے شب ماہ میں کہیں حال لکھا ہے برسات کا</p>	<p>طبیعت میں جدت خدا داد ہو ہم وہاں غرض میرے استا و اہل میں کہتا ہوں یہ بات نصاف نہیں ہوتا زمانے میں انکی مثال خدا نے دیا ہے وہاں کو کبار کہ سلسلے زمانے میں ہو یہ شی چندہ مضامین لکھے ہیں سب کہیں میرے بڑھ گئی ہوتا بار مثال میں اردو کی سعدی ہیں آ ٹے ہیں فقط ہم تو اس بات پر ادب ایسا جساں میں کوئی کہ سلسلے زمانے کو منوا دیا کچھ اس بات میں شبہ و شک نہ ہو وہی ٹیٹ دل کی ہے بھل حال وہی بندشیں وہ ہی گہری نظر وہی سب ہر مشاقی و پستکی وہی شوخ مضمون کرنے بیان وہی صاف شہری ہر دوز بار وہی ان کے اشعار میں ہر اثر وہی مصرعے مصرعے میں گینار سمجھ لیں سب آگے جو تحریر ہے کہیں شب کٹی نالہ و آہ میں کہیں چرخ پر چہار ہی ہے گھٹ</p>
--	--	--

اکیں مینہ برسنے لگا زور کا
 اکیں پڑتی ہے ٹلکی ٹلکی پھوار
 کسی جا سے پیش نظر منبرہ زار
 اکیں سر و قمری کی ہو داستان
 اکیں پھما صبا کا جال ہو
 اکیں وصل کا شوق ارمٰن وید
 ٹپکتی ہے اُس سے عجب آرزو
 تنہا کسی کی ملاقات کی
 اکیں وصل کی خب پلا کر شراب
 اکیں وصل میں ہو جدائی کا خوف
 اکیں منقبت کے لئے ہیں منے
 کسی جا حقیقت کے کوئے نہیں
 اکیں فقے مسلوں کا وصل
 اکیں فلسفے کی جہلک ہو عیاں
 کما تک کروں صف منہ ہو بیاں
 مگر نکلی اسیں تو پوری جمیل
 فقط فکر تاریخ باقی ہو اب
 مجھے ہاتھ غیب نے دی صدا
 قمر ہے یہ دیوان وہ لا جواب
 میرے استاد سادمانے میں
 اُن کے دیوان کی میں لکھتی تیج
 اس سے مجبور ہوں کروں میں کیا
 دل جلائے کو حاسد و نکاحا قمر

چمکتی ہے بجلی اکیں چرخ پر
 دکھائے ہیں جاری اکیں آثار
 دکھائے ہیں نظر اکیں قدرتی
 کسی جا میں گلشن میں نہریں داں
 اکیں لب پہ ہے وصل کی داستان
 اکیں دلو باتوں کو ہیں نامہ مبید
 حقیقت تو یہ ہے مضامین شوق
 نہیں دیتی فرصت کبھی بات کی
 کسی کے اٹھائے ہیں شرم و حجاب
 اکیں ذکر ہے عبد و معبود کا
 کسی جا نصف کے ہیں تذکرے
 اکیں ہے شریعت کے اوپر نگاہ
 ہر اک بات کی ہو بیاں برجس
 اکیں ہو نصیحت اکیں کچھ ہو بند
 قمر تک گئی اتو میری زباں
 یہ صدقہ ہے سب میرے استاد کا
 نہیں چین ہے ہم کو جس کے سبب
 ترود کی یہ بات ہرگز نہیں
 نچل جھکو دیکھے سے ہو آفتاب
 دوسرا کوئی ہو نہیں سکتا
 حوصلہ ہے مرا کہاں تنہا
 سر اندیشہ کاٹ کر میں نے
 دوسرا داغ ہو گیا پیدا

گر جتا ہے ہادل اکیں مات بہر
 لگی ہے اکیں حالت کو ہسار
 اکیں سیر ہوتی ہے باغات کی
 اکیں لب لب لعل گل کا احوال ہے
 اکیں ہے شب غم کا قصہ بیاں
 جہاں کی ہو مشق و گفتگو
 سکھاتے ہیں لوگوں کو تین فرق
 اکیں ہے یہ حالت شب انتظار
 اکیں چرخ کی فتنہ زانی کا خوف
 اکیں لغت اور حسد کی ہوا دا
 اکیں معرفت کے ٹوٹے ہیں ہید
 پھر اُس پر تہائی طریقت کی راہ
 اکیں کی ہیں حکمت کی باتیں بیاں
 یہ سمجھو کہ دیا ہے کوزے میں بند
 سمجھتا تھا تقریظ لکھنے کو کیل
 کھٹے کر لیا میں نے یہ مرحلا
 یہ نشوونما ہوتی گئی جب سوا
 جدا کر کے لکھدے سر بد یقیں
 قطعہ تاریخ
 داغ کا جانشین ہو جو شخص
 جوش الفت اہار تا ہے مگر
 طبع دیوان کا سال یوں لکھا
 ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ

مگر جتا ہے ہادل اکیں مات بہر

ۛ ۛ ۛ

مگر جتا ہے ہادل اکیں مات بہر

تقریظ از تہذیب فکر شاعر نغز گو شیریں بان منشی عبدالغفار خاں المتخلص فی قصیدہ شکار و شہد حضرت مصنف

آج ساقی پلاوے کوئی جام
بہر کے دیدے شراب لالہ فام
اک اچھوتا چمن لگاؤں میں
اپنی بی سستانی ہے منظور
رہنہ الاما ہوں شہر و سلی کا
ساری دنیا میں جس کا بوجہ چا
آئندہ دن اوپر ہاں میں نو میلے
جمع دیا پہ ہوتے ہیں پیراک
فلج گانے کا رنگ جتا ہے
دور دریا پہ خوب چلتا ہے
مہ جبینوں کی عید ہوتی ہے
قتل عشاق پر کمر کس کر
میرے دل میں بھی شوق چرایا
میں بھی مدیا کی سیر کو آیا
پیاری پیاری ہر ایک صحت تھی
رشتہ خورشید نازنین لاکھوں
کرتے پھرتے تھے سیر دریا کی
جن کے ہر ناز میں تھی مہیا کی
اک تہمت تھی وہ پری ہیکر
ہیکلی پڑتی تھی رال یاروں کی
آگہ آن سے کہیں جوں جیسے
سادی بھی تھی قدرتی گستا
کوئی شیدا تھا بھولی صورت پر
جان بچیں تھی ہزاروں کی
کوئی شونہی پہ جان دیتا تھا
کوئی ٹھٹھا گوری رنگت پر
کوئی ہاتوں پہ مٹا آنکی
کونئی ہیرتا تھا دم حسینوں کا
جس سے ہوتی ہیں ان کی اکھ چار
بے اجل وہ غریب مارتا تھا
دل لگی کے تھے ہر طرف سماں
دل لگی کے تھے ہر طرف سماں
جگمگایا رہا وہاں تا شام
میں نے سوچا کہ دور جانا ہے
گھر کو آنا پڑا وہاں سے خیر
میں نے اکثر یہ بات دیکھی ہے
گذرا جو کچھ وہ خواب میں دیکھا

مست ہو کر قلم اٹھاؤں میں
جس کو سنکر ہو رنج و غم کا فور
اس کے باشندے سب ہیں البیلے
جن کے فن کی زمانہ میں دواک
نازنینوں کی عید ہوتی ہے
ماہ و شش جاتے ہیں ہاں کٹر
جا کے دیکھا عجیب رنگت تھی
غیرت عور منہ جس لاکھوں
چال پر خشن تھا فتنہ محشر
پانی زاہد کے منہ میں بہاے
ان حسینوں کا دواہ کیا کستا
دور ہی سے بلائیں لیتا تھا
کوئی رفتار پر فدا ان کی
نازنینوں کا مہ جبینوں کا
تہام کر دل کو آہ بہر تا تھا
میں نے دیکھیں بہت لب وریا
چمک گئے پیٹ بہر کے و آشام
بہر تو دل میں ہر اک ہوا تر بہر
دل یہ کہتا تھا اور دیکھو سیر
گھر میں آتے ہی سو گیا مجبور
شب کو آیا خیال کچھ آپس کا
نوب دریا کی میں نے کی تھی سیر

<p>نازنینوں کے رنگ دیکھتے تھے پہلے دریا پہ اب وہ گھر میں نہیں آنکھ لگتے ہی دیکھتا کیا ہوں ہو گئی سس طرح وصل کی تدبیر میرے دم پر کہیں نہ بن جائے سامنے جسے حور ہو پانی آج تجھ کو یہ فکر کیسی ہے لب پہ رو دکھی سی ہنسی کیوں ہو میں نے اُس کو جو غور سے دیکھا پھر تو ہم دونوں ہوئے پیدل دل میں کہتا تھا دیکھئے کیا ہو دیکھئے کب پلٹ کے آتا ہوں مجھ سے اُس نے کہا کہ کچھ دیکھا قابل دید اس کا جو بن ہو باغ ہم نے نیا لگایا ہے ہم نے خون جگر سے سینچا ہو سینکڑوں لوگ جمع تھے در پر ہو گیا مجھ کو اک اچنبہ سا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں تھیں سو فتح تو یہ ہے کہ فرد دیکھتا تھا ہر شجر سے عیاں خدا کی شان اپنے جو بن میں کچھ زالی تھی ہر شجر میں تھی بو محبت کی</p>	<p>عشقا زوں کے ڈھنگ دیکھتے تھے سر میں سودا کسی کے گیسو کا دہن میں ایک حور ویش کی لیلیا ہوں اس کی بانگی ادا نے مارا ہے سیر دریا کی رنگ کچھ لائے میرے آگے کھڑی ہوئی اگر کیوں طبیعت تو تیری اچھی ہو دو گھڑی چل کے اپنا دل بہلا کچھ محبت سی ہو گئی پیدا باتیں رستہ میں کرتے جاتے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ دو کا ہو رستہ دونوں چلے تھے تھوڑی دیر باغ وہ یہ ہے ذکر جس کا تھا لوگ کوسوں سے روز آتے ہیں رشتہ جنت اسے بنایا ہے باغ میں سیر کرنے والوں کا ہم بھی دونوں پہنچ گئے اندر آنکھ سے میں نے وہ زمین کبھی بہنی بہنی تھی ہر طرف خوشبو باغ میں نخل جو نظر آیا دیکھنے والے دیکھ کر حیراں پتہ پتہ تھا اُس کا سترا صاف شاخ ہر ایک حور جنت کی</p>	<p>تیلیاں حن کی نظر میں نہیں گویا بھیرا فرشتا جادو کا دل میں کتابوں واہری تقدیر موت کے گھاٹ لا اٹھا رہا ہے ایک اتنے میں شکل نورانی اور کہنے لگی کہ میں قیصر بہ فرہ دشمنوں کا بھی کیوں ہو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں کی کہا جی میں آیا کہ ساتھ اس کے چل دوسے میرے دل میں کتے تھے اجنبی کے میں ساتھ جاتا ہوں اک عمارت نظر پڑی پر نور اک نرالا دنیا یہ گلشن ہے سیرے اسکی حظ اٹھاتے ہیں قابل رشک ہو جو پودا ہے میں نے دیکھا لگا ہوا تانتا میں نے جب باغ میں قدم رکھا عمر بہر جو کبھی نہیں دیکھی ہر شجر اس کا رشک طوبے تھا میں نے ہر ایک بادور پایا روزانہ ہر ایک ڈالی تھی مثل آئینہ تھا ہر ایک شفاف جس ٹمر پر نگاہ پڑتی تھی</p>
--	--	--

اچھ گھڑیوں ہی سے لڑتی تھی خود تہجد و دل میں جوش ہوتا تھا
 ویکٹر لوگ جن پشیدہ ہوں جتنے پوچھے تھے انہیں سب اچھے
 رشک جنت بنا ہوا اکلزار پہول جس وقت ایسے پاؤ نہیں
 دل کو فرحت ہوئی وہاں جا کر حوض پانی کے باغ کے اندر
 چھوٹے چھوٹے تھوڑے نوارے فرش غل سے گھاس بھی بڑھ کر
 ایک بارہ درمی نظر آئی سیر کرتے ہوئے چلے آگے
 مجمع بارہ درمی میں ہے کیا سب ایسی باغ کے ہیں یہ مشاق
 خوب فن کی ملی ہے ان کو داد وہ ہیں انشا بہت بڑے مشاق
 ان کی مجھ سے نہ پوچھہ کیفیت وہ اسیر میر نیٹھے ہیں
 رشک سعدی وغیرہ طالب حضرت ذوق واہ کیا گنسا
 جن کے صدقے میں پہل گیا باغ سیر کرنے کو سب چلے آئے
 شمع گلشن کے ہیں یہ پرولنے صن و لکشم کا سا اثر دیکھا
 بیچ الفت کا کوئی بونا تھا ہر جگہ باغ میں نظر آئیں
 ایسے چشم فلک نے کب دیکھے رنگ ہر گل کا تھا جداگانہ
 کیوں نہ آنکھوں سے پھر لگاؤں ہر جگہ بلبلوں کا اک غل تھا
 گزرے میری نگاہ سے اکثر ہر شجر پر تھے سینکڑوں ہی طید
 طاری حیرت سی ہو گئی مجھ پر چند احباب اس میں بیٹھے تھے
 پاس بارہ درمی کے ہم پہنچے ہنس کے کہنے لگے ہاں میں ہم
 شاعری میں ہیں سب کے سب مشاق پاس ان کے ہیں میر دا سودا
 خوش بیانی میں شرعہ آفاق دیکھ وہ مصنف ہوا ان کا نام
 اچھے اچھوں سے یہ بھی اچھ ہیں ان کو مومن ہر ایک کہتا ہے
 دیکھہ نیٹھے ہوئے ہیں وہ دیکھا سب ایسی باغ کے ہیں خیداں
 ہو گئے خوب ان کے ہر پلے اس کی تعریف سب ہی کرتے ہیں
 میں نے معشوق ہر شجر دیکھا چوٹی چوٹی سی کیسا بال لکھوں
 میں نے پھولوں سے سب کی طرح پھول پودوں میں سا خوشبودار
 بوہرا گل میں پائی مستانہ نہریں جا رہیں تھیں باغ کی اندر
 کہیں غنچہ تھا اور کہیں گل تھا آب شفاف سے تھے پھر سارے
 ہر طرف باغ میں برستا نور اور آگے نظر جو د دل آئی
 اگلے وقتوں کی وضع کے تھے اپنے ساتھی سے میں نے یہ پوچھا
 حال ان کا مجھے سنائیں ہم میر صاحب ہیں وہ جلالت استاد
 باگمالی کا ان کی ہے شہر چپکے بیٹھے ہیں حضرت جرات
 شعر گوئی میں خوب پایا نام وہ ہیں مشہور میرزا غالب
 شعر ان کا دلوں میں رہتا ہو اور بیٹھے ہیں وہ جناب دلغ
 اس کی شہرت کہیں سے سن پائی اور لوگوں کی تو خدا جانے
 شوق سے دم مہن کا بہر تہیں

<p> ہم کو ان سب نے دی مہار کبلا ان سے ہے گلشن سخن آباد سنتے سنتے میں چونک کر بولا میرے استاد بھی کیسی آئے شعر گوئی میں وہ نکالا نام داغ ثانی ہیں وہ نصاحتیں سب سے اُن کا رہا قلم آگے ہڑکے ان سے کس کی ہیئت فرد و یکتا ہیں وہ زمانے میں سادگی پرندہ اہر اک کی جان ان کی مشہور ہے زباں دانی خوب نظر دل و میری گندہ اتنا کسر ہوا تھا میں خاموش آج تو لے نہیں نہ ہچا نا سٹپٹا یا میں دیکھ کر صورت میری اتنے میں کھل گئی چٹا کھ خواب کا رنگ کچھ عجب پایا ٹھیک بالکل خواب کی تعبیر چمپ کے تیل ہو رہا ہے وہ میرے استاد جوش الفت میں بیشک استاد کو محبت ہے پہلے خدمت میں اُن کی جاد نکا حکم مجھ کو ہوا کہ اچھا تم </p>	<p> جب یہ نکلا دہن سے اچھا ہو ان میں ہر ایک ہو بڑا استاد سب میں نقدِ سخن سے الامال یہ تو تشریف سب یہاں لائے مستند اب کلام اُن کا ہے رشک غالب ہیں وہ بلاغت میں سادگی تیر کی و کسائی ہر دنگ اُنکے کلام سے جرات ان کو مانا ہے جانشین داغ ان کی شوخی پہ منہ جیس قرباں شعرا یک ایک تیر خنجر ہے میں نے ان کا کلام لکھا ہے دل میں کہتا ہوں واہ و استاد ہم کو استاد عمر بہر مانا ہے ان کا ارشاد وہ بجا نکلا نیچی کر لی جو میں نے جھٹ پٹا کھ ہاتھوں اچھلا مراد لیا شاو خوب جاگتی ہے سوئیں تقدیر میرے استاد کا ہے وہ دیواں میں نہ حاضر ہوا جو خدمت میں ہر بانی یہ کی بڑی مجھ پر صبح موقعہ اگر میں پاؤں گگا جا کے اُن سے یہ خواب دہرایا </p>	<p> خوب ہر ایک گل کو پرکسا ہو مل گئی اسن جن کی ہم کو داد ان پر نگوں کا کیا ساؤں حال اور ادب سے زباں کو یوں کلا آج و نیایش نام اُن کا ہے دم سے اُن کے ہے شاعر کی نام طبع نازک بلائی پانی ہے ہیں وہ سودا سے دو قدم آگے ان پہ کامل رہا یقین داغ خوبیاں لاکھ ہر ترانے میں جو غزل ہے وہ تیر و نشتر ہے ان کا دنیا میں اب تیں ثانی شعر آجاتا ہے جب ان کا یاد ہنکے کہنے لگے وہ ای ہوش میں نے گہرا کے اُن کو جب دیکھا اور کچھ ہو گئی مری حالت اب نہ وہ باغ تھا نہ تھے استاد مان دل میں خیال یہ آیا میری جس باغ پر فدا ہو جاں باغ لا ریب بے بہا ہے وہ خواب میں آگئے مرے گھر پر خواب تک میں بھی یہ عنایت ہو میں نے موقع سحر کو جب پایا </p>
--	---	--

تکم کر ڈالو سارا قصا تم میں نے خوش ہو کے کر دیا تحریر موش و خرم ہیں ہیں دلشاد شاعر کی یہ جان بجائے	اپنے دیوان میں جگہ دینگے فضل خالق سے نسل گئی تقدیر مثل خود شید چکے یہ دیلاں ہر زین آسمان بن جائے	ہم تمہارا یہ خواب لکھ لینگے یہ دعا ہے خدا سے اب استاد اس پتر بان کی تھی سینے جان ♦ ♦ ♦ ♦ ♦
---	---	---

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر حکیدہ قلم فصاحت رقم مولوی حکیم محمد عابد علی ضا کوثر خیر آبادی

بسم اللہ بود دیوان بخیر و زمینی جلوہ گریشان فصاحت سوا دش طرہ طرار خوباں سطور ش زلف چچان فصاحت اگر پرسند کوثر سال طبعش چوں مدون کرد پاکیزہ کلام ناثر رنگین بیاں شیریں زباں کمال و مشاق و ہر علم و فن نظم و نثر تازہ شگفتہ گلستاں منطبع گشتہ چو دیوان لطیف دل کش رنگین و خندان ستاں	گلستان ادب بستان فصاحت مضامین مرہم ز نیم بلاغت بیاضش نغم ایوان فصاحت بود الفاظ رد فن نظم پروں بگو طرفہ گلستان فصاحت بخود معجز رقم جادو بیاں باعث صد نازش فضل و ہنر ہر کمال و فضل بچکائے جہاں سنبل و ریحاں و لالہ نشہ خجل شاد و خرم شد دل پیر و جواں ♦ ♦ ♦ ♦ ♦	بضمیل شرکت الفاظ پدا معانی عیسیٰ جان فصاحت دو ابرعکس خود شید و نشان حروفش بجم تہاں فصاحت (دیگر) شاعر مشکین قلم زریں قسم افتخار ناثران و شاعران نثر رنگین گلشن سر سبز حسلہ ہست دیوان یا بہار بخیزاں سال طبعش خامہ کوثر نوشت ♦ ♦ ♦ ♦ ♦
---	---	--

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر قلم شیریں کلام جناب محمد عبد الغفار صاحب مفتون

تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ

چہ چ گیا نیر حید الدین صاحب کلام ایہ سج جو شوخیاں ہیں ایہ سج جو خوبیاں جس نے ہر دیوان کو دیکھا وہ دیوانہ ہوا	نظر تہن کی تاجیں اب وہ مورت ہو یا صفحہ صفحہ پر ہیں گلکاریاں یوں نہیں لائے ہیں ہزار کو یہ خوب سودا قذال	میں کروں تعریف کیا خود دیکھ لینگے نظریں یا گلستاں کٹوا سکودیکھا یا بوستاں واہ کیا کہنا بجان اندر سکد صغ میں
--	--	---

شہ فیضی تہ بندش بیاں بہاں آپ کے مفتوں نے یہ تاریخ کی عرض کی کھلک دو زبان نے یہ صدا دی دم تحریر منہ سے جو سخن بخودی شوق میں کھلے سب جانتے ہیں حضرت بخود کا دیواں سمت میں تو یہ طبع کی تاریخ کو تم یہ عیسوی و ہجری میں مفتوں کو مصرع عیاں کو بیان کی ضرورت نہیں جہاں جس میں ہو فیضان کی کرے واع کا نام روشن سدا	خاص تو فیضیاب بلبل ہندوستان بچو نہیں زبان ہر شاعر وادبیاں وہ کیوں نہ ہو فریب و تلوے حضرت ہرگز نہیں اس کو کسی تعریف کی حاجت آپنہ راحت ہے کہ تصویر لیاقت اتمام بلاغت - گل خندان فصاحت کہیں وہ تجلی بھی چپ سکتی ہے جو مفتوں نے ہاتھ و شکر کی چراغ دل بخود و سلسلوی
--	---

تقریظ از نتیجہ فکر سا ذہن و کا خوش بیان فصیح زبان خبیب محمد قضا میکش شاگرد

چو میکش نراب کی باتیں شعر سننے کا ذوق ہے تجھ کو شعر جوئی کے ہیں تمام اس میں اُس کا ہر شعر ہے کمال بلند اس کی خوشی کا پوچھ کیا ہو اک زبان کیا ہے آساں ہوئی ہر غزل اُس کی نور کی پتی آج تک کس نے نہا دیکھا باغباں کا نہیں جواب اُس کے اُس سے جاتی ہو بیگلی دل کی شعر اُس کا ہے نشہ اک خم کا	ہم سے سن اک کتاب کی باتیں ایک دیوان چپ رہا ہر وہاں چہت بندش کے اہتمام او میں مصرع مصرع سے ہو ادا ظاہر سادگی میں بھی دیکھ کیا گیا ہے نئے مضمون ہیں لا جواب ہو وہ اُس کا ہر نقطہ حور کی پیشانی فردی ایک میں ہزار میں وہ پہول جتنے ہیں انتخاب اس کے اُس سے دل کو سرور آتا ہے ہوش رہتا نہیں تکلم کا	شعر گوئی سے شوق ہے تجھ کو دیکھ اُس کی نئی ہے طرز بیاں مستند ہر زبان خیال بلند اور ہو گا کمال کیا ظاہر اُس کی تعریف ہر زبان و سنی سارے عالم کا انتخاب ہو وہ حسن یہ شاہان مضمون کا پے نیم سحر ہر میں وہ ہر گلی اُس کی ہے کلی دل کی اُس سے اکھوں میں نور آتا ہے ہے زبان اُس کی مدح یہ مقاصر
---	---	--

خامہ ہاں اس کی مدح میں مقاصر
 میکدہ ہے یہ ہوش والوں کا
 پھر نہ کہہ مجھے انتظار ہوا
 میرے استاد کا کلام ہے یہ
 رنج و غم سارے اپنے بھول گیا
 جانشین داغ کے مرے استاد
 ان کے ہونے سے شان اردو ہو
 ماہر فن نہیں کوئی ان سا
 ایسے پابند وضع لوگ کہاں
 ہالکوں میں ہے شمار ان کا
 جن زمیوں میں ہاتھ ڈالا ہے
 ہے وہیں دہاک آج ان کی بھی
 ہوئی ٹھہرت کہاں کہاں ان کی
 مانتا ہے ہر ایک ماہر فن
 لان کا ہر مصرع ہے محاصل فن
 عرش کے تارے توڑ لائے ہیں
 میکشوں کے لئے ہے میخانہ
 آرسی ہے یہ مہ جبینوں کی
 ہے یہ غار پر ہی جمالوں کا
 اور اتنی ہے العجب حق سے

ہوش کو مٹا ہے اس کا ہر مصرع
 نشہ دیتا ہے اس کا اور پتا
 جا کے مطبع میں دیکھا دیوان کو
 دور و نیر و یک جس کا نام ہو
 میں نے تقریظ کا کیا آغاز
 شان دلی کی ہیں رہیں آباد
 ان کے ہمعصر مانتے ہیں انہیں
 اب نہیں ہے کہیں کوئی انسا
 اگلے لوگوں کی یاد گار ہیں یہ
 ملک معنی پہ اختیار ان کا
 ہمسر آسماں بنایا ہے
 نہ زباں میں نہ ثنویوں میں کم
 داغ کی ہے زباں زباں ان کی
 نغمہ گوئی میں کب ہو ان کا جواب
 شعر ان کا ستون قصر سخن
 ان کے دیوان کی صفت کیا ہو
 مے الفت کا ہے یہ پیما نہ
 حسن و خوبی کی خاص جاں ہو یہ
 آئینہ ہے یہ باکس لوں کا
 اس کی بنیاد کو خندار کھے

ماہر کس کا ایسا ہر مصرع
 سن کے یہ وصف بے قرار ہوا
 دیکھ کر میں نے چوہا دیوان کو
 اب تو میں بھی خوشی سے بھول گیا
 خامہ اپنے کرلیب و دم ساز
 ان کے دم سے زبان اردو ہو
 لوگ استاد جانتے ہیں انہیں
 ہیں قدامت کے ان میں تاریشاں
 اجڑی دلی کی اک ہما ہیں یہ
 خامہ کو ناز ان کی چٹکی میں
 ہے جہاں دھوم داغ صدا کی
 ساتھ ان کے ہیں قدم بقدم
 مستند ہے جہاں میں ان کا سخن
 ان کا جو شعر ہے وہ ہے نایاب
 ایسے پہلوئے دکھائے ہیں
 اتنا کتا ہوں میں جو سچ پوچھو
 اس کی شہرت ہوئی حینون کی
 موشوں کا سنگمار داں ہو یہ
 ہو یہ مقبول ہے دعا حق سے
 میرے استاد کو خندار کھے

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر شاعر شیریں بیان عبد الحمید جلالپوری مفتون تلمیذ جناب حضرت انور

کلام حضرت بجنود نے چھپ کر
 ہوا ہے یہ بڑا احسان بجنود

زمانے کو دکھا دی شان بجنود
 کی مفتون تے تاریخ اشاعت

تقریظ شاعر شیریں زبان معجز بیان مسٹر سید رفیع احمد صاحب المخلص مخمور شاگرد شیریں خورشید حضرت مصنف

گفتار سخن و کی خاطر العقل یا دیوانے کی باتوں کا نام نہیں ہو بلکہ ایسے عالی دماغ صاحب عقل و فہم ہوں
و اکمل کا کلام ہے جس کو عقل کا پتلا کنا کسی طرح بجا نہ ہو گا جو اپنے فن کا استاد کامل ہو جس کو آج ہندو
نظیری اور خاقلی عرفی اور قاتانی ہونے کا فخر حاصل ہے جس نے اردو علم ادب میں قابل قدما ضافہ کیا ہے
جس نے ایشیائی شاعری میں نئی روح پونکی ہے جس نے گل و بلبل شمع و پرواز کے ذکر میں فلسفہ و حکمت سے
کام لیا ہے جس نے جن و عشق کی تصویریں تصوف کا رنگ بہرا ہے جو معاملہ گوئی اور ادا ہندی کا باور
ہے جس کا ایک نیک شعر اس بات کا گواہ ہے کہ کسی مخمور کامل کی زبان سے نکلا ہے جس نے شاعری
میں اعجاز دکھایا ہے جس نے زبان کو زبان بنایا ہے جس نے دنیا کو زبردستی منوایا کہ آج تک ایسا
شاعر نہ ہے نہ ہوا وہ کون بالکمال منشی سید وحید الدین احمد صاحب بخود دہلوی جانشین حضرت نواب
نصیح الملک ہمدانی دماغ دہلوی مرحوم مغفور منشی صاحب کی روشن دماغی اور بلند خیالی اس بات کا کافی
ثبوت ہے کہ حضرت دماغ کے بعد بزم سخن کا چراغ آپ کے دم سے روشن ہے خدا آپ کو زندہ و سلاطین کو

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر شاعر شیریں زبان نگین بان محمد صدیق حسنا مجنوں دہلوی تلمیذ حضرت

منشی سید وحید الدین احمد صاحب بخود دہلوی

شعر استاد کے بتان جہاں گائیں گلشن میں ڈال کر جوئے عندلیب جن بھی سن سن کر
اپنی نغمہ سرانیاں ہونے دماغ کے جانشین کا ہر طیلاں شاعری آئے جو اسے چھوئے
فکر تاریخ کی نہ کہ مجنوں کی کہی۔ باغ سخن میں گل ہوئے

قطعہ تاریخ شاعر نگین زبان شیخ فضل الہی صاحب مخمور شاگرد مصنف

دل میں اپنے کہہ رہا تھا ایک دن : شعر ہیں استاد کے کیا دلپذیر
یک بیک غیب سے آئی ندا : فکر میں مخمور تو کیوں ہو اسیر
حشر تک چمکیگا شل آفتاب : چپ گیا ہے یہ کلام بے نظیر

قطعہ تاریخ از نتیجہ فکر شاعر نغمہ گو فضل سید حسنا مبین تلمیذ محترم اخا نصا عابد

ملوں کو شاگرد ہیں بیس لاکھوں : جن سے روشن ہے شاعری کا چراغ
کوئی تو بات تم میں ہے بخود : جو کی باتم کو جانشین داغ

قطعہ تاریخ و تقریب طبع راز انوار نظام باکمال ابو عبد علی میر محفوظ علی صاحب سنگ دہلوی
وینچرولی زندگانی و کس و حال

بندہ نے مجموعہ کلام منشی سید وحید الدین احمد صاحب بخود جانشین فصیح الملک داغ المومس بہ گفتار بخود
کا مطالعہ کیا۔ اس کلام گوہر مار کا ہر شعر لاجواب اور ہر مصرعہ انتخاب ہے مضامین نفیس و زبان سلیس
تعاون سخن کے دلوں پر سکون اور بزم نشینان محفل حزن و ملال کے خواطر سے ہر آئینہ راف رنگ
اندوہ محن ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ خط پاکیزہ صحت عمدہ اور چھپائی لاجواب ہے۔ قطعہ

للتدائیم وہ کلام چھپا : جس کا مشتاق اک زمانہ تھا
کد و محفوظ مصرعہ تلخ : خوب دیوان چھپا پا بخود کیا

قطعہ تاریخ الطباع دیوان حضرت وحید الدین احمد صاحب بخود دہلوی جانشین داغ
دہلوی محفوظ راز سید ابن علی محشر متوطن یاست جاوہر تلمیذ جناب سائل دہلوی

طبع شد دیوان بخود دہلوی : کامل فن شاعر عالی داغ
گفت از محشر بصد زون مرث : سال تاریخ نست بہر لطف داغ

قطعہ تاریخ از فکر شاعر شیریں بان لالہ چھنول صنانا فذ دہلوی شاگرد مصنف

میرے استاد کا چھپا دیوان	پنہی جن وقت یہ خبر مجھ تک	وہ مسرت ہوئی مجھے حاصل
جامہ تن گیا خوشی سے مسک	اُس خوشی میں میں نے ہنکے کہا	ایسا دیوان ہی نہ تھا اب تک
جس کی شید ہو دل سے کل مخلوق	ہو خریدار جس کے جن و ملک	جس کے نقطے ہوں اس قدر روشن
ہو ستاروں کا جھکے ادھر شک	جسکی بنی طور کے آگے	مات ہو جائے کمکش کی چمک
ہے یہ دیوان وہ ماہتاب عجیب	جس کو دیکھے سے داغ کماؤ فلک	شوخی مضمون میں تمام اس میں

کیوں نالسان سن کے جلے پھرک حاسدوں کو جلانا اسے نافذ داغ کے رنگ کی عیاں ہو ملک فکر تاریخ میں ہو تو مشغول اُس سی میرے دل میں اٹھی پھرک طبع روشن نے یہ کہا مجھ سے	داغ کے جانشین کی ہو تصنیف ان زخموں پہ تو نمک نہ پھرک منہ سے کئے لی کیا ضرورت ہو اب زیادہ ادھر ادھر نہ بھٹک میں نے لکھی نہ تھی کبھی تاریخ اسکی تاریخ ہو۔ چرخ فلک	نہیں اس بات میں کسی کو شک تیرے کئے کی کچھ نہیں حاجت پہول دیتا ہوں اپنے آپ ہمک سن کے یہ بات بھٹک ایا جوش اس سب سے تھی میرے دل میں جھک ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ
---	--	---

قطعہ تاریخ از فکر شاعر طب اللسان ششی محمد نواب علی صاحب المتخلص اعجاز و نواب
شاگر مصنف

طبع استاد کا ہوا دیواں ہے یہ دیوان شانے مہتاب اس کے ہر شعر میں ہو وہ تاثیر اس لئے ہے تحفہ نایاب اس کی تاریخ کیا لکھیں گانہ دل میں شرماتو اپنے خانہ خراب میری ہمت کو بھٹ گئی تھی مگر ہاتھ غیب نے کہا کہ شباب	آئے جب لے کے یہ خبر لہجہ داغ کے جانشین کا یہ کلام ست کرتی ہے جس طرح شرم فکر تاریخ جب ہوئی بھٹک ہے یہ دیوان نادر و نایاب سن کے یہ بات میں ہوا خاموش غوق نے پھر کیا مجھے بیتاب طبع کا سال سکی اسے نواب	یہ خبر سن کے یہ کہا میں نے خیموں میں ہے آپ اپنا جواب ہر طرح کی میں خوبیاں اس میں میرے دل نے دیا یہ بھٹک جواب جگہ میں اتنی کہاں ہو استعداد اور کچھ بن نہ آیا اس کا جواب وہیکہ مجھ کو ثوق سے بچین لکھ دے ہے سلک گوہر نایاب
--	---	---

قطعہ تاریخ مع تقریظ علامہ روزگار حافظ محمد رفیق صاحب واعظ نقشبندی
محمد دی کس مدرسہ نعمانیہ دہلی مصنف دیوان واعظ شاگر جناب مصنف مظاہر

گشت تصنیف وہ چہ دیوانے جگر اور ابدیدہ یعقوب صبر بر بود از دل عاشق	دلکش و بے نظیر و خوش اسلوب رشاک صبح بیاض روشن اد جدول اد چہ کیسے محبوب	یوسف مصر خوبے سخن است عارفان را بود ضیائے قلوب منطبع شد دریں زمان دیوان
---	--	---

<p>برستانے است جانفزاد خوب نام نامی وحید الدین نام روشن ز شرق تا بہ غروب ناز و انداز شاہد فکرش از مقامات سالک و مجذوب ختم دیواں چو گشت و اعطاف بہار آمد عنادل را بگوئید بیان خوبی اشعار بخود بود ذات او محمود و ضلائق بر باغ سخن - اپشار بخود</p>	<p>بہر تفریح خاطر احباب بخود است از اساتذہ محبوب دلوی است ہجاشین دلغ دشمن جان معنی معیوب جانب سحر سامری منسوب می کند مصرع معریش آگاہ پاک و صاف است از نام عیب (دیگر) کنون مطبوع شد گفتار بخود محال است ازین طعنه محال است بماند لہا آثار - بخود سین عیسوی گفتیم و بگری</p>	<p>میرسد خروہ از شمال و جنوب من بہ شاگردیش ہی نازم صانع دہنایں المکودب دوستدار کلام نفوذ بلند آخر گفتگوئے اولاریب عاشقان کلام را محبوب نفز گو شاعر است ہر شعرش سال ہری بود بہ مرغوب چنان مسموع گردیدہ ز احباب کہ بش گفتہ گل گلزار بخود دعائے میکنم بر صحنہ دہر فلک باشد معین و یار بخود</p>
<p>دیکھ ہے کس قدر ہمسام بدلیاں نکیتیں بدلتی ہیں شادمانی کا مینہ برستا ہے کہ لٹ دی جان کی کا یا ہو گئے ہیں پخسل سوکھے ہرے جولتی ہے ہوا کے جھولوں میں آتی ہے وہ بہار گلشن میں نظر آتا ہے ایک نئی دہن</p>	<p>شاد ہوا ب تو بلبل ناشاد ٹنڈی ٹنڈی ہو ایں چلتی ہیں یا فلک پر یہ ابر چھایا ہے ابر رحمت نے مینہ وہ برسایا تندرست ہو گئے نہاد ہو کے شاخ ہر ایک لد کے پھولوں میں پھول تپے خمر ملا سب کچھ پھول پھلک ہر ایک نخل چمن</p>	<p>نفل گل آگنی مبارک باد ہے یہ موسم بہار کا موسم اُس کی رحمت کا سرچسایا ہے کل چور و تانت آج ہنستا ہے چو شجر ہو گئے تھے مرداسے سبز ہیروں کے یا جمے ہیں پرے انہیوں کو نہیں ہو غم اب کچھ آپ منتی ہے اپنے جون میں</p>

<p>صحن گلشن میں دیکھ کر سبزا جس سے بہتر نہیں ہے کوئی فرش سرخ پہلوں سے کونا کونا ہے آپ ہی آپ کہہ اکر تا ہے دیکھ کر فصل گل کا بونٹ غروش وہن لگی ہے شراب خلد کی رنگ ہی میکہ کلبہ کچھ اور مثل بلبل چمک رہے ہیں رند کچھ نشہ بھی ہے کچھ جنوں بھی ہو دست وحشت نے پہنکا ہے پیر سیر کر کے لی جو آگے راہ اک انوکھی کتاب ہاتھ میں تھی دیکھ کر اس کے ذوق شوق کا حال بات تو کر ذرا خدا کے لئے محو کس دہن میں اس قدر ہو تو بے زمانے میں میرے نام کی دہم دوسری بات کا بھی اپنے جواب جس کی ہر اک نظر میں وقعت ہو جس کے دیکھے سے جان آتی ہو جس کا شایق ہو دل سے ایک جہاں ہے یہ دیوان علم و فن کی جان اس پہ جتنا بھی بوجھ ہے ناز اس کے سر ہے زبان کا سہرا</p>	<p>منہ سے بیاختہ مرے نکلا ڈھیر ہر جا لگے ہیں پہلوں کے گو یا یا قوت کا بھونا ہے وصل قمری کو ہے نصیب کیں میکشوں کو بھی آگیا ہے ہوش در پہ ساتی کے آج دہوم ہو پھر چل رہا ہے شراب ناب کا دور نشہ میں شور و غسل مچاتے ہیں شوریوں بھی ہے اور یوں بھی ہو نشہ کی ہے ترنگ ہر دل میں پیر مرد اک نطفہ پڑا ناگاہ اس کو پڑتا تھا داد و تیاہتا میں نے اس شخص سے کیا یہ سوال نخشہ لاجواب کیا ہے یہ دین و دنیا سے بے خبر ہے تو مجھ کو انصاف لوگ کتنے ہیں من لے۔ ہے یہ وہ لاجواب کتاب خرد و بے مثل بے نظیر ہے یہ جس سے اردو زبان آتی ہے دل کے بدلے جسے خریدیں لوگ اس کا ہر شعر ہے سخن کی جان بان لی سرکشوں نے اس کی زبان کہ یخسرن ہے روزمرہ کا</p>	<p>سبز غزل کا ہے زمیں پر فرش جان آتی ہے جس کے دیکھے سے سر و چلی ہوا سے لڑتا ہے چھپاتی ہے عندیہ کیں فکر ہے دل میں مے اڑانے کی باد و خواروں کا اک ہجوم ہو پھر خوب پی کر ہبک رہے ہیں رند شادمانی کے گیت گاتے ہیں اب نہیں ہے قبائے تن کی خیر الغرض ہے اسناک ہر دل میں خاص تاخیر جبکی بات میں تھی ، آپ ہی آپ لطف لیتا تھا کون ہو تو بتا خدا کے لئے آخر ایسی کتاب کیا ہے یہ بولادہ کب کب تک نہیں معلوم مجھ سے سرکش بھی ڈرتے تھے ہیں ساری دنیا میں جبکی شہرت ہے کہ وہ دیوان و پسندیر ہے یہ ایسا اب تک نہ تھا کوئی دیوان جان دیکھو بھی جس کو لے لیں لوگ اس کا دنیا سے ہے نیا انداز اس پہ لائے بڑے بڑے ایمان اس پہ دیتے ہیں جان اہل سخن</p>
---	--	--

اس کے ہیں قدر دان اہل سخن
 دہاک ہند وستان میں جو سکی
 حسد می اردو کا جو مثالیں ہو
 جس سے ڈرتے ہیں چوہ مہدی کے
 بادشاہ بھی ہے جو وزیر بھی ہو
 مانتے اس کو ہوتے گر رندا
 اب جو ہے اپنے وقت کا غالب
 طمع روشن ہو جو چراغ کے بعد
 راج ملک سخن میں ہے جس کا
 نام بخود ہے خوشم صن داغ
 جھکو دیوان وہ دیکھنے کو دیا
 کھکروہ کلام فرحت ناک
 اہل گئی سب جہان کی مایا
 وہ مسرت ہوئی مجھے حاصل
 مست ہو کر کما یہ دعویٰ سے
 صاف اردو کا یہ حزیں ہے
 ہے بڑی مست زباں اس کی
 یہ نمونہ ہے سا غرجم کا
 رنگتیں حاسدوں کی ہین ہینکی
 کیوں نہ ہو اس کلام پر اعزاز
 ہادی و رہنمائے راہ سخن
 اُن پر کس طرح ہم نہ ہوں مغرور
 ہے یہ طاقت ہلال کب میری

کیوں نہ جیتا ہو ہے یہ اُن کا کلام
 دہوم اردو زباں میں جو سکی
 حاسدوں کا جو دل جلائے میں
 کہ یہ مثل اسیر باندہ نہ لے
 باندہ تھا ہے معاملہ ایسا
 ناسخ آباد میرا اور سودا
 جو قصیدوں میں ذوق ثانی ہے
 داغ ہے جو جناب داغ کے بعد
 یعنی بزم سخن کا صدر نشین
 تیرا استاد جانشین داغ
 میں نے جب لے کاس کو وہ پل
 جسم پر تنگ ہو گئی پوشاک
 کس قدر پر سرور میں مضمون
 کھل گیا پھول کی طرح سے دل
 دیکھنے کو نہیں ہے عیب کا نام
 روزمرہ کا یہ دفتینہ ہے
 وصف کیا کر سکے بیان زباں
 حال اس میں ہے ساری عالم کا
 ہر طرح کے گلے نہ کیوں اشعار
 کیوں نہ ہم سمجھیں اس کو مایہ ناز
 آپ اس وقت میں ہیں اپنی نظیر
 اُن کا ہمسر ہو کوئی کیسا معذور
 ابھی تاریخ طبع دیوان کی

بادشاہ سخن ہے جس کا نام
 مومن اس وقت جو خیال میں ہو
 مثل آتش ہے اس زمانے میں
 خسرو و ظلم بھی دیر بھی ہے
 رنگ پہنکا کر کے جو حرأت کا
 جس سے تلید کے ہیں سب طالب
 آج جو ہند کا قاتی ہے
 ذکر ہر انجن میں ہے جس کا
 صاحب علم و فن وحید الدین
 کر کے اُس نے بیان یہ قصتا
 دیکھا تو ہوش ہو گئے پران
 ہاتھ استاد کا کلام آیا
 بڑھ گیا تن میں میرے سیر و خون
 اُس خوشی کے سرور میں نے
 خوبیوں سے بہرا ہوا ہے تمام
 خوبیاں کیا کروں بیاں سکی
 بیج ہے اب ہو گئی زبان زباں
 دیکھ کر اس سخن کی رنگینی ما
 ہو ہر اک رنگ جس کا تابعدار
 میرے استاد واد شاہ سخن
 داغ کی جیتی جاگتی تصویر
 خوبیاں میں کروں بیاں اُن کی
 عیسوی سن میں ہو مجھے لکھنی

یہ بھی استاد کی کرامت ہی میں نے لکھا شہر حقیقت کی کیوں نہ پیدا ہو حاسدوں کا طعن
 و اس کا نام کر دیا روشناس

قطعہ نایخ از نتیجہ فکر شاعر شیریں بیان نگین بیان و قلا اعظم خائب و محزون شرفیاد خالص شرفیاد خالص

بیدل نے گل کے خطہ فرودہ ہیں سنایا : دھلی میں چپ رہا ہے افانہ وحیدی
 یہ بھی لکھا کہ بخود اس طرح ہیں پیامی : تم سے رہے نہ حالی پیمانہ وحیدی
 بیباختہ شرف کو ہاتھ نے یہ نادادی
 تارخ طبع لکھدے خنجانہ وحیدی

تارخ از نتیجہ فکر شاعر شیریں زبان حکیم سید براہیم صدارت پوری المختص بنظر اہل نظر اہل نظر اہل نظر

بے بخود کی طبع وہ جدت طراز ہے گنج فلاطون کی یہ کلید کہیں ہے بناوٹ کہیں سادگی یہ دیوان ہے یا ہے گنج فرید جو نکلا تو اک سیپ تھی ہاتھیں محیط سخن درجہ ان فرید	نئی طرح لکھی ہے بحر جدید الوکی طبیعت انوکھا بیان عجب طبع بخود بھی ہے دلچسپ ہوئی فکر تارخ کی جب مجھ جو کھولا تو ہوتا گوہر دل پرید	کہیں فکر منطق کہیں ذکر طبع انوکھی لکھی ہے زمین شہید جو اہر رقم دیکھ کر کہ اٹھے دیا بحر طبع میں غوطہ جاریز ظرافت تھا اس پر رقم صنایع
---	--	---

قطعہ نایخ از نتیجہ طبع شیریں و لغز گوشتی علی الغفور صائب تلمیذ حضرت مصنف

میرے استاد کا چھپا دیواں خوب ہے خوب ہی یہ دلکش نظم اس کا طالب ادب کا طالب ہی ایسی مر خوب ہے یہ دلکش نظم توڑ کر غیر کی کسر کو لکھا	لکھی کیا خوب ہے یہ دلکش نظم ذوق و غالب کا رنگ اس میں ہے جس کو مطلوب ہے یہ دلکش نظم طبع کا سال اس کی کتنے کو میں نے کیا خوب ہی یہ دلکش نظم	اس کو سنتا ہے جو وہ کتاب ہے کس سے مغلوب ہے یہ دلکش نظم لوگ سنتے ہیں رات دن تائب مجھ کو مطلوب ہے یہ دلکش نظم نوٹ یہ تاریخیں پوچھ رہا نیچے سلسلہ
---	---	--

